نیل محل کی رقاصہ
ایم اے راحت

فضاء پر دبیز کہر مسلط تھا۔ ہر طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس تاریکی میں یہ قدیم عمارت آسمان کی جانب سر اٹھائے سکوت کی بارش میں بھیگ رہی تھی۔ ساری کی ساری عمارت گہری تاریکی کا شکار تھی، اور اس میں کہیں زندگی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے کار اس عمارت کے پھاٹک پر روک دی، اور اس کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ ایک نگاہ میں نے اطراف میں چاروں طرف ڈالی، ماحول ہی کچھ ایسا تھا، کہ کسی انسان کی موجودگی کے آثار تصور تک ذہن میں نہیں آتے تھے۔

آخر کار میں پھاٹک کی جانب بڑھ گیا۔ اس وقت کوئی اگر مجھے دیکھتا، تو یقیناً خوفزدہ ہو جاتا۔ میں نے ایک ڈھیلا ڈھالا اوورکوٹ پہنا ہوا تھا، اور کہر اور گہری تاریکی میں ایک تاریک ہیولا ہی نظر آ رہا تھا۔ کوٹ کی لمبی جیب سے میں نے وہ چھوٹی سی ٹارچ نکالی، جو چائنہ کی بنی ہوئی تھی، لیکن چائنہ کی صنعت کاری کا نمونہ اس ننھی سی ٹارچ سے روشنی کی ایک لکیر پھوٹی، اور اس پھاٹک پر پڑی، تھوڑا سا گھمانے پھرانے کے بعد، اور روشنی کا دائرہ بڑے سے پھاٹک پر جا کر ٹھہر گیا۔

میں نے کچھ لمحے اس تالے پر نگاہیں جمائے رکھیں، اور پھر گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے کوٹ کی دائیں جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پستول نما چیز نکالی۔ ٹارچ جلا کر اس کا رخ تالے کی طرف کیا۔ ایک نظر اسے دیکھا، اور پستول نما چیز کا نشانہ تالے کو بنا لیا۔ جیسے ہی میں نے بٹن دبایا عنابی رنگ کی تیز شعاعیں اس میں سے پھوٹنے لگیں، اور تالے پر پڑنے لگیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد نتیجہ سامنے آ گیا۔ لوہے کا وہ بڑا سا تالا پگھل کر نیچے گر گیا، اور میں نے پستول نما وہ چیز دوبارہ سے اپنی جیب میں ڈال لی۔ پھر آہستگی کے ساتھ پھاٹک کو کھول کر آہستہ سے میں کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر جا کر میں نے پھاٹک کو پہلے کی طرح بند کر دیا، تا کہ اگر اس پر کوئی نگاہ دوڑائے تو اسے یہ پھاٹک بند ہی

نظر آئے۔ اس کے بعد میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا، محتاط اور چوکنے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ عمارت کے صدر دروازے پر پہنچ کر میں رکا، اور پھر میں نے ٹارچ سے دوبارہ روشنی کر لی، اور اس کا محدود دائرہ صدر دروازے پر چکرانے لگا۔

چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں نے دروازے پر ہاتھ کا ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازے میں جنبش ہوئی، اور وہ تھوڑا سا اندر کی جانب کھل گیا۔ میرے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی، اور اس کے بعد میں نے دروازے پر اپنے ہاتھ کا پورا دباؤ ڈال دیا۔ دروازہ احتجاج کے بغیر کھلتا چلا گیا۔ اور اس کے بعد میں اندر داخل ہو گیا۔ خاصا بڑا کمرہ نظروں کے سامنے ظاہر ہو گیا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا، اور اس کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ سب سے پہلے میں نے ٹارچ کی روشنی میں کھڑکیاں تلاش کر کے ان کے پردے برابر کیے، اور اس کے بعد اندر روشنی تیز کر دی۔

میں کچھ لمحے تک اِدھر اُدھر کا جائزہ لیتا رہا، اور پھر کمرے کے سامان کو تیزی سے الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ جس کی مجھے تلاش تھی، وہ میرے چہرے پر امید کی ایک کرن بن کر چمک رہی تھی، لیکن اس کمرے کی تلاشی بے مقصد ثابت ہوئی، اور میں یہاں سے آگے بڑھ کر دوسرے کمرے کی جانب چلا گیا۔ اس کمرے میں بھی تالا لگا ہوا تھا، لیکن میرے پاس اس کا معقول انتظام تھا۔ اس طرح کی چیزیں ایجاد کر لی گئی ہیں، جو ایسے کاموں میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ایک بار پھر میں نے وہی پستول نما چیز نکال لی۔

ٹارچ جلا کر اس کا رخ تالے کی جانب کیا، اور پھر بٹن دبا دیا۔ جیسے ہی بٹن دبا، شعاعیں اس میں سے پھوٹ پڑیں، اور کچھ لمحوں کے بعد یہ تالا بھی کھل گیا۔ کمرے کے دوسرے حصے میں روشنی کے بٹن تھے۔ میں نے وہ کمرہ بھی روشن کر دیا۔ یہ شاید کوئی ریڈنگ روم تھا۔ کمرے میں چاروں طرف شیلف اور ریک بنے ہوئے تھے۔ جن میں لاتعداد کتابیں سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے کمرے کا بھرپور جائزہ لیا، اور اس کے بعد اس میز کو بھی کھول کر دیکھا، جو سامنے رکھی ہوئی تھی۔

لیکن آہستہ آہستہ میرے دل میں مایوسی اترنے لگی۔ کیا کرنا چاہئے مجھے، کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ آخر کار میں نے کتابیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیں۔ ممکن ہے کسی کتاب یا شیلف میں میری مطلوبہ چیز پوشیدہ ہو۔ میں ہر کتاب کی ورق گردانی کر کے اسے نیچے پھینکنے لگا۔ ذرا سی دیر میں ایک اور شیلف خالی ہو گیا۔ اس پر رکھی کتابیں اب بے ترتیبی سے فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔

ایک بار پھر میں اسی میز پر جھک گیا، لیکن بے کار، وقت آہستہ آہستہ گزرتا جا رہا تھا۔ پھر میں اس کمرے سے بھی باہر نکل آیا۔ اس کے بعد میں ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا، جس کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ میں بے دھڑک اس میں داخل ہو گیا۔ اس میں گھستے ہی مجھے اندازہ ہوا، کہ یہاں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے، میں نے سوچ آن کیا، تو میں نے دیکھا کہ ہر کھڑکی کے پردے پہلے ہی سے کھینچے ہوئے ہیں۔ اس طرح کہ روشنی کی کوئی کرن باہر نہ جا سکے۔

جیسے کوئی اور ہی خاص بات ہو۔ جیسے ہی کمرے میں تیز روشنی پھیلی، میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میرے سامنے ایک لاش پڑی ہوئی تھی، جو خون میں لت پت تھی۔ لاش تازہ ہی تھی۔ گوشت کے کھنچے ہوئے عضلات سے ظاہر تھا، کہ اسے شاید ابھی کچھ دیر پہلے ہی قتل کیا گیا ہو گا۔ میرا سر چکرانے لگا، اور یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا قصہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال اپنے اعصاب پر قابو پانے کے بعد میں نے جھک کر اس لاش کو دیکھا، مجھے خطرے کی بو محسوس ہو رہی تھی۔

لاش تقریباً چالیس سالہ شخص کی تھی، جو اچھے خاصے مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اور کافی طاقتور نظر آتا تھا، لیکن اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا تھا، کہ اب کیا کیا جائے۔ پھر رات کے سناٹے میں کہیں سے کچھ آوازیں ابھریں اور میں نے جلدی سے اپنی جان بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک لمحے کے اندر مجھے اندازہ ہو گیا تھا، کہ یہاں شدید خطرہ ہے۔ میں نے کار بھی گیٹ کے بالکل سامنے کھڑی کی تھی، لیکن بہرحال میں بالکل بے وقوف نہیں تھا۔ جرم کی دنیا سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن اب تو یہ سب کچھ ایک جرم ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں نے دل میں سوچا، اور اس کے بعد اپنی تمام تر ذہانت میں نے یہاں سے واپس پلٹنے کیلئے صرف کر دی۔

میں گیٹ کی طرف جانے کے بجائے عمارت کی چاردیواری کے عقبی حصے میں پہنچا اور یہ جائزہ لینے کی کوشش کی، کہ اگر میں عقبی حصے سے باہر نکلنے کی کوشش کروں، تو کامیابی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ میں یہ سوچ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھا، اور آخر کار عقبی دیوار پر چڑھ کر میں نے دوسری جانب چھلانگ لگا دی، لیکن وہ جو کہتے ہیں ناں کہ سر منڈھاتے ہی اولے پڑ گئے۔ اچانک ہی کسی نے مجھے دبوچ لیا تھا۔

میں ایک لمحے تک تو بھونچکا رہ گیا تھا، لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں دبوچنے والے سے گتھم گتھا ہو گیا۔ البتہ چند ہی لمحوں کے بعد میں نے اس پر قابو پا لیا، لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا

کہ وہ تنہا نہیں تھا، اور مسلح بھی تھا۔ میں نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا تھا، اور اچھی خاصی ٹھکائی کر ڈالی تھی اس کی، لیکن اس نے اچانک ہی جیب سے ریوالور نکال لیا، اور اس سے پہلے کہ وہ ریوالور سیدھا کر کے مجھ پر فائر کرتا، میں نے ایک بھرپور ضرب اس کے جبڑے پر لگائی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ البتہ اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی۔ وہ مجھے سنبھلنے سے پہلے ہی دبوچ لینا چاہتا تھا۔ جیسے ہی وہ اڑتا ہوا میرے قریب پہنچا، میں نے دونوں پاؤں اٹھا کر اس کے پیٹ پر مارے۔ وہ بری طرح چیخا، اور پھر پیٹ تھام کر پیچھے کی طرف بیٹھا۔ میرے لئے اتنی ہی مہلت کافی تھی۔ میں نے اسے لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا، اور مشینی انداز میں اس پر لاتیں اور گھونسے برسانے لگا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن اس کی یہ کوشش میں نے ناکام بنا دی۔

وہ کچھ دیر تک تو پٹتا رہا، اور پھر اس کے حلق سے ہلکی ہلکی چیخیں نکلنے لگیں، لیکن اسی وقت کسی نے عقب سے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر گردن پر جمانے کی کوشش کی۔ مگر میں جانتا تھا کہ اس کے نتیجے میں کیا ہونا چاہئے۔ میرے پاؤں کی ایڑی پیچھے سے اس کے پیٹ پر پڑی، اور وہ بھی چیخ پڑا۔ اس کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی، اور میں مسلسل اس کی پٹائی کر رہا تھا، لیکن میری کوشش یہ ہی تھی، کہ میں یہاں سے نکل جاؤں، اور میں یہ ہی سوچ سوچ کر گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں باہر نکل آیا۔

اور یہ دیکھ کر میرا دل خوشی سے اچھل پڑا کہ میری کار اسی جگہ موجود ہے، میں نے جیب میں چابی تلاش کی، کہیں اس بھاگ دوڑ میں میری کار کی چابی نہ گر گئی ہو۔ جس طرح میں نے ان لوگوں کی مرمت کی تھی۔ اس سے وہ لوگ شاید خوفزدہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ مجھے کار تک پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ خوف صرف اتنا تھا کہ ان کے پاس پستول وغیرہ موجود تھا۔ وہ عقب سے مجھ پر فائرنگ ضرور کریں گے، لیکن بہرحال میں نے دروازہ کھولا، اور اس کے بعد برق رفتاری سے کار کی سیٹ پر بیٹھ کر کار سٹارٹ کر دی۔ اور پھر میں اندھا دھند کار دوڑانے لگا۔ راستے تاریک اور خوفناک تھے، لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا، کہ اس وقت جتنی تیز رفتاری سے گاڑی کو بھگا سکتا ہوں بھگاؤں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں اس عمارت سے دور نکل آیا، لیکن میرے ذہن پر ایک بوجھ سا طاری تھا۔ میں اپنی اس ناکامی پر افسوس کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے حیرت بھی تھی۔

اب جو کچھ بھی ہے، بہرحال مجھے اس وقت سیدھے غفان حوری کے پاس پہنچنا چاہئے۔ مین سڑک پر آ کر میں نے کار کی رفتار سست کر دی، اور سست روی سے چلتا ہوا شہر کی

جانب جانے لگا۔ بہرحال یہ سب معمول سے ہٹ کر تھا، اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں اب اس طرح کے کاموں کا ماہر ہوتا جا رہا ہوں۔ میری زندگی کی کہانی عام کہانیوں سے کوئی الگ کہانی نہیں ہے۔

بس یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح دنیا میں لوگ حادثات کا شکار ہوتے ہیں، میں بھی اسی طرح کا ایک انسان تھا۔ تین بہنیں تھیں، ماں تھی، اور میں تھا۔ باپ کا انتقال اس دور میں ہو چکا تھا، جب باپ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ تعلیم پتہ نہیں کس کس طرح حاصل کی۔ ایم۔ ایس سی کر لیا۔ اس میں ماں کی مدد بھی شامل تھی، اور بہنوں کا پیار بھی، تینوں میں سے ایک بہن مجھ سے ایک سال بڑی تھی، اور باقی دو ڈیڑھ ڈیڑھ سال چھوٹی۔

کیونکہ گھر کے حالات بہت ہی تنگ دستی کے تھے۔ اس لئے محبتوں کا وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا تھا، جو خوشحال گھروں میں ہوتا ہے۔ بہنیں بھی اپنے اپنے طور پر زندگی گزار رہی تھیں۔ نوکریاں کرتی تھیں، ماں بیمار ہو گئی تھی، بعد میں پتہ چلا کہ وہ خون کے سرطان کا شکار ہے۔ وہ کمزور ہوتی چلی گئی۔ جسم پر صرف کھال ہڈیوں پر منڈھی رہ گئی، اور آخر کار اس نے دم توڑ دیا۔ اس کے علاج کی بہت سی راہیں تھیں، لیکن سیدھا راستہ وہ رقم تھی، جو اس کے علاج پر خرچ ہوتی، اور جسے میں مہیا نہیں کر سکا تھا۔ اس کا احساس تینوں بہنوں کو بھی تھا۔

منجھلی بہن کبھی کبھی دبے الفاظ میں کہہ دیا کرتی تھی، کہ بھائی ماں باپ تو مل کر دس اولادیں ہوں، انہیں پال لیتے ہیں، لیکن دس اولادیں مل کر ماں باپ کو نہیں پال سکتیں۔ باپ تو خیر اللہ کے حکم سے اپنی زندگی پوری کر کے چلے گئے، لیکن ماں کا اگر ویسا ہی علاج ہو جاتا، تو زندگی مل سکتی تھی، جس پر چھوٹی بہن اکثر میری حمایت میں بول پڑا کرتی تھی۔

''اکیلا بھائی ہے۔ وہ اپنی ہی زندگی کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ کسی کے لئے کیا کر سکتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ میں نے پوری وفاداری اور ایمانداری کے ساتھ زندگی کے اس مقام کی تلاش جاری رکھی تھی، جو انسان کو اتنا خوش حال ضرور کر دیتا ہے، کہ وہ کم از کم اور کچھ نہیں تو اپنے چھوٹے سے گھر کو ہی چلا سکے۔ بہنوں کی شادی اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے کا کوئی ذریعہ میرے ہاتھ نہیں آ سکا۔ تو میرا ذہن بھی غلط راستوں کی طرف بھٹکنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ دنیا میں لاتعداد لوگ جو خوشحال زندگی گزار رہے ہیں، ان کے ذرائع آمدن بہتر نہیں ہیں۔ بہت سے لوگوں سے رابطے بھی رہے، اور میں نے خود بھی کوشش کی کہ میرے پاس وہ ذرائع آمدنی پیدا ہو سکیں، لیکن تقدیر نے ساتھ نہیں دیا۔ بہنیں مجھ سے متنفر ہوتی چلی گئیں، اور اب گھر میں میری حیثیت ایک بے نام پتھر کے ٹکڑے کی طرح سے تھی۔

نہ کوئی کسی کی توجہ تھی، نہ کسی کی محبت اور مہربانی، گھر آیا ہاتھوں سے اپنا کھانا نکالا، یہ کھانا پینا بھی بہنوں ہی کا مرہون منت تھا۔ وہ کماتی تھیں، اور ان کی کمائی کا تھوڑا بہت حصہ مجھے بھی مل جاتا تھا۔ بدنصیبی تھی، بدنصیبی یہ تھی کہ میں نے کوئی غلط کام ابھی تک نہیں کیا تھا، لیکن اب میرا ذہن غلط کاموں کی سمت بھٹکنے لگا تھا۔

لوگوں سے مختلف مشورے لیتا رہتا تھا، زیادہ تر میرے جیسے ہی دوست میرے ساتھی تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ میں نے تعلیم حاصل کر لی تھی، اور یہ علم ایسی بھیانک چیز ہے کہ یہ انسان کو پتہ نہیں کیا کچھ دے دیتا ہے۔ وہ کردار بھی بہت عجیب و غریب تھا، جو مجھے ملا تھا۔ ایک جھونپڑا نما چائے خانے میں بیٹھا ہوا، چائے پی رہا تھا، اور اخبار دیکھ رہا تھا، کہ وہ میرے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ پستہ قامت، بکھرے بال، اچھا تندرست بدن، چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ اس نے کہا۔

''یقیناً تمہارے پاس دوسری چائے کے پیسے بھی ہوں گے۔ مجھے چائے پلاؤ گے؟'' میں نے اسے دیکھا، اور ویٹر کو ایک اور چائے لانے کا اشارہ کر دیا۔ ویٹر نے چائے کی گندی پیالی ہمارے سامنے رکھ دی، تو اس نے میرا شکریہ ادا کیا، اور بولا۔

''بعض اوقات انسان کی فراخدلی اس کے بڑے کام آتی ہے۔ تمہارے بارے میں کچھ پیش گوئیاں کروں؟'' ڈرامہ نہیں کر رہا۔ چائے تو تم مجھے پلا ہی چکے ہو، ہونا تو یہ چاہئے کہ میں خاموشی سے یہاں سے باہر نکل جاؤں، لیکن میرا دل کہہ رہا ہے کہ تمہارا یہ بلند و بالا قد، چوڑے شانے، گورا رنگ، تیری بھوری آنکھیں، اور تمہارا یہ کسرتی شاندار جسم ایسے کارنامے سرانجام دے سکتا ہے، جو دوسروں کیلئے ممکن نہ ہوں۔'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

''آئینے کے سامنے اپنے اس جسم کو دیکھ کر میں نے بارہا سوچا، کہ میری شخصیت وہ نہیں ہے، جو میں اندر سے ہوں۔ لوگ مجھے دیکھ کر نہ جانے کیا کیا سوچ سکتے ہیں، لیکن میرے محترم بزرگ دوست! میں زندگی کی ہر رنگینی سے محروم ہوں۔''

''بے شک ہو، لیکن غفان حوری اگر چاہے تو تمہاری تقدیر بنا سکتا ہے۔''

''یہ غفار حوری کون ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں......''

''اچھا...... اچھا...... واقعی۔ تم تقدیر گر ہو۔ تم تقدیر بنا سکتے ہو، میں یہ بات مانتا ہوں۔''

''مذاق اڑا رہے ہو میرا۔ سنو...... میں کوئی ایسی ویسی کہانی نہیں سناؤں گا، نہ تمہیں کوئی

تعویذ اور گیدڑ سنگھی دوں گا، مگر میں تمہیں ایک بات بتاؤں، میرا تعلق بہت سی باتوں سے رہ چکا ہے۔ مثلاً اگر میں تم سے یہ بات کہوں کہ ایک ایسی جگہ موجود ہے، جہاں ایک ایسا نقشہ موجود ہے، کہ اگر اسے تم حاصل کر لو تو یوں سمجھ لو کہ زندگی بھر کے مشکل وقت سے نکل جاؤ، اور ایسی شاندار زندگی گزار دو کہ دیکھنے والے تم پر رشک کریں۔''

''اور بزرگ! آپ ایک پیالی چائے کے بدلے یہ عظیم الشان زندگی دینے کیلئے تیار ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور اس شخص کا چہرہ بجھ سا گیا۔

''بات صرف یہ نہیں ہے، بلکہ اس سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔''

''کیا......؟ بتانا پسند کریں گے؟''

''ایسے نہیں، تھوڑا سا وقت دو گے مجھے۔''

''ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں۔ اتنی عمدہ بات کرنے کے بعد تو میرے پاس آپ کیلئے وقت ہی وقت ہے۔''

''تو آؤ...... میرے ساتھ، آ جاؤ، کچھ اور خرچ کرنا پڑے گا تمہیں۔''

''چلئے...... چلئے...... کہاں...... چل رہے ہیں؟'' میں نے چائے کے پیسے دیئے، اور اس شخص کے ساتھ باہر نکل آیا۔

''کیا نام بتایا آپ نے اپنا؟''

''غفان حوری۔''

''عجیب سا نام نہیں ہے۔''

''یمنی ہوں، یمن کا رہنے والا۔''

''یہاں کیا کر رہے ہیں؟''

''جھک مار رہا ہوں۔ بس یوں ہی سمجھ لو ایک عذاب ہے، جو زندگی سے چمٹ گیا ہے۔''

''کیسا عذاب......؟''

''بتاؤں گا تمہیں، باہر آؤ، میرے ساتھ۔'' اس کے اشارے پر میں نے رکشہ لیا، اور اس کے بعد اس نے رکشہ والے کو پتہ بتایا، اور ہم دونوں چل پڑے۔ رکشہ جس علاقے میں پہنچا تھا، وہ انتہائی پوش علاقہ تھا، اور جس عمارت کے سامنے اس نے رکشہ رکوایا تھا، وہ بھی اپنی مثال آپ تھی۔ وہ رکشہ سے اترا، اور گیٹ کے قریب پہنچا، تو گیٹ پر کھڑے چوکیدار نے اسے دیکھ کر جلدی سے دروازہ کھول دیا، چوکیدار کے مؤدبانہ انداز نے مجھے تھوڑا سا حیران کیا

تھا۔ بوڑھا پورے اعتماد کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

یہ کوٹھی اندر سے بھی بہت خوبصورت تھی، اور بوڑھا جس انداز میں مجھے اندر لے جا رہا تھا، وہ بھی میرے لئے ناقابل یقین تھا۔ یہاں تک کہ ہم ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ ڈرائنگ روم کی آرائش بھی قابلِ دید تھی۔ بوڑھے نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، اور پھر بولا۔

''یہ میری کوٹھی ہے۔''

''کیا......؟'' میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔

''ہاں تمہیں حیرانی ہوئی ہوگی، کہ اتنی اچھی کوٹھی کا مالک ہونے کے باوجود میں نے تم سے ایک پیالی چائے کی فرمائش کیوں کی تھی؟''

''ہاں...... میں حیران تو ہوں۔'' میں نے صاف دلی سے کہا۔

''بیٹھو، بیٹھو...... باتیں کریں گے۔'' بوڑھے نے کہا، اور میں اس قیمتی صوفے پر بیٹھ گیا، جس کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

بوڑھا خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا، پھر بولا۔

''زندگی میں یکسانیت قاتل ہوتی ہے، اور پھر کوئی اکیلا ہو تو۔''

''میں یہ ہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ آپ سے کہ کیا آپ اس کوٹھی میں اکیلے ہیں؟'' میرا انداز بڑا مؤدبانہ ہوگیا تھا۔

''ہاں...... میں اکیلا ہوں۔ بالکل اکیلا، اور آج کی بات نہیں ہے۔ میں برسوں سے اکیلا ہوں۔''

''میرے لئے بڑے تعجب کی بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''بات اصل میں یہ ہے، زندگی میں لوگوں کے خیال کے مطابق دولت بڑی حیثیت رکھتی ہے، لیکن دولت کے ساتھ ساتھ ایک صرف ایک انسان ایسا مل جائے، جس پر تمہیں بھروسہ ہو کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے، تم اس کیلئے اہمیت رکھتے ہو، تو یقین کرو، اس سے بڑی دولت کوئی نہیں ہوسکتی۔ میں اسی دولت سے محروم ہوں، اور بھٹکتا پھرتا ہوں۔''

''آپ نے شادی نہیں کی؟''

''نہیں...... آٹھ سال تھی میری عمر صرف آٹھ سال، جب اتاشیہ میری زندگی میں داخل ہوئی۔ ایک چھوٹی سی بچی، جو ایک دن سکول سے واپس آتے ہوئے، مجھے ایک ویران سے علاقے میں ملی تھی۔ روٹھی روٹھی سی، خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنی پیاری شکل وصورت کی مالک

تھی کہ میرے قدم اسے دیکھ کر رک گئے۔ حالانکہ بچہ تھا، لیکن اس نے اس طرح مجھے متاثر کیا تھا، کہ میں اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا، اور پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔

''کون ہو تم؟''

''اتاشیہ!''

''یہاں کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟''

''تمہارا انتظار کر رہی تھی۔''

''میرا......؟''

''ہاں......''

''مگر میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں ہوں۔''

''مگر میں تمہیں جانتی ہوں، اور نجانے کتنی صدیوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

''صدیاں کیا ہوتی ہیں؟'' میں نے سوال کیا، تو اس نے مجھے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا، اور بولی۔

''اب تم نے یہ سب کچھ پوچھ ہی لیا ہے، تو میں تمہیں بتاؤں کہ میں کیا ہوں، مگر ٹھہرو میں نہیں بتاؤں گی تمہیں، وقت بتائے گا، مجھے اجازت دو کہ میں جب چاہوں تم سے ملنے آجایا کروں۔''

''تم بہت اچھی لڑکی ہو، تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟'' میں نے سوال کیا۔

''کوئی نہیں ہے، میرا اب کوئی نہیں ہے۔ کبھی تھے، ہم سب تھے، لیکن اب کوئی نہیں ہے۔'' اس نے کہا۔

''اتاشیہ تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔''

''آئے گی بھی نہیں۔ وقت کی گرد جب تمہارے ذہن کو چھوڑے گی، تب تمہیں سب کچھ یاد آجائے گا۔''

''عجیب اور انوکھی بات ہے۔ اب میں کیا کروں مجھے بتاؤ۔''

''نہیں تم جاؤ...... تم نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ میں تم سے ملنے آجایا کروں، تو کبھی کبھی میں تم سے ملنے آجایا کروں گی، اور میرے دوست! کیا نام بتایا تم نے مجھے اپنا؟''

''میں نے ابھی تک تو کچھ نہیں بتایا۔'' میں مسکرا کر بولا۔

''تو بتا دو۔''

''عادل شاہ ہے میرا نام۔'' میں نے جواب دیا۔

"میرے دوست عادل! اکثر وہ مجھے ملنے لگی، کبھی میری خواب گاہ میں آ جاتی اور گھنٹوں بیٹھی مجھ سے نجانے کہاں کہاں کی باتیں کرتی رہتی، کبھی کہیں، کبھی کہیں وہ مجھ سے ملتی رہی، اور اس طرح ہم دونوں بڑے ہونے لگے۔ یہاں تک کہ وہ میرے ساتھ جوان ہوگئی۔ میں عجیب وغریب صفات کا مالک بن گیا۔ میرے ماں باپ مر چکے تھے، اور کوئی بھی نہیں تھا باپ نے بہت دولت چھوڑی تھی، اور مجھے کچھ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ لیکن اتاشیہ کے ذریعے مجھے پراسرار علوم سیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق سرزمین مصر سے ہے، اور سرزمین مصر کے بارے میں تم نہیں جانتے، بڑی عجیب وغریب جگہ ہے۔ بڑی عجیب وغریب، وہاں صدیوں پرانی داستانیں بکھری پڑی ہوئی ہیں، اور اس طرح کہ تم یقین نہ کرو۔ بہرحال اتاشیہ لحہ لحہ میرے ساتھ رہتی رہی۔ اور پھر ایک دن آسمان پر بادل گھرے ہوئے تھے، اور وہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک بجلی چمک اٹھی، اور وہ خوفزدہ ہوکر کھڑی ہوگئی۔

"یہ کیا ہورہا ہے؟"

"کیوں کیا ہوا؟ کیا تم بجلی سے ڈرتی ہو؟"

"یہ بجلی نہیں ہے، بلکہ بلاوا ہے، میرے لئے، وہ بلا رہے ہیں مجھے۔"

"کون......؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ...... وہ...... جو، ہواؤں میں، خلاؤں میں، بادلوں میں، آسمانوں میں پوشیدہ ہیں۔ وہ مجھے آوازیں دے رہے ہیں، مجھے جانا پڑے گا۔ آؤ میرے ساتھ۔" وہ بولی اور میں حیران حیران سا کھڑا ہوگیا۔ تب اتاشیہ میرے ساتھ اندر پہنچ گئی۔ میں نے اپنی کوٹھی میں ایک عجیب وغریب چیز دیکھی، جو اس سے پہلے وہاں موجود نہیں تھی۔ یہ صندل کی لکڑی کا ایک تابوت تھا، بہت ہی خوبصورت بنا ہوا، اور اس کا ڈھکن کھلا ہوا تھا۔ اتاشیہ نے خوفزدہ نگاہوں سے اس تابوت کو دیکھا، اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور اب ایک طویل عرصے کیلئے ہم دونوں جدا ہورہے ہیں، اتنے عرصے کیلئے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"کتنے عرصے کیلئے اور کہاں جارہی ہو تم؟" اس نے تابوت کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، اور پھر بولی۔

"وہاں۔"

"وہاں...... کیا ہے؟"

"وہ مجھے بلا رہے ہیں، اور مجھے جانا ہے۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"سنو! ایک چھوٹی سی کہانی سناتی ہوں میں تمہیں۔ اس کہانی کا میری زندگی سے بھی کچھ گہرا سا تعلق ہے، ذرا غور کرنا اس کہانی پر۔ تمہیں مستقبل میں اسی کہانی کا سہارا لینا ہے۔"

"تمہاری ایک بھی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی اتاشیہ۔ نجانے تم کیا کہہ رہی ہو؟ خدا کیلئے مجھے بتاؤ تو سہی، ان باتوں کا مقصد کیا ہے؟"

"بہت پرانی بات ہے۔ بہت ہی پرانی' غالباً کئی ہزار سال قبل مسیح کی' میرے باپ کا نام سوون تھا۔ تھوڑی سی زمین تھی اس کے پاس، اور تھوڑی سی زمین پر وہ جو کچھ اگاتا تھا، وہ اس کے خاندان کی کفالت کرتا تھا۔ اس کے کنبے میں ایک بیوی اور ایک بیٹی تھی۔ وہ ایک محنت کش کسان تھا، اور اپنے حالات پر قناعت کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی کہیں شنوائی نہیں ہے۔ کیونکہ مصر کا حکمران مصر کی تقدیر کا مالک لیانوس خود لٹیرا تھا۔ اور اس کے اہلکار لوٹ مار کرتے تھے۔ وہ طاقت کے زور پر سب کچھ کر گزرتے تھے۔ سیدھے سادے کسانوں کو لوٹنا، اور انہیں تباہ برباد کردینا، اس کا بہترین مشغلہ تھا۔ فرعون کے اہلکار جب چاہتے ہیں غریب اور کمزوروں کی عورتیں' ان کی بیٹیاں اٹھا لیتے، اور فرعون کی خدمت میں پیش کردیتے۔ ایسی عورتیں اس کے محل میں قید ہوکر رہ جاتیں۔ اور پھر دوبارہ کبھی نظر نہیں آتی تھیں۔

ان کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ غریب کسان رو دھوکر خاموش ہوجاتے۔ ظاہر ہے فرعون کے مظالم کے سامنے کس کے آگے زبان کھولتے۔ آخرکار ایک دن سوون اور اس کے خاندان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ فرعون لیانوس کے نمائندے گھوڑوں پر سوار ہوکر وہاں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھتے ہی کھیتوں میں کام کرنے والی عورتوں اور مردوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ جس کا منہ جدھر اٹھا، وہ اس طرف بھاگنے لگا۔ بدحواسی میں ان کے پاؤں جھاڑیوں میں الجھ رہے تھے، اور وہ گر کر مٹی میں لتھڑ رہے تھے۔ عورتوں کی حالت تو بالکل ہی خراب تھی۔ کیونکہ وہ لمبے لبادے لپیٹے ہوئے تھیں۔ جو گھٹنوں سے بھی لمبے تھے۔ وہ لبادے انہیں تیزی سے دوڑنے نہیں دے رہے تھے۔ وہ گر رہی تھیں، اٹھ رہی تھیں، اور دوبارہ گر رہی تھیں۔

گھوڑے سواروں نے ایک نگاہ میں سب عورتوں کا جائزہ لیا، اور پھر ان میں سے چار کو منتخب کرلیا۔ وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان تک پہنچے۔ انہوں نے عورتوں کی بغلوں میں ہاتھ دے کر انہیں نہایت آسانی سے اٹھا لیا۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھیں۔ مگر اہلکاروں پر کوئی اثر

نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ سوون کی لیا نے یہ درندگی برداشت نہ کرتے ہوئے ان کی طرف قدم اٹھا، اور لیانوس کو گالیاں دیتی ہوئی اس گھوڑے سوار کی طرف بڑھ گئی، جس نے اس کی لڑکی کو اٹھایا تھا۔

اس گھوڑے سوار نے اس کا کوئی احترام نہ کیا۔ وہ طاقت کے نشے میں سرشار تھا۔ اس نے لات مار کر عورت کو گرا دیا۔ پھر گھوڑے کی لگامیں کھینچ کر اسے روکا۔ اور پھر اس کے بعد اسے گھوڑے کے پیروں سے روندنے لگا۔ عورت کی چیخیں آسمان کو ہلانے لگیں۔ ایک وہی تھیں، جس نے بھی احتجاج کیا۔ فرعون کے اہلکاروں نے اس کے ساتھ بہت ہی عبرتناک سلوک کیا۔ یہاں تک کہ میرے باپ سوون نے جب مزاحمت کی، تو ایک سپاہی نے اسے نیزوں سے چھید ڈالا۔ وہ تو سب آدھے گھنٹے کے بعد وہاں سے لوٹ گئے، مگر اس کھیت اور محنت کش کسانوں کو برباد کر گئے۔ انہیں جنہوں نے زندگی سے کچھ نہیں مانگا تھا، اور جنہیں زندگی نے کچھ دیا بھی نہیں تھا۔ فرعون لیانوس کے اہلکار اس کھیت کو تباہ و برباد کر کے چلے گئے۔ مگر اپنے ساتھ ناتواں اور کمزور لوگوں کی بددعائیں بھی ساتھ لے گئے، اور بات صرف انہی کی نہیں تھی۔ مصر کے طول و عرض سے لیانوس کو لوگوں کے ایسے ہی بددعائیں، اور کوسنے سمیٹنا پڑتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے جسم پر کوڑھ ابھرا، اور تھوڑے ہی دن بعد وہ مر گیا۔

اس کی تجہیز و تکفین روایتی انداز میں ہوئی۔ اسے اسی مقبرے میں دفن کیا گیا تھا، جو اس نے اپنی زندگی میں بنوایا تھا۔ اور جو احرام کہلاتا تھا۔ اس احرام میں چار کمرے تھے۔ مرکزی دروازے سے ایک راہداری دائیں بائیں مڑنے کے بعد ایک کمرے تک جاتی تھی۔ جو نسبتاً نیچے تھا۔ وہ کمرہ خالی تھا، لیکن اس میں توبت دیوار میں نصب تھے۔ اس کے بعد دائیں جانب ایک کمرہ ہال نما تھا۔ جہاں ایک بڑا سا چبوترہ تھا۔

فرعون لیانوس کو اسی چبوترے پر رکھ دیا گیا۔ اس کمرے کی دیواروں پر تصویریں نقش تھیں۔ لیانوس کی تصویریں، جن میں اس کی زندگی کے مختلف ادوار دکھائے گئے تھے۔ وہ شکار کر رہا تھا۔ حکمرانی کر رہا تھا، اور حسین لڑکیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ مگر ان تمام کیفیات میں بھی اس کے چہرے سے جبر اور سنگدلی ظاہر ہوتی تھی۔ اس مقبرے کے بڑے ہال نما کمرے میں لیانوس کی لاش رکھی گئی۔ پھر اس کا پیٹ چاک کر کے دیگر الائشیں اور جگر گردے نکال لئے گئے۔ اور انہیں علیحدہ محفوظ کر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک راہب نے دعائیں پڑھنے کے بعد مردہ لیانوس کو یہ نوید دی کہ وہ ایک روز پھر زندہ ہوگا اور مصر پر حکمرانی کرے گا۔ لیانوس کے

چار خدام اپنے سینوں پر ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑے تھے۔

نزدیک ہی ایک پیالے میں لوبان سلگ رہا تھا۔ اور مقبرے میں ایک پراسراریت سی چھائی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد ملکہ وہاں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے دس بارہ خدمتگار تھے، جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں کچھ چیزیں اٹھا رکھی تھیں۔ جو فرعون لیانوس اپنی زندگی میں استعمال کیا کرتا تھا۔ انہوں نے وہ قیمتی سامان، جس میں سونے کے برتن، سونے کے تاروں سے بنی ہوئی پوشاک اور فرعون کے زیورات شامل تھے، برابر کے کمرے میں رکھنا شروع کر دیئے۔ ملکہ بڑے پروقار انداز میں چلتی ہوئی اس ہال میں آ گئی۔ جہاں لیانوس اونچے چبوترے پر لیٹا ہوا تھا۔ لیانوس، لیانوس، عظیم لیانوس تیری زندگی ختم ہوگئی۔ ملکہ کی گونجدار اور حاکمانہ آواز ابھری۔

"مگر تو دوبارہ زندہ ہوگا، اور اس ملک کے طول و عرض پر حکومت کرے گا، تو پہلے بھی عظیم تھا، اور بعد میں بھی عظیم رہے گا۔ مصر کے فرعونوں میں تیرا نام روشن ہے۔ کیونکہ تو سورج دیوتا کا بیٹا ہے۔ تو نے شاہوں کی طرح سے حکومت کی ہے، اور انہی کی طرح سے مر گیا۔ لیانوس! عظیم لیانوس!۔ اس نے چبوترے کے گرد سات چکر لگائے، اور برابر کمرے میں چلے گئے، جبکہ اس کے چاروں خدمتگاروں نے چبوترے پر اپنے سر ٹکا دیئے۔ اور پھر زیرلب دعائیں پڑھنے لگے۔ ان کی دعائیں پڑھنے کی آوازیں پورے ہال میں گونج رہی تھیں۔ ملکہ نے دوسرے کمرے میں جا کر ان قیمتی اشیاء کا جائزہ لیا۔ اور وہاں سے نکلی آئی۔ اس کمرے میں لیانوس کا سونے کا نقاب بھی رکھا ہوا تھا۔

ایک عقیدے کے مطابق وہ فرعون، جنہیں دوبارہ زندہ ہونا تھا۔ ان کی قیمتی چیزیں انہی کے کام آنے والی تھیں۔ جب ملکہ وہاں سے چلی گئی، تو خدمتگاروں نے مصالحے کی پٹیوں سے لیانوس کو لپیٹنا شروع کر دیا۔ یہ پٹیاں خاص مصالحے سے تیار ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے چیزیں گلنے سڑنے سے محفوظ رہتی تھیں۔ لاشیں ان پٹیوں سے لپیٹے جانے کے بعد ممی کہلاتی تھیں۔ وہ احرام جو تکون کی شکل میں بنائے جاتے تھے، اور جن میں وہ ممیاں رکھی جاتی ہیں۔ اپنی خاص قسم کی تعمیر کی وجہ سے چیزوں کو عرصہ دراز تک محفوظ رکھتے تھے، اور ان پر زمانے کے گرم و سرد کا اثر نہیں ہوتا تھا۔

لیانوس اپنی ساکت نگاہیں جمائے اس چبوترے پر ساکت لیٹا تھا۔ جیسے اسے اس آنے والے وقت کا بے چینی سے انتظار ہو۔ جب اسے دوبارہ زندہ ہونا تھا۔ اس کمرے میں وہ تھا یا پھر اسکے سنگی محافظ جو ساکت کھڑے اور دیواروں میں نصب تھے۔ انہیں اپنے حکمران

لیانوس کی حفاظت کرتا تھی۔ کیوں اور کیسے یہ صرف وہ یا کوئی بڑا راہب ہی جانتے تھے۔ جس نے جاتے ہوئے اس پر نجانے کیا کیا عمل پڑھ کر پھونکے تھے۔ جب وہ وہاں سے جانے لگے، تو انہوں نے سب خفیہ دروازے بند کر دیئے، اور مشعلیں بجھا دیں۔ مقبرے میں پراسراریت اور گہری تاریکی طاری ہوگئی۔

مجھے یہ ساری باتیں اتاشیہ نے بتائیں، اور میں دنگ رہ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

''ان ساری باتوں کو مجھے بتانے سے تیرا مقصد کیا ہے۔ اتاشیہ۔''

''اس لئے کہ غفان حوری! تجھے ایک دن میرے پاس آنا ہے، اور مجھے وہاں سے لے آنا ہے۔ اس دنیا میں جس کے انتظار کیلئے میں بھی وہیں ایک احرامی مقبرے میں سو رہی ہوں، لیکن یہ تو صرف میرا عکس ہے، جو تیرے ساتھ سفر کر رہا ہے، اور میں نے تجھے اپنے ماضی کی کہانی سنائی ہے عادل شاہ!۔

یہ کہہ کر وہ تابوت میں لیٹ گئی، اور تابوت کا ڈھکن بند کر لیا۔ لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا۔ میں اس دنیا کا انسان تھا۔ میں بھلا کیسے یہ تسلیم کر لیتا کہ میری اتاشیہ اس طرح گم ہو جائے گی، لیکن جب میں نے تابوت کھولا تو...... دیکھ کر حیران رہ گیا۔

اتاشیہ تابوت سے غائب تھی، اور تابوت خالی تھا، اور اس کے بعد دنیا مجھے ویران لگنے لگی۔ میرا دل ہی نہیں لگتا تھا۔ میں نے نجانے کیا کیا جتن کیے، لیکن میں مصر نہ جا سکا۔ پتہ نہیں کون کون سی قوتیں میرا راستہ روک رہی تھیں۔ میں نے بھرپور کوششیں کی۔ ایک مرتبہ جہاز سے قاہرہ تک کا سفر کرنا چاہا، لیکن جہاز تباہ ہوگیا، اور میرے ساتھ بہت سے لوگ مصیبتوں کا شکار ہوگئے۔ بہت سے مر بھی گئے۔ پھر سمندر کے راستے میں نے سفر کیا۔

اور پھر سمندری طوفان نے بھی میرا جہاز تباہ کر دیا، اور آخر کار سمندر کی لہروں نے مجھے میرے وطن کے ساحل پر چھوڑ دیا۔ میری ہر کوشش ناکام رہی۔ میں نے یمن چھوڑ دیا۔ میری ہر کوشش ناکام رہی، اور پھر نجانے کہاں کہاں سے ہوتا ہوا یہاں آ گیا۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں تھی۔ پتہ نہیں کہاں کہاں سے دولت میرے پاس آ جاتی تھی، اور میں دنیا کی ہر فکر سے آزاد ہوگیا تھا۔ مجھے نفرت تھی اس دولت سے، جس نے میری اتاشیہ کو مجھ سے چھین لیا۔ میں اسے حاصل نہیں کر سکا۔ لیکن میں نے پراسرار علوم کا حصول جاری رکھا۔ میں یہ کوشش کرنے لگا کہ کوئی ایسا علوم میرے ہاتھ آ جائے، جس سے میں ماضی کا سفر کر کے اپنی اتاشیہ کے دور میں پہنچ سکوں۔

لیکن میں اس میں ناکام رہا۔ لیکن اب' اب میری نگاہیں۔ تجھ پر ہیں عادل شاہ تجھ

پر۔''

''مجھ پر......؟'' میں نے حیران لہجے میں کہا۔

''ہاں...... کچھ ایسے علوم ہیں، جو ایک کتاب میں درج ہیں۔ اس کتاب میں زمانہ قدیم کے فرعون کے بارے میں کچھ اور تفصیلات لکھی ہوئی ہیں۔ وہاں سے تجھے معلومات حاصل ہوں گی۔ لیکن عادل شاہ تجھے میرا عکس بن کر مصر جانا ہوگا۔''

''تمہارا عکس بن کر۔''

''وہاں۔''

''ایک بات کہوں۔ معزز بزرگ! بظاہر تم مجھے صحیح دماغ والے لگتے ہو۔ لیکن تمہاری باتیں بڑی ہنسا دینے والی ہیں۔ بھلا ایسے کیسے ممکن ہو سکتا، جیسا کہ تم بتا رہے ہو۔''

''ممکن ہے۔ میرے دوست عادل شاہ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ تو ہی میرا عکس بن کر وہاں جائے گا۔''

''تمہارا عکس بن کر کیسے۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔''

''تجھے ایک کتاب تلاش کرنی ہے، اور اس کتاب کے بارے میں جہاں تک مجھے میرا علم اطلاع دیتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ ایک بڑی عظیم الشان عمارت میں محفوظ ہے، تو وہاں جا کر اس کتاب کو تلاش کرے گا، اور سن! تیری زندگی کا مقصد دولت کا حصول ہے۔ میں نے تجھے بتایا ہے کہ لیانوس کی تدفین گاہ میں، جو ایک احرام کی شکل میں محفوظ ہے۔ وہ تمام دولت موجود ہے، جو لیانوس کے ساتھ مقبرے میں رکھی گئی تھی، اور اگر وہ تجھے حاصل ہو جائے، تو سمجھ لے کہ زندگی کا ہر سکھ تیرے لئے ہوگا۔''

میرے دل میں ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا۔ دولت کے حصول کیلئے تو اگر زندگی کو ہزار بار قربان کرنا پڑے، تو میں اس کیلئے تیار ہوں۔ چنانچہ میں نے غفان حوری سے کہا۔

''مجھے بتاؤ غفان مجھے کیا کرنا ہے؟''

''پہلے جو جگہ میں تجھے بتاتا ہوں۔ وہاں جا کر تجھے وہ کتاب تلاش کرنی ہے، جس کی جلد نیلی ہے، اور اس میں مصر کے احرامین کے بارے میں مکمل تفصیلات درج ہیں۔ اسی کے ذریعے تو لیانوس کی تدفین گاہ تک پہنچ سکتا ہے۔''

''یہ کتاب کہاں ہے؟''

''میں تجھے بتاتا ہوں۔'' عفان حوری نے کہا، اور پھر مجھے ایک پتہ بتانے لگا، اور یہ وہی پتہ تھا، جہاں سے میں اس عمارت میں داخل ہوا تھا، اور میں نے وہ کتاب تلاش کی تھی

جو مجھے نہیں ملی تھی، اور پھر وہاں میں نے وہ لاش بھی دیکھی، اور پر اسرار آوازیں بھی سنیں۔ جنہیں سن کر میرے قدم وہاں سے اکھڑ گئے، اور بمشکل تمام میں بھاگ کر یہاں تک پہنچا۔

یہ ہے اس کتاب کی کہانی، جو مجھے نہیں ملی تھی۔ لیکن یہ میں نے طے کرلیا تھا کہ میں اس کتاب کی تلاش میں دوبارہ وہاں جاؤں گا، اور اس کے بعد میں نے غفان حوری سے دوبارہ ملاقات کی، اور غفان حوری کو ساری تفصیل بتائی۔ تو وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

''بات صرف اتنی سی نہیں ہے۔ میرے عزیز! میرے دوست! اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ کسی اور کو اتاشیہ کی وہ کہانی ملی ہو۔ یا پھر وہ کتاب ہی ممکن ہے کسی کے ہاتھ لگ گئی ہو، جس میں سرزمین مصر میں اس پراسرار ومقبرے کا تذکرہ ہے۔ جس میں ایک بہت بڑا خزانہ مدفون ہے۔ تو نہیں جانتا میرے دوست کہ انسان کس قدر کمزور ہے۔ خزانے کے حصول کیلئے ہمیشہ سے زندگیاں قربان کی جاتی رہی ہیں۔ ممکن ہے کوئی سرپھرا انہی کوششوں میں مصروف ہو، اور اس کے نتیجے میں ایک انسان نے زندگی سے ہاتھ دھولئے ہوں۔''

غفان حوری نے کہا۔

''تو پھر مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟''

''صبر...... صبر...... تھوڑا انتظار، اور اس کے بعد اس کتاب کو تلاش کر۔ غفان حوری نے مجھے یہ کار مہیا کی تھی۔ اسی نے مجھے یہ لباس وغیرہ بھی دیا تھا، اور اس کے بعد اس نے مجھے یہ تھوڑی سی رقم بھی دی، اور کہا کہ بہت زیادہ رقم دے کر وہ مجھے مفلوج نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے خود ہی اپنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہی چیز مجھے اس خزانے تک لے جائے گی، اور یہی چیز اتاشیہ کی تلاش میں میری مددگار ہوسکتی ہے۔ غفان حوری نے کہا۔

میرے پراسرار علوم بہت زیادہ تو نہیں ہیں۔ لیکن ان میں سے کچھ باتیں میں تجھے بتانا چاہتا ہوں۔ سرزمین مصر میں تجھے ایک شخص سے ملاقات کرنا پڑے گی۔ اس کا نام بھی میں تجھے وہیں پر بتادوں گا۔''

''تو کیا مجھے مصر جانا پڑے گا؟''

''ہاں۔''

''کب؟'' میں نے کسی قدر خوشی محسوس کی۔

''بہت جلد میں اس کیلئے انتظام کردوں گا۔ غفان حوری نے کہا، اور میں پراسرار انداز میں گردن ہلانے لگا۔

◆◆◆

مصر جانے کی تیاریاں تقریباً مکمل ہوگئی تھیں۔ جانے سے پہلے میں اپنی بہنوں سے ملا۔ لیکن مجھے یوں لگا، جیسے وہ میری صورت بھی دیکھنا گوارہ نہیں کرتی ہوں۔ منجھلی بہن نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''بھائی تم کہیں بھی رہو۔ ہمارے لئے تو تم بے مقصد ہی ہو۔ کوئی بھی تو سہارا نہیں دیا تم نے ہمیں۔ جس طرح ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارا خدا ہی جانتا ہے۔'' میں نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ بس ان سے مل کر وہاں سے چلا آیا۔ لیکن میرا دل غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے یہ ضرور سوچا تھا کہ میری بہنو! اگر مجھے کبھی کچھ ملا تو وہ سب سے پہلے تمہارے لئے ہوگا۔ یوں سمجھ لو کہ میں تمہارے نام پر ہی جدوجہد کرنے جارہا ہوں۔ بیشک مجھے دعا نہ دو، لیکن میرے دل میں تمہارا ہی خیال ہے۔ غفان حوری سے ملا، تو وہ بھی مجھے بہت جذباتی نظر آرہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''غفان ایک سوال کرسکتا ہوں تم سے؟''

''ہاں۔ میرے دوست! کہو۔''

''کیا اتاشیہ کی کوئی تصویر نہیں بنائی تم نے؟''

''روحوں کی تصویر نہیں ہوتی'' میں نے کبھی غور بھی نہیں کیا تھا۔ تم خود سمجھ رہے ہو کہ اس سے زیادہ حیرت ناک بات کیا ہوگی کہ وہ صرف آٹھ سال کی عمر میں مجھے ملی تھی، اور میرے ساتھ جوان ہوئی، لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ ایک زندہ انسان ہے ہی نہیں۔ چلو خیر چھوڑو ان باتوں کو، کیا تم سفر کیلئے تیار ہو۔''

''ہاں میں تو تیار ہوں لیکن......''

''نہیں سب کچھ موجود ہے۔ البتہ میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ تمہیں ذرا بھی سست نہیں پڑنا ہے، بلکہ ایک چاک و چوبند اور ہوشیار آدمی کی حیثیت سے وقت گزارنا ہے۔ ہوسکتا

ہے تمہیں وہاں کچھ ایسی پراسرار روحوں کا مقابلہ کرنا پڑے، جو تم سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں۔ لیکن میرے دوست زندگی ہے ہی جدوجہد کا نام' تم اپنے طور پر بھرپور کوشش کر لینا کہ ان سے بہترین مقابلہ کرسکو۔ اس میں تمہاری کامیابی کا راز چھپا ہوا ہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے، جس پراسرار زمین پر تم جا رہے ہو، وہاں کی کہانیاں ساری دنیا میں کہی اور سنی جاسکتی ہیں۔

''کیا مجھے؟''

''ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ لیکن مجھے اور کرنا کیا ہے۔''

''کچھ نہیں بس تھوڑا سا وقت تمہاری روانگی کا بندوبست ہو جائے گا۔''

''تم نے ایک بات کہی تھی غفان حوری!''

''ہاں بولو کیا......؟''

''تم نے کہا تھا کہ اس ایک اور شخص کا نام تم مجھے وہاں جا کر بتاؤ گے۔''

''ہاں۔''

''تو کیا تم میرے ساتھ ہو گے؟''

''ایسے نہیں۔ میں تمہارے ساتھ دوسرے طریقے سے ہوں گا۔ اس کا تمہیں خود بخود اندازہ ہو جائے گا۔ لیکن ہوائی جہاز کے سفر کے دوران مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ غفان حوری کہاں ہے۔ البتہ زندگی میں پہلے ہوائی سفر نے مجھے بڑا جذباتی کیا ہوا تھا، اور میں حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ جہاز سفر کرتا رہا، اور آخرکار وہ قاہرہ کی سرزمین پر اتر گیا۔ زمانہ قدیم میں قاہرہ جو کچھ بھی تھا۔ یا اس کی کہانیاں جو بھی حیثیت رکھتی تھیں، وہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن جدید قاہرہ ایک طویل عرصے تک پراسرار روایتوں کے پردوں میں لپٹا ہوا تھا، اور اس کے احرام، جو اپنی وضع قطع سے نہایت عجیب و غریب دکھائی دیتے تھے۔ تحقیق اور جستجو کرنے والوں کو دعوت دیتے رہے، کہ وہ ان کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھائیں۔ آخرکار انیسویں صدی کے درمیان میں ایک تاریخ دان نے سب سے پہلے احرام کی کھدائی کی، اور وہاں اسے ایک فرعون کی ممی دریافت ہوئی۔ بلاشبہ وہ ایک خوبصورت' اور شاندار قسم کی حنوط شدہ' اس کا ایک سونے کا ماسک بھی تھا۔ جس میں بیش قیمت ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ ممی کے دونوں ہاتھ کراس کی شکل میں سینے پر بندھے ہوئے تھے۔

اور دائیں ہاتھ میں سونے کی وہ مڑی ہوئی چھڑی، جو وہ تخت پر بیٹھنے کے دوران اپنے ہاتھ میں لئے رہتا تھا۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔ اس ممی کے دریافت ہوتے ہی دنیا بھر میں دھوم مچ گئی، مصر کی کئی ہزارہ تاریخ کے متعدد باب لوگوں کی نگاہوں کے

سامنے آگئے، اور اس کے بعد ممیوں کی تلاش شروع ہوگئی۔ ایک کے بعد دوسری ممیاں نکالی گئیں، اور ان کے استعمال میں آنے والی قیمتی چیزیں' زیورات اور انتہائی قیمتی برتن شامل تھے۔ خفیہ جگہوں کو کھود کر حاصل کر لئے گئے۔ دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ان کی آب و تاب اور چمک دمک اب تک قائم ہے، اور اب ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی ان کی اصلیت پر کوئی اثر نہیں پڑا، اور ان کی اصلیت جوں کی توں تھی۔

جب اس بات کی تحقیق کی گئی، تو پتہ چلا کہ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ انہیں تکونے احراموں میں رکھا گیا ہے۔ جن کی خاصیت یہ ہے کہ ان پر آب و ہوا کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر کہ ایسے احراموں سے بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے، ان لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ جو خزانوں کے اور دفینوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ انہوں نے ایسی جگہوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔

اور اس سلسلے میں قاہرہ میں زبردست جرائم کا آغاز ہوگیا۔ پھر قاہرہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ایک اور آبادی دریافت ہوئی۔ جہاں پہلے عہد سلاطین کے بہت سے فرعونوں کے مقبرے ملے۔ ان سلاطین نے احراموں میں دفن ہونے کے بجائے کنواں کھدوا کر زیرزمین دفن ہونا پسند کیا۔ تاکہ وہ آنے والی نسلوں سے محفوظ رہ سکیں، اور جب دوبارہ زندہ ہوں تو ان کے اثاثے محفوظ ہوں۔

مگر جدید عہد کے لٹیروں سے کچھ نہیں بچ سکا۔ بس یہ ہی سارا سب کچھ تھا۔ میں جب سرزمین قاہرہ پہنچا، تو مجھے نئی نئی کہانیوں کا سامنا کرنا پڑا' سب سے پہلے میں نے ایک ہوٹل میں قیام کا بندوبست کیا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی، کہ میرے اندر اب ایک اعتماد جاگ اٹھا تھا۔ میرا قد و قامت' حلیہ تو پہلے ہی بہت اچھا تھا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ جب میں قاہرہ ایئرپورٹ پر اترا، تو لوگوں کی نگاہوں میں میرے لئے پسندیدگی کے جذبات تھے۔

ویسے بھی میں بلند و بالا قد و قامت کا مالک، بھوری آنکھوں والا ایک شاندار نوجوان نظر آتا تھا، اور مجھے اس کا پورا پورا صلہ بھی ملا کہ ہوٹلوں کے نمائندے تو خیر مسافروں کے استقبال کیلئے تیار تھے ہی، لیکن بے شمار ایسی خواتین نے، جو حسن و جمال میں یکتا تھیں، مجھے اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کی۔ یہ بھی بڑی عجیب سی بات تھی۔ کم از کم میرے لئے، کیونکہ جس ماحول سے میں یہاں آیا تھا۔ وہاں اس طرح کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے ان میں سے کسی کی پیشکش قبول نہیں کی، اور ہوٹل عشیرہ کا انتخاب کرلیا۔

حالانکہ میں عشیرہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے یہ ہوٹل بہت ہی

زیادہ پسند آیا، اور میں وہاں مقیم ہوگیا۔ حالانکہ غفان حوری نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں میرے پاس موجود ہوگا، اور مجھے ہرطرح کی صورتحال سے آگاہ کرے گا۔ لیکن ابھی تک مجھے غفان حوری کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ اس کے علاوہ سب سے خاص بات یہ تھی، کہ اس نے یہ بھی تذکرہ کیا تھا، کہ یہاں میری ملاقات کسی ایسے آدمی سے ہوجائے گی، جو مجھے آگے کے کاموں سے لگائے گا۔ لیکن چار دن گزرنے کے باوجود نہ تو غفان حوری کا کوئی پتہ چلا، اور نہ ہی کسی ایسے آدمی کا۔ اس کے بعد میں نے اپنے طور پر کام شروع کردیا۔

اس طرح کے کاموں کا مجھے کوئی تجربہ نہ تھا، لیکن اتنے عرصے تک مارے مارے پھرنے کے بعد کم از کم انسانی چہروں کی شناخت ضرور ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں نے ایسے دو آدمیوں کو منتخب کیا، جو میرے کام آسکتے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام فہدی' اور دوسرے کا زاغل تھا۔ فہدی' کھدائی کے کاموں میں ماہر تھا، اور مٹی کی شکل دیکھ کر بالکل صحیح اندازے قائم کرلیتا تھا۔ جبکہ دوسرا آدمی ڈائنامائٹ کا ماہر تھا۔ وہ کم سے کم بارود لگا کر بھی بڑے بڑے دھماکے کرلیا کرتا تھا۔ مضبوط سے مضبوط دیوار اس کے سامنے نہیں ٹھہر پاتی تھی۔

میں نے دونوں سے رابطے قائم کئے، اور انہیں بہترین پیشکشیں کرکے اپنے ساتھ کام کرنے کیلئے تیار کرلیا، اور پھر میں نے انہیں ہوٹل عشیرہ کے ڈائننگ ہال میں طلب کرلیا۔ اس وقت وہ دونوں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں میرے پاس آگئے تھے۔ سامنے ایک بیلے ڈانسر اپنے بدن کا جادو جگا رہی تھی، اور لوگ پوری طرح اس کی جانب متوجہ تھے۔ ہال میں منشیات کا دھواں چکراتا پھر رہا تھا۔ اس کے علاوہ لوگ قہوہ پینے میں بھی مصروف تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ سگریٹ اور سگار کے شوق کرنے کے بجائے، حقہ پی رہے ہیں، اور ہال ان کی آوازوں سے گڑگڑا رہا تھا۔ زیادہ تر لوگ گندمی رنگت کے تھے، اور انہوں نے لمبی عبائیں پہن رکھی تھیں۔

اس کے علاوہ تقریباً سب ہی کے سروں پر پھندنے والی ٹوپیاں تھیں۔ چند ایک نے واسکٹیں بھی پہن رکھی تھیں۔ یہ لوگ دراز قامت اور کافی تندرست تھے۔ میں نے ایک نگاہ قرب و جوار میں ڈالی، اور پھر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے فہدی سے کہا۔

''اور تمہیں یقیناً مصر کی تاریخ کے بارے میں ہزاروں باتیں معلوم ہوں گی؟''

''ہمارا کام ہی یہ ہے جناب!'' فہدی نے جواب دیا۔

''تو پھر اگر میں تم سے لیانوس کے مقبرے کے بارے میں بات کروں تو' تم یقیناً اس

سے اجنبیت کا مظاہرہ نہیں کروگے۔ کیا کہتے ہو؟''

ان دونوں نے مسکراتی نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر زاغل کہنے لگا، اور آپ یقیناً لیانوس کے خزانے......

''ابھی اس نے یہ ہی جملے کہے تھے کہ لمبی عبا اور پھندنوں والی ٹوپی پہنے ہوئے ایک ویٹر ہمارے سامنے آگیا۔

''قہوہ لے آؤ؟'' میں نے اسے آرڈر دیا۔ تو وہ تھوڑی ہی دیر میں کیتلی اور منجان لے آیا۔ فہدی نے قہوہ پیالیوں میں انڈیل کر تینوں کے سامنے رکھ دیا۔ میں نے قہوے کی دو تین چسکیاں لیں۔ تو مجھے وہ قہوہ بہت اچھا لگا۔ ویٹر چلا گیا، تو میں نے اس سے کہا۔

''اس کا مطلب ہے۔ کہ یہاں لوگ اکثر لیانوس کے خزانے کے چکر میں آیا کرتے ہیں۔ پھر بھی میں تمہیں ایک بات بتاؤں کہ میں ان عام لوگوں میں سے نہیں ہوں، بلکہ اس خزانے کے بارے میں میری کچھ اہم معلومات ہیں۔ میں تم لوگوں کو دھوکے میں رکھ کر کام کرنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے بتاؤ گے کہ لیانوس کا مقبرہ کہاں ہے؟''

''نہیں یہ ہی تو سب سے بڑی بات ہے۔ لیانوس کے مقبرے کے بارے میں بہت سی کہانیاں منظر عام پر ہیں۔ لیکن کوئی نہیں جانتا کہ یہ مقبرہ ہے کدھر اور خزانے کا راستہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔'' زاغل کہنے لگا۔

''وہ راستہ میں تمہیں بتاؤں گا، کیونکہ میرے پاس وہاں کا نقشہ موجود ہے، اور ان دونوں کے چہرے پر تجسس اور سنسنی کے آثار پھیل گئے۔ کچھ دیر یہ ہی خاموشی طاری رہی، اور اس کے بعد زاغل نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔

''ہمیں یہ باتیں یہاں بیٹھ کر نہیں کرنی چاہیں۔ خاص طور پر ایسی صورت میں، جب تم کہتے ہو کہ تمہارے پاس اس خزانے کے راستے کے بارے میں کچھ معلومات ہیں۔''

''میں بھی یہ ہی چاہتا ہوں، آؤ۔ پھر ادھر کمرے میں چلو۔'' اور اس کے بعد ہم تینوں اٹھ کر کمرے میں آگئے۔ میں نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں تو اب تم کیا کہتے ہو، زاغل اور فہدی؟''

''حیران کن۔ حیران کن بات ہے۔ میں تمہیں بتاؤں کہ مجھے مٹی کی رنگت اور چٹانوں کی ساخت کے بارے میں اتنی معلومات حاصل ہے کہ شاید تم یقین نہ کرپاؤ۔''

''ہاں کیوں نہیں۔'' میں نے کہا، اور کھڑکی کے باہر نگاہیں دوڑائیں، ہوٹل کی تیسری منزل پر میرا کمرہ واقع تھا، اور اس کی کھڑکیوں سے دور دور تک کھڑے احرام نظر آتے تھے۔

وہ دونوں بھی ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ یہاں سے احراموں کو دیکھا جاسکتا تھا۔ زاغل نے کہا۔

''وہ جو احرام نظر آ رہا ہے۔ وہ ایلی پاس کا احرام ہے۔ جیزا کا سب سے بڑا احرام پتھر کی بیس لاکھ سلوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ جن میں سے ایک ایک سل کئی کئی ٹن وزنی ہے۔ اس احرام کی بلندی چار سو اکیاسی فٹ ہے۔''

''چار سو اکیاسی فٹ۔''

''اب کچھ کم ہوگئی ہے۔ یعنی تقریباً چار سو پچاس فٹ، جبکہ یہ احرام سولہ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے۔''

''احرام واقعی عجیب ہیں۔ اس لئے انہیں دنیا کے سات عجوبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔'' میں نے متاثرہ لہجے میں کہا۔

''پانچ ہزار سال پہلے جب لوگ تختے کاٹ کر گھر یا جھونپڑیاں تعمیر کرنا نہیں جانتے تھے۔ اتنے اونچے اونچے احرام تعمیر کرڈالے، اور آج تک ان کی مثال ناممکن ہے۔''

''میں نے کہا ناں اسی لئے یہ سات عجوبوں میں سے ایک تصور کئے جاتے ہیں۔''

''احراموں کی تاریخ کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے۔'' زاغل نے سوال کیا۔

''کوئی خاص نہیں۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ اب ہمیں لیانوس کے راستے کی طرف آ جانا چاہئے۔''

''ہاں...... بے شک۔ اگر ہم اپنی تاریخ دہرانے بیٹھ گئے، تو سارا وقت اسی میں گزر جائے گا۔''

''میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ویسے تو میرے پاس اس نقشے کی ایسی شکل بھی موجود ہے جسے کاغذی شکل کہا جاسکتا ہے، لیکن میں تمہیں زبانی بتاتا ہوں۔ یہ جگہ قاہرہ سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اور میں ان راستوں کے بارے میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ میں نے ان راستوں کے بارے میں، جو نام میرے ذہن میں تھے۔ ان لوگوں کے سامنے دہرائے، اور وہ دونوں ان ناموں کو اپنی زبانوں سے دہرانے لگے، پھر فہدی نے کہا۔

''میں یہاں جاچکا ہوں، اور سارا علاقہ میرا دیکھا بھالا ہے، بلکہ ایک آدھ بار تو میں نے خود بھی لیانوس کا مقبرہ دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر کامیاب نہیں ہوا۔''

''لیانوس کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

''کرنات کے ایک احرام سے ایک کھدائی کے دوران ایک تختی ملی تھی، جس پر اس

وقت تک کے تمام فراعین کے نام لکھے ہوئے تھے، اور انہی میں لیانوس کا نام بھی تھا۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ بہت ظالم اور جابر فرعون تھا، اور اس کی رعایا اس سے خوش نہیں تھی۔'' فہدی نے جواب دیا۔

''خیر ہمیں اس سے کیا لینا۔ تم یہ بتاؤ کہ مقبرے کا یہ نقشہ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگا، اور کیا تم اس کے بارے میں یہ دعوے سے کہہ سکتے ہو، یہ بالکل ٹھیک ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ ہم کھدائی کرڈالیں، اور ہماری محنت بیکار چلی جائے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جس جگہ کا تعین تم نے خود کیا ہے، اور بقول تمہارے اس جگہ کا نقشہ تمہارے پاس موجود ہے۔ تو کیا تمہیں اس کے بارے میں پورا یقین ہے کہ وہاں جو محنت کی جائے گی بیکار نہیں جائے گی۔''

''ہاں...... میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے پاس جو نقشہ موجود ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ یہ نقشہ مجھے ایک تاریخ دان اور محقق نے بنا کر دیا ہے۔ اب اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے اس کی کاغذی شکل بھی دکھا دو۔'' زاغل نے کہا، اور میں نے جیب سے وہ کاغذ نکال کر میز پر ان کے سامنے پھیلا دیا۔ جس پر یہ نقشے بنائے گئے تھے۔ وہ دونوں اس کاغذ پر جھک گئے، اور دیر تک اس کا جائزہ لیتے رہے۔ وہ یہ تعین کر رہے تھے کہ وہاں تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔ پھر ایک گہرا سانس لے کر زاغل نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اس جگہ کے بارے میں اچھی طرح سے سمجھ گیا ہوں، اور میں تمہیں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ لیکن اس کے بعد اس مقبرے کو تلاش کرنا صرف میرا ہی کام نہیں، بلکہ تمہارا بھی ہوگا۔ البتہ یہ بتاؤ...... کہ خزانے میں سے ہمارا حصہ کتنا ہوگا۔ ان دونوں نے کھلے کھلے الفاظ میں کہا۔

''پچاس فیصد میرا۔ پچیس پچیس فیصد تم دونوں کا۔''

''کم ہے۔'' زاغل بولا۔

''تم کیا چاہتے ہو۔''

''سارے خزانے کو تین مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے۔'' زاغل نے کہا۔

''میں اس کیلئے تیار نہیں ہوں۔'' میں منہ بنا کر بولا۔ ''خزانہ تمہاری سرزمین پر ہزاروں سال سے موجود ہے، اور تم اب تک وہاں پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہو، حالانکہ تم ماہر ارضیات اور تم ماہر ڈائنامائٹ ہو۔ بارود اور بم سے کھیلنا جانتے ہو۔''

''پھر بھی میرے دوست ہاتھ پیر بچا کر کام کرنا پڑتا ہے۔ مصر کوئی پسماندہ اور تاریک ملک نہیں ہے۔ یہاں بے شمار مقبروں کی دریافت کے بعد حکومت بہت ہوشیار ہوگئی ہے، اور

سرکاری اہل کار صحراؤں کی طرف جانے والی گاڑیوں کی چیکنگ کرتے رہتے ہیں۔ پھ
صحراؤں میں اگر ڈائنامائٹ کے دھماکے بلند آواز سے ہوجائیں، تو ان کی آواز سن کر بھ
حکام دوڑ پڑتے ہیں، اور پھر لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔''

''ہاں۔ یہ سوال میرے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ان دھماکوں کی آواز کو محفو
رکھنے کا طریقہ کیا ہے۔''

''یہ تمہیں نہیں بتایا جا سکتا، کیونکہ یہ ہمارا کاروباری راز ہے۔'' زاغل نے مسکرا
ہوئے کہا۔

''مطلب؟''

''مطلب یہ کہ ہم کم بارود استعمال کرکے چھوٹے دھماکے کرتے ہیں، تاکہ کم سے
آواز ابھرے۔''

''ٹھیک، اچھا۔ تو تم اب کیا کہتے ہو؟''

''معاملہ تمہارے اوپر ہے۔ میں ایک تہائی سے کم پر راضی نہیں ہوسکتا۔'' میں نے فہ
کی طرف دیکھا، تو اس نے بھی گردن ہلا کر کہا۔

''بات بالکل ٹھیک ہے۔ ہم اسی قیمت پر بات آگے بڑھا سکتے ہیں۔'' میں نے جہ
محسوس کرلیا کہ میں ان کے تعاون کے بغیر ایک قدم آگے نہیں چل سکوں گا، تو میں نے گر
ہلاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

میرے دل میں فتور اور نیت میں کھوٹ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جب خزانہ سا
آئے گا تو میں کوئی چکر چلا کر اس سارے خزانے پر قبضہ کرلوں گا۔ یہ فیصلہ میں نے کیا
اور اس کے بعد میں اس فیصلے سے تقریباً مطمئن ہوگیا تھا۔

◆◆◆

اس کے بعد ان دونوں نے کارروائی شروع کردی۔ میں نے دل میں سوچا تھا، کہ اگر کسی معاوضے پر میں اس کام کیلئے تیار ہوجاؤں، تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جبکہ اس خزانے کے حصول کا مسئلہ تو بعد ہی میں آتا تھا۔ میرا اصل کام تو کچھ اور ہی تھا۔ میرے ذہن میں تو اتاشیہ کا خیال تھا۔ جس کے بارے میں غفان حوری نے مجھ سے کہا تھا، اور سچی بات یہ ہے کہ خزانے کی بات میرے دل میں بھی ایک اہمیت اور ایک حیثیت رکھتی تھی، کیونکہ میں زندگی بھر مشکلات میں گھرا رہا تھا، اور اب جب میری مشکلات حل ہونے کا وقت آیا تھا، تو میرے دل میں یہ خیال تو ضرور تھا، کہ غفان حوری کیلئے کام کروں گا۔ لیکن یہ خیال بھی دل میں تھا کہ اس کے عوض مجھے ایک عالیشان خزانہ حاصل ہوگا۔

اور اس خزانے کے حصول کیلئے میں ہر قسم کی مجرمانہ کارروائی کرنے کیلئے تیار تھا۔

بہرحال ان لوگوں نے انتظامات شروع کردیئے۔ ایک جیپ کرائے پر لی گئی، اور اس کے بعد باقی انتظامات کرکے ہم تینوں اس علاقے کی جانب چل پڑے، جو جیزہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک عظیم الشان صحرا تھا، اور یہاں کئی احرام پہلے سے موجود تھے۔ لیکن مجھے صرف اس احرام سے دلچسپی تھی، جس کا تعلق لیانوس سے بتایا جاتا تھا، اور اس کے علاوہ مجھے کسی اور چیز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ جب وہ لوگ جیزہ کے علاقے میں داخل ہوئے، تو فہدی نے مجھ سے کہا۔

''اگر تم چاہو تو ان احراموں کا جائزہ بھی لے لو۔''

''نہیں مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں جس قدر جلد ممکن ہو، اپنا کام کرلینا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد ہم نقشے کے مطابق آگے کا سفر کرتے رہے۔ لیانوس کا مقبرہ نقشے کے مطابق ایک وادی میں دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان واقع تھا۔ ہم لوگ نقشہ دیکھ کر چھوٹے چھوٹے کام کرتے جا رہے تھے۔ آخرکار

ہم اس جگہ پہنچ گئے، جہاں اندازے کے مطابق لیانوس کا مقبرہ ہوسکتا تھا۔ زاغل نے چھوٹے چھوٹے ڈائنامائٹ لگائے اور ان سے بلاسٹ کیا۔

لیکن اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ہم نے پہاڑیوں کی جڑ میں ایک دروازہ داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ مٹی کے تودے اور پہاڑوں کے پتھر ٹوٹ کر دور دور جا پڑے تھے۔ زاغل اور فہدی بھی ششدر رہ گئے تھے۔ اس علاقے میں دور دور تک کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ زاغل نے سرد لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ نقشہ بالکل درست ہے۔ آہ' کیا اس نقشے کی مدد سے ہمیں لیانوس کے مقبرے میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوسکے گی۔ کیا ہم دنیا کے ان خوش نصیب لوگوں میں شمار ہوسکتے ہیں، جنہوں نے لیانوس اور اس کا مقبرہ دریافت کیا، جبکہ اس کام کیلئے بڑی بڑی کہانیاں منظر عام پر آچکی ہیں۔ آہ۔ کاش! ہمیں آئندہ بھی کامیابی حاصل ہو۔'' دونوں بے حد خوش نظر آرہے تھے۔ زاغل نے کہا۔

''چلو آؤ اب جلدی سے اس دروازے سے اندر چلو۔'' وہ دونوں بے تاب ہو رہے تھے، لیکن میں نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

''ٹھہرو میں نے پڑھ رکھا ہے، کہ ان ہزاروں سالوں سے بند احراموں میں زہریلی گیس بنتی رہتی ہیں، اور اگر کوئی شخص اچانک اندر چلا جاتا ہے، تو یہ گیس اسے ہلاک کردیتی ہے۔ کیا تم بھی ان کا شکار ہوجاؤ گے۔''

''نہیں۔ نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا کریں۔'' زاغل نے میری بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

''تھوڑی دیر انتظار۔''

''اندازاً کتنی دیر؟''

''کم از کم چار گھنٹے۔''

''آ۔ ہاں۔ بہت زیادہ ہیں۔ اتنا وقت تو گزارنا مشکل ہوجائے گا۔''

''میں تو اس جیپ پر قاہرہ روانہ ہوجاؤں گا، اور رات کسی ہوٹل میں گزاروں گا۔ تم لوگ اگر چاہو تو سامنے والے نخلستان میں کیمپ لگالو۔'' میں نے فراخدلی سے پیشکش کی۔

'' حالانکہ یہ پیشکش کسی قدر احمقانہ تھی، لیکن ان کے خیال میں' میرا خیال ہے نہیں۔'' انہوں نے جلدی سے کہا۔

''ہاں یہ ٹھیک رہے گا، تاکہ ہماری عدم موجودگی میں کوئی اور خزانہ نہ اڑالے۔'' زاغل

نے حریصانہ لہجے میں کہا۔

''میں تو ایک لمحے کیلئے بھی اس کی طرف سے غافل ہونا نہیں چاہتا۔'' فہدی بولا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔ یہ مناسب رہے گا۔'' ابھی میرے منہ سے اتنے ہی الفاظ نکلے تھے کہ اچانک ہی میں نے چونک کر دائیں جانب دیکھا، کیونکہ میں نے ایک ہولناک آواز سنی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا، جیسے کوئی انتہائی بھیانک آواز میں قہقہے لگا رہا ہو۔ یہ آواز زاغل اور فہدی نے بھی سن لی، اور گھبرا کر اس طرف دیکھا۔ اس وقت شام کے تقریباً پانچ بجے کا عمل تھا، اور کھجور کے درختوں کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔ دھوپ میں کافی نرمی پیدا ہوگئی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ دائیں جانب سے ایک بڑھیا بھاگتی ہوئی ہماری طرف چلی آرہی ہے۔

اس کے بال روئی کی طرح سفید تھے، اور ہوا میں لہرا رہے تھے۔ جس پر سیاہ رنگ کا لبادہ تھا۔ جو بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا، اور جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ بڑھیا کی کھال ہڈیوں سے چپٹی ہوئی تھی، اور اس کے جسم پر برائے نام گوشت تھا۔ اس کا چہرہ پچکا ہوا سا، اور آنکھیں پھٹی پھٹی سی تھیں۔ دیدے سفید اور دانت غلیظ اور سیاہ تھے۔ وہ ہمارے قریب پہنچ گئی، اور اس نے کھڑکھڑاتی ہوئی۔ کرخت آواز میں کہا۔

''بدنصیب انسانو! بدنصیب انسانو! یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے ہزاروں سالوں سے سوئے ہوئے دیوتاؤں کو بیدار کردیا۔ ان کی ابدی نیند میں خلل ڈالا۔ آہ۔ تم...... تم...... تم پر لعنت ہو۔ تمہاری نحوست۔''

''بکواس بند کر اور یہاں سے چلتی ہوئی نظر آ۔'' مجھے اس کی بکواس پر غصہ آگیا۔

''دیوتا اب دوبارہ جاگ جائے گا۔'' اس بڑھیا نے ڈراؤنی آواز میں کہا۔ وہ سورج دیوتا کا بیٹا ہے۔ جبر وقہر کی علامت اس لئے تمہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ دیوتا کا قہرہ تم پر ٹوٹے گا، اور تم برباد ہوجاؤ گے۔

''میں کہتا ہوں کہ تو جاتی ہے یہاں سے یا نہیں۔'' میں نے غصیلے لہجے میں کہا، اور ہولیسٹر سے پستول نکال لیا۔ اس بڑھیا نے دانت پیستے ہوئے مجھے دیکھا، اور پھر خونخوار انداز میں میری جانب لپکی۔ تو میں نے اپنے آپ کو اس کے نشانے سے بچا کر فائر جھونک مارا ہوائی فائر تھا۔ اس لئے گولی بڑھیا کے سر پر سے گزر گئی۔ اس خوفناک دھماکے سے وہ ایک لمحے کیلئے ٹھٹکی اور پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی خونی نگاہیں مجھے دیکھ رہی تھیں، ایک بار پھر اس نے مجھے جھکائی دے کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ تو میں نے مزید دو فائر کردیئے۔ بڑھیا پھر

ڈری اور ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اس نے مجھے اتنی عجیب سی نگاہوں سے دیکھا، کہ میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا، اور اس کے بعد واپس پلٹ کر وہ بے تحاشہ دوڑتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''کمینی! موت کے نزدیک ہے، لیکن حرکتوں سے باز نہیں آتی۔''

''یہ اس ویرانے میں کہاں سے آگئی۔ کہیں یہ کمبخت ٹھیک ہی نہ کہہ رہی ہو۔ یہاں اس کا آنا ناقابل یقین سی بات ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ ٹھیک کہہ رہی ہو کمبخت! دیوتاؤں کے بارے میں بہت سی کہانیاں سنی جا چکی ہیں۔ کتنی ہی بار اس طرح کے واقعات بھی پیش آچکے ہیں، کہ کسی نے مقبرے کی کھدائی کی اور دیوتاؤں کے قہر وغضب کا شکار ہوگیا۔ وہ بہت ظالم ہوتے ہیں۔''

''سنو زاغل! ان فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ کیا سمجھے؟ میں ایسی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔'' میں نے ناک سکوڑ کر کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر......؟''

''سنو! میرا خیال ہے کہ تم لوگ اب جا کر نخلستان میں آرام کرو۔''

''ٹھیک ہے۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔'' ان دونوں نے بیک وقت کہا، اور سر ہلاتے ہوئے اس طرف چل پڑے، جہاں دور سے نخلستان نظر آرہا تھا۔ میں دیر تک انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا، اور پھر میں جیپ کی جانب بڑھ گیا۔

جیپ میں بیٹھ کر میں نے جیپ اسٹارٹ کی، اور جیزہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ میں برق رفتاری سے جیپ دوڑا رہا تھا۔ میرا ذہن اس وقت ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مقبرہ جس آسانی سے مجھے دستیاب ہوگیا تھا۔ اس کی مجھے خواب میں بھی امید نہیں تھی۔ لیکن بہرحال تقدیر ساتھ دے رہی تھی۔ البتہ میں نے ایک لمحے کیلئے یہ ضرور سوچا تھا، کہ غفان حوری نے مجھ سے کہا تھا کہ نازک اوقات میں وہ میرے ہمراہ ہوگا۔ پہلی بات تو یہ کہ میں نے جہاز سے سفر کیا تھا، اور اس میں غفان حوری کا نام ونشان تک نہیں ملتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ کہتا تھا کہ وہ اپنے پراسرار علوم کے سہارے میرا تعاقب کرے گا۔ مگر میں نے ابھی تک ایسے کسی تصور کو اپنے نزدیک نہیں پایا تھا۔ جو غفان حوری سے منسلک ہو۔

بہرحال میں جیزہ پہنچ گیا، اور پھر جو پہلا ریستوران مجھے نظر آیا، میں جیپ کھڑی کر کے اس میں داخل ہوگیا۔ ریستوران میں خوب چہل پہل تھی۔ وہاں بیلے ڈانس ہو رہا تھا، اور خاص قسم کے کباب اور پراٹھے وہاں موجود تھے۔ بے شک ان کبابوں کا ذائقہ انتہائی

شاندار تھا، لیکن ان میں بے حد زیادہ مرچ مصالحہ تھا۔ جس سے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے، اور میں ان آنسوؤں کے باوجود یہ کباب اور پراٹھے کھا رہا تھا۔ بہرحال اس کے بعد میں وہاں سے بھی اٹھا، اور قاہرہ واپس پہنچ گیا۔ اپنے ہوٹل میں پہنچ کر میں نے منصوبہ بندی شروع کردی، کہ کس طرح میں زاغل اور فہدی کو دھوکہ دے کر لیانوس کے پورے خزانے پر ہاتھ صاف کرسکتا ہوں۔ لیکن میں کوئی مناسب فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔

◆◆◆

وہ پاگل بڑھیا جو اس ویرانے میں جا پہنچی تھی۔ اپنی الگ کہانی رکھتی تھی۔ وہ خود کو فرعونوں کے خاندان میں شمار کرتی تھی، اور اپنے شوہر اور دیوروں کے زندہ رہنے تک کافی اچھی زندگی گزارتی رہی تھی، لیکن ان کی موت کے بعد اس کے بیٹوں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ انہوں نے اسے دربدر کی ٹھوکریں کھانے کیلئے قاہرہ کے بازاروں میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ نیم دیوانگی کی کیفیت کا شکار ہوگئی، اور اب وہ چیختی چلاتی پھرتی تھی، اور خود کو فراعین مصر کا رشتے دار بتاتی تھی۔ لیانوس کے مقبرے کا راستہ کھلنے کے بعد اس کا اضطراب شدید ہوگیا، اور وہ ان ویرانوں میں روتی، چیختی بھاگنے لگی۔ غروب آفتاب کا وقت تھا۔

جب وہاں سے ایک قافلہ گزرا، تو بڑھیا اس قافلے کی جانب دوڑی، اور اس نے سب سے آگے والے اونٹ کی مہار پکڑ کر واویلا کرنے والے انداز میں کہا۔ ''انہوں نے دیوتاؤں کے غیض وغضب کو دعوت دی ہے۔ وہ لوگ زندہ نہیں بچیں گے۔''

''کس کی بات کر رہی ہو بوڑھی ماں؟'' کس کی بات کر رہی ہو، اور میرے اونٹ کی مہار چھوڑ دو کہیں وہ تمہیں کاٹ نہ لے۔''

''وہ کہیں اور سے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک مجھے دوسری سرزمین کا لگتا ہے۔ آہ! تم لوگ یقین کرو۔ انہوں نے دیوتاؤں کی بے حرمتی کی ہے، اور اب قہر وغضب کے بادل آسمان کو ڈھک لیں گے، اور دیوتاؤں کا قہر ان پر نازل ہوگا۔''

''کون سے دیوتاؤں کی بات کر رہی ہو؟''

''لیانوس۔ آہ! تم کیا لیانوس کو نہیں جانتے۔ انہوں نے لیانوس کا مقبرہ کھول دیا ہے، اور اب وہ اس کے اندر گھس کر اس کی بے حرمتی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بڑھیا نے واویلا کرنے والے انداز میں کہا، اور اونٹ کی پشت پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے برابر والے اونٹ کے سوار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم نے لیانوس کے مقبرے کے بارے میں سنا ہے۔ اگر یہ بڑھیا ٹھیک کہہ رہی ہے،

تو ذرا آؤ دیکھیں۔ وہ جو روایتیں گردش کرتی رہتی ہیں، ان کی کیا حقیقت ہے۔ آہ! اگر لیانوس کا مقبرہ دریافت ہوگیا ہے تو پھر مگر۔ چھوڑ۔ چلو دیکھتے ہیں قصہ کیا ہے۔ آؤ۔ بڑی بی! ذرا ہم بھی دیکھیں کہ وہ مقبرہ کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" سب سے آگے والے سوار ابوشعیب نے کہا، اور اس کے دو ساتھی اس کے پیچھے چل پڑے' اس نے کچھ آگے جانے کے بعد سرگوشی میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"سنو تم نے لیانوس کے مقبرے کے بارے میں سنا ہے ناں۔"

"کون ہے مصر کا رہنے والا جو لیانوس کی کہانیوں سے واقف نہیں ہے، لیکن یہ بڑھیا مجھے پاگل معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ کہہ رہی ہے کہ کسی نے لیانوس کا مقبرہ کھول دیا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں کوئی ہوگا۔"

"جو بھی ہوگا، ہم دیکھیں گے۔ اگر مقبرے کا راستہ کھل گیا ہے، اور وہاں کوئی ایسی شخصیت موجود نہیں ہے، تو ہم اس خزانے کے مالک بن سکتے ہیں۔ جس کے بارے میں مصر میں بڑی بڑی کہانیاں گردش کرتی ہیں۔"

"وہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ عزیزم ابوشعیب! مگر رات کا وقت ہے۔ کیا ہمارے لئے اندر جانا خطرے کا باعث نہیں بن سکتا۔"

"اندھیرے سے کیا ڈرنا۔ ہمارے پاس لالٹینیں ہیں، اور ہم تاریکی کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ میں تم سے کسی بزدلی کی بات سننے کیلئے تمہیں اپنا ساتھی نہیں بناتا۔ اگر تمہیں ڈر لگ رہا ہے، تو تم اپنی منزل کی طرف جاسکتے ہو۔ میں اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ اندر جاؤں گا۔"

"مگر تم مقبرے میں کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"بیوقوف آدمی' کل جب ہم یہاں سے گزر رہے تھے تو یہاں کسی مقبرے کا نام ونشان نہیں تھا۔ لیکن تم یہ بات جانتے ہو کہ دنیا بھر کے مہم جُو جو پتہ نہیں کہاں کہاں سے نقشے فراہم کرنے کے بعد سرزمین مصر پر آئے ہیں، اور یہاں سے نجانے کیا کیا کچھ لے جاتے ہیں۔ اگر کسی مہم جُو نے واقعی لیانوس کے مقبرے کو کھول دیا ہے، اور فوری احتیاط کے پیش نظر اندر جانے سے اعتراض کیا ہے، تو ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

"یہ بات تم جانتے ہو کہ لیانوس سورج دیوتا کا بیٹا تھا، اور اس کے قہر وغضب کی داستانیں بیشتر سنی جا چکی ہیں۔ ہمیں اس کے غصے سے بچنا چاہئے۔" ابوشعیب کے دوسرے ساتھی نے کہا۔

"اوہو اسے مرے ہوئے پانچ ہزار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے

کہ کیا اس کا غصہ ہمارے عہد تک باقی رہا ہوگا۔ ارے بے وقوف اس کی ہڈیاں تک گل سڑ چکی ہوں گی۔ غصہ کہاں ہوگا۔"

"مگر اس کے بارے میں جو داستانیں ہیں۔ وہ تو ممی بنا ہوا ہوگا۔"

"تم ایک بات بتاؤ مجھے۔ جن فرعونوں کی ممیاں احراموں سے نکلی ہیں، کیا وہ عدم وجود میں آچکے ہیں۔" ابوشعیب نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"تو پھر ڈرنے کی کیا بات ہے۔؟" ابوشعیب بولا۔

"واقعی بات تو تم ٹھیک کہتے ہو۔ روح ہمارا کیا بگاڑے گی۔" ابوشعیب کی دلیل اتنی مضبوط تھی، کہ وہ دونوں اس کے ساتھ مقبرے میں جانے کو تیار ہوگئے۔ اس دوران ایک پراسرار بات ہوئی۔ وہ یہ کہ جب ان کے اونٹ مقبرے کے قریب پہنچے، تو بری طرح سے بلبلانے لگے۔ ان پر بہت اضطراب طاری ہوگیا۔ جیسے انہوں نے کوئی خاص چیز دیکھ لی ہو۔ لیکن ان کے اضطراب کی جانب کسی نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ ابوشعیب کا خیال تھا کہ غروب آفتاب کے بعد اونٹوں پر اضطراب طاری ہوجاتا ہے۔

آخر کار وہ اس دروازے کے سامنے پہنچ گئے، جو انتہائی پراسرار انداز میں بھیانک شکل میں کھلا ہوا تھا۔ وہ پوری احتیاط کے ساتھ دروازے کے اندر داخل ہوگئے۔ دوسری طرف انہیں ایک راہداری دکھائی دی، جو آگے جا کر دائیں اور پھر بائیں جانب مڑی، آگے جا کر انہیں ایک بہت چھوٹا سا ہال دکھائی دیا، جہاں دیواروں کے ساتھ محافظوں کے مجسمے کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں سے دو راستے دائیں بائیں جاتے تھے۔ ابوشعیب نے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں جانے کا اشارہ کیا۔ اس نے انہیں سرگوشی میں سمجھایا کہ وہ خزانہ تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ وہ دونوں مخالف سمتوں میں چلے گئے، اور ابوشعیب اس ہال کی دیواریں ٹٹولنے لگا، کہ شاید وہاں سے کوئی خفیہ راستہ خزانے تک جاتا ہو۔ اسے ہال کی مغربی دیواروں کو ٹٹولتے ہوئے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ دائیں جانب سے اسے ایک ہولناک چیخ سنائی دی۔

اس کا ایک ساتھی، اسی طرف گیا تھا۔ ابوشعیب کا دل زور سے دھڑکا، اور اس کے دماغ میں عجیب عجیب خیالات آنے لگے۔ وہ اپنی لالٹین کی مدھم روشنی میں راستہ دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہاں کی دیواروں میں روشنی جذب ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ویسے اس نے دیکھا کہ وہاں مختلف شکلیں بنی ہوئی ہیں، جنہیں یقینی طور پر لیانوس کی شکل دینے کی کوشش کی

گئی تھی۔ آگے جا کر راستہ بائیں جانب مڑ گیا تھا۔ پھر چند قدم چلنے کے بعد اسے اپنا ایک ساتھی دکھائی دیا۔ مگر ایسی حالت میں کہ اسے دیکھ کر ابوشعیب کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی، اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے ساتھی کا چہرہ نچا ہوا تھا۔ اس پر گہری گہری خراشیں تھیں۔ جن سے بے تحاشہ خون بہہ رہا تھا، اور اس کے حلق سے آوازیں نکل رہی تھیں۔

''او۔ او۔ او۔ غاؤں۔'' یہ آوازیں اس کے ساتھی کے حلق سے بڑے بھیانک انداز میں نکل رہی تھیں۔

''یہ۔ یہ کیا ہوا......؟ یہ کیا ہوا......؟'' اس نے گھبرا کر سوال کیا۔ مگر اس کے ساتھی نے کوئی جواب نہیں دیا، یا پھر یہ کہ وہ جواب دینے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ اوندھے منہ فرش پر گرا، اور پھر اٹھ نہ سکا۔ ابوشعیب نے اسے سراسیمہ انداز میں پکارنے اور نام لے کر ہلانے جلانے کی کوشش جاری رکھی۔

پھر اچانک ہی دوسری آواز سنائی دی۔ اتنی ہی کرب ناک، ویسی ہی لرزہ خیز اور ابوشعیب اس طرف دوڑ پڑا۔

راہداری کو پار کرنے کے بعد وہ بائیں جانب مڑا، تو اسے اپنا دوسرا ساتھی نظر آیا۔ مگر اس کی حالت پہلے سے بھی زیادہ قابل رحم تھی۔ اس کے چہرے کا گوشت نچا ہوا تھا، اور بعض جگہ سے اتنا نچا ہوا کہ دانت نظر آ رہے تھے۔ پورے چہرے پر گہری خراشیں تھیں اور لباس پھٹا ہوا تھا۔ ابوشعیب دوسرے ساتھی کو اس حالت میں دیکھ کر بدحواس ہوگیا، اور چیختا ہوا وہاں سے نکل آیا۔

خزانہ حاصل کرنے کا خیال اس کے دماغ سے نکل چکا تھا۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ اس کے دونوں ساتھی دیوتاؤں کے قہر کا شکار ہوئے ہیں۔ لیانوس نے انہیں زندگی سے محروم کردیا ہے۔ خزانہ تلاش کرنے کا خیال اس کے دماغ سے نکل چکا تھا۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ اس کے دونوں ساتھی لیانوس کا ہی شکار ہوئے ہیں۔ سرزمین مصر کی کہانیاں ویسے تو بہت سی بار منظرعام پر آچکی ہیں۔ طرح طرح کے واقعات ان سے منسلک ہیں۔ لیکن یہ سرزمین اس قدر دلکش اور پراسرار، ہے کہ لوگوں کی توجہ اس کی جانب ہو ہی جاتی ہے۔ ادھر تو ابوشعیب اور اس کے دو ساتھی اس حادثے کا شکار ہوئے تھے۔

دوسری طرف ایک اور کہانی بھی منظرعام پر آ رہی تھی۔ یہ ایک بہت بڑے ملک میں احرام مصر کے بارے میں تفصیلات شائع ہونے کے بعد وجود میں آئی تھی۔ گارمنٹس تیار کرنے والی ایک مشہور کمپنی کے مالک نے اپنے بورڈ آف ڈائریکٹر کا ہنگامی اجلاس بلایا، اور دو گھنٹے کی میٹنگ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان کی کمپنی دو ماڈل گرلز اور دو ماڈل بوائز کو متعلقہ اسٹاف کے ساتھ مصر روانہ کرے، اور انہیں کمپنی کے مختلف ملبوسات پہنا کر ان کی اسٹلز کھینچی جائیں۔ ڈائریکٹر جنرل نے یہ مشورہ دیا تھا، کہ ماڈلز گرلز کی اسٹلز کھینچتے وقت اگر احرام پس منظر میں ہوں گے تو ان میں دلکشی اور انفرادیت پیدا ہوجائے گی۔ اس نئی اشتہاری مہم کیلئے دو سب سے مہنگی ماڈلز گرلز کا انتخاب ہوا۔ اس کے علاوہ ایک نئے لڑکے کو بھی آزمانے کا فیصلہ کیا گیا۔ جو چند اشتہاری فلموں اور صابن کے اشتہارات میں آیا تھا، اور خیال کیا جاتا تھا کہ جلد ہی اسے ٹیلی ویژن یا فلم کی طرف سے بھی پیشکش کی جانے والی ہے، اور وہ ڈراموں میں حصہ لینے والا ہے۔

ماڈلز کے ساتھ ایک فوٹو گرافر' ہدایت کار کا ڈریس میکر اور میک اپ وومن بھی تھے۔ کمپنی نے ضروری تیاریاں کیں اور تیسرے دن انہیں قاہرہ پہنچا دیا۔ وہ قاہرہ کے ایک شاندار ہوٹل میں ٹھہرے۔ پھر انہوں نے کمپنی کارڈ دکھا کر دو جیپیں کرائے پر لیں۔ ان پر اپنے کیمرے جنریٹر' کیمپ لگانے کا سامان اور دوسری چیزیں لادیں، اور وہاں سے جیزہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ قاہرہ اور جیزہ کا نقشہ وہ پہلے ہی خرید چکے تھے۔ اس لئے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

آخر کار وہ شاہراہ المنظر پر چل پڑے، تقریباً پچاس کلومیٹر کا راستہ طے کرنے کے بعد ہی انہیں احرام دکھائی دینے لگے۔

''اس ملک کی دلکشی اس کے احراموں کی وجہ سے ہے۔'' لشیا نے گہری سانس لے کر کہا۔ وہ پچھلی جیپ کے حصے میں بیٹھی تھی، اور فوٹو گرافر جینی فراسکی اسٹلز اتار رہا تھا، جبکہ پس منظر میں قاہرہ کے احرام تھے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اونٹوں پر قافلوں کی شکل میں جا رہی تھی۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگ کاروں اور جیپوں پر بھی نظر آ رہے تھے۔ مجموعی طور پر اس ریگستانی سڑک پر ٹریفک زیادہ نہیں تھی۔ اپنے شاندار اور ہنگامہ پرور شہر سے اچانک یہاں آنے کے بعد یوں لگتا تھا، کہ جیسے زندگی اچانک ساکت و جامد ہوگئی ہو۔ دوسری لڑکی گیری نے سیٹ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

سیٹ سے ونڈ اسکرین کا فاصلہ اتنا تھا کہ وہ ڈیش بورڈ کے اوپر ایڑیاں ٹکا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اگلی جیپ کی اگلی سیٹ پر تھی، اور اس کے برابر ہدایتکار بیٹھا ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس کا نام ڈینی تھا، اور یہ بڑا مشہور ہدایتکار ڈینی کے' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔''

''مگر یہ علاقہ ہمیشہ سے ایسا نہیں ہوگا۔'' دوسری لڑکی نے پچھلی سیٹ سے کہا۔ یہ دوسری

لڑکی گروپ کی میک اپ وومن تھی، اور ماڈل کے چہرے اور بالوں کو سنوارنے کا کام اس کے سپرد تھا۔ وہ درمیانی قد وقامت کی کس قدر بھاری بدن کی عورت تھی، اور تھوڑا سا چلنے کے بعد اس کا سانس پھولنے لگتا تھا۔ اس کی رنگت بہت صاف تھی، اور اس کی دوست اسے مکھن کا پہاڑ کہتی تھی۔

"مصر پانچ ہزار سال پہلے تہذیب کا گہوارہ تھا۔ تو یقیناً یہاں تعمیرات کے شاہکار نمونے قائم کیئے گئے ہوں گے۔"

"آہ! کاش! میں اس دور میں ہوتی، اور لشیا نے گہری سانس لے کر کہنا چاہا۔ مگر میک اپ وومن نے اسکا جملہ پورا ہونے نہیں دیا۔

"کیا تمہیں مصر کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم اگر اس دور میں ہوتیں بھی، تو کسی فرعون کے حرم میں کنیز ہوتیں۔"

"جی نہیں میں ملکہ ہوتی۔"

"تمہیں معلوم نہیں کہ اس زمانے میں مرد عورتوں سے بہت برا سلوک کرتے تھے، اور انہیں غلام بنا کر بھیڑ بکریوں کی طرح رکھا کرتے تھے۔" ڈینی کے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے عورتیں شاید اس زمانے میں زیادہ آسودہ تھیں۔ اس دور میں تو عورتوں کی قدر و قیمت بالکل ہی ختم ہوگئی۔" لشیا حسرت بھرے لہجے میں بولی۔

جیپ کی پچھلی سیٹ پر گیری تھی۔ اس کے لمبے سنہری بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔ جنہیں وہ ایک شان بے نیازی سے جھٹک جھٹک کر تصویریں کھنچوا رہی تھی۔ فوٹوگرافر اس سے تین فٹ کے فاصلے پر بیٹھا اس کے اسٹلز بنا رہا تھا، جبکہ پس منظر میں شوپس اور توتا خامون کے احرام پھیلے ہوئے تھے۔

"یہ اسٹلز' کاش' ہم احراموں کے اندر جا کر کھنچواتے۔" گیری نے بدستور حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرے دل میں خود یہ ہی خواہش ہے۔ مجھے احراموں کی یہ سرزمین بڑی دلکش اور رومینٹک لگتی ہے۔ کاش! کہ میں ماڈلز کو اس کے پہلو میں کھڑے کر کے اسٹلز بناتا۔ اگر ایسا کر پاتا میں تو یقین کرو کہ دنیا میں دھوم مچ جاتی۔"

"ان مصریوں کی زندگی کتنی پراسرار ہے۔"

"ہاں ہمیشہ سے ایسا ہی ہے۔" جینی فر نے کہا۔

"لیکن میں تمہیں ایک بات بتا دوں۔ مصر ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ اسوان بند کی تعمیر کے بعد یہاں ترقی کی لہر ضرور آئے گی، اور تم دیکھنا یہ کہاں کا کہاں پہنچ جاتا ہے۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟" ڈینی کے نے کہا۔

"ہاں میں یہ ہی پوچھ رہی ہوں کہ ہمیں کتنی دور جانا پڑے گا۔ میں تھکن محسوس کر رہی ہوں۔" گیری بولی۔

"مسٹر ڈینی نے صبح بتایا تھا کہ وہ احراموں کے بہت قریب جا کر کلوز اپ اتروائیں گے۔" جینیفر بولا۔ "اس سے اسٹلز کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جائے گا۔"

"مگر مجھے یہ کام بہت بور لگ رہا ہے۔ میں یہاں کی دھول اور ریت سے پریشان ہوں۔" لشیا نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم یہ بھی تو سوچو کہ یہ دھول ہزاروں سال پرانی ہے۔ کیا تمہارے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔" جینیفر نے مسکرا کر کہا۔

"یہ ایک جذباتی بات ہے، بہرحال حقیقت تو ہے۔" لشیا سر ہلا کر رہ گئی۔ وہ ایک نشیبی راستہ طے کر کے دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچے، تو اگلی جیپ لڑکھڑانے لگی۔ ڈینی کے نے انجن بند کیا، اور نیچے اتر کر ٹائر کا جائزہ لینے کے بعد اعلان کیا کہ وہ برسٹ ہو چکا ہے۔

"ارے کیسے؟" پیچھے بیٹھے ہوئے ماڈل لڑکے نے جس کا نام ہیکی تھا کہا۔ وہ پچھلی جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اگلی جیپ رکتے دیکھ کر اس نے بھی اپنی گاڑی روک لی تھی۔

"راستے میں کسی تیز رفتار پتھر سے ٹائر تھوڑا سا کٹ گیا تھا، اور رفتہ رفتہ ہوا نکلتی جا رہی تھی۔"

"اب کیا کریں، یہ تو بالکل ہی فلیٹ ہوگیا۔" ڈینی کے نے وضاحت کی۔ پھر منہ بنا کر ٹائر پر ایک لات رسید کی، اور دور جا کر ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی جیب سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکالا، اور سگریٹ سلگانے لگا۔ ہوا بے شک زیادہ تیز نہیں تھی، لیکن مدھم ہوا کے ساتھ بھی ہلکی ہلکی گرد اڑ رہی تھی۔ لڑکیاں بور ہو رہی تھیں۔

"ٹائر تبدیل کرنے میں کتنی دیر لگے گی۔" لشیا نے بیزاری سے پوچھا۔

"زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" ایک اور شخص نے اسے تسلی دی۔

یہ بھی وومن ڈریس میکر تھی، اور سیاہ فام تھی۔ اسے یونٹ میں بہت تھوڑے عرصے پہلے شامل کیا گیا تھا۔ یونٹ اپنے ساتھ جدید زمانے کے ملبوسات سلوا کر لایا تھا۔ مگر کمپنی نے اس لڑکی کو اس لئے بھیجا تھا، کہ وہ جب اور جس وقت چاہے، ان ملبوسات میں تبدیلی کر سکتی

ہے۔''

''میرا خیال ہے۔ آدھا گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔'' لشیا نے کہا۔

''ہاں یہ ہوسکتا ہے۔''

''اس دوران میں نزدیک ہی واقع کو مقبرہ دیکھ سکتی ہوں' کیوں ڈینی تم میرے ساتھ چلوگی۔'' اس نے ڈریس میکر عورت سے پوچھا۔

''نہیں مجھے فرعونوں سے خوف آتا ہے۔'' زینی نے کہا۔ ''تم ڈینی کے ساتھ چلی جاؤ۔ میرا خیال ہے اس ٹیلے کے پیچھے کوئی مقبرہ ضرور ہے۔ میں نے اس کی جھلک دیکھی ہے۔''

''کیوں مسٹر ڈینی کے' چل رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ؟''

''ہاں چلو اٹھو۔'' ڈینی کے، جو خود بھی بور ہو رہا تھا، اور بڑے سے پتھر پر بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا، اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

لیشا' ڈینی کے کے ساتھ چل پڑی دوسری جانب گیری دیر تک اگلی جیپ کے قریب کھڑی رہی، پھر جب اسے دھوپ نے پریشان کرنا شروع کیا، تو وہ اگلی سیٹوں پر جا کر لیٹ گئی، اور اپنا ہیٹ چہرے پر رکھ لیا۔

''کیوں نہ ہم اس ٹیلے کے دوسری طرف جا کر اس مقبرے کو دیکھیں۔ جہاں کوئی پانچ ہزار سال سے ساکت لیٹا ہمارا انتظار کر رہا ہے۔'' لشیا دوسری طرف ڈینی سے کہہ رہی تھی۔

''دائمی نیند سونے والوں کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔'' ڈینی کے بولا۔ ''مگر ایسے لوگوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے۔ اگر تم عبرت حاصل کرنے کے موڈ میں ہو تو یوں ہی سہی۔'' ڈینی کے نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ وہ دراز قامت تھا، اور اس کا جسم بے حد متناسب تھا۔ اسے چست لباس پہننے کا شوق تھا، جس میں اس کی شخصیت نمایاں رہتی تھی۔ یہ سمجھ کر کہ وہ نہایت آسانی سے ریتلے ٹیلے پر چڑھ جائیں گے، اور تھوڑی سی دیر میں نیچے اتر کر مقبرے کو دیکھ لیں گے، وہ لاپروائی سے یہ فاصلے طے کرنے لگے۔ مگر جب وہ پچیس منٹ کے بعد اس ٹیلے پر پہنچے، تو بری طرح ہانپنے لگے تھے۔

البتہ نجانے کیوں لشیا نے یہ اثر قبول نہیں کیا تھا، اور اس کے سانس بے ترتیب نہیں ہوسکے تھے۔

''تمہاری تو بری حالت ہوگئی ہے۔ ڈینی کے جیسے تم میلوں دوڑ کر آئے ہو۔ یا پھر تمہارے پھیپھڑوں میں جان ہی نہیں ہے۔''

''خدا کی پناہ۔'' ڈینی کے نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ پہاڑی اتنی بلند ہوگی۔''

''کیوں تمہارا کیا خیال تھا کہ تم دو قدم رکھ کر اسے پھلانگ جاؤ گے۔'' لشیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

میں تمہارے پھیپھڑوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ لگتا ہے کہ ان میں کوئی خصوصی بات ہے، جس کی وجہ سے تمہارا سانس نہیں پھولا۔ ہوسکتا ہے کوئی بیماری ہی ہو۔''

''اور شاید تمہارے سینے میں قدرت نے پھیپھڑے فٹ کرنا ہی نظر انداز کر دیئے تھے۔''

ڈینی کے نے اسے غصیلے انداز میں گھورا اور لشیا ہنسنے لگی۔ ڈینی کے ریت پر بیٹھ گیا، اور پھر اس نے قریب سے گزرتی ہوئی لشیا کی ایک ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور لڑھک گئی۔ چونکہ وہ ڈھلوان پر گری تھی، اس لئے ریت پر مسلسل کسی بیلنس کی طرح لڑھکتی چلی گئی۔ اس کے حلق سے دبی دبی چیخیں اور قہقہے نکل رہے تھے۔ ڈینی کے ریت پر لیٹ گیا، اور اس نے اپنا ہاتھ اس طرح بڑھایا، جس طرح لشیا کو سہارا دے کر اوپر کھینچ لینا چاہتا ہو۔ مگر وہ لڑھک کر کافی نیچے جا چکی تھی۔ اتنا نیچے کہ وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی، اور ڈینی کے سوچنے لگا، کہ اب وہ اسے نیچے جا کر کیسے سہارا دے سکے گا۔

بڑی مشکل سے تو اوپر آیا تھا۔ اچانک ہی اسے لشیا کی ایک زوردار چیخ سنائی دی۔ یہ چیخ پہلے والی چیخوں سے مختلف تھی۔ لرزہ خیز اور خوف میں ڈوبی ہوئی۔ اس کے بعد مزید دو تین چیخیں بلند ہوئیں، اور ڈینی کے گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ پھر وہ برق رفتاری سے نیچے اترنے لگا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا، غلط ہوا تھا۔ اس نے نیچے پہنچ کر لشیا کو ایک ابھرے ہوئے پتھر کے قریب بے بسی سے پڑے ہاتھ پیر ہلاتے دیکھا۔

لشیا ہذیانی انداز سے چیخ رہی تھی، اور ایسا لگ رہا تھا کہ اب اٹھ نہیں سکے گی۔ اس کی ٹانگوں کے قریب جو ابھرا ہوا سا پتھر پڑا ہوا تھا، وہ حقیقت میں پتھر نہیں تھا، بلکہ ایک آدمی کا سر تھا، اور اس آدمی کا جسم ریت میں دفن تھا، جبکہ گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔ یہ منظر قطعی اتنا خوفناک نہ ہوتا۔ اگر اس آدمی کا چہرہ ادھڑا ہوا نہ ہوتا۔ اس کے بے جان چہرے پر سے کھال اس طرح اتری ہوئی تھی کہ اس کے جبڑے کے نیچے دانت نظر آرہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کسی خونخوار درندے نے پنجوں سے اس کا چہرہ نوچ لیا ہو۔ وہ کوئی مصری ہی تھا۔ جس کا رنگ سانولا رہا ہوگا۔ مگر اب وہ دھوپ میں جھلس کر سیاہ ہوگیا تھا۔

اور اس کے چہرے کی کھال جگہ جگہ سے چیخ گئی تھی۔

"یہ...... یہ...... یہ کون ہے؟" ڈینی کے نے سراسیمہ ہو کر کہا، اور لشیا کو کھینچ کر اٹھایا، جو اب تک ہسٹریائی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اس کی چیخیں سن کر یونٹ کے دوسرے افراد بھی آ گئے تھے۔ پیگی نے سب سے پہلے ادھڑے ہوئے چہرے والے آدمی کو دیکھ لیا تھا۔ یہ وہی آدمی تھا، جو ابوشعیب کے ساتھ خزانے کے لالچ میں ایک روز پہلے لیانوس کے مقبرے میں داخل ہوا تھا۔ پیگی نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ پھیلا دیئے، تاکہ اس کا کوئی ساتھی آگے جا کر دہشت زدہ نہ ہو جائے۔ وہ اس وقت دیر تک وہاں رہے، اور اس کے بعد بڑے وحشت زدہ انداز میں وہاں سے واپس چلے آئے۔ کافی دیر تک اس خوفناک چہرے پر تبصرہ ہوتا رہا تھا۔ پھر اس مقبرے کے تھوڑے فاصلے پر انہیں ایک نخلستان دکھائی دیا۔ یہ جگہ کیمپ لگانے کیلئے بہتر تھی۔ اس خوفناک واقعہ نے جو پیش آیا تھا، ان کے ہوش و حواس کافی خراب کر دیئے تھے، اور وہ بے حد خوفزدہ انداز میں اس نخلستان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جہاں ان کا خیال تھا کہ کیمپ لگا لیا جائے، اور اسی نخلستان میں فہدی اور زاغل بھی تھے۔ جو آرام کرنے کیلئے چھوٹا سا خیمہ لگا کر ساری رات آرام کرتے رہے تھے، اور دوسرے دن جب میں ان کے پاس پہنچا، تو وہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔

"کہو دوستو! رات کیسی گزری؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انتہائی بھیانک، رات بھر فرعونوں سے ہماری جنگ چلتی رہی۔"

"فرعونوں سے؟"

"ہاں پراسرار روحیں ہمیں یہاں سے بھگانا چاہتی تھیں۔ لیکن ہم بھاگنے والوں میں سے کہاں تھے۔ چنانچہ رات بھر ڈٹے رہے۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔"

"مگر تم بہت تر و تازہ نظر آ رہے ہو۔"

"ہاں، بھئی مجھے بس اتنی ہی تکلیف ہوئی ہے کہ میں یہاں سے اپنی جیپ میں ہوٹل پہنچا، اور وہاں سے دوبارہ تیار ہونے کے بعد یہاں آیا۔ اچھی طرح نہا دھو کر فارغ ہوا ہوں میں۔ اب میرا خیال ہے کہ ہمیں اس مقبرے کی جانب چلنا چاہیئے۔"

"آؤ۔" انہوں نے کہا، اور مقبرے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ جب ہم اس مقبرے میں داخل ہوئے، تو ہمیں ایک چھوٹا سا ہال نظر آیا۔ مگر اس ہال میں کچھ خاص چیز نہیں تھی، سوائے اس کے کہ وہاں دیواروں پر چار مجسمے نصب تھے۔ وہ بالکل اصلی لگتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ زاغل اور فہدی خزانے کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہے ہیں، اور

زاغل بول ہی پڑا۔

"کہاں ہے وہ خزانہ؟"

"بے وقوف آدمی پہلے ہمیں اس کا مقبرہ یعنی جائے مدفن تلاش کرنی چاہیئے، میرا خیال ہے ہم اس کے دائیں جانب کا دروازہ اڑا دیں، تو اس کی ممی تک پہنچ سکتے ہیں۔" میں نے خیال آرائی کی۔

"کیا تمہارا یہ خیال نقشے کے مطابق ہے۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔" زاغل غراتا ہوا باہر کھڑی ہوئی جیپ تک گیا۔ فہدی بھی اس کے ساتھ تھا۔ وزنی چٹان اور دیوار کو اڑانے کیلئے زاغل نے پہلے سے بندوبست کر لیا تھا، اور اپنے ساتھ جیلیٹن لایا تھا۔ یہ جیلیٹن بارود سے بھی زیادہ طاقتور تھا۔ اس سے اتنا زوردار دھماکہ ہوتا تھا کہ مضبوط سے مضبوط چٹان بھی اڑ جائے۔ دو بکس پچھلی جیپ کی سیٹ کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ ایک بکس لے کر وہ اندر آ گیا۔ اس دوران میں نے وہ جگہ صاف کر دی تھی۔ جہاں اس برسٹ کو رکھ کر اڑانا مقصود تھا۔ بکس سے جیلیٹن نکال کر اس نے چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں بنائیں اور کچھ کو ایسے رخنوں میں بھر دیا گیا۔ جو سلوں میں پہلے سے موجود تھے۔ پھر زاغل نے ایک فیتے کے ذریعے جیلیٹن کو آگ دکھا دی۔ ہم سب دوڑ کر دور چلے گئے۔ کچھ لمحوں کے بعد ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور اچانک وہ سنگی دروازہ اڑ گیا۔ جو ہمارے راستے میں حائل تھا۔ تھوڑی دیر تک ہم نے انتظار کیا، اور اس کے بعد پھر اس جگہ سے اندر داخل ہو گئے۔

میں چاروں طرف دیکھ رہا، اور مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، ان کے مطابق میں نے اس چبوترے کی طرف دیکھا، تو میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔

"دیکھو وہ لیانوس کی ممی ہے۔" میں نے اشارہ کیا، اور تیزی سے اس طرف دوڑ گیا۔ ممی کے بالکل قریب ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ زاغل نے اس برتن میں ہاتھ ڈال کر دیکھا، تو اس کی انگلیاں کسی چیز سے ٹکرائیں اور جب وہ ہاتھ باہر نکال رہا تھا، تو اس کے ہاتھ میں سے کچھ دانے جیسے چیز گری۔ وہ گندم تھی۔ پانچ ہزار سال پرانی گندم۔ زاغل نے وہ ایک طرف پھینک دی اور بولا۔

"یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں ایک دروازہ اس کمرے میں کھلتا ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر یہاں تو تین دروازے ہیں۔" زاغل نے کہا۔ یہ دروازے اتنے ٹھوس اور مضبوط تھے، کہ ایسا لگتا تھا کہ ان کے پیچھے کسی خزانے کے بجائے ریت کے ڈھیر ہوں۔ وہ دوسرے سرے پر پہنچا، تو اچانک ہی اس نے ایک سراسیمہ اور گھبرائے ہوئے شخص کو دیکھا۔ جو احمقوں کی طرح وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بری طرح چونک پڑے۔

انہیں انتہائی حیرت ہوئی تھی، کہ یہ زندہ انسان یہاں کہاں سے آیا۔ "کون ہو تم؟" یہاں کیسے آ گئے؟"

"مم۔ مم۔ میں اکیلا نہیں تھا۔ میرے دو ساتھی اور بھی تھے۔ وہ نجانے کہاں چلے گئے۔ وہ پاگلوں کی طرح سے بولا، اور اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا سکا۔ بہرحال اس آدمی کو وہاں سے باہر نکالا گیا، اور وہ اسے باہر لے آئے۔ فہدی اور زاغل بددل نظر آ رہے تھے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ خزانے کے حصول کیلئے مضطرب ہیں۔ لیکن میں کیا کر سکتا تھا۔ دوسری طرف نخلستان میں جینیفر اور ڈینی کے، کے ساتھیوں نے چھولداریاں لگا لی تھی۔ ایک چھولداری عورتوں کیلئے اور ایک مردوں کیلئے تھی۔ وہ وہاں خاصا کام کر رہے تھے، اور دوسری صبح کچھ کرنے کیلئے تیار تھے۔ دوسرے دن انہوں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا اور اس مقبرے کے پاس پہنچ گئے، جہاں انہیں اسٹل فوٹو گرافی کرنا تھی۔

ادھر زاغل اور فہدی کچھ بددل سے نظر آ رہے تھے۔ انہیں خزانہ نہ ملنے کا بڑا دکھ تھا، اور وہ خاص طور پہ مجھ سے نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ اس وقت زاغل ایک طرف کھڑا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا، کہ اچانک ہی کوئی چیز اڑتی ہوئی آئی، اور اس کے شانوں پر گری۔ اس نے اضطراری طور پر چیخ ماری، اور اس نے اپنی گردن کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ وہ رسی کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کے حلق سے سانپ' سانپ کی ڈری ڈری آواز نکلی، اور اس نے ایک طرف دیکھا۔

تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر چند رنگین چھتریاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک جیپ کھڑی ہوئی تھی اور دو گھوڑے کھڑے ہنہنا رہے تھے۔ ان دونوں پر عورتیں سوار تھیں۔ نجانے کیا سوچ کر زاغل نے اپنی بندوق اٹھا لی، اور ان لوگوں پر فائرنگ شروع کر دی۔

دو فائروں سے تو کچھ نہیں ہوا۔ لیکن تیسرے فائر پر انہوں نے دوڑ کر جیپ کی آڑ لے لی اور بیٹھ گئے۔ وہ اب بھی فائرنگ کی رینج میں تھے۔ اسی وقت میں اور فہدی باہر کی جانب لپکے، اور اس کے ہاتھ سے بندوق چھین لی۔"

"تم سمجھ رہے ہو۔ یہ لوگ ڈاکو ہیں۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔ یہ لوگ کسی فلم کے یونٹ سے وابستہ ہیں، اور ادھر دیکھو شاید وہ کوئی فلم بنا رہے ہیں، اور تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ ان تک پہنچ گئے۔ دونوں پارٹیوں میں دوستی ہوگئی، اور وہ لوگ یہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ مجھے اصل میں اب زاغل اور فہدی سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ کیونکہ وہ جس طرح خزانے کیلئے بے چین تھے، اور مجھ سے نفرت کا اظہار کر رہے تھے، اس سے پتہ چلتا تھا کہ جلد ہی وہ میرے خلاف کوئی محاذ بنا لیں گے۔ اس پارٹی کے مل جانے سے مجھے خاص مدد مل سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے ان سے قریب ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ لوگ مجھ سے باتیں کرنے لگے، اور انہوں نے اپنا تعارف کرایا، تو میں نے بھی ان سے دلچسپی کا اظہار کیا، لیکن پھر جب لشیا نے اس سے سوال کیا۔

"مگر خوبصورت آدمی تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"مقبرے کی سیر۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ یہ مقبرہ کس کا ہے۔"

"ہاں ایک بہت بڑے فرعون لیانوس کا مقبرہ ہے۔ یہ...... یہ سورج دیوتا کے بیٹے کی حیثیت سے مشہور ہوا تھا۔"

"آہ! تب تو یہ مقبرہ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔" لشیا نے کہا، اور کسی کا انتظار کئے بغیر مقبرے کے اندر کی جانب چل پڑی۔ اسی وقت دوسری لڑکی گیری نے بھی اسی طرف قدم بڑھائے تھے۔

"سنو۔ میری بات سنو۔ اس طرح مقبروں میں داخل ہونا اچھی بات نہیں ہوتی۔ تم تھوڑا سا رکو۔ لیکن گیری نے تو اس کی بات ہی نہیں سنی تھی۔ وہ سب اندر کی جانب چل پڑے تھے۔ ادھر فہدی اور زاغل منہ لٹکائے کھڑے ہوئے تھے۔ میں بے بسی سے انہیں دیکھنے لگا تھا۔ پھر میں نے بے بسی سے ان سے کہا۔

"میں انہیں روک نہیں سکتا تھا۔"

"جہنم میں جاؤ تم۔ جاؤ مردان کے ساتھ۔"

"آؤ میرے ساتھ اندر آؤ۔" میں نے کہا، اور ہم لوگ پھر اندر کی طرف چل پڑے۔ اندر جگہ جگہ مشعلیں جل رہی تھیں، اور محدود سی روشنی ہو رہی تھی۔ مگر اس روشنی میں انہوں نے دنیا کا حیرت انگیز منظر دیکھا۔ در و دیوار پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ چار مجسمے دیواروں پر نصب تھے، اور یوں لگتا تھا، جیسے ان کی آنکھیں چمک رہی ہوں، اور وہ کسی وقت بھی چلنے پھرنے والے ہوں۔ دونوں لڑکیاں انہیں دیکھ کر سہم گئیں۔ ادھر لیانوس کی ممی بھی نظر آ رہی تھی، اور وہ

ایک دوسرے کو سمجھا رہے تھے کہ کسی مردہ شخص سے بھلا کسی کو کیا خوف ہوسکتا ہے۔ یہ تو پانچ ہزار سال پرانی ایک لاش ہے۔ جو ساکت پڑی ہے۔ اسے دیکھ کر کیوں ڈرتے ہو۔''

''خدایا! کتنی حیرت انگیز جگہ ہے یہ۔'' ڈینی کے نے اس کے درودیوار پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

''میں یہاں اسٹلز بنانا چاہتا ہوں۔ اس ممی کے ساتھ۔ جب ماڈلز کی تصویریں شائع ہوں گی تو قیامت آجائے گی۔''

''تو پھر آؤ۔ باہر چل کر سامان اٹھا لائیں۔'' ہیگی نے کہا۔ وہ اس وقت رنگین پھولدار شرٹ میں بہت حسین لگ رہا تھا، اور سب باہر گئے۔ تو میرا پارہ چڑھ گیا۔ میں نے زاغل کو گالیاں دیتے ہوئے کہا۔

''کتے یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے۔ اگر تو ان لوگوں پر فائر نہ کرتا، تو یہ ہماری طرف متوجہ ہی نہ ہوتے۔''

''تم مجھ سے فضول باتیں مت کرو۔ میں کہتا ہوں خزانہ کہاں ہے۔''

''جہنم میں گیا تو اور وہ خزانہ تو کیا سمجھتا ہے۔ خزانہ میری جیب میں ہے کیا۔'' دیوانہ ہوگیا ہے تو۔''

''اب مجھے بتاؤ کرنا کیا ہے؟'' فہدی نے کسی قدر نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا' فہدی۔ سوائے اس کے کہ یہ لوگ یہاں اسٹلز بنانے لگے ہیں، تو ہم اپنے کام میں مصروف ہوجائیں گے۔''

''آہ کاش! کسی طرح ان لوگوں کو یہاں سے چلتا کیا جاسکے۔''

میں خود بھی غور کر رہا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد وہ لوگ اپنا سامان اٹھا کر وہاں لے آئے۔ انہوں نے جگہ جگہ اپنے کیمرے فٹ کردیئے، اور فلڈ لائیٹیں نصب کردیں۔ ان کے پاس انتہائی طاقتور بیٹری بھی تھی، جس سے انہوں نے اپنی لائٹس روشن کرلی تھیں۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ مقبرہ جو مردہ اور کہن رسیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اچانک جگمگا اٹھا۔

اس کے درودیوار میں جیسے جان پڑ گئی۔ لائٹیں اتنی تیز تھیں کہ مقبرہ چمک اٹھا تھا۔ وہ لوگ ممی کو پس منظر میں لیتے ہوئے تصویریں بنانے لگے۔ لشیا بہت خوش تھی۔ وہ اپنے آپ کو زمانہ قدیم میں فرعونوں کے دربار میں محسوس کر رہی تھی۔ میں زاغل اور فہدی ان لوگوں کی کاروائی دیکھ رہے تھے۔ فلڈ لائٹوں کی روشنی بہت تیز تھی، اور اس کی حدت سے وہ پسینہ پسینہ ہوئے جا رہے تھے۔ اسی اثنا میں میں نے ایک حیرت انگیز چیز دیکھی۔ وہ یہ کہ لیانوس کے جسم

پر جو مصالحہ لگا ہوا تھا وہ پگھلنے لگا تھا۔ مگر بہت ہی خفیف انداز میں گاڑھی سیاہ لکیروں کی صورت میں یہ مصالحہ پٹیوں کے کناروں سے بہہ بہہ کر پگھلنے لگا۔ اس میں ننھے ننھے بلبلے اٹھ رہے تھے۔

پھٹ' پھٹ...... پھس پھس' کی آوازیں آرہی تھیں۔ لیکن وہ لوگ اس سے بے خبر تھے، اور اپنی تصویر کشی میں مصروف تھے۔ میں نے ایک لمحے کیلئے کچھ سوچا، اور پھر آگے بڑھ کر جیب سے چاقو نکالا اور بیٹری کے تار کاٹ دیئے۔ مقبرے کے اندر تاریکی چھا گئی۔ لیکن چونکہ مشعلیں روشن تھیں، اس لئے مدھم روشنی فضا میں پھیل گئی۔ وہ سب بری طرح چونک پڑے تھے، اور بیٹری کی طرف سے پریشان نظر آرہے تھے، اور انہیں تو کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ یہ سب میری کارروائی ہے۔

اچانک ہی ٹرمینل سے نکلے ہوئے وائر سے لشیا کے ہاتھ پر ایک زوردار شاٹ لگا۔ وہ ایک اضطرابی چیخ کے ساتھ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ ڈینی نے اسے بازو میں اٹھایا، اور اٹھا کر باہر لے آیا۔ لشیا بے ہوش ہوگئی تھی۔ جب مقبرہ سنسان ہوگیا، اور وہ لوگ وہاں سے نکل گئے تو میں نے زاغل سے کہا۔

''میرا خیال ہے اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ ہم کوئی مزید دھماکہ بھی نہیں کرسکتے۔''

''آؤ۔ میں تو کچھ نہیں جانتا کہ اب ہمیں کوئی کامیابی حاصل ہوسکے گی۔'' میں نے ایک نظر لیانوس کے جسم پر ڈالی اور مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ غالباً یہ ہی احساس زاغل کو بھی ہوا تھا۔ کیونکہ وہ تیزی سے اس کے پاس دوڑا تھا۔ میرا اور زاغل کا خیال بالکل درست تھا۔ ممی کے پاس ایک تھیلا پڑا ہوا تھا، اس تھیلے میں لیانوس کی سونے کی چھڑی اور استعمال میں آنے والی دوچار چیزیں اور نکلیں۔

وہ سب سونے کی تھیں۔ اندازاً ان کا وزن پچیس کلو کے لگ بھگ ہوگا۔ زاغل خوشی سے چیخ پڑا۔

''دیکھو۔ دیکھو۔ تم خزانہ تلاش کرتے رہ گئے، اور میں نے اسے پالیا۔ وہ اپنی دھن میں کہہ رہا تھا۔ اس نے وہ پچیس کلو سونا خوشی سے اپنے بغل میں دبائے ہوئے اس ہال سے آگے نکلنے کی کوشش کی، مگر اچانک ہی اس کے حلق سے ایک دردناک آواز نکلی۔ دروازے کے اوپری حصے سے پتھر کی ایک سل آہستہ آہستہ نیچے گرنے لگی۔ لیکن جب وہ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا، تو اچانک ہی اسے کسی نے پیچھے کی طرف سے پکڑ کر اندر کی طرف کھینچ

لیا۔ مجھے اور فہدی کو احساس بھی نہ ہوسکا، کہ زاغل ہمارے ساتھ ساتھ باہر نہیں آیا ہے۔

ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے، اور پھر ہم نے باہر نکل کر زاغل کو آواز دی۔ لیکن زاغل کا کہیں پتہ نہیں چلا تھا۔"

"ارے یہ کہاں چلا گیا؟"

"کہیں سونا لے کر بھاگ نہ گیا ہو؟"

"کمال کرتے ہو۔ کہاں جاسکتا ہے وہ؟" یہ تمام باتیں ہم کر رہے تھے۔ لیکن ہم نے دیکھا، کہ اچانک ہی وہ لوگ واپس آرہے ہیں۔ لیشا' ڈینی کے' نے پھر ایک بار اپنا کام شروع کردیا تھا۔ وہ اس کام کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ لشیا کی حالت بھی بہتر نظر آرہی تھی، اور وہ بہت ہی عجیب وغریب نظر آرہی تھی۔ کیونکہ اس وقت انہوں نے قدیم مصری عورتوں کا سا روپ دھار رکھا تھا۔

بہرحال ہم لوگ زاغل کو تلاش کرتے رہے۔ جس کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا۔ وہ وزنی سونے سمیت غائب ہوچکا تھا، اور اس کا ساتھی فہدی سخت پریشان ہورہا تھا۔ ان لوگوں نے بیٹری کے تار درست کرکے ایک بار پھر اس جگہ کو روشن کرلیا تھا۔ انہیں ہماری مشکل کا کوئی پتہ نہیں تھا، کہ ہم اپنے آدمی کو کہاں کہاں تلاش کررہے تھے۔ ایک بار پھر وہی ہوا۔ یعنی لیانوس کی ممی کے جسم سے مصالحہ پگھلنے لگا، اور ہزاروں سال سے آوارہ گھومنے والی لیانوس کی روح کو موقع مل گیا، اور وہ مقبرے میں داخل ہوکر لیانوس کی ممی کے گرد منڈلانے لگی۔ اس لئے کہ ممی کا جسم گرم ہوچکا تھا، اور اس کی رگیں جان پکڑتی جارہی تھیں۔ ان حیرت انگیز مصالحوں کی وجہ سے اس میں زندگی کا عمل پھر سے شروع ہوگیا تھا۔ تین گھنٹے کے بعد ڈینی کے نے اپنا کام ختم کرلیا۔

پھر انہوں نے لائٹیں بجھائیں اور وہاں سے باہر نکل آئے۔ اپنے کیمرے اور دوسرا سامان بھی انہوں نے وہیں پڑا رہنے دیا تھا، اور اندر وہ عمل ہورہا تھا۔ جو اگر غور کیا جائے، تو ناممکنات میں سے تھا۔

لیکن یہ ہی ناممکنات اس وقت ممکن ہورہے تھے، اور یہ ہی مصر کی تاریخ کے وہ پراسرار باب تھے، جن کے بارے نجانے کیا کیا کہانیاں مشہور تھیں۔ مقبرے میں تاریکی پھیلی لیانوس کی روح اس کے جسم میں داخل ہوئی، اور وہ جھرجھری لے کر بیدار ہوگیا، اس کے جسم کے بہت سے اندرونی حصے ایک پیالے میں نزدیک ہی رکھے ہوئے تھے۔ مگر اب سوکھ کر اپنی ہیئت تبدیل کرچکے تھے۔ اس لئے لیانوس نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ اس نے اپنے چہرے

کی پٹیاں ہٹا دیں، تاکہ اچھی طرح سے سانس لے سکے، اور اس تبدیل شدہ ماحول کو دیکھ سکے۔

اس کا چہرہ سوکھ چکا تھا، مگر مصالحہ لگا ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ ادھڑا ہوا سا محسوس ہورہا تھا۔ ممکن ہے آئینہ دیکھ کر وہ خود بھی ڈر جاتا۔ پٹ' پٹ' پٹ اس نے اپنی پلکیں جھپکائیں، اور تابوت سے نکل آیا۔

"کروچ۔ کروچ۔ کروچ۔" پانچ ہزار سال بعد چلنے سے اس کی ہڈیاں چرمرا رہی تھیں، اور عجیب عجیب آوازیں پیدا کررہی تھیں۔ اس نے مقبرے میں گھوم کر دیکھا۔ کچھ بھی تو تبدیل نہیں ہوا تھا۔ پانچ ہزار سال پہلے اس نے جس طرح اپنے مقبرے کو بنوایا تھا۔ وہ ویسا ہی تھا۔ البتہ وہاں کچھ عجیب وغریب چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ جسے اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

◆◆◆

وہ لوگ نخلستان کے کیمپ میں پہنچ گئے تھے۔ ڈینی کے اور ہیگی نے رات کیلئے خاص پروگرام بنایا تھا۔ انہوں نے طے کیا تھا کہ رات قاہرہ کے شراب خانے میں گزاری جائے۔ کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ مصری رقاصائیں بیلے ڈانس بڑے انوکھے انداز میں کرتی ہیں۔ البتہ جب وہ چلے گئے، تو انہی میں سے ایک آدمی نے گٹار سنبھال لیا، اور ایک قدیم رومی گیت کی دھن بجانے لگا۔ جو اس نے بہت محنت سے سیکھی تھی۔ لشیا خود بھی قاہرہ جانا چاہتی تھی۔ لیکن ڈینی کے نے اسے لفٹ نہیں کرائی۔ اس کا موڈ آف ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ ویرانے میں گھوم رہی تھی، اور چاندنی رات کا سحر اسے پریشان کر رہا تھا۔

چاند کھجور کے درختوں میں اٹکا ہوا تھا، اور وہاں ہر طرف مدھم سی روشنی پھیل رہی تھی۔ لشیا گھوڑے کی سواری کرنا چاہتی تھی، اور راستے واضح اور صاف تھے۔ اس لئے گھوڑے پر گھومنے پھرنے میں کوئی دقت نہیں ہوسکتی تھی۔ لشیا نے سوچا کہ جب وہ واپس جائے گی، تو اپنی دوستوں کو چاندنی رات میں کی جانے والی رائیڈنگ کے بارے میں بتائے گی، جو صحرائے مصر میں کی گئی تھی۔ اس مصر میں جہاں انوکھی کہانیاں جنم لیتی ہیں، اور جہاں فرعون کی روحیں آزاد اور آوارہ پھرتی ہیں۔ اس نے اپنا سفید گھوڑا جن درختوں میں باندھا تھا۔ دو روز میں لشیا کی اس سے کافی دوستی ہوگئی تھی۔ اس لئے وہ اسے دیکھ کر مخصوص انداز میں ہنہناتا تھا۔ مگر اس وقت خاموشی چھائی ہوئی تھی، اور گھوڑے کی مانوس آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

لشیا کچھ اور آگے بڑھی، تو اس نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ حیرت انگیز کے ساتھ ساتھ وہ منظر وحشت ناک بھی تھا۔ اس نے دیکھا کہ گھوڑا زمین پر پڑا ہوا ہے، اور ساکت ہے۔ اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا، اور زمین پر خون بہہ رہا تھا۔ اس کی سفید شفاف کھال پر جابجا سرخ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ لشیا کو ابکائی سی آنے لگی، اسے یوں لگا، جیسا اس کا معدہ منہ میں آنے لگا ہو، اور تمام چیزیں باہر آنے والی ہوں۔

وہ۔ اوہ۔ او۔ کرتی ہوئی پیچھے ہٹی، اور پھر بھاگنے لگی۔ مگر زیادہ دور تک نہیں جاسکی تھی، اور درختوں کے جھنڈ میں کھڑے ایک شخص سے ٹکرا گئی۔ وہ شخص عربی میں اس سے کچھ کہنے لگا۔

اس کا چہرہ بہت بھیانک تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کسی طاقتور درندے نے اپنے پنجوں سے اس کا چہرہ نوچ لیا ہو۔ وہ ابوشعیب تھا، اور اب تک اپنے ساتھیوں کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے دونوں ساتھی۔ اس کی طرح ہولناک حادثے کا شکار ہوئے تھے، اور اس کے بعد وہ زندہ نہیں بچ سکے تھے۔ لشیا کے کانوں میں صرف دو الفاظ ٹکرا رہے تھے۔ یہ غالباً ان دونوں کے نام تھے۔ مگر وہ ان الفاظ سے متاثر نہیں تھی۔ اسے تو وہ چہرہ اتنا پریشان کر رہا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں اتنا ہیبت ناک چہرہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر چیخنے لگی۔ بتدریج اس کی چیخیں ہذیانی آوازوں میں تبدیلی ہوتی گئیں۔ وہ چیخیں جب اس کے ساتھیوں تک پہنچیں، تو اس نے اپنا گٹار ایک طرف پھینکا، اور دوڑتا ہوا وہاں آ گیا۔ لشیا الٹے پاؤں سسک رہی تھی، اور نہیں نہیں کہتی ہوئی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ گٹار نواز نے اس کا رخسار تھپتھپا کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"وہ...... وہ...... گھوڑا...... آدمی۔"

"گھوڑا...... آدمی۔؟" وہ حیرت سے بولا۔

"وہ آدمی بہت بھیانک ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسے آدمی نہیں دیکھے۔" لشیا نے کہا۔

"کہاں ہے وہ؟"

"ان درختوں میں۔ اس کا چہرہ بہت بھیانک ہے۔"

گٹار نواز لشیا کو بازوؤں میں لے کر کیمپ کی جانب چل پڑا۔ لشیا لڑکھڑا رہی تھی۔ پھر اس نے درختوں میں جا کر اس آدمی کو دیکھا، اور اسے دھکا دے کر وہاں سے ہٹایا۔ لیکن اس گھوڑے کو دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ جسے وہ اسٹلز کھینچنے اور بار برداری کے کاموں کیلئے لائے تھے۔ گھوڑے کا پیٹ کسی درندے نے بری طرح چیر کر رکھ دیا تھا۔ اس کے چاروں طرف خون ہی خون دکھائی دے رہا تھا۔ گھوڑے کو دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ پھر وہ بری طرح بھاگا، اور وہاں پہنچ گیا، جہاں میں اور زاغل کھڑے ہوئے تھے۔ ہم لوگ یہ چیخیں سن کر حیران رہ گئے تھے۔

بہر حال بڑی مسئلے مسائل والی بات تھی، اور سمجھ میں نہیں آتا تھا، کہ کیا کیا جائے۔ تمام کردار وہاں جمع ہو گئے تھے، اور بڑی عجیب وغریب کیفیت کا شکار تھے۔ خاص طور پر وہ دیوانی بڑھیا۔ ہاتھ لہراتی اور واہی تباہی بکتی ہوئی، مقبرے کی طرف دوڑتی ہوئی نظر آئی، اور اس نے جب اندر داخل ہو کر لیانوس کا تابوت دیکھا، تو وہ خالی تھا۔

"لیانوس سورج دیوتا کا بیٹا زندہ ہوگیا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ان لوگوں نے روشنیاں کر کے تجھے جگا دیا۔ اب تباہی اور بربادی ان کا مقدر ہے۔ اے عظیم لیانوس تو کہاں ہے۔ دائیں جانب سے ہلکی سی آہٹ ہوئی، تو اس نے مڑ کر دیکھا۔

بھیانک چہرے والی ممی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے دیدے آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔"

"لیانوس تو زندہ ہے۔ میرے عظیم فرعون!" بڑھیا نے کہا، اور عقیدت سے آگے بڑھ گئی۔ پٹیوں میں لپٹی ہوئی ممی سے اسے خوف محسوس نہیں ہوا تھا، وہ حیرت اور خوشی سے سرشار تھی کہ وہ اپنے پانچ ہزار سال پرانے فرعون کو جیتی جاگتی حالت میں دیکھ رہی ہے۔ یہ فرعون وہی تھا، جس کی نسل سے وہ خود تھی۔

"لیانوس تو میرا جد امجد ہے۔" اس نے والہانہ انداز میں کہا، اور عقیدت سے اس کے قریب چلی گئی۔ اسی وقت لیانوس نے ایک عجیب سی حرکت کی۔ اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر بڑھیا کی گردن تھام لی۔

"لیانوس! لیانوس یہ میں ہوں۔ تیری نسل کی نمائندہ۔" لیانوس اسے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اور اس کی ہاتھوں کی گرفت بتدریج بڑھتی جا رہی تھی۔ بوڑھی عورت نے اس کی کلائیاں تھام لیں، لیکن وہ اس کی گرفت سے خود کو نہ چھڑا سکی، اور اس کا سفاکانہ اور جابرانہ انداز دیکھ کر اس کے جسم میں خوف و دہشت کی لہریں اٹھنے لگی تھیں۔

"لیانوس! میں۔ تیری...... تیری۔" وہ بلبلائی۔ لیکن لیانوس کی سماعت شاید اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی، اور وہ کچھ سننے سے عاری تھا۔ اس لئے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ بوڑھی عورت کی آنکھیں باہر نکل پڑیں۔

"مجھے...... مجھے چھوڑ۔ غوں...... غوں۔" اس کے حلق سے عجیب وغریب آوازیں نکلنے لگیں، اور وہ اپنی گردن کو چھڑانے کیلئے بری طرح ہاتھ پاؤں چلانے لگی۔ لیکن لیانوس کے فولادی ہاتھ مسلسل دباؤ ڈال رہے تھے، اور وہ بوڑھیا کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ بوڑھی رو رہی تھی گڑگڑا رہی تھی۔ واویلا کر رہی تھی۔ لیکن لیانوس پر اس کا کوئی اثر نہیں تھا۔ پھر اس کا جسم بری

طرح کانپنے لگا، اور اس کے حلق سے ایک لرزہ خیز خرخراتی ہوئی آواز نکلی، اور وہ ساکت ہو گئی۔

لیانوس نے اس کی لاش فرش پر پھینکی، اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ سورج دیوتا کا بیٹا تھا۔ اس لئے روحانی طور پر طاقت رکھتا تھا، اس نے گردوپیش میں واقع مقبروں سے اپنے خادموں کو جگایا، اور ایک طرف کو بڑھ گیا۔ اس کے خدمت گاروں کی تعداد چار تھی، وہ بڑے کاہن کے سحر کی وجہ سے سوئے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی روحیں وہیں منڈلا رہی تھیں، لیانوس کا اشارہ پا کر وہ ان کے جسموں میں داخل ہو گئیں۔

◆◆◆

سیاہ فام میک اپ وومن نے ڈینی کے سے کہا۔

"میں اب یہاں رکنا نہیں چاہتی۔ مجھے واپس بھجوانے کا بندوبست کر دو، اور وہاں سے کسی دوسری میک اپ وومن کو طلب کر لو۔"

"لیکن آخر کیوں؟ کیا تم خوفزدہ ہو؟"

"نن...... نہیں تو۔"

"پھر؟"

"میرا ہاتھ دیکھو۔ میرا ہاتھ دیکھو کس بری طرح سے جل گیا ہے۔"

"میں نے قاہرہ میں اس کی بینڈیج کرائی تھی، اور اس سے تمہیں آرام آ گیا تھا۔ تمہاری کھال جھلس گئی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جا کر ٹھیک ہوگی۔ تم واپس جا کر کیا کرو گی۔ اب صرف دو تین دن کا کام رہ گیا ہے۔" ڈینی کے نے کہا۔

"نہیں میں اب تین گھنٹے بھی یہاں نہیں ٹھہروں گی۔"

"تم بچوں کی طرح باتیں کر رہی ہو۔"

"میں بھی جانا چاہتی ہوں۔" لشیا نے کہا۔ "یہ سرزمین بہت پراسرار اور کافی حد تک خوفناک بھی ہے۔ میں یہاں ایک منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتی۔"

"ہم دونوں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتیں، اور تم ہمیں روکنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔" نیگرو لڑکی نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا، اور وہ عجیب وغریب کیفیت کا شکار تھی۔

"کام ختم ہونے کے بعد میں تمہیں بونس بھی دلواؤں گا۔" ڈینی کے نے کہا۔

"دیکھو میں پھر بھی تمہیں بتاؤں کہ میں جانا چاہتی ہوں۔ نجانے کیوں مجھے اپنی زندگی

خطرے میں محسوس ہوتی ہے۔ بہرحال دوسری صبح انہوں نے پھر مقبرے میں شلز بنائیں۔ کسی نے انکشاف کیا کہ لیانوس کی ممی اپنے تابوت سے غائب ہے۔ یونٹ کو حیرت ہوئی، اور تھوڑی دیر بعد یونٹ کے افراد اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔

انہیں مردہ شخص یا ممی سے کیا لینا تھا۔ اس روز وہ سب فوٹو گرافی کر چکے تھے۔ یہ کام بھی ختم ہوا، تو وہ تیز لائٹوں سے بچنے کیلئے ایک طرف ہوگئے۔ ادھر گیری مقبرے کے دوسری طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ وہاں ٹہلتی رہی، اور پھر یہ سوچ کر آگے چلی گئی کہ مقبرے کا وہ حصہ اس نے نہیں دیکھا ہے۔ آگے تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ مزید آگے بڑھی پھر دائیں جانب مڑ گئی۔

جہاں اسے خوفناک چہرے والا آدمی دکھائی دیا۔ مگر وہ آدمی نہیں ممی تھی۔ اس کا چہرہ ادھڑا ہوا تھا، اور اس کی آنکھیں تاریکی میں چمک رہی تھیں۔ گیری کے حلق سے ایک چیخ نکلی، اور وہ پلٹ کر بھاگنے لگی۔ لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ راستہ بھول چکی ہے۔ اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں، اور یہ چیخیں سب سے پہلے میں نے سنیں۔ میں جو اس مقبرے کے تمام گوشوں سے واقف ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے بھاگا۔ میں نے آواز کی سمت کا تعین کر کے دوڑنا شروع کر دیا۔

اور جب میں اس جگہ پہنچا، جہاں گیری کھڑی ہوئی تھی۔ تو میں نے بھی اس ہیبت ناک شخص کو دیکھا۔ جس کا جسم پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا، اور چہرہ ادھڑا ہوا سا ہی مائل تھا۔ وہ گیری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے گیری کا ہاتھ تھاما، اور اسے ایک طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ گیری پر اتنا خوف طاری تھا کہ وہ وہیں کھڑی ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ اچانک ہی میں گیری پر ٹوٹ پڑا، اور میں نے اسے اس آدمی کی گرفت سے بچا لیا، اور پھر اسے اپنے کاندھے پر اٹھا کر اس طرف دوڑ لگا دی، جہاں یونٹ کام کر رہا تھا۔

میں واپس آیا۔ تو سب لوگ ہی خوفزدہ تھے، اور قاہرہ واپس جانے کیلئے ضد کر رہے تھے۔ بہرحال ان لوگوں آپس میں جو کچھ بھی طے کیا ہوا ہو۔ ہیگی' میک اپ وومن کے ساتھ بازار میں اترا تو اس وقت آٹھ بجے کا عمل تھا۔ قہوہ خانے اور شاپ پر کافی ہجوم تھا۔ وہ میک اپ وومن کو لے کر ایک قہوہ خانے میں بیٹھ گیا۔ وہاں اس نے اس کیلئے قہوہ منگوایا۔ میک اپ وومن کافی خوفزدہ تھی، اور پریشان نظر آرہی تھی۔

''میں تمہیں کہاں کی سیر کراؤں، تاکہ تمہارا ذہن صحیح ہو۔ آؤ۔ میرے ساتھ۔'' وہ اسے لے کر ایک طرف چل پڑا۔

نجانے کون اس کی راہنمائی کر رہا تھا۔ وہ ایک مکان میں داخل ہوا، تو اچانک ہی اس نے دیکھا کہ ایک مصری ممی وہاں موجود ہے۔ لیکن اس کے بعد چار اور ممیاں وہاں سے باہر نکل آئیں، تو ہیگی کے پورے بدن میں شدید تھرتھری طاری ہوگئی۔ اسے یوں لگا، جیسے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔

چنانچہ اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا، اور اس کے بعد وہ وہاں سے گیری کا ہاتھ پکڑ کر دوڑ پڑا۔ اسے واقعی شدید دہشت کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر ان تمام لوگوں نے بغاوت کی، اور کہہ دیا کہ اب وہ ان مقبروں کی طرف رخ نہیں کریں گے، جہاں اس قدر ہیبت ناک صورتحال پیش آگئی ہے۔

زاغل اور فہدی بھی مجھ سے بغاوت پر آمادہ ہوگئے تھے۔ درحقیقت میں نے ایک بہت ہی پراسرار مقبرہ دریافت کر لیا تھا۔ لیکن جس صورتحال سے میں دوچار ہوا تھا۔ وہ ناقابل یقین تھی۔ میرے ذہن میں عجیب وغریب کیفیات پیدا ہو رہی تھیں۔ اس دن میں ہوٹل عشیرہ میں بیٹھا یہ ہی سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کوئی نئی ٹیم بنانی چاہئے۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ ڈینی کے' کی ٹیم وہاں سے واپس چلی گئی ہے۔

درحقیقت یہ لوگ بھی وہاں سے کچھ حاصل نہیں کر سکے تھے، بلکہ انہیں اپنے چند لوگوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تھے۔

ادھر زاغل اور فہدی بھی غائب ہو چکے تھے۔ مجھے ان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا تھیں، کیونکہ یہ وہ دونوں تھے، جنہیں اس مقبرے کا راز معلوم ہو چکا تھا۔ لیانوس کی ممی آزاد ہو چکی تھی، اور وہ نجانے کس کیفیت کا شکار تھی، اور اس کے ہاتھوں لوگوں کو نقصان پہنچ رہا تھا۔

پھر اس دن اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا انہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا، کہ اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاس آکر بیٹھ گیا ہے۔ میں نے حیرت سے دیکھا، وہ مجھے ایک چمکدار ممی کی صورت میں نظر آرہا تھا۔ میں نے دہشت بھرے انداز میں کہا۔

''تم.....تم.....تم.....لیانوس۔''

''نہیں۔ میرے دوست! میں غفان حوری ہوں۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ناں کہ جب بھی تم مشکل کا شکار ہوگے، میں تم سے دور نہیں ہوں گا۔''

میرے دل کو ایک عجیب سی ڈھارس کا احساس ہوا۔ غفان حوری کے بارے میں، میں نے یہ ہی اندازہ لگایا تھا، کہ بے شک اسے کچھ معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ لیکن اس نے سو

فیصدی مجھے دھوکہ دیا تھا۔ وہ کسی بھی شکل میں زندہ حالت میں نہیں تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا، تو حوری نے کہا۔

"تم اب تک جو کچھ کر چکے ہو۔ یہ بہت کافی ہے، اور یہ مت سوچنا کہ کہانی ختم ہوگئی۔ اصل میں ان لوگوں کی مداخلت نے صورتحال بگاڑ دی۔ ورنہ تم ضرور اس سلسلے میں کامیاب ہوجاتے۔ تم یقیناً کامیابی کی منزلوں کو چھو چکے تھے۔ لیکن افسوس یہ نہیں ہوسکا، جو ہونا چاہئے تھا۔ البتہ پریشان نہ ہونا۔ لیانوس وہ خزانہ کسی کیلئے نہیں چھوڑے گا، اور اگر تمہارے ذہن میں یہ خیال ہے کہ فہدی اور زاغل دوبارہ اس خزانے تک جانے کی کوشش کریں گے، تو یہ خیال دل سے نکال دو۔ وہ دونوں اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہیں۔"

"ذہنی توازن کھو چکے ہیں؟"

"ہاں صورتحال ایسی ہی پیش آ گئی تھی۔ اب وہ کبھی خواب میں بھی اس طرف کا رخ نہیں کریں گے، اور لیانوس کے بارے میں تمہیں بتادوں کہ لیانوس نے اپنے مقبرے کو بند کرلیا ہے۔ وہ وہاں بیٹھ کر اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں منصوبے بنا رہا ہے۔"

"لیانوس۔"

"ہاں میرے دوست مصر کی زمین نہایت پراسرار ہے۔ تم اس سرزمین کے رازوں کو نہیں جان سکتے۔ یہ بڑے سنسنی خیز راز ہیں، اور تمہیں ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا۔ کیا سمجھے؟"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"میں تمہیں ایک پتہ بتا رہا ہوں۔ یہاں سے صبورہ چلے جاؤ۔ لیکن یہاں سے جانے سے پہلے ذرا تم یہ صفحات پڑھ لو۔ میں نے قدیم مصری زبان سے تمہاری زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس سے تمہیں وہ صورتحال معلوم ہوگی، جس کا میں شکار ہوا تھا۔ اس پورے واقعہ کو اس یقین کے ساتھ پڑھنا کہ اس میں سچائی ہے۔"

"لیکن غفان حوری! اس خزانے کا کیا کیا جائے۔ جسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"نہیں میرے دوست! ابھی نہیں۔ دیکھو میرے دوست میں نے تمہیں بتا دیا ہے، کہ جو خزانہ تمہیں حاصل ہوجائے گا۔ تم اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن تھوڑا صبر کرو۔ جن لوگوں نے صبر نہیں کیا۔ وہ زندگی سے دور ہوگئے۔ سمجھ رہے ہو ناں۔ میری بات۔ انہیں صبر کرنا ضروری تھا۔ اگر وہ صبر کرلیتے تو یقین کرو کہ وہ کامیاب ہوجاتے۔" میں نے

ٹھنڈی سانس لے کر وہ اوراق غفان حوری سے لے لئے۔ جو مجھے صرف کاغذ کی شکل میں نظر آ رہے تھے۔ ان اوراق میں جو کچھ تحریر تھا، وہ واقعی انتہائی حیران کن تھا۔

لیکن میں سمجھ نہیں سکا تھا کہ غفان حوری نے مجھے یہ صفحات کیوں دیئے ہیں۔ بہرحال میں نے ان کی ورق گردانی شروع کردی، اور اس تحریر کو بڑے غور وخوض سے پڑھنے لگا۔

◆◆◆

دربارِ مصر پر یکلخت سناٹا چھا گیا۔ نقیب اپنے مخصوص انداز میں بادشاہ کی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔ اہل دربار کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں، اور سانس بھی اس احتیاط سے لے رہے تھے' گویا جسم سے اس کا رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ کچھ دیر بعد نوجوان فرعون رغ آمنس اپنے پورے شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ دربار میں داخل ہوا، اور امراء' وزراء ومصاحبین فوراً سجدے میں گر گئے، اور فرش کو چاٹتی ہوئی زبانوں سے "یا ایزد...... یا مزوک......" کی آوازیں ابھرنے لگیں۔

فرعون نے سجدہ ریز درباریوں پر ایک نگاہ غلط ڈالی، اور ایک شان تمکنت کے ساتھ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوگیا۔ پھر اس نے اپنا سونے کا عصاء فرش پر مارا، اور تمام درباری وہ مخصوص آواز سن کر سجدے سے اٹھ گئے، اور دست بستہ کھڑے ہوگئے۔

فرعون آمنس ایک خودسر اور متلون مزاج بادشاہ تھا، اور ہر لمحے کوئی نہ کوئی حکم جاری کرتا رہتا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اس کے احکامات میں رعایا کی بہبود اور خوشحالی کا کوئی عنصر شامل نہ ہوتا تھا' بلکہ وہ اپنی شان وشوکت بڑھانے کا سامان کرتا تھا۔ اس روز بھی درباری متجسس تھے کہ دیکھئے' نوجوان بادشاہ آج کس خواہش کا اظہار کرتا ہے۔

فرعون نے درباریوں پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی، اور اپنے عصاء سے وزیرخزانہ کی جانب اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"آمون! تو جانتا ہے' شاہی خزانے کی عمارت شکستہ ہوگئی ہے، اور غیر محفوظ بھی ہے۔"

ہوشیار وزیر اپنے بادشاہ کا اشارہ سمجھ گیا، اور کورنش بجالا کر بولا۔

"آقا! غلام کو اس بات کا شدت سے احساس تھا، اور اس سلسلے میں اپنی حقیر رائے پیش کرنے کیلئے مناسب وقت کا منتظر تھا۔"

فرعون نے پوچھا۔ "تو اس بارے میں کیا خیال رکھتا ہے؟"

وزیرخزانہ نے جواب دیا۔ "ناچیز کے خیال میں شاہی خزانے کیلئے نئی عمارت تعمیر کی جانی چاہئے، جو بے حد مضبوط اور انتہائی محفوظ ہو۔"

فرعون نے کسی قدر تعریفی انداز میں کہا۔ "تو نے ہمارے دل کی بات کہہ دی' بس آج

ہی سے نئی عمارت کی تعمیر کا کام شروع کرادے، اور عمارت ایسی ہو کہ دنیا میں اس کی مثال نہ ملے، مگر ایک بات غور سے سن! شاہی خزانے کی عمارت کو چھ ماہ کے اندر مکمل ہو جانا چاہیے۔ ہم ایک دن کی تاخیر بھی برداشت نہیں کریں گے۔

ایک وسیع و عریض عمارت کی تعمیر کیلئے چھ ماہ کی مدت اگرچہ بہت کم تھی، لیکن بادشاہ کے آگے دم مارنے کی آمون میں جرأت نہ تھی، جبکہ وہ یہ بات جانتا تھا، کہ اگر چھ ماہ سے ایک دن بھی زائد ہو گیا، تو فرعون کا شاہی عصا اس کی کھوپڑی کو پاش پاش کر دے گا۔

تعمیر شروع ہو گئی۔ سینکڑوں مستری، مزدور اور کاریگر کام پر لگا دیئے گئے۔ دن رات کام ہونے لگا۔ تپتی دھوپ میں بھی مزدوروں کو چین سے نہ بیٹھنے دیا جاتا، جبکہ اس وقت سو دروازوں کے قدیم شہر یشبتہ پر آفتاب کی حرارت کے پُراثر سحر سے خوابِ غفلت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ بازاروں، گلیوں اور مکانوں کے باہر قبرستان کی سی خاموشی چھا جاتی۔ عبادت گاہوں اور سرکاری عمارتوں کے میناروں، اور برجیوں سے آگ کے شعلے بلند ہوتے محسوس ہوتے، اور یوں لگتا گویا عیش و عشرت کے قہقہوں اور مسکراہٹ کی ضیا پاشیوں کے اس زندہ و رقصاں شہر پر کسی نے موت کا جادو کر دیا ہے۔ لیکن عمارت کی تعمیر میں حصہ لینے والے افراد اس قیامت خیزی کے عالم میں بھی اپنے کام میں مصروف نظر آتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر ایک روز کی تاخیر بھی ہو گئی، تو فرعون، وزیر خزانہ سمیت سب کو قتل کرا دے گا۔

یہ جان کا خوف تھا یا معماروں کی لگن، کہ معینہ مدت میں شاہی محل کے شاہی خزانے کی عمارت تعمیر ہو گئی۔ اس دوران بیشمار مزدور شدید مشقت و اذیت کی تاب نہ لا کر لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ آمون نے اس روز اطمینان کی سانس لی تھی، کہ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی جانیں بچ گئی تھیں۔ اگرچہ یہ عین ممکن تھا، کہ فرعون کو کوئی چیز ناپسند آتی، تو وہ اپنے عصاء سے آمون کی گردن توڑ دیتا۔ بہر کیف اس نے سخت جان کاہیوں اور شدید دشواریوں کے بعد یہ مضبوط قلعہ تعمیر کرایا تھا، اور اسے ایک مثالی عمارت بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

اگلی صبح فرعون اپنے ایک سو جنگی جرنیلوں اور ایک ہزار حبشی غلاموں کے ساتھ معائنہ کی غرض سے عمارت میں داخل ہوا۔ آمون ہر ہر قدم پر کورنش بجا لایا، اور فرعون کے قدموں میں مؤدب کھڑا ہو گیا۔ فرعون نے آمون کے اس انکسار کو بے پروائی اور بے نیازی کی نظر سے دیکھا اور بولا۔ ''ہمیں پوری عمارت دکھا۔''

آمون عمارت کے مختلف حصے دکھانے لگا۔ بے شمار خفیہ تہ خانے، غلام گردشیں اور سنگ آہنی دیواروں والے کمرے تھے۔ جو مضبوط ہونے کے علاوہ فنِ تعمیر کا اعلیٰ شاہکار تھے

فرعون نے اس عالیشان عمارت کے ہر کمرے، اور ہر حصے کو دیکھا، اور اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر آمون سے کہنے لگا۔

''ہم تجھ سے خوش ہیں کہ تو نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ تمام مزدوروں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے، اور تو بھی اپنے لئے جو انعام چاہے، منتخب کرے۔''

آمون کو انعام کی نہیں اپنے سر کی ضرورت تھی۔ جس کی سلامتی فرعون کی پسندیدگی کے نتیجے میں یقینی ہو گئی تھی۔ اس کی خوف سے دھندلائی ہوئی آنکھوں میں زندگی کی چمک نمودار ہوئی۔ جان بچ جانے کی خوشی میں اس نے جھک کر بادشاہ کے عبا کو بوسہ دیا، اور کہنے لگا۔

''غلام پر پہلے ہی نوازشوں کی بارش ہے۔ خود کو کسی انعام کا مستحق نہیں سمجھتا، بلکہ اپنی خوش بختی پر نازاں ہے کہ حضور کی خواہش کے مطابق عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی۔''

فرعون نے اس کی خوشامد اور مدح سرائی کا کوئی جواب نہیں دیا، اور کچھ دیر وہاں ٹھہر کر اپنے محل میں واپس چلا گیا۔ اسی روز وزیراعظم کو اپنے حضور میں طلب کیا، اور کہنے لگا۔

''ہماری بات توجہ سے سن! شہر میں یہ منادی کرا دے کہ ہمارے سوا خزانے کی نئی عمارت میں کوئی داخل نہیں ہو گا۔ شاہی خاندان کا کوئی فرد حتیٰ کہ ہمارا بیٹا اور مستقبل کا تاجدار بھی اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا، تو اس کا بھی یہی حشر ہو گا۔''

وزیراعظم نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ ''حضور ظلِ آفتاب نے ابھی شادی بھی نہیں کی، ولی عہد کیسا؟''

فرعون نے شعلہ بار آنکھوں سے وزیراعظم کو دیکھا، اور سونے کا بھاری بھر کم عصا سنبھال کر بولا۔ ''تو ہمارے فرمان کا معنی و مفہوم تلاش کرنے کی جسارت نہ کر، اور ہمارا حکم بستیوں اور قریوں میں مشتہر کر۔''

وزیراعظم کانپ کر رہ گیا۔ فرعون نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''ہمارے فرمان کا دوسرا حصہ بھی سن! پانچ سو سپاہیوں کو خزانے کی محافظت پر مامور کر دیا جائے، جو باری باری عمارت کے ہر حصے میں گشت کرتے ہوئے پہرہ دیں۔ ان کے پاس زہر میں بجھے ہوئے تیر اور نیزے بھی ہونے چاہئیں، اور وہ سب وحشی اور بے رحم ہوں۔ انہیں رات کیلئے مشعلیں دی جائیں، اور سب کے پاس ایک ایک ناقوس ہو تاکہ کوئی شخص عمارت میں قدم رکھے، تو تمام محافظوں اور سپہ سالار کو ناقوس بجا کر مطلع کیا جائے۔''

وزیراعظم تین بار جھکا۔ گویا حکم کی تعمیل کیلئے رخصتی کی اجازت چاہتا ہو۔ فرعون نے عصا اٹھا کر اجازت مرحمت کی، اور وزیراعظم الٹے قدموں دربار سے نکل گیا۔ فرعون، وزیر خزانہ

سے مخاطب ہوا۔

"ہم تجھے ایک ذمہ داری سونپتے ہیں۔ آج سے تو خزانے کے محافظوں کا نگران اعلیٰ بھی ہو گا، اور خزانے کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری تجھ پر ہو گی۔ اس مقصد کیلئے خزانے کی عمارت کی دیوار سے ملحق، لیکن باہر کی جانب اپنی رہائش گاہ کیلئے ایک مکان تعمیر کرا لے تا کہ ہر وقت ہر بات تیرے علم میں رہے۔"

آمون نے اظہار تشکر کے طور پر سر زمین پر ٹیک دیا۔ لیکن دل میں سخت سراسیمہ تھا، کہ موت نے اس کے گرد حلقہ مزید تنگ کر دیا ہے' نہ معلوم کس وقت کوئی کوتاہی' کوئی غلطی سرزد ہو جائے، اور فرعون کے عتاب کا نشانہ بننا پڑے' کہ اس کے ظلم و بربریت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ موت کا اشارہ اس کے لبوں پر کھیلتا تھا۔ اس کا وزنی عصاء جو ٹھوس سونے کا تھا۔ اچانک حرکت میں آ جایا کرتا تھا۔

دن بھر کی آتش گری کے بعد جب سورج مغرب کے گوشوں کی طرف بڑھا اور سائے لمبے ہو گئے، تو زندہ دلان مصر زرق برق پوشاکیں پہنے، اور ان پر نفیس عطر ملے' لونڈیوں اور غلاموں کے جلو میں بازاروں اور قہوہ خانوں کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے جگہ جگہ شاہی نقیبوں کو اعلان کرتے سنا' اور انگشت بدنداں رہ گئے۔ ہر چہرے پر حیرت تھی' اور ہر آنکھ میں تجسس تھا۔ لوگوں کو یقین نہیں آ رہا تھا' مگر اعلانچی واضح الفاظ میں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔

"اعلان...... اعلان...... اعلان۔"

"سپیر بندگان' سورج چاند' ستاروں کے فرمانروا اور بادلوں بجلیوں کے کردگار فرعون آمنس شہنشاہ مصر کے ملک حبش کے بادشاہ' شاہ شملارق کی بیٹی کو اپنی ملکہ بنانے کا فیصلہ فرمایا ہے، اور حکم دیا ہے کہ ایک ہفتہ تک معبدوں میں دعائیں مانگی جائیں، اور عبادت میں شاہ مصر کے ساتھ ملکۂ مصر کا نام بھی شامل کیا جائے۔"

اس ہوشربا اعلان سے بے شمار حسین دوشیزاؤں کے گلنار چہرے زرد پڑ گئے، اور کئی متکبر امراء کے دل حسرت و یاس سے سینے میں دھڑکنے لگے، جو اپنی بیٹیوں کو ملکہ مصر بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ فرعون کے فیصلے سے ان کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی، اور امیدوں نے دم توڑ دیا۔ کسے خیال تھا، کہ آمنس جیسا خودسر بادشاہ ایک حبشی کی بیٹی کو اپنی ملکہ بنانا منظور کرے گا۔

دوسری جانب جب رات کو ماہ تمام بلند ہوا، تو شاہ شملارق کی بیٹی شہزادی رقیبہ سہیلیوں

اور کنیزوں کے جھرمٹ میں حسب معمول نیل کے کنارے پہنچی۔ اس نے سات دریاؤں کے پانی سے کھلتی ہوئی چاندنی میں غسل کیا۔ سولہ سنگھار کر کے رقص و سرود کی محفل سے لطف اندوز اس وقت وہ بہت خوش تھی، اور اپنے شاندار مستقبل کو اپنے پاؤں میں پڑا دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"ملکہ مصر!" کتنے خوبصورت الفاظ تھے۔ جن کا تصور اس کی اپنی ہستی سے کہیں زیادہ حسین و دلفریب تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، کہ جب میں شاہی محل میں فصیل پر کھڑی ہو کر فخر و انبساط سے اپنی وسیع سلطنت پر نظر ڈالوں گی، تو شاید آسمان بھی میری قسمت پر رشک کرے گا، کہ اتنا بلند ہو کر بھی مجھ سے زیادہ بلند نہیں ہے۔ اس وقت میرے ہونٹ خوشی سے لرز رہے ہوں گے۔ آنکھیں احساس غرور سے بدمست ہو کر مسکرا رہی ہوں گی، اور فرعون میرے شانے پر سر ٹکائے میری زلفوں سے نکلتی ہوئی مہک سے مدہوش ہو رہا ہو گا، اور بے خود ہو جائے گا۔

شہزادی ان خوش آئند تصورات میں غرق تھی، کہ ایک کنیز حاضر ہوئی، اور گھبرائے ہوئے لہجے میں عرض کیا۔

"شہزادی! رب ارض و سما تیری زندگی کو سدا بہاروں سے ہمکنار رکھے، اور تیرے سر پر رنج و الم کا سایہ تک نہ پڑنے دے۔ کنیز طیونس' نیل کے کنارے تیرے لئے پانی لینے گئی تھی' مگر وہاں مصر کے ایک بیٹے سے راز و نیاز میں مصروف ہے، اور اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے، کہ تو یہاں اس کا انتظار کر رہی ہے۔"

شہزادی رقیبہ اپنی کنیز کی اس گستاخی پر چراغ پا ہو گئی۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا، کہ ایک حقیر کنیز اس کے احکامات کی یوں توہین کر سکتی ہے، اور وہ بے چین ہو گئی۔ اس کے غرور' تمکنت کو اس خبر سے اتنا صدمہ پہنچا، کہ اس کا چہرہ غیظ و غضب سے سرخ ہو گیا، اور اس نے ایک ہتھیار بند سپاہی کو حکم دیا۔

"شوابو! تو ابھی جا، اور اس بدبخت کو بالوں سے گھسیٹتا ہوا میرے سامنے لا۔ میں اس کیلئے ایسی سزا تجویز کروں گی، کہ دوسروں کی مثال بن جائے۔"

سپاہی نے تعظیم میں گردن جھکائی، اور حکم کی تعمیل کیلئے نیل کے ساحل کی طرف چل پڑا، جو اس مقام سے کچھ زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے کنیز طیونس کو دور ہی سے دیکھا، جو سحر انگیز چاندنی میں نیل کے کنارے ریت پر بیٹھی ہوئی، ایک مصری نوجوان کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھی۔ سپاہی ہر چند کہ حبشی تھا' سفاک' بے رحم اور ہر قسم کے جذبات سے عاری' اسے

یوں محسوس ہوا گویا نیل کی ریت پر دو پری زاد بیٹھے، حسن و عشق کے نغمے سنا رہے ہوں۔
اسے یہ نظارہ بڑا دلکش اور سحر طراز معلوم ہوا۔ اس کی آنکھیں اس راحت بخش اور دلآویز منظر
کو دیکھنا، اور دیکھتے رہنا چاہتی تھیں۔ مگر وہ غلام تھا' اور اس کی ملکہ ایک مغرور شہزادی تھی،
جس نے اسے طیونس کو بالوں سے پکڑ کر اپنے حضور پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے حبشی
سپاہی نے منظر کی خوبصورتی کو اپنی آنکھوں میں سیاہ کر لیا، اور دل کی آواز پر پیٹ کی طلب کو
ترجیح دے کر آگے بڑھا اور بولا۔

"طیونس تو یہاں کیا کر رہی ہے؟"

طیونس گھبرا گئی، اور اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا' مگر مصری نوجوان خوفزدہ نہیں
تھا۔ وہ ہنس رہا تھا۔ اسے غلام سپاہی کے غصے اور لڑکی کی گھبراہٹ کی کوئی پروا نہیں تھی۔ سپاہی
اس کی دیدہ دلیری پر جھلا گیا، اور کڑے لہجے میں بولا۔

"تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"

مصری نوجوان نے تمسخر اڑانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا، اور کہنے لگا
"جہاں تک میرے ہونے کا تعلق ہے، اور تیری بینائی کمزور نہیں ہے، تو میری نیست و بود کے
بارے میں خود مشاہدہ کر لے' رہا میرے کہیں سے آنے کا سوال، تو میں اسی نیل کا بیٹا ہوں،
اسی مٹی کا خمیر ہوں۔"

سپاہی کو غصہ آ گیا۔ دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔ "تو عاقبت نااندیش بھی ہے، اور زندگی
سے بیزار بھی معلوم ہوتا ہے' جو شہزادی رقیہ کی لونڈی کے فرائض منصبی میں خارج ہو رہا ہے"
مصری نوجوان سینہ تان کر بولا۔ "مقدس نیل کے رواں پانی کی قسم! مجھے تیری مغرور
متکبر شہزادی کی اتنی پروا بھی نہیں ہے۔ جتنی اس نیل کے لامتناہی پانی کو ریت کے
ذرے کی ہو سکتی ہے۔"

حبشی غلام نے اپنی آقا زادی کی شان میں ایسے گستاخانہ، اور ہتک آمیز الفاظ
تک نہ سنے تھے۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ جوش وفاداری میں ترکش سے تیر
اور چلے پر چڑھانا ہی چاہتا تھا، کہ مصری نوجوان برق کی سی تیزی سے لپکا، اور اس کے
ہاتھوں سے تیر کمان چھین کر نیل کے گہرے پانی میں پھینک دیئے۔ پھر سپاہی کی بے بسی پر
قہقہہ مار کر اس کا مذاق اڑانے لگا۔

حبشی سپاہی پہلے اس کی جسارت پر حیران ہوا۔ پھر طیش میں آ گیا، اور ایک لمحہ
کیے بغیر مصری نوجوان پر جھپٹ پڑا۔ نوجوان بھی غافل نہیں تھا۔ دونوں بڑھ بڑھ کر

دوسرے پر حملہ کرنے لگے، اور ایک دوسرے کو ختم کرنے کی ترکیبیں کرنے لگے۔ دونوں زخمی
شیر کی طرح مشتعل تھے' برابر کی ٹکر تھی' اور لڑائی کا جلد فیصلہ ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ حسین مہ جبین
طیونس کچھ فاصلے پر کھڑی اس خوفناک لڑائی کا منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ حبشی سپاہی کی تباہی اور
مصری نوجوان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ لڑائی تھی کہ طول پکڑتی جا رہی تھی' تاہم
حبشی سپاہی کسی قدر مغلوب دکھائی دینے لگا تھا۔

اس مبازدت میں پورے دو گھنٹے گزر گئے، ادھر شہزادی رقیہ بے چین تھی۔ غلام کی
تاخیر پر وہ برافروختہ ہو گئی تھی' اور غیظ و غضب لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر وہ خود خیمے سے
نکلی، اور بیس سواروں کو اپنے پیچھے آنے کا حکم دے کر غصے سے بل کھاتی ہوئی نیل کی طرف
روانہ ہو گئی۔ جب وہ ساحل پر پہنچی، تو یہ دیکھ کر اس کے غم و غصے کی انتہا نہ رہی، کہ اس کا
وفادار سپاہی ریت پر مردہ پڑا تھا، اور اس کی کنیز طیونس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ البتہ دور نیل کے
گہرے پانی میں ایک کشتی جاتی ہوئی نظر آئی، جس میں ایک مرد اور ایک عورت سوار تھے۔
شہزادی کو کوئی شبہ نہ رہا، کہ وہ طیونس اور اس کا مصری محبوب ہی تھے۔ چنانچہ اس نے غضبناک
ہو کر سپاہیوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔

مگر کشتی تیروں کی زد سے دور نکل چکی تھی۔ حبشی سپاہیوں کے تمام ترکش خالی ہو گئے،
لیکن کوئی تیر کشتی کے قریب نہ پہنچ سکا۔

طیونس اپنے مصری محبوب کے سامنے ڈھال بنی کھڑی تھی۔ جس کا جسم پسینے میں شرابور
تھا، اور وہ پوری قوت سے پتوار چلا رہا تھا۔ وہ اپنی محبوبہ کو لے کر جلد از جلد اس علاقے سے
نکل جانا چاہتا تھا۔

فرعون کا وزیر خزانہ آمون حیرت سے اس پری چہرہ کو دیکھ رہا تھا۔ جس کا نام طیونس بتایا
گیا تھا۔ اسے جو حسن و جمال میں یکتا نظر آتی تھی، پھر اس نے قریب بیٹھے ہوئے اپنے
اکلوتے بیٹے کو دیکھا، اور متردد لہجے میں کہنے لگا۔

"جان سے زیادہ ریمفش! یہ تو نے اچھا نہیں کیا، اگر فرعون کو اس بات کا پتہ چل گیا، تو
غضب ہو جائے گا۔ قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ تجھے شاید معلوم نہیں کہ شہزادی رقیہ فرعون کی
ہونے والی ملکہ ہے۔ اگر اسے پتہ چل گیا، کہ تو اس کی منگیتر کی کنیز کو لے آیا ہے، تو وہ
ہمارے پورے خاندان کو اذیت خانے میں موت کے پیروں تلے پیس دے گا۔ شکنجے میں کسوا
دے گا، اور قہقہے لگائے گا۔ تو نے نہایت عاقبت نااندیشی کا ثبوت دیا ہے، اور بیٹھے بٹھائے
فرعون کے غیض و غضب کو دعوت دی ہے۔"

ریمفش نے ادب سے عرض کیا۔

"پدر محترم! مجھے معلوم نہ تھا، کہ طیونس شہزادی رقیبہ کی کنیز ہے، جو ملکہ مصر بننے والی ہے اور اب جب کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے، تو یہ ممکن نہیں رہا کہ طیونس کو واپس کر دوں۔ وہ ظالم شہزادی جو فطرت میں فرعون سے کم نہیں ہے۔ اسے ہلاک کر دے گی۔ میں اپنے ہاتھوں سے طیونس کو موت کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اپنی محبت کو نظروں کے سامنے مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا' کہ طیونس میرا عشق ہے' میری آرزو ہے۔ میں اس پر اپنی زندگی قربان کر سکتا ہوں' نہ کہ فرعون اور شہزادی سے ڈر کر طیونس کو اپنی سلامتی پر قربان کر دوں۔ یہ بزدلی بھی ہوگی، اور بیوفائی بھی۔"

آمون بیٹے کی بات سن کر فکرمند ہوگیا۔ بولا۔ "جان پدر! میں تیرے جذبات کو سمجھتا ہوں، اور طیونس کو بھی پسند کرتا ہوں' مگر...... مگر تو نے بڑی کٹھن راہ اختیار کی ہے۔ بڑی مشکل پیدا کر دی ہے۔ خیر اگر تو محبت میں ثابت قدم ہے، اور اس لڑکی سے شادی کرنے کا تہیہ کر چکا ہے، تو یہ احتیاط برتنی ہوگی کہ اس کی یہاں موجودگی کا کسی کو پتا نہ چلے، اور اس کی بہتر صورت یہ ہوگی کہ اسے کبھی گھر سے باہر نہ لے جایا جائے۔"

ریمفش عقیدت سے باپ کے سامنے جھکا، اور پرمسرت لہجے میں بولا۔ "آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ طیونس کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کی ہر ممکن سعی کروں گا۔ وہ زندگی بھر اسی مکان میں رہے گی، کہ میری محبت سے بڑھ کر اسے کوئی شئے عزیز نہیں ہے۔"

آمون نے اطمینان کی سانس لی۔ اگرچہ کلی طور پر اس کی فکر دور نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اکلوتے بیٹے کی خواہش کا احترام بھی اس پر لازم تھا۔ اسی روز وہ دربار میں پہنچا، تو شہنشاہ مصر بہت خوش نظر آتا تھا۔

اس نے کاہنوں اور شاہی نجومیوں کو طلب کیا، اور حکم دیا کہ وہ شاہ حبش کی بیٹی سے شادی کے لئے مبارک و مقدس ساعت کا تعین کریں۔ نجومی اپنے کام میں مصروف ہوگئے اور زائچہ وغیرہ تیار کرنے لگے۔ اسی وقت ایک غلام نے حاضر ہوکر فرعون کو اطلاع دی، کہ شاہ حبش شملارق کا قاصد پیغام لے کر آیا ہے، اور باریابی کی اجازت چاہتا ہے۔

فرعون نے قاصد کو فوراً پیش کرنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ عزت و توقیر سے پیش آیا اور آنے کا مقصد دریافت کیا۔

قاصد نے دست بدستہ عرض کیا۔ "غلام شہنشاہ مصر کی خدمت میں شاہ شملارق کا پیغام لایا ہے، کہ مصر کے ایک نوجوان نے شہزادی رقیبہ کی کنیز کو اغوا کرلیا ہے۔ میرا آقا

صرف کنیز کی بازیابی چاہتا ہے، بلکہ اس کی خواہش ہے کہ مجرم کو بھی اس کے حوالے کیا جائے، تاکہ شہزادی رقیبہ اپنے ہاتھ سے اس گستاخ کو عبرتناک سزا دے۔"

فرعون غیظ و غضب سے دیوانہ ہوگیا، اور اپنا طلائی عصاء لے کر طیش کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے شعلہ فشاں نظروں سے وزیراعظم کی طرف دیکھا، اور پوری قوت سے چیخ کر بولا۔

"مصر کا چپہ چپہ چھان مارا جائے، اور شہزادی کی کنیز، اور اس گستاخ نوجوان کو گرفتار کر کے شاہ حبش کے سپرد کر دیا جائے، کہ ہماری ہونے والی ملکہ جس طرح چاہے' اسے سزا دے، اور اپنے دل کی حسرت نکالے۔ یہ منادی بھی کرا دی جائے، کہ جو اس معاملے میں دخل دے گا، یا مجرموں کو پناہ دینے کی کوشش کرے گا۔ اس کے خاندان کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔"

آمون' فرعون کا غصہ دیکھ کر اور اس کا فرمان سن کر اندر ہی اندر کانپ گیا، کہ کنیز طیونس خود اس کے گھر میں موجود تھی، اور اس کا بیٹا اس کا مجرم تھا۔ یہ وہی نوتعمیر مکان تھا، جو شاہی خزانے کے باہر عمارت کی دیوار سے ملحق تھا۔ بہرکیف اس نے اپنی اندرونی کیفیت کا اظہار نہیں ہونے دیا' مگر سخت مضطرب تھا، اور جانتا تھا، کہ اس کی، اس کے بیٹے کی، اور پورے خاندان کی زندگیاں تلوار کی دھار پر رکھی ہوئی ہیں۔

شاہی مخبر طیونس اور اس کے عاشق کی تلاش میں چاروں طرف پھیل گئے۔ ان کے ساتھ جاسوس کتے بھی تھے۔ جو قدم قدم پر ان دونوں کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ آمون کی زبانی ریمفش اور طیونس کو بھی ان حالات کا پتا چل گیا تھا، مگر محبت کے وہ متوالے ہر خطرے سے بے نیاز، اور بے پروا تھے۔ وہ ایک دوسرے کی ذات میں گم تھے۔ انہیں فرعون کا غصہ متاثر کر سکا تھا' نہ شاہ حبش کی مصیبت دل پر طاری تھی۔ ان کا عشق سچا تھا' محبت لازوال تھی، اور وہ دنیا کی ہر قوت سے ٹکرانے کا عزم رکھتے تھے۔

اس شب بھی ماہ کامل آسمان کی وسط میں پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا، اور کائنات کی ہر شئے خوبصورت چاندنی میں غسل کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس سحر انگیز ماحول میں ریمفش اور طیونس باغ کے ایک خوبصورت گوشے میں بیٹھے تھے۔

ریمفش اپنی محبوبہ طیونس سے کہہ رہا تھا۔ "جان ریمفش! یہ تیرا غلام کتنا خوش بخت ہے، کہ تجھ جیسی حسین و مہ جبیں کا قرب اسے میسر ہے۔ قسم اس ماہ انجم کی میں فرعون کا تخت بھی تیری خاطر ٹھکرا دوں گا۔ ہفت اقلیم کو لات مار دوں گا' اور تیری ایک جنبش پر زندگی لٹا

دینے کو محبت کی معراج سمجھوں گا۔"

طیونس اپنے محبوب کی زبان سے یہ کلمات سن کر مسرور و بیخود ہوگئی۔ نگاہیں شرما کر جھکا کر بولی۔ " میری زندگی کے مختار' میری محبت کے آفتاب' میرے جذبات و خیالات تجھ سے مختلف نہیں ہیں۔ میں بھی تجھے اتنا ہی چاہتی ہوں، کہ آج تک کسی عورت نے کسی کو اتنا نہ چاہا ہوگا۔ میں بھی تیری خاطر ہر دکھ اٹھانے کو تیار ہوں، اور ہر نعمت ٹھکرانے کو تیار ہوں۔"

ریمفش نے پرشوق نظروں سے طیونس کی طرف دیکھا۔ ان نظروں سے جن میں محبت کی شدت تھی۔ وہ اک ادائے دلبرانہ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور پھولوں کی کیاریوں پر سفید کبوتروں جیسے برہنہ پاؤں رکھتی ہوئی، اس سے دور چلی گئی۔ ریمفش نے اپنی محبوبہ کی چال پر پریوں کو رقصاں دیکھا۔ ایسا رقص جو مصر کی بڑی سے بڑی رقاصہ کے پاؤں کو نصیب نہ ہوا ہو۔ وہ سوچنے لگا۔ پھول نکہت ہے، اور رنگ ہے' مگر طیونس نکہت' رنگ' اور رقص ان چار لطافتوں کا مجموعہ ہے۔ وہ اس کی نظر میں پھول سے بھی بڑھ گئی تھی، اور محبوبہ چاندنی رات میں پھولوں کے تختے میں کھڑی ہو، اور اپنے محبوب کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہو' کوئی غیر قریب نہ ہو، اور چہار جانب پراسرار خاموشی ہو، تو اس کے چاہنے والے کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ اس حقیقت سے ریمفش ہی واقف تھا، وہ سرشار ہوگیا، کیف میں ڈوب کر رہ گیا، اور اس کے قدم محبوبہ کی طرف بڑھے۔

طیونس' شوخ ہرن کی طرح کلیلیں بھرتی ہوئی سامنے کی سمت بھاگنے لگی۔ جدھر خزانے کی عمارت کی دیوار تھی۔ ریمفش بھی قہقہہ مار کر اسے پکڑنے کیلئے دوڑا۔ طیونس بھاگتی ہوئی خزانے کی دیوار کے قریب پہنچ گئی۔ ریمفش بھی قریب پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ وہ کود کر دیوار پر چڑھ گئی، اور اس کی طرف یوں دیکھنے لگی، جیسے کہہ رہی ہو۔ اب جانوں...... میں اس سے بھی اوپر چلی جاؤں گی، آسمان کی بلندیوں پر۔

ریمفش کا خون خشک ہوگیا۔ وہ جانتا تھا، کہ خزانے کی عمارت کی دیوار پر چڑھنے اور اس میں داخل ہونے کا کیا انجام ہوسکتا ہے۔ اگر وہ دوسری جانب اتر گئی، تو موت کے آہنی پنجے سے بچنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس نے چیخ کر کہا۔

" طیونس خدا کیلئے نیچے اتر آ...... تو نہیں جانتی کہ اس کی سزا کتنی عذاب ناک ہے۔ انجانے میں تو وہ کام کر بیٹھی ہے، جو تجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کسی کو بھی نہیں کرنا چاہیے۔ موت ایسا کرنے والے کا مقدر بن جاتی ہے۔"

طیونس نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی' بلکہ یہ سمجھی کہ ریمفش اسے خوفزدہ کر کے ڈرانا چاہتا ہے۔ وہ شوخی پر آمادہ تھی، اور ریمفش کو پریشان کرنے کا تہیہ کر چکی تھی۔ چنانچہ ریمفش جوں ہی اسے پکڑنے کی غرض سے دیوار کی طرف بڑھا، وہ دوسری جانب خزانے کی عمارت میں کود گئی، اور یہ سوچ کر خوش ہونے لگی، کہ اس نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ریمفش اس کی تلاش میں خوب پریشان ہوگا، اور وہ لطف اٹھائے گی۔

ریمفش کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے وہ منظر دیکھا تھا۔ جسے دیکھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ طیونس خود موت کی آغوش میں جانے کیلئے آمادہ ہوگئی تھی۔ اس نے سوچا اگر وہ بھی طیونس کے تعاقب میں خزانے کی عمارت میں کود پڑے، تو موت اس کا دامن تھام لے گی، اور طیونس کے ساتھ وہ بھی بے موت مارا جائے گا۔

صورتحال انتہائی نازک ہوگئی تھی۔ ریمفش نے ایک بار پھر غور کیا، اور بالآخر فیصلہ کرلیا کہ اسے بھی دوسری جانب کود جانا چاہیے۔ طیونس کو فرعون کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا انتہائی درجے کی خودغرضی، اور بزدلی ہوگی۔ اسے کسی طور واپس لانا چاہیے، اور اگر وہ پکڑا گیا، تو دونوں شانہ بشانہ موت کو لبیک کہیں گے۔ مرنے اور جینے کا لطف اسی حال میں ہے کہ جب محبوب پہلو میں ہو، یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے ایک لمحے کی دیر نہیں لگائی، اور خود بھی خزانے کی عمارت میں کود گیا۔

طیونس جسے ابھی تک معلوم نہ تھا، کہ اس نے کیا غضب کر دیا ہے۔ فصیل کے نیچے چھپی ہوئی ریمفش کی آمد کا انتظار کر رہی تھی، اور اپنی شرارت پر خوب ہنس رہی تھی۔ اس معصوم بچے کی طرح جو سانپ سے کھیلتا ہے، اور یہ نہیں جانتا کہ موت سے کھیل رہا ہے۔ طیونس بھی موت کی گود میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ اسی اثناء میں ریمفش اسے تلاش کرتا ہوا، ہانپتا کانپتا اس کے قریب پہنچا۔ طیونس اسے دیکھ کر ٹھٹھہ مار کر ہنسی اور ریمفش کو ستانے کی خاطر پھر بھاگنا چاہا، مگر ریمفش نے لپک کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے، اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ طیونس اپنے محبوب کو دہشت زدہ پا کر چونک گئی۔ اس نے ریمفش کو اس عالم میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، اور وہ گھبرا گھبرا کر اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہ دیکھ رہا تھا۔

طیونس بھی سہم گئی۔ اسے احساس ہوا کہ کوئی بہت غلط بات ہوگئی ہے۔ اس نے سرگوشی کے لہجے میں پوچھا کہ۔ " کیا بات ہوگئی ہے؟ اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟"

ریمفش سرگوشی میں بولا۔ " تو نے کیا غضب کر دیا ہے۔ پگلی! مجھے پہلے ہی سب کچھ بتا

دینا چاہیے تھا۔ اگر پکڑے گئے تو فرعون ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس عمارت میں دا
ہونے کی سزا موت ہے؟"
طیونس نے حیران ہو کر پوچھا۔
"کیوں......؟"
ریمفش نے آہستہ سے جواب دیا۔" یہاں صرف فرعون داخل ہو سکتا ہے۔ اس
علاوہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ خیر تفصیلات تو بعد میں بتاؤں گا۔ اب یہاں سے نکلنے کی کو
کرتے ہیں۔"
مگر ہوا یہ کہ ابھی وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکے تھے، کہ ایک سپاہی ہاتھ
مشعل لیے بھاگتا ہوا ان کے قریب آیا۔ اس نے ان دونوں کو دیکھا، اور بغل میں دبا
ناقوس بجا دیا، اور اس کے ساتھ ہی عمارت کے مختلف گوشوں میں پہرہ دیتے ہوئے پانچ
سپاہیوں نے اپنا اپنا ناقوس بجا کر ایک دوسرے کو اس بات کی اطلاع دے دی کہ موت
متلاشی کوئی شخص خزانے کی عمارت میں گھس آیا ہے۔"
ذرا دیر بعد ریمفش اور طیونس پانچ سو سپاہیوں کے حلقے میں تھے۔ جن کے بائیں ہا
میں مشعلیں روشن تھیں، اور دائیں میں تلواریں برہنہ تھیں۔ ایک سپاہی انہیں قتل کرنے کے
آگے بڑھا' مگر ان کے سردار نے اسے روک دیا اور بولا۔" نہیں ان مجرموں کو گرفتار کر
انہیں عالم پناہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"
سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ ان کے ہاتھ پشت کی جانب باندھے، اور دونوں کو ا
کوٹھری میں قید کر دیا۔ وزیر خزانہ آمون نے اپنے بیٹے ریمفش اور اس کی محبوبہ طیونس
گرفتاری کی خبر سنی، تو حواس باختہ ہو گیا، مگر کچھ کر نہ سکتا تھا۔ جانتا تھا، کہ دونوں کی گردنیں
دی جائیں گی۔ فرعون کے غیض وغضب سے کوئی نہیں بچ سکتا تھا۔
اگلی صبح ریمفش اور طیونس کو فرعون کے حضور پیش کیا گیا۔ فرعون کے قہر وغضب کی
نہ رہی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان دونوں کے قتل کے احکام صادر کرے' آمون اس
قدموں میں گر گیا، اور گڑگڑا کر بیٹے کی جان بخشی کی التجا کرنے لگا۔
فرعون رحم کرنے کے بجائے مشتعل ہو گیا۔ گرج کر بولا۔" آمون! تیرا بیٹا اور
حال میں! یقیناً تو یہ نہ کہے گا کہ ریمفش اس اطلاع سے بے خبر تھا، اور ہمارے فرمان
بارے میں اسے کوئی علم نہ تھا۔"
آمون کے بجائے ریمفش نے جواب دیا۔" اے پیکر جاہ و جلال میں دروغ

سے نفرت کرتا ہوں، اور یہ نفرت ہر جگہ میرے سینے میں موجود رہتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی
پروا نہیں ہے، مگر میں پاسبان نیل سے ایک حقیقت عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، اور
مجھے یقین ہے کہ اس گزارش کو ایک موت کی آغوش میں جانے والے کی آخری خواہش سمجھ کر
پورا کیا جائے گا۔"
فرعون حیران ہو کر اپنی تیز نگاہیں ریمفش کے چہرے پر جما کر بولا۔" تو کیا کہنا چاہتا
ہے۔ بیان کر......"
ریمفش نے عرض کیا۔" میں مصر کا بیٹا ہوں۔ میں نے شاہی فرمان سنا تھا۔ اس کے
تقدس سے بھی واقف تھا۔ اس لیے مجرم ہوں، اور موت کی ہر اذیت کا کامل طور پر سزا وار
ہوں' مگر یہ لڑکی بے قصور ہے۔"
فرعون نے پہلی بار طیونس کی طرف گہری نظروں سے دیکھا، اور خلاف معمول اس کے
چہرے پر غیظ وغضب کے بجائے نرمی عود کر آئی، اور ایک عجیب سا تاثر جھلکنے لگا۔ وہ اتنی دیر
کسی کی جانب دیکھنے اور اسے اہمیت دینے کا عادی نہیں تھا۔ لیکن حسین طیونس کی طرف وہ
مسلسل کئی ثانیے دیکھتا رہا۔ پھر ریمفش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔" تو اس لڑکی کی بے گناہی
کو کیونکر ثابت کر سکتا ہے؟ اس نے بھی ہمارا فرمان ضرور سنا ہو گا۔
ریمفش نے جواب دیا۔" اے بجلیوں' بادلوں اور ہواؤں کے حکمران! یہ لڑکی دید شنید
ضرور رکھتی ہے' مگر اس وقت یہاں موجود نہیں تھی۔ جب خزانے کی نئی عمارت کے بارے میں
شاہی فرمان کی منادی کرائی جا رہی تھی۔
فرعون نے ذرا ناگواری سے کہا۔" صاف صاف بات کر، اور بتا کہ یہ لڑکی کون ہے'
کہنے سے پہلے سوچ لے کہ تو نے خود کو سچا کہا ہے۔ دروغ سے کام لے گا، تو اپنے ضمیر کو بھی
دھوکہ دے گا، اور ہمارے غضب سے بھی نہ بچ سکے گا۔"
ریمفش سر جھکا کر بولا۔" عالی مرتبت! یہ لڑکی شہزادی رقیبہ کی وہی کنیز ہے، جس کی
حضور کو تلاش ہے۔ یہ اسے چھوڑ کر چلی آئی ہے۔ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میں بھی اسے چاہتا
ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کیلئے ہیں۔ جنہیں موت بھی جدا نہیں کر سکتی کہ ہماری محبت
لازوال ہے۔"
فرعون اس انکشاف پر آتش زیرپا ہو گیا۔ عصا تھام کر اٹھا اور غصے سے کانپتا ہوا کہنے
لگا۔" تو ہمارا مجرم بھی ہے، اور ہماری ملکہ کا بھی' تجھے عبرتناک سزا ملنی چاہیے۔" پھر وہ قید
خانے کے داروغہ کی جانب گھوما، اور بدنصیب ریمفش کی طرف اشارہ کر کے خونخوار لہجے میں

بولا۔ ’’اسے اذیت گاہ کے سنگ اجل تلے پیس دیا جائے، اور اس کی لاش کا ملغوبا ایک صندوقچی میں رکھ کر کے شہزادی رقیبہ کے حضور بھیج دیا جائے۔‘‘

فرعون کا حکم سن کر طیونس لرز گئی۔ وہ چیخ مار کر اس کے قدموں میں گری، اور ہچکیوں کے درمیان گڑگڑا کر التجائیں کرنے لگی۔ ’’اے بحروبر کے شہنشاہ! اسے معاف کر دیجئے‘ یہ بیگناہ ہے۔ اس نے کوئی قصور نہیں کیا۔ قصور سب کا سب میرا ہے کہ میں خود شہزادی رقیبہ کے پاس سے بھاگ آئی، اور شاہی خزانے میں اترنے کی جرأت بھی میں نے خود کی تھی۔ میں ہی اصل مجرم ہوں۔ تاجدارِ مصر ریمفش کو بخش دیجئے۔ اس نے کچھ نہیں کیا ہے، بلکہ میری محبت میں تمام الزامات اپنے سر لینے کے درپے ہے۔‘‘

اہل دربار کا خیال تھا، کہ فرعون‘ کنیز کی اس گستاخی پر عصا سے اس کا سر کچل دے گا‘ مگر اس نے ایسا نہیں کیا، اور معنی خیز نظروں سے طیونس کو دیکھ کر محافظوں سے کہا۔

’’لڑکی کو شاہی مہمان خانے میں رکھا جائے، اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے، تاہم اس کے کمرے کے گرد کڑا پہرہ لگایا جائے، اور اسے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس کا فیصلہ کل ہوگا۔‘‘

درباری حیران تھے، اور اپنے پتھر دل بادشاہ کی طبیعت کے تغیر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی، کہ فرعون جیسے ستم پرور شخص کے دل میں رحم اور رعایت کی کوئی رمق بھی موجود ہے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے بادشاہ کا سر جھک گیا ہے۔ انا اور تکبر کے بت پر دراڑ پڑ گئی ہے۔ فرعون نے اسی وقت دربار برخاست کر دیا، اور اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا، اور کبھی رک کر خلاء میں گھورنے لگتا تھا۔ چشم تصور سے وہ طیونس کا حسین ومعصوم چہرہ دیکھ رہا تھا۔ دو ایک بار وہ جھنجھلا گیا۔ غصے سے فرش پر عصاء مارا، مگر کیفیت وہی رہی۔ وہ طیونس کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی جتنی سعی کرتا‘ وہ اتنا ہی فزوں ہوتا جا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگتا‘ میں جو مختار کل ہوں۔ ایک عظیم الشان سلطنت کا والی ہوں۔ ایک حقیر لڑکی کے مقابلے میں کیوں اس طرح پسپا ہوا جا رہا ہوں؟ اس کے تصور سے دل میں ہلچل محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ آخر کیوں وہ میرے ذہن سے چپک کر رہ گئی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ طیونس کے خیال میں میرا دل کیوں دھڑکنے لگتا ہے۔

اپنے ذہن کو پرسکون کرنے کیلئے اس نے شراب کا ایک جام پیا، اور اپنی مرصع اور

آرام دہ نشست پر بیٹھ کر ادھر اُدھر کی سوچنے لگا‘ مگر ساری سوچ ایک نقطے پر مرکوز تھی، اور وہ نقطۂ ارتکاز طیونس تھی۔ وہ جھنجھلا کر پھر اٹھ کھڑا ہوا، اور تیز قدموں سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا، کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھ پر کیسی کیفیت طاری ہوگئی ہے کہ ایک عورت کے سامنے خود کو بے دست وپا، اور شکست خوردہ محسوس کر رہا ہوں۔ میں کوہ گراں ہوں، جو جھکتا نہیں ہے‘ بلکہ دوسرے اس کی ہیبت اور عظمت کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ محبت ہے؟ کہ میں اس حقیر لونڈی کے عشق میں گرفتار ہو گیا ہوں؟

’’نہیں...... نہیں‘‘ وہ بڑبڑایا۔ ’’محبت ایک احمقانہ حرکت ہے۔ شاعروں‘ بے پرواؤں اور بیکاروں کا مشغلہ! عشق انسان کو صرف اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ باقی سب ڈھکوسلا ہے۔ مجھ جیسے اعلیٰ رتبہ انسان کیلئے یہ قطعی درست نہیں کہ کسی دوسرے سے متاثر اور مرعوب ہو۔ میں بے نیاز ہوں، کہ فرعون رع امنس میرا نام اور رعایا کیلئے قابل پرستش ہوں۔

اس نے تالی بجائی فوراً کنیزیں اور غلام خدمت میں حاضر ہوئے، اور سر فرش پر ٹیک دیئے۔ فرعون اپنے جاہ جلال کا خود قائل ہو گیا۔ اس نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا، اور حکم دیا کہ رقاصاؤں اور مغنیاؤں کو حاضر کیا جائے، مگر محفل عیش وعرب بھی اس کے خیالات کا رخ موڑنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ انجانی خلش لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی ہے۔ اس نے محفل برخاست کر دی، اور پھر سوچوں کے ہجوم میں یکا وتنہا رہ گیا۔ عالم اضطراب بڑھ کر عالم وحشت کے حدود میں داخل ہو چکا تھا۔

جب رات تین پہر گزر گئی، اور فرعون کو نیند نہ آئی، تو وہ بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ طیونس اس کے حواسوں پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ بڑا کرب محسوس کر رہا تھا، اور اس کرب میں ایک غیر محسوس مسرت کا عنصر بھی شامل تھا۔ وہ کافی دیر پریشانی کے عالم میں کمرے میں ٹہلتا رہا، اور جب کسی پل چین نہ آیا، تو اپنا عصا اٹھایا، اور مہمان خانے کے اس کمرے کی طرف چل دیا، جہاں طیونس مقید تھی۔

پہرے دار فرعون کو اپنے سر پر دیکھ کر کانپ گئے، اور زمین بوس ہو گئے۔ بعدازاں اٹھے اور گردنیں جھکا کر دست بستہ ہو گئے۔ فرعون کے وزنی عصا کو دُزدیدہ نظروں سے دیکھنے لگے، کہ نہ جانے کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے، جو بادشاہ خود آ پہنچا۔ فرعون نے پہریداروں سے کوئی تعرض نہیں کیا، اور ان کے سردار کو طیونس کے کمرے کا قفل کھولنے کا حکم دیا۔ سردار نے فوراً تعمیل کی، اور فرعون سب کو وہیں ٹھہرا کر تنہا اندر داخل ہو گیا۔ طیونس مرصع چھپرکھٹ پر گردوپیش سے بے خبر سو رہی تھی۔ اس کا حسن حریری پردوں کے پیچھے بھی دمک رہا

تھا۔

فرعون اسے محویت کے عالم میں دیکھنے لگا۔ اس وقت وہ اپنی ذات کو فراموش کر بیٹھا تھا، اور ایک ہی نگاہ میں رنگ و رعنائی کی ہزاروں دنیائیں دیکھ لی تھیں۔ دفعتاً طیونس بیدار ہو گئی، اور فرعون کو تنہائی میں پا کر سٹپٹا گئی۔ فرعون بھی یکا یک ہوش میں آ گیا۔ اسے اپنی عظمت کا احساس ہوا، اور اس کی گردن فخر سے تن گئی۔ وہ عجب عالم بے خودی میں طیونس کے کمرے سے نکل گیا۔

وہ اپنے کمرے میں پہنچا، تو اضطراب فزوں تر تھا۔ خلش بڑھ گئی تھی۔ طیونس کی شبیہ ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی۔ وہ بستر پر اوندھا گر گیا۔ بہت دیر اسی حالت میں چہرہ چھپائے پڑا رہا۔ یکا یک اس کے منہ سے چیخ نکلی، اور وہ تڑپ کر بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ منہ سے جھاگ اُڑ رہے تھے۔ جنون کی سی کیفیت تھی۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

''نہیں......نہیں......نہیں......محبت لغو ہے' فضول ہے' بکواس ہے۔ میں محبت کا قائل نہیں ہوں۔ میں کسی سے محبت نہیں کرتا۔ کسی کے عشق میں گرفتار نہیں ہوں۔ میں دوسروں کے دل میں جگہ پانے کیلئے ہوں۔ میرے دل میں کوئی جگہ نہیں پا سکتا۔ میں فرعون ہوں' میں عظیم ہوں اور قابل پرستش ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ایک عورت کے سامنے جھک جاؤں۔''

مگر وہ تناور درخت اندر سے کھوکھلا ہو گیا تھا، اور یہ اضطراب، یہ کش مکش اسی کا ردعمل تھا۔ طیونس اس کے دل میں جگہ پا چکی تھی۔ لیکن فرعون ذہنی طور پر اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ اسے اپنے وقار' عظمت اور خدائی دعوے کا پاس تھا۔ اس نے جلاد کو طلب کیا، اور چیخ کر کہا۔

''وہ خوبصورت لڑکی جو شاہی مہمان خانے میں قید ہے۔ اسے فوراً قتل کر دے، اور اس کا سر ہمارے حضور پیش کر۔''

جلاد تعظیماً جھکا، اور تعمیل حکم کیلئے الٹے پاؤں واپس جانے لگا۔ اسی لمحے نیلگوں خلاء سے ایک معصوم بچہ پھولوں کا تیر کمان ہاتھ میں لیے بے حس بادشاہ کے دل کو نشانہ بنا رہا تھا...... اور تیر نشانے پر بیٹھ چکا تھا۔ فرعون کو اپنا دل کٹتا ہوا محسوس ہوا' جیسے اندر ہی اندر پھٹ گیا ہو' اور خون حلق کی طرف آ رہا ہو۔ وہ پوری قوت سے دھاڑا۔

''ٹھہرو'' جلاد ٹھہر گیا، اور حیران ہوا کہ بادشاہ نے آج تک اپنی زبان سے نکلا ہوا حکم واپس نہیں لیا تھا۔ بلاشبہ کسی اندرونی جذبے کے تحت فرعون کی قوتِ فیصلہ متزلزل ہو چکی تھی۔ اس نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''تو اتنا کر کہ لڑکی کو ہمارے حضور پیش کر دے۔ ہم

اسے اپنے ہاتھ سے سزا دیں گے۔''

جلاد جھکا اور باہر نکل گیا۔ فرعون بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اس کی ذہنی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ انانیت اور خود آرائی فرش پر گرے ہوئے شیشے کی طرح بکھر گئی تھی۔ ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا، کہ اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔

◆◆◆

طیونس فرعون کے کمرے میں داخل ہوئی تو نظارہ حسن و جمال نے ایسا مبہوت کیا کہ شان و تمکنت کا ہوش نہ رہا۔ طیونس اس وقت پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ عورت کو رات کے پہلے، اور آخری حصے میں دیکھنے میں بہت فرق ہے۔ اوائل شب میں اس پر شام کی تھکن طاری ہوتی ہے، اور آخر شب میں سحر کی تازگی جلوہ نما ہوتی ہے۔

طیونس' فرعون کے طرز عمل سے پریشان سی ہوگئی۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی، کہ اس نے فرعون کا پتھر دل مسخر کرلیا ہے' اور اسے ایک ایسی آگ میں جلنے پر مجبور کر دیا ہے، جو بجھ نہیں سکتی ہے' نہ سرد پڑ سکتی ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی، کہ فرعون جیسا متکبر بادشاہ ایک معمولی کنیز کو اپنے خانۂ دل میں سجالے گا۔ وہ صرف یہ سمجھتی تھی، کہ فرعون کو اس کی بے گناہی کا شاید یقین آ گیا ہے، اور اب اسے آزادی دینا چاہتا ہے' یہ سوچ کر وہ فرعون کے قدموں میں گر گئی، اور گڑگڑا کر بولی۔

”اے شاہ ذی وقار! میں بے گناہ ہوں۔ خزانے کی عمارت کے بارے میں مجھے شاہی فرمان کا کوئی علم نہیں تھا، اور ریمفش بھی مجھے حقیقت حال بتانے کیلئے عمارت میں کودا تھا۔ شاہی فرمان کی اہمیت بتانا چاہتا تھا۔ ہم نے دیدہ دانستہ حکم عدولی کی جرأت نہیں کی ہے۔“

اس کے رونے گڑگڑانے سے فرعون پگھلتا چلا گیا۔ وہ نرم لہجے میں بولا۔ ”تو ریمفش سے محبت کرتی ہے؟“

طیونس نے جذبات آگیں لہجے میں جواب دیا۔ ”وہ میرا محبوب ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔“

فرعون کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے طیونس کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”طیونس مجھے بتا محبت کیا ہوتی ہے؟“

طیونس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کا چہرہ اور شگفتہ ہوگیا، اور اس پر دھنک کے رنگ پھیل گئے۔ وہ آنکھیں موندے خوابناک لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ”محبت مچلتی ہوئی آرزو ہے' بہاروں کی شگفتگی ہے' کائنات کی حقیقت ہے' زندگی کی نکہت ہے' آسمان کی وسعت ہے' سمندر کی بیکرانی ہے' سوز ہے' درد ہے' آتش ہے اور فنا ہے۔“

فرعون کے چہرے پر حیرت پھیل گئی۔ ”بولا! محبت فنا ہے' میں تیری بات نہیں سمجھا۔“

طیونس نے اسی انداز میں جواب دیا۔ ”محبت نفرتوں کی موت ہے' ظلم و استبداد کی موت ہے' غرور و تمکنت کی موت ہے' جاہ وحشمت کی موت ہے۔“

فرعون کے دل پر طیونس کے الفاظ نشتر کی طرح لگے۔ ایسے کھرے لہجے میں اس سے بات کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی تھی' مگر فرعون دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ وہ طیونس کے قتل کا حکم صادر نہیں کرسکتا تھا۔ دھیمے لہجے میں بولا۔ ”سن! اگر میں یہ کہوں کہ تو مجھ سے محبت کر؟“

طیونس کانپ گئی۔ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ ”شاہ کوہ و دمن! محبت کی نہیں جاتی' ہو جاتی ہے۔ محبت اس پودے کی مانند ہے' جو صحرا میں خودبخود اُگ آتا ہے۔“

فرعون ایک دم جلال میں آ گیا۔ چیخ کر بولا۔ ”نادان لڑکی تو ہماری محبت سے انکار کر رہی ہے۔ ایک عظیم الشان سلطنت کے تاجدار کی محبت سے۔“

طیونس سہم کر رہ گئی اور بولی۔ ”کنیز اس جرأت پر نادم ہے' مگر اے عظمت صحرا مجھ پر رحم کر۔ میں تیرے مقام، اور تیری شان کے قابل نہیں ہوں۔ میں تیری محبت کا بار اٹھا سکوں گی' تو ایک فرماں روا ہے۔ دانائی اور حکمت میں یکتا ہے' میں ایک حقیر کنیز ہوں۔ میرا پیشہ خدمت گزاری ہے۔ تخت آرائی نہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ بادشاہوں کی خوشنودی کس طرح حاصل کی جاتی ہے۔ میں آداب شاہی سے واقف نہیں ہوں۔ تیرا دل مجھ سے خوش نہ ہوگا۔ مجھ پر رحم کر میں کسی بھی طرح اس اعزاز کے قابل نہیں ہوں۔“

فرعون کے چہرے پر ایک لمحے کیلئے غیظ و غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ لیکن جلد ہی اس کی کیفیت بدل گئی، اور وہ رنجیدہ و بے بس دکھائی دینے لگا۔ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ ”جان فرعون! تو نے میرے جذبات میں ایک عجیب تلاطم برپا کر دیا ہے۔ میری شخصیت بدل کے رکھ دی ہے۔ میں جو فرعون ہوں' کوہ غضب ہوں' سیل آتش ہوں۔ لوگ مجھ سے کانپتے' تھرتھراتے اور دور بھاگتے ہیں۔ میرے سامنے زمین بوس ہو جاتے ہیں، اور میرے اشارے پر اپنا خون بہانا زندگی کی تابانی تصور کرتے ہیں' مگر تو نے میری خودی' میری جاہ جلال اور

میری عظمت کے مینار کو ڈھا دیا ہے، اور مجھے ایک عام آدمی بنا دیا ہے۔ میں محبت کو فضول' بے مقصد اور دماغ کا خلل قیاس کرتا تھا۔ لیکن آج خود میرے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھی ہے، اور اس کی محرک تو ہے۔ میں چٹان کی طرح مضبوط ہونے کے باوجود اپنی اس کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں، کہ جب سے پہلی بار تجھے دیکھا ہے' مجھے سکون نصیب نہیں ہوا۔ رات بھر نیند نہیں آئی ہے۔ ہر وقت تیرا حسین سراپا نگاہوں کے سامنے رقصاں رہا۔ اگر اسی کا نام محبت ہے تو مجھے اعتراف ہے، کہ میں تجھ سے محبت کرنے لگا ہوں اور سوچتا ہوں کہ تیرے بغیر اب تک کیسے مکمل اور مطمئن تھا۔ میرے محل میں ماہ جبینوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ رقصاں و خنداں اور جیتی جاگتی تصویریں، جو خود کو عورتیں سمجھتی ہیں، جب میرے پاس آتی ہیں۔ یا درست الفاظ میں، میں جب بھی انہیں اپنے قریب آنے کی اجازت دیتا ہوں، تو مجھ پر اتنا ہی اثر ہوتا ہے' جتنا ایک پتھر کی دیوار پر ہوسکتا ہے، کہ کسی نے میرے دل کو چھونے کی کوشش نہیں کی' نہ میں نے کسی کو اس قابل سمجھا۔ لیکن اے غلام نسل کی حسینہ! تو نے وہ کر ڈالا، جس کی کوئی جرأت نہیں کرسکا۔ تو نے میرے وجود کو ہلا ڈالا ہے۔

میرے دل میں محبت کی شمع روشن کر دی۔ وہ محبت جو میں تجھ سے کرنے لگا ہوں، یا ہوگئی ہے۔ اور جس کی تو نے ابھی ابھی تعریف کی ہے۔ اے حسینہ! لوگ مجھے آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں، اور اپنے بارے میں خود میرا بھی یہ ہی خیال تھا، کہ میں اس دنیا فانی کے مر جانے والے انسانوں سے بلند و بالا ہوں۔ طاقتور اور باعظمت ہوں، اور خدا کہلوانے کا حق رکھتا ہوں' مگر تو سامنے آئی، تو پتا چلا کہ میں خود فریبی میں مبتلا تھا' کچھ نہیں ہوں میں بلکہ محبت ہی سب کچھ ہے۔ جو آسمانوں میں رہتی ہے، اور زمین والوں پر اپنا دامن پھیلائے رکھتی ہے۔ میں محبت کا نام سنتا تھا، اور ہنستا تھا' سمجھ نہ سکتا تھا، کہ وہ کیا شئے ہے۔ اور اس کے دام فریب میں پھنس کر لوگ کس طرح دنیا سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔

مگر تجھے دیکھ کر میرا دل شق ہوگیا، اور اس میں تو اور تیری محبت سما گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ میں بھی اس زمین پر بسنے والا ایک مرد ہوں۔ میرے سینے میں بھی دل ہے، اور اس سینے میں ایک حسینہ کا عشق موجزن ہے۔ پس تو فخر کر اپنے بے دل بادشاہ کو صاحب دل بنا دیا ہے' اسے کمزور کر دیا ہے۔ اس پر فتح حاصل کر لی ہے۔ مجھے زندگی میں پہلی بار علم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسی ہستی موجود ہے، جو مجھ سے بالا ہے' بالاتر ہے' اور اس پر حکومت کرنے کے بجائے، اس کا غلام بننا مجھے زیادہ مرغوب ہوگا۔

میں اسے بھولتا ہوں' نہ بھول سکتا ہوں۔ بھولنا بھی نہیں چاہتا، کہ وہ ہستی مجھے بے قرار

اور مضطرب کر دینے کی قدرت رکھتی ہے۔ طیونس! میں طاقتور تھا' تو نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ میں خدائی کا دعویٰ کرتا تھا' تو نے انسان بنا دیا ہے۔ میں تاج وتخت کا مالک تھا' تو نے سب کچھ چھین لیا ہے۔ اب میں باہر کی دنیا کیلئے طاقت ہوں' عظمت ہوں' قہر ہوں' مگر تیرے لئے تیری ہی محبت کا بھکاری ہوں' مجھ پر حکومت کر اور مجھے اپنی مرضی کا غلام بنا کہ اس بات کا شدت سے خواہش مند ہوں۔ آج سے میں تیری سلطنت ہوں، اور تو اس عظیم سلطنت کی فرماں روا۔''

فرعون جس نے اس سے قبل کبھی اتنی لمبی تقریر نہیں کی تھی۔ جو زیادہ بولنے کا عادی نہ تھا، اور اپنے احکام کی تعمیل کیلئے صرف ایک آدھ لفظ بولنا، یا آنکھ سے اشارہ کر دینا کافی سمجھتا تھا۔ اس وقت ایک عام آدمی کی طرح بولے جا رہا تھا۔ کوئی بھی عورت اپنی اس فتح پر نازاں ہوتی، کہ اس نے دنیا کے مغرور ترین سر کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا' مگر طیونس کا دل پہلے ہی محبت آشنا تھا، اور وہاں ریمفش نسائیت کی اس پرشکوہ اور ناقابل فہم فتح پر اسے ذرا بھی خوشی نہ ہوئی۔

وہ فرش پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئی، اور درد بھری آواز میں کہنے لگی۔ اے مصر کے تاجدار! اے برق وشرر کے پیامی! میں حقیر ہوں' کم ذات ہوں۔ تیرے لیے دنیا کی حسین سے حسین لڑکیاں موجود ہیں۔ پھر کیوں میری طرف اپنی محبت کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ مجھ میں تو کوئی بھی امتیاز کی بات نہیں ہے۔ غلام نسل کی بے مایہ لڑکی ہوں۔ تیرے انتخاب پر لوگ حیران رہ جائیں گے اور چہ مگوئیاں کریں گے۔''

فرعون جذبات آگیں لہجے میں بولا۔'' طیونس! فرعون کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ وہ کسی کی پسند اور خواہش کا پابند نہیں ہے، جو ایسا کرے گا' اپنی جان سے جائے گا، کہ فرعون کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے، اور اس کی محبت بھی اٹل ہے۔''

طیونس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔'' اور اگر میرے دل میں فرعون کیلئے صرف عزت ہو۔ صرف عظمت ہو تب......؟''

فرعون کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ تاہم ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔'' فرعون کی بے پناہ محبت تجھے اس سے پیار کرنا سکھا دے گی۔ ہم نے تجھے ملکہ بنانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔''

طیونس کانپ گئی' مگر جرأت کر کے بولی۔'' آقا! اگر دل میرے بس میں نہ ہو تو؟''

فرعون کا چہرہ ایک بار پھر غصے سے تمتما اٹھا۔ اس بات کا وہ تصور بھی نہ کرسکتا تھا، کہ کوئی اس کی خواہش اور حکم سے سرتابی کا حوصلہ کرے۔ اس نے پوری قوت سے زمین پر پاؤں مارا

اور گرج کر بولا۔ ''میں جانتا ہوں تو ریمفش سے محبت کرتی ہے، جو میری قید میں ہے، اور موت سے اس کا زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ میں آج ہی اس کے قتل کا حکم صادر کر سکتا ہوں، اس کے بعد صرف تجھ پر میرا حق ہوگا، اور تو میرے مقابلے میں کسی دوسرے کا نام زبان پر نہیں لائے گی۔

طیونس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ رو کر بولی۔ ''رحم...... اے شہنشاہ رحم ریمفش کا جرم اتنا سنگین نہیں ہے۔ اس نے بس محبت ہی تو کی ہے۔ اس کی جان بخش دے آقا! وہ بے گناہ ہے۔''

فرعون غصے سے کانپتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر کا وہ فرعون جو کچھ دیر قبل ایک عورت کے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔ محبت کی بھیک مانگ رہا تھا' سو چکا تھا، اور قہر و غضب میں ڈوبا ہوا تھا' باجبروت دوبارہ جاگ پڑا۔ اس نے طیونس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''اگر تو اپنے محبوب کی جان بخشی چاہتی ہے، تو میری محبت کا اقرار کر، اور مجھ سے شادی کیلئے رضامند ہو جا۔ ورنہ تیرا انکار ریمفش کی موت کا حکم بن سکتا ہے۔ اذیت خانے کا بھاری پتھر اسے لحہ بھر میں پیس کر رکھ دے گا، اور وہ بڑی بھیانک موت ہوگی۔ تو دیکھے گی، تو لرز جائے گی، اور میں تجھے موت کا وہ دلچسپ منظر ضرور دکھاؤں گا، کہ تو اپنی آنکھوں سے اسے مرتا ہوا دیکھے، اور تجھے صبر آ جائے۔

طیونس نے خوف سے جھرجھری لی، اور اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ دفعتاً اس کے چہرے پر ہمت و عزم کی جھلک نمودار ہوئی، اور وہ بے خوفی سے کہنے لگی۔

''شہنشاہ مصر! تو بااختیار ہے' تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ میں بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں، لیکن ایک عورت خواہش' پسند اور جذبات کے خلاف جبری محبت نہیں کر سکتی۔ میں پھر التجا کرتی ہوں کہ رحم اور انصاف سے کام لو، اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو کہ میں ریمفش کی محبت دل سے نکال نہیں سکتی۔''

فرعون' طیونس کی ہٹ دھرمی پر آگ بگولا ہو گیا۔ چیخ کر بولا۔ ''تجھے ایسا کرنا ہوگا طیونس! تجھے ایسا کرنا ہوگا۔ میں فرعون ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہوں، اور جس چیز کو پسند کرتا ہوں' اس سے دست کش نہیں ہوا کرتا۔'' اس نے تالی بجائی اور چند پہرے دار اندر داخل ہوئے، اور اس نے حکم دیا۔ اس ضدی لڑکی کو ریمفش کے برابر والے قید خانے میں بند کر دو۔ ہم کل اس کی نظروں کے سامنے ریمفش کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

طیونس چیخی چلائی، گریہ وزاری کی، مگر پہرے داروں نے ایک نہ سنی، اور اسے کھینچتے ہوئے قید خانے کی طرف لے گئے۔ فرعون محل کی فصیل پر جا چڑھا، اور اپنی آنکھوں سے

طیونس کو قید خانے کی طرف جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اس کے اندر کا نرم خو اور زخم خوردہ فرعون پھر بیدار ہو گیا تھا۔ طیونس کو اس عالم میں دیکھ کر اس کے دل پر چوٹ لگی، اور آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ اس نے چاہا کہ پہرے داروں کو منع کر دے' مگر کوشش کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔

جب وہ اپنی خواب گاہ میں واپس آیا، تو بے حد افسردہ اور نڈھال تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا، کہ ایک معمولی عورت کے عشق میں اس کی یہ کیفیت ہو جائے گی، اور وہ اتنا مجبور ہو جائے گا۔

رات گزر رہی تھی، اور فرعون بے چینی سے اپنی خواب گاہ میں ٹہل رہا تھا۔ وہ اپنے کیے پر نادم و متاسف تھا۔ یہ سوچ کر اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا، کہ نازک اندام طیونس پر قید میں کیا گزر رہی ہوگی۔ وہ سوچتا رہا، اور کڑھتا رہا، اور اپنے بال نوچتا رہا۔ جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، تو اس نے عصا اٹھایا، اور محل سے نکل کر قید خانے کی طرف چل دیا۔

رات کے اس حصے میں فرعون کو قید خانے کے پھاٹک پر دیکھ کر پہرے دار کا خون خشک ہو گیا، اور وہ دہشت کے مارے زمین پر گر پڑا۔ فرعون نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا، اور آہستہ سے بولا۔ ''آج جو لڑکی یہاں قید کی گئی ہے۔ اس کا نام طیونس ہے۔ مجھے اس کی کوٹھڑی میں پہنچا دے۔''

پہرے دار نے حکم کی تعمیل کی، اور فرعون کو اس کی کوٹھڑی میں لے گیا، جہاں طیونس دیوار سے ٹیک لگائے حسرت و یاس کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔ وہ پلک جھپکائے بغیر خلاء میں گھور رہی تھی۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، اور یوں بے حس و حرکت تھی، گویا جسم اور روح کے درمیان رابطہ کٹ گیا ہو۔

فرعون اپنی عزیز ترین ہستی کو اس دردناک کیفیت میں دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ وہ آگے بڑھا اور اپنے رتبے کی پروا کیے بغیر اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا۔ ''طیونس تو اندازہ نہیں لگا سکتی کہ تجھے اس عالم میں دیکھ کر مجھے کتنا دکھ ہوا ہے۔ میرے خیال میں تو نے فیصلہ کر لیا ہوگا، اور فیصلہ یقیناً میرے حق میں ہوا ہوگا۔ اب تو اپنی زبان سے کہہ دے تاکہ میں تجھے عزت و احترام سے محل میں لے جاؤں، اور تیرے محبوب ریمفش کو معاف کر دوں۔

طیونس نے فرعون کی جانب کوئی توجہ نہ اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھا۔ بس بت بنی خلاء میں گھورتی رہی۔ جب فرعون نے دوسری مرتبہ اپنے الفاظ دہرائے، تو اسے جیسے ہوش آ گیا۔ اس کے ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی۔ وہ مدھم لہجے میں کہنے لگی۔

''اے عظیم المرتبت بادشاہ! حیرت ہے کہ تو ایک غلام لڑکی کا فیصلہ جاننے کیلئے اتنا بے

چین، مضطرب ہے۔ بہر کیف میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ میں اپنے محبوب سے بے وفائی نہیں کر سکتی۔ میں ریمفش کی امانت ہوں۔ اسے ٹھکرا کر کسی اور کو دل میں جگہ دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میں ریمفش کی ہی ہوں، تو عظیم ہے، بادشاہ ہے، اور مجھ سے محبت کرتا ہے۔ تو میری ایک خواہش پوری کر، اور اتنا کرم کر کہ مجھے بھی ریمفش کے ساتھ بڑے پتھر تلے پیس دے، تاکہ محبت کے متوالے ایک ساتھ ختم ہو جائیں، اور طالب و مطلوب کا خون ایک دوسرے سے مل جائے، کہ یہ ملاپ یہ وصال بڑا عجیب ہوگا۔

فرعون سٹپٹا گیا...... اس کا غیظ و غضب پھر عود کر آیا۔ وہ غصے سے بولا۔ " طیونس تو میری مہربانیوں کو پکارنے کے بجائے قہر و جلال کو دعوت دے رہی ہے۔ اگر تو کوئی فیصلہ کر چکی ہے، تو میں بھی فیصلہ کر چکا ہوں۔ ریمفش کو تیری نظروں کے سامنے اذیت ناک موت مارا جائے گا، تو اپنی آنکھوں سے اس کی بے بسی دیکھے گی، اور اپنے کانوں سے اس کی چیخ و پکار سنے گی۔" یہ کہہ کر اس نے قید خانے کے منتظم کو بلا کر حکم دیا، کہ ریمفش پر سنگ اجل گرا دیا جائے۔ طیونس کی کوٹھڑی کی درمیانی کھڑکی کھول دی جائے، تاکہ طیونس اپنی آنکھوں سے اپنے محبوب کی ہلاکت کا تماشا دیکھے۔

سنگ اجل منوں وزنی ایک پتھر تھا، جو بھاری زنجیروں سے بندھا ہوا تھا، اور کمرے کی چھت سے لٹکتا رہتا تھا۔ وہ زنجیریں ایک بہت بڑے چرخے سے لپٹی ہوئی تھیں۔ جسے چند جلاد اس طرح گھماتے تھے کہ چھت سے لٹکا ہوا پتھر چیونٹی کی رفتار سے فرش کی جانب آتا تھا، اور دہشت ناک موت ساعت بہ ساعت مقید شخص کی طرف بڑھتی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ پتھر فرش سے لگ کر اسے پیس ڈالتا تھا۔ یہ بڑی ہیبتناک موت تھی، اور فرعون نے اپنے رقیب کیلئے اسی بھیانک موت کا انتخاب کیا تھا۔

فرعون کا خیال تھا۔ پتھر کو اپنی جانب آتا دیکھ کر ریمفش ہولناک چیخیں مارنے لگے، اور موت کے خوف سے گھبرا کر طیونس کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دے گا، تاکہ وہ فرعون کی بات مان لے، مگر ایسا نہیں ہوا۔ بہادر ریمفش کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی، نہ اس کے چہرے پر خوف و دہشت کی جھلک دکھائی دی۔ وہ چٹان کی مانند کمرے کے وسط میں کھڑا تھا اور پتھر لحظہ بہ لحظہ اس کے سر کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔

طیونس کھڑکی میں کھڑی زخمی پرندے کی طرح تڑپ رہی تھی۔ وہ سب کو دیکھ رہی تھی سمجھ رہی تھی، اور اس کی نظریں اس جیم کوہ آسا، اور ہر چیز کو پیس کر سرمہ بنا دینے والے پتھر جمی ہوئی تھیں، جو آہستہ آہستہ فرش کی جانب بڑھ رہا تھا۔ طیونس نے اس پتھر کی شکل میں اپنے

عاشق جانباز کی دردناک موت کو اس کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا، اور اس قیامت بکف نظارے کی تاب نہ لاتے ہوئے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹ گئی۔

فرعون گہری نظروں سے طیونس کی کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا، اور اس وقت کا منتظر تھا، کہ طیونس گڑگڑا کر اپنے محبوب کی جان بخشی کی التجا کرے، اور اس کی ملکہ بننا قبول کرے، مگر طیونس خاموش تھی۔ اس کی آنکھوں میں اشک بھی نہ تھے۔ بس دل دھڑک رہا تھا۔ سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے محدود اندھیرا دکھائی دیتا تھا، اور زبان بار بار تالو سے چمٹ جاتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا، کہ زمین اور آسمان سب الٹ جانے کو ہیں، اور قیامت برپا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

سنگ اجل چھت اور فرش کے ادھ بیچ میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے کمرے کی نصف دیواروں کو نگل لیا تھا، اور بے گناہ ریمفش پر موت کا سایہ ڈال رہا تھا۔ طیونس نے دوسری مرتبہ وہ منظر دیکھا، جسے ایک بار بھی دیکھنا نہ چاہتی تھی۔ اس کے جسم میں کپکپی پیدا ہو گئی۔ چہرہ سفید پڑ گیا، اور اس کے اندر ایک چیخ گونجی۔"

" نہیں میں اپنے محبوب کو مرنے نہ دوں گی۔ ایسی موت جس کا تصور ہی لوگوں کے خون سرد کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ میں اسے بچا سکتی ہوں۔ میں اسے بچا لوں گی۔ فرعون میری زبان سے محبت کا ایک لفظ سننے کو بے تاب ہے۔ میں اسے ریمفش کی جان بخشی کا حکم دوں گی، اور وہ اس کی تعمیل کرے گا، مگر اس کا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔ ریمفش بچ ضرور جائے گا، پر میرے اور اس کے درمیان ایک وسیع سمندر اور ایک ناقابل عبور صحرا حائل ہو جائے گا۔ میری محبت جو ریمفش کی امانت ہے، اس پر فرعون کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس وقت ریمفش کے دل پر کیا بیتے گی۔ خود میرا کیا حال ہوگا۔ میں یہ سب کچھ برداشت کر سکوں گی؟ ریمفش اس صدمے سے جانبر ہو سکے گا؟"

منتشر خیالات کے ہجوم میں طیونس نے ایک بار پھر عقوبت گاہ کی طرف دیکھا، اور جیسے ہزاروں بچھوؤں نے ایک ساتھ اسے کاٹ کھایا ہو۔ سنگ اجل ریمفش کے جسم سے چند انچ کے فاصلے پر رہ گیا تھا، اور ہر لحظہ جو گزر رہا تھا۔ ہر ثانیہ جو دنیا کے کھاتے سے کم ہو رہا تھا، اسے عذاب ناک موت کی شکل میں ریمفش کے نزدیک لا رہا تھا۔

معاً طیونس نے فلک شگاف چیخ ماری، اور دوڑ کر فرعون کے قدموں سے لپٹ گئی، اور دلدوز لہجے میں بلک بلک کر کہنے لگی۔

" روک دے! ریمفش کی طرف بڑھتی ہوئی موت کے قدم روک دے۔ میں تیری

خواہش کے آگے سر ڈالتی ہوں۔ تیری یہ شرط ماننے کیلئے تیار ہوں۔ تجھ سے شادی پر آمادہ ہوں' تو ریمفش کی جان بخش دے۔''

فرعون کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا، اور پتھر اوپر کی جانب واپس جانے لگا۔

طیونس نے اطمینان کی سانس لی، اور آہ بھر کر کہنے لگی۔'' میں ہار گئی ہوں شاہ مصر اور تو جیت گیا ہے۔ تیری جیت نے دو ارمان بھرے دلوں کا خون کر دیا ہے، اور شاید دیوتاؤں کی بھی یہ ہی مرضی تھی، کہ وہ بے رحم ہیں۔ ظلم و بربریت کا تماشا دیکھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ وہ سنتے ہیں' قہقہے لگاتے ہیں، اور آسمانوں کی سیر کرتے ہیں۔''

فرعون نے محبت سے طیونس کا ہاتھ تھام لیا، اور کہنے لگا۔'' جان فرعون! رنجور نہ ہو۔ میں تجھے عزت وعظمت' شوکت' بہت کچھ دوں گا' تو سلطنت مصر پر حکومت کرے گی، اور میرے دل پر بھی صرف تیری حکومت ہوگی۔''

طیونس نے بھیگی ہوئی پلکیں اٹھائیں اور بولی۔'' مجھے نہیں چاہئے شاہ مصر! میں تم سے صرف ایک شرط پوری کرنے کا وعدہ چاہتی ہوں۔''

فرعون نے خندہ پیشانی سے کہا۔'' کیسی شرط؟ بیان کر، میں تیری خوشی پر مصر کی حکومت قربان کر سکتا ہوں۔''

طیونس نے جواب دیا۔'' میری صرف اتنی خواہش ہے کہ جب تک تو میرا دل نہ جیت لے۔ میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا۔''

فرعون نے جواب دیا۔'' تیری خواہش پوری کی جائے گی۔ مجھے یقین ہے بہت جلد میں تیرے دل کو اپنی محبت سے آشنا کر دوں گا۔ ورنہ تجھ سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔'' اس نے طیونس کو ساتھ لیا، اور محل کی طرف روانہ ہوگیا۔

شاہی محل میں شادی کی تیاریاں پورے جوش وخروش سے شروع ہوگئیں۔ فرعون کی جانب سے فرمان جاری ہوا کہ ہر گھر میں چراغاں کیا جائے۔ شہنائیاں بجیں اور شادی کے گیت گائے جائیں۔ اگرچہ رعیت اس سے خوش نہیں تھی، لیکن لوگ اس کی مسرت وشادمانی کا ساتھ دینے پر مجبور تھے، کہ جو ایسا نہ کرتا موت کا نشانہ بنتا' چنانچہ پورے ملک میں شادی کا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے، کہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل ہو، اور انعام واکرام سے نوازے جائیں۔

جس شام فرعون کی شادی تھی، اسی روز قاعدے کے مطابق اس نے دربار خاص لگایا!

امراء' وزراء و دیگر عمائدین نے نذریں گزاریں اور تحائف پیش کیے۔ دربار جاری تھا، کہ ایک غلام نے شاہ شملارق کے قاصد کی آمد کی اطلاع دی۔ بادشاہ دل میں کھٹک گیا۔ تاہم اس نے قاصد کو طلب کیا، اور آمد کی وجہ دریافت کی۔ قاصد جھک کر کورنش بجالایا، اور فرعون کی خدمت میں شاہ شملارق کا خط پیش کیا۔ فرعون نے خط شاہی کاتب کے حوالے کیا، اور پڑھنے کی ہدایت کی۔ کاتب نے حسب دستور خط کو شاہ مصر کے قدموں سے مس کیا، پھر بہ آواز بلند پڑھنے لگا۔

'' شاہ مصر کو معلوم ہو کہ ہماری ایک کنیز جس کا نام طیونس ہے۔ اس کے قبضے میں ہے۔ شاہ شملارق اس کی فوری واپسی چاہتا ہے، اور اس بات کی یاددہانی کرا دینا چاہتا ہے، کہ اس نے ہماری بیٹی رقیبہ سے شادی کا فیصلہ کیا تھا، مگر مخبروں نے اطلاع دی ہے کہ شاہ مصر اپنے وعدے سے پھر کر اس کی معمولی کنیز سے شادی کرنے کا خواہشمند ہے، جو شاہی وقار کے منافی ہے۔ پس شاہ مصر کو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ وہ کنیز طیونس کو واپس کرے، اور شہزادی رقیبہ سے شادی کا وعدہ نبھائے، ورنہ نتائج کا خود ذمہ دار ہوگا۔''

فرعون یہ دھمکی آمیز خط پڑھ کر غیظ وغضب سے بھر گیا، اور گرج کر قاصد کو مخاطب کیا۔

'' اس گستاخ اور سیاہ فام بادشاہ سے کہہ دے کہ طیونس واپس نہیں جائے گی۔ ہم نے اس سے شادی کا فیصلہ کرلیا ہے، اور شہزادی رقیبہ کو اپنی ملکہ بنانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔''

قاصد نے دست بدستہ عرض کیا۔'' شاہ شملارق نے زبانی پیغام بھیجا ہے، کہ اگر سابقہ فیصلے سے انحراف کیا گیا، اور طیونس واپس نہ کی گئی، تو اس بات کا فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا۔''

فرعون غصے سے آگ بگولا ہوگیا۔ ایسے دھمکی آمیز اور اپنی شان کے خلاف الفاظ اس نے آج تک نہیں سنے تھے۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اور اپنے سونے کا عصاء قاصد کے سر پر دے مارا، اور وہ اس شدید ضرب سے فی الفور ہلاک ہوگیا۔ بعدازاں فرعون اہل دربار سے مخاطب ہوا۔

'' اس گستاخانہ خط کا یہ ہی جواب تھا۔ قاصد کی لاش کو ہماری جانب سے تحفے کے طور پر شاہ شملارق کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، اور شادی کی تیاریاں جاری رکھی جائیں۔ اگر اس نے حملہ کرنے کی جرأت کی، تو فرعون کا قہر اسے اور اس کی پوری سپاہ کو نیل میں غرق کر دے گا۔''

اسی شام طیونس کی شادی فرعون سے ہوگئی۔ فرعون کی مسرت بے پایاں تھی، اور طیونس

کا غم لامحدود تھا، کہ اس کا محبوب بچھڑ گیا تھا۔ تاہم یہ اطمینان ضرور تھا، کہ محبت کی قربانی دے کر اس نے ریمفش کی جان بچالی تھی۔

فرعون حجلہ عروسی میں داخل ہوا، تو طیونس مرصع چھپر کھٹ پر دلہن بنی بیٹھی تھی۔ فرعون اس کے قریب گیا، تو وہ گھبرا کر سمٹ گئی اور کہنے لگی۔ ''شامیوں کے شاہ تو نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔''

فرعون نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کون سا وعدہ؟''

طیونس نے یاد دلایا۔ ''ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا، کہ جب تک میری رضا شامل نہ ہوگی، تو مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔''

فرعون اداس ہوگیا بولا۔ تو بہت سنگدل ہے طیونس! میرے صبر کا امتحان نہ لے۔ اب جب کہ ہم ایک دوسرے کے شریک زندگی بن گئے ہیں، تو اس معاہدے کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی ہے۔''

طیونس نے جواب دیا۔ ''میری نظر میں اس کی اہمیت ہے۔ ہاں' اگر تو عہد شکنی پر آمادہ ہے تو بااختیار ہے' مگر اس طرح میری محبت حاصل نہ کر سکے گا۔''

فرعون نے بے صبری سے کہا۔ ''پھر مجھے وہ طریقہ بتا، جس سے تیرا التفات پا سکوں۔''

طیونس نے مختصراً کہا۔ ''وقت کا انتظار کر۔''

فرعون نے مایوسی سے پوچھا۔ ''یہ انتظار کتنا طویل ہوگا؟''

طیونس نے جواب دیا۔ ''انتظار کی کوئی مدت نہیں ہوتی۔ ایک لمحہ' ایک سال' ایک صدی بھی گزر سکتی ہے۔''

فرعون بد دل ہو کر کمرے سے نکل آیا۔ اس پر بے پناہ اضطراب طاری تھا، اور وہ سوچ رہا تھا۔ یہ عجیب لڑکی ہے، کہ ایک بادشاہ کی محبت کو ٹھکراتی ہے۔ اس کیلئے طیونس کو اپنانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ اس کی بیوی تھی۔ اس کے قبضے میں تھی' مگر اسے قول کا پاس تھا، کہ وہ طیونس سے سچی محبت کرتا تھا۔ اسے دکھ دینا نہیں چاہتا تھا۔ تاوقتیکہ وہ خود اس کی محبت کا اقرار نہ کرے۔

اگلے روز شاہی رسم کے مطابق فرعون طیونس کو شاہی لباس میں آراستہ کر کے محل کی فصیل پر لے گیا۔ جہاں نیچے ہزاروں افراد اپنی ملکہ کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے جمع تھے۔ طیونس نے نقاب اٹھایا، تو لوگ حیران رہ گئے، کہ ان کی ملکہ ان کے خیالوں سے کہیں بڑھ کر حسین ہے۔ وہ زمین بوس ہوگئے۔ بادشاہ اور ملکہ کی درازیٔ عمر کی دعا مانگنے لگے، اور اس امر

کا اقبال کرنے لگے کہ اس جیسا حسن و جمال کا پیکر سارے مصر میں نہ ہوگا۔

مگر طیونس اپنی عظمت' توقیر اور توصیف پر ذرا خوش نہ تھی، کہ پہلے وہ ایک غلام لڑکی تھی، اور اب مصر کی ملکہ تھی۔ پہلے اس کا لباس کم قیمت تھا، اور اب اس پر ایک سلطنت کے بے مثال ہیرے اور جواہرات نثار ہو رہے تھے۔ اس وقت وہ پہلے سے کہیں زیادہ حسین لگ رہی تھی، اور لوگ سمجھ رہے تھے کہ اس وقت یہ عورت کس قدر خوش ہوگی، مگر وہ اہل مصر کی داد و تحسین سے بے نیاز حسرت بھری نگاہوں سے قید خانے کی سمت دیکھ رہی تھی۔ جہاں اس کا محبوب قید تھا۔

کافی دن گزر گئے، مگر فرعون طیونس کے دل میں اپنی محبت جگانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ طیونس رات دن ریمفش کی یاد میں سرد آہیں بھرتی' فرعون اسے اس حال میں دیکھ کر دل میں کڑھتا' اسے سمجھاتا، مگر اس پر جبر نہ کرتا۔ وہ اس وقت کا منتظر تھا۔ جب ریمفش کا خیال اس کے دل سے محو ہو جائے، اور طیونس اپنی محبت کی بانہیں پھیلا دے۔ وہ بادشاہ تھا۔ اپنی حکومت میں کسی کا دخل گوارا نہیں کر سکتا تھا، اور نہ محبت میں کسی کی شرکت کا متحمل ہو سکتا تھا۔

تاجدار حبش شاہ شملارق کے دربار میں جب اس کے قاصد کی لاش پہنچی، اور اسے یہ معلوم ہوا کہ شاہ مصر نے نہ صرف شہزادی رقیبہ کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا ہے، بلکہ اس کی کنیز طیونس کی واپسی پر بھی آمادہ نہیں ہے، تو اس کے دل میں آتش انتقام بھڑک اٹھی۔ اس نے قرب و جوار کے وحشی قبائل کو جمع کیا، اور ایک لشکر جرار لے کر مصر پر حملہ کر دیا۔ فرعون ظالم' خود پسند' بے رحم تھا، مگر بزدل نہیں تھا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ شاہ حبش کی فوجیں اس کی سرحدوں پر پہنچ چکی ہیں، اور وہ جنگ کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہے، تو اس نے اپنی افواج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ خود بھی زرہ بکتر پہنی، اور اپنی ملکہ کو الوداع کہنے اس کے کمرے میں گیا۔

طیونس فرعون کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی، اور اس کے جسم پر زرہ بکتر دیکھ کر سمجھ گئی کہ وہ جنگ پر جا رہا ہے۔ فرعون اس کے قریب پہنچا، چند لمحے عجیب نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا ''طیونس میری ملکہ! شاہ شملارق نے مصر پر حملہ کر دیا ہے۔''

طیونس نے جواب دیا۔ ''مجھے معلوم ہے، اور میں اس کی وجہ بھی جانتی ہوں۔'' فرعون نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا' تو کیا جانتی ہے؟ تجھے کیا معلوم ہے؟''

طیونس نے نگاہیں جھکا کر کہا۔ ''شملارق مجھے طلب کرتا ہے۔ اگر میں اس کے حوالے کر دی جاؤں، تو اس کے انتقام کی آگ بجھ سکتی ہے۔''

فرعون تڑپ گیا بولا۔" تیرے خون سے؟"

طیونس نے عرض کیا۔" ایک کم تر اور غلام لڑکی کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ مصر کے ہزاروں بیٹے بچ جائیں، اور ملک کے مستقبل تباہ ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا' تو میرا خیال نہ کر سلطنت کے مقابلے میں میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں اس موت کو لبیک کہنے کیلئے خوشی سے تیار ہوں، جو اس جنگ کو روک سکے۔ آخر میں ایک کنیز ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہ اشک اس سوزِ دروں کا دھواں تھے، جسے فرعون سمجھ نہ سکا۔

اس نے طیونس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جذبات سے لبریز آواز میں کہا۔" یہ ماضی کی بات ہے کہ تو ایک کنیز تھی۔ اب مصر کی ملکہ ہے، اور فرعون کے دل کی دھڑکن ہے۔" اس نے طیونس کے شانے پر چادر درست کی کہا۔" طیونس! تو میری ملکہ ہے۔" میں نے تیرے سر پر تاج رکھا ہے۔ شاہی محل کی فصیل پر اپنی رعایا کو تیرا دیدار کرایا ہے۔ تجھے مجھ سے محبت ہو نہ ہو، مگر میں تیرا پرستار ہوں۔ ہر فرد و بشر کی نظر میں تیرا جائز شوہر ہوں، اور تیری محبت میری پاکیزہ ملکیت ہے۔ میرا دل اجازت نہیں دیتا کہ تیری آنکھ میں رنج کا پانی دیکھوں۔ میں انتظار میں تھا، کہ تو مجھ سے محبت کرنا سیکھ جائے گی، یا میرا عشق تیرے دل میں محبت کی آگ بھڑکا دے گا، مگر آسمان کے دیوتاؤں کو کیا منظور ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔ میں شاہ شملارق سے لڑنے جا رہا ہوں۔ زندہ واپس آؤں گا، یا کسی حبشی کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں گا، اس کے متعلق کچھ جانتا ہوں، نہ کہہ سکتا ہوں۔ لہٰذا میدان جنگ میں جانے سے قبل صرف ایک لفظ سننے کا خواہاں ہوں تمہاری زبان سے۔"

طیونس نے پوچھا۔" کون سا لفظ میرے آقا؟"

فرعون نے گہری سانس لے کر کہا۔" صرف اتنا کہہ دے کہ تجھے مجھ سے محبت ہے۔ تیرے یہ چند الفاظ میرے دل کا حوصلہ اور بازوؤں کی قوت بن جائیں گے۔ میں ہمت سے لڑوں گا اور میرے مقابلے میں کسی کو آنے کی جرأت نہ ہوگی۔"

طیونس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جواب دے بھی نہ سکتی تھی۔ اس کے دل میں ریمفش بس رہا تھا۔ مگر اس کے ساتھ فرعون کا حسن سلوک بھی اپنا لوہا منوا چکا تھا۔ وہ جو ظالم' جابر اور بے رحم سمجھا جاتا تھا۔ وہ اس کا دل دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھی کہ فرعون سے محبت کا اقرار ریمفش سے بے وفائی کے مترادف تھا، اور یہ اسے گوارا نہیں تھا۔ سو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اس کے حسرت زدہ چہرے اور اشکبار آنکھوں نے اس کا

دل فرعون کے سامنے شیشے کی مانند رکھ دیا۔

فرعون کی خودداری اور شاہی وقار کو ایسا دھچکا لگا کہ اس نے اپنی عظمت و بزرگی کا خیال ذہن سے نکال کر بھیگی ہوئی پلکوں کو عبا کے دامن سے پونچھا اور صرف اتنا کہا۔

" طیونس......"

طیونس کے دل پر تیر سا لگا۔ وہ باجبروت فرعون کی حالت زار پر کٹ کر رہ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ فرعون خفا ہو۔ اس پر سختی کرے۔ اسے اپنی رعونت دکھائے مگر فرعون خاموش تھا۔ اس نے کچھ نہ کہا' کچھ نہ کیا، اور ملک کے دستور کے مطابق طیونس کے ہاتھ کو بوسہ دے کر نڈھال قدموں سے باہر چلا گیا۔ لیکن اپنے طرز عمل سے طیونس کے دل پر کاری ضرب لگا گیا۔ طیونس مضطرب ہوگئی۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر گویا دل کے ٹکڑوں کو مجتمع کرنے لگی، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

دستور تھا، کہ طبل جنگ بجنے سے پہلے فرماں روا اپنی ملکہ کو بلا کر اس کی کوئی خواہش دریافت کرتا تھا، چنانچہ فرعون نے بھی ایسا ہی کیا۔ طیونس شدت جذبات سے اس کے قدموں پر گر گئی۔

فرعون نے اسے اٹھایا، اور محبت سے بولا۔" ملکہ مصر اپنی خواہش بتا؟"

طیونس غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، جن میں رعونت نہیں تھی۔ جاہ و حشمت نہیں تھی۔ سنگدلی نہیں تھی۔ محبت اور صرف محبت تھی۔ اسے خاموش پا کر فرعون نے پھر اس کی خواہش دریافت کی۔

" میرے آقا! میری کوئی خواہش نہیں ہے۔" طیونس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

فرعون مسکرایا اور بولا۔" ملکہ یہ ممکن نہیں کہ تیرے دل میں کوئی خواہش نہ ہو۔ جو کچھ تیرے دل میں ہے کہہ دے۔"

" طیونس نے گہری سانس لی، اور پھر اس نے یہی کہا کہ اس کے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے۔"

فرعون نے پوچھا۔" تو سچ کہتی ہے؟"

" میں سچ کہتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

فرعون گمبھیر آواز میں بولا۔" جھوٹ مت بول' میں تیرے دل میں دبی ہوئی خواہش کو سمجھتا ہوں۔ اسے پوری شدت سے محسوس کرتا ہوں۔"

طیونس نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

فرعون نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ’’وہ خواہش جسے کہنے کی تجھ میں ہمت نہیں ہے، مگر میں اسے پورا کرنے کی جرأت رکھتا ہوں۔‘‘ یہ کہہ کر اس نے کاغذ کے ایک پرزے پر کچھ لکھا، اور اس پر اپنی انگشتری کی مہر ثبت کر دی، اور ایک محافظ کو طلب کر کے کاغذ اس کے حوالے کر دیا اور بولا۔ ’’یہ رقعہ قید خانے کے داروغہ کے پاس لے جا، اور زبانی بھی تائید کر دے کہ ریمفش کو فوراً رہا کر دیا جائے۔‘‘ یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کے لہجے میں پہاڑوں کا ٹھہراؤ اور آسمان کی سی بلندی تھی۔

طیونس سکتے میں رہ گئی۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین آ رہا تھا، نہ کانوں پر اس کے چہرے کے تاثرات کہہ رہے تھے‘ کیا یہ وہی فرعون ہے‘ جس کے سامنے اس کے درباریوں کا پتہ پانی ہوتا تھا۔ صلہ رحمی جس کے سرشت میں نہ تھی۔ مجرم سے نرم خوئی کا تو اس کے دل میں کبھی گزر نہیں تھا۔ کوئی معمولی سا جرم بھی وہ معاف نہیں کرتا تھا۔ اس نے ریمفش کی جان ضرور بخشی تھی۔ لیکن اسے قید سے رہا کرنے پر آمادہ نظر نہ آتا تھا۔ طیونس اس کے قدموں میں گرنا اس کے پاؤں چومنا چاہتی تھی، مگر وہ فرط جذبات سے جنبش نہ کر سکی۔ لاتعداد الفاظ اپنے مجازی خدا پر نچھاور کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے ہونٹ پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔ فرعون اسے اسی کیفیت میں چھوڑ کر چلا گیا۔

میدان جنگ میں دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ ایک جانب شاہ شملارق اپنے خونخوار حبشی سپاہیوں کے ساتھ تھا، اور دوسری طرف فرعون اپنے جانبازوں کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ زبردست معرکہ پڑا۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ گردنیں اچھلنے لگیں۔ میدان جنگ لاشوں سے پٹ گیا۔ آٹھ دن متواتر جنگ ہوئی۔ ہزاروں افراد کام آئے۔ طرفین کے سپاہی سارا دن لڑتے، اور سورج غروب ہونے پر اپنے اپنے خیموں میں تازہ دم ہونے کیلئے چلے جاتے۔ ہر شخص خود کو موت کے منہ میں سمجھتا تھا، اور جب صبح نقارہ جنگ بجتا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا، کہ وہ شام کو اپنے خیمے میں زندہ لوٹے گا یا میدان جنگ میں کھیت رہے گا۔ تاہم سپاہیوں کو اپنی جان کی پروا نہیں تھی۔ وہ اپنے اپنے بادشاہ کو فتح سے ہمکنار کرنے کیلئے خون آشام بھیڑیوں کی طرح تند و تیز ہو رہے تھے‘ مگر جنگ کا فیصلہ نہ ہوتا تھا۔

نویں دن جب فوجیں صف آراء ہوئیں تو شاہ شملارق کی فوج کا ایک سردار میدان کے وسط میں پہنچا، اس نے باآواز بلند کہا۔

’’ہمارے بادشاہ کا شاہ مصر سے جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اسے اہل مصر سے کوئی پرخاش نہیں۔ یہ جنگ صرف ایک معمولی کنیز کی خاطر لڑی جا رہی ہے۔ اگر وہ ہمارے حوالے

کر دی جائے، تو ہم مصر کی سرحد سے اپنی فوجیں اسی وقت ہٹا لیں گے۔‘‘

فرعون یہ سن کر غضبناک ہوگیا۔ منہ سے کف اڑاتا ہوا بولا۔ ’’فرعون امنس اس واہیات مطالبے کو اپنے عہد کی سب سے بڑی توہین قرار دیتا ہے، اور اس احسان فراموش وحشی بادشاہ کے حوصلے پر متحیر ہے جو کل تک میرے دسترخوان کے گرے ہوئے ٹکڑوں پر مطمئن تھا۔ آج صرف اس لیے مجھ سے ناراض ہے کہ میں نے اس کی بیٹی کو مصر کی ملکہ بنانے سے انکار کر دیا ہے، مگر اے لوگوں! شاہ شملارق جسے ادنیٰ کنیز بتلاتا ہے، اسے اگر اس کی سیاہ فام بدشکل بیٹی کے مقابلے میں کھڑا کر دیا جائے، تو ستارے بھی حوروں کے تقدس کی قسم کھا کر کہہ دیں گے کہ طیونس کا ثانی روئے زمین پر نہیں ہے۔ میں طیونس کی واپسی سے انکار کرتا ہوں، اور جنگ پر آمادہ ہوں، تاوقتیکہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ نہ ہو جائے۔‘‘

فرعون کا جواب سن کر شملارق گھوڑے پر سوار نیزا ہاتھ میں لئے میدان جنگ میں وارد ہوا، اور فرعون کو مخاطب کر کے بولا۔ ’’اگر تیرا یہی فیصلہ ہے‘ تو بے گناہ سپاہیوں کو کٹوانے کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر ہے کہ میں اور تو دوبدو لڑ کر فیصلہ کر لیں کہ یہ جنگ سپاہیوں کے درمیان نہیں، بلکہ میری اور تیری لڑائی ہے۔‘‘

فرعون نے شملارق کی للکار کو قبول کر لیا، اور گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔ شملارق بھی آگے بڑھا۔ دونوں غیظ و غضب سے پاگل ہو رہے تھے۔ نتھنوں سے گویا شعلے سے نکل رہے تھے۔ دونوں طرف کی سپاہ دم بخود تھیں۔ بادشاہ ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے، اور فوجیں کھڑی تماشا دیکھ رہی تھیں۔ دونوں فنون سپاہ گری میں طاق تھے۔ ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ کر رہے تھے۔ پینترا بدل بدل کر ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ ایک حملہ کرتا تھا، تو دوسرا وار روک لیتا تھا۔ کوئی بھی پسپا ہونے پر تیار نہیں تھا۔ بلکہ ایک دوسرے کو ختم کرنے کا جنون لمحہ بہ لمحہ شدید ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح سے دوپہر ہوگئی۔ سورج آسمان کے بیچوں بیچ پہنچ گیا، اور پوری شدت سے آگ برسانے لگا۔ دونوں کے جسم پسینے سے شرابور تھے۔ تھک کر وہ چور ہو چکے تھے‘ مگر کوئی بھی میدان چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔

دفعتاً فرعون نے دونوں طرف کی فوجیں کو حیرت میں ڈال دیا۔ نیزہ اور ڈھال زمین پر پھینک کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اپنے گھوڑے کو شملارق کے گھوڑے کے ساتھ بھڑا دیا، اور اس سے پہلے کہ شملارق اس کی چال کو سمجھتا، اس نے برق رفتاری سے شملارق کی کمر پر ہاتھ ڈال کر دونوں ہاتھوں پر فضا میں اسے بلند کر لیا‘ چاہتا تھا‘ اسے پوری قوت سے زمین پر پٹخ دے کہ شملارق اوپر ہی اوپر مچلا، اور اس کے ہاتھوں سے پھسل کر زمین پر گر پڑا۔ فرعون

اسے قتل کرنے کیلئے میان سے تلوار نکالنے لگا، لیکن شملارق اس سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا، اور اپنی فوج کی طرف بھاگ نکلا' فرعون نے اس کا پیچھا کیا، لیکن شملارق نے چلا کر اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور حبشی تلواریں سونت کر مصری فوج پر ٹوٹ پڑے۔

دیکھتے ہی دیکھتے دونوں لشکر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے۔ دشمن کے ایک دستے نے فرعون کے گرد گھیرا ڈال دیا، اور لہو ٹپکاتی تلواریں اس کے گرد بڑھنے لگیں۔ فرعون نے حواس بحال رکھے، اور گھوڑا دوڑایا۔ ایک کائی سی پھٹ گئی، اور سپاہی ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔

فرعون پر جنون طاری تھا۔ ایک تو شملارق کے نکل جانے کا قلق تھا، دوسرے اس کی عہد شکنی پر چراغ پا تھا کہ یہ دوبدو لڑائی تھی، اور فوجوں کو تصادم سے روک دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ جان کی پروا کئے بغیر چن چن کر دشمن کے سپاہیوں کو قتل کرنے لگا۔ وہ ان میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن اس کے آگے بڑھتے ہی سپاہی دور ہٹ جاتے تھے۔ فرعون شجاعت کے ایسے جوہر دکھا رہا تھا، کہ ہر شخص انگشت بدندان تھا۔ یکا یک ایک حبشی سردار اس کے عقب میں نمودار ہوا، اور اس کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر اس پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ فرعون الف ہو گیا۔ جسم سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے، اور وہ گھوڑے کی پشت پر آگے کی جانب اوندھا ہو گیا۔ وفادار گھوڑا موقع کی نزاکت سمجھ گیا تھا۔ وہ ایک جانب سرپٹ دوڑ پڑا اور سپاہیوں کو روندتا ہوا نیل کی طرف نکل گیا۔

فرعون کی میدان میں عدم موجودگی سے مصری فوج بددل ہو گئی۔ حوصلہ ہار بیٹھی۔ ان کا جوش سرد تھا، اور بازو شل پڑ گئے تھے۔ جبکہ مخالف فوج کے حوصلے بلند تھے، اور وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہی تھی۔ نتیجتاً مصری فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اس نے پسپائی کی راہ اختیار کی۔ پیچھے ہٹتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی، اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہی۔

شملارق میدان جنگ میں فرعون کے ہاتھوں بری طرح زخمی ہوا تھا۔ علاوہ ازیں اس کا دشمن میدان جنگ سے فرار ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے فوجیوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دیا، اور صلح کی غرض سے ایلچیوں کا ایک وفد فرعون کے وزراء امراء کے پاس روانہ کر دیا۔ محافظوں نے ان کی جانب سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد شہر کا دروازہ کھولا، اور انہیں اندر داخل کر لیا۔ پھر ان سے صلح کی شرائط بیان کرنے کو کہا گیا۔ ایلچیوں کا سردار کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ ” عزت مآب سربراہ ہوا' ہمیں یقین ہے کہ فرعون مر گیا، اور ہماری مصر والوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے، مگر جس قضیے کیلئے جنگ لڑی گئی، وہ ابھی جوں کا توں باقی ہے۔ ہمارا بادشاہ چاہتا ہے کہ وہ کنیز اس کے حوالے کر دی جائے۔ جس کا نام طیونس ہے، اور جسے فرعون

نے اپنی ملکہ بنا لیا تھا۔ بس ہماری ایک یہی شرط ہے۔ ہمارا بادشاہ مصر والوں سے کچھ نہیں چاہتا۔ عمائدین سلطنت شاہ شملارق کی شرط سن کر سٹپٹا گئے، اور حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ ماحول پر ایک گنبھیر سناٹا مسلط تھا۔ ان کیلئے یہ ایک انتہائی بے عزتی کی بات تھی، کہ اپنی ملکہ کو دشمن کے سپرد کر دیں۔ آخر کچھ دیر بعد بڑا وزیر کھڑا ہوا اور بولا۔

” اس بات کا فیصلہ ملکہ خود کرے گی۔ ہمیں اس کی ذات کے بارے میں فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور یہ کہ بادشاہ کی موت کے بعد وہی فرمانروائے سلطنت ہے۔“

اس کے الفاظ ابھی فضاء میں گونج رہے تھے کہ پردہ ہلا، اور طیونس شاہی پوشاک میں ملبوس سر پر تاج رکھے تمکنت اور وقار کے ساتھ نمودار ہوئی۔ اس کا چہرہ سپاٹ اور ستا ہوا تھا، اور وہ بہت مغموم نظر آ رہی تھی۔ تمام لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ طیونس نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، اور اپنی سلطنت کے اہل کاروں کے ساتھ صلاح مشورے کرنے لگی۔

” محل کے باہر شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جو رفتہ رفتہ ایک ہنگامے کی شکل اختیار کر گئیں۔ معلوم ہوا کہ محل کی فصیل کے نیچے ہزاروں افراد جمع تھے، اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے ایک عورت کی خاطر ملک کی سلامتی کو قربان نہ کرو۔ ایک کنیز کو ہمارے ملک پر ترجیح نہ دو۔ ہماری ماؤں' بہنوں' بیٹیوں کا خیال کرو۔ ملکہ کو شاہ شملارق کے حوالے کر دو۔“

طیونس اٹھ کر فصیل پر گئی، اور پرسکون آواز میں مجمع سے مخاطب ہوئی۔ ” مصر کے بیٹو! میں تمہارے جذبات و احساسات کو سمجھتی ہوں، اور ان کی قدر کرتی ہوں۔ میں نے دل سے چاہا تھا، کہ جنگ نہ ہو۔ فرعون اعظم کو مشورہ دیا تھا، کہ مجھے شاہ شملارق کے حوالے کر دے، مگر وہ نہ مانا، اور ملک جنگ کی آگ میں جھونک دیا۔ میں اب بھی نہیں چاہتی کہ جنگ جاری رہے۔ معلوم نہیں فرعون مر چکا یا زندہ ہے۔ بہرحال فیصلہ میری مرضی پر منحصر ہے۔ سو میں اپنے آپ کو شاہ حبش کے سپرد کرنے کو تیار ہوں۔ میری یہ خواہش نہیں ہے کہ مصر پر مزید مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹیں۔ میں اہل مصر کو خوش و خرم اور امن و امان کی فضاء میں سانس لیتا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں۔ مصر کی سلامتی کو اپنی حقیر زندگی سے برتر تصور کرتی ہوں۔ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ مصر کے لوگ اس محبت اور احترام کو محسوس کریں، جو میرے دل میں اس ملک اور اس کے باشندوں کیلئے ہے۔ پس میں نے فیصلہ کر لیا ہے، اور درخواست کرتی ہوں کہ مجھے شاہ شملارق کے حوالے کر دیا جائے کہ یہی میرا مقدر ہے۔“

طیونس کی آواز بھرا گئی۔ اس نے سر جھکا لیا، اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شملارق کے ایلچیوں کے روبرو کھڑی ہو گئی۔

ماحول پر سوگوار سناٹا چھا گیا۔ اکابرین سلطنت آبدیدہ تھے۔ شاہ شملارق کے ایلچی بھ
اس سزا کے تصور سے اندر ہی اندر کانپ رہے تھے، جو اس حسین، مگر بدنصیب ملکہ کا انتظار کر
رہی تھی۔ دفعتاً ایک شخص مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا، اور ایک مقام پر کھڑا ہو گیا۔

اس کا سانس پھولا ہوا تھا، اور آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔ یہ طیونس کا محبوب
ریمفش تھا، جسے فرعون نے جنگ پر جانے سے پہلے آزاد کر دیا تھا، اور وہ وطن پرست اپن
محبوبہ سے ملے بغیر سیدھا میدان جنگ میں پہنچ گیا تھا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

"مصر کے غیور بیٹو! ذرا غور کرو، اور اپنے فیصلے پر نظر ڈالو کہ تم کیا کر رہے ہو، اور آ
والی نسلیں تمہارے آج کے بزدلانہ اقدام کو کل کیا کہیں گی۔ یہ عورت جو پہلے کنیز تھی' یا ذلیل
و خوار! اب سلطنت مصر کی وارث ہے۔ تمہاری ملکہ ہے' تمہاری عزت ہے۔ اس کی توہ
تمہارے وطن کی توہین ہے۔ اس کی ذلت ساری قوم کی ذلت ہے۔ بہادر بزرگو! ک
بزدل بیٹو! اگر تمہارے دل میں قومی غیرت کا شائبہ بھی قائم ہے۔ ذرا سا بھی احساس رکھ
ہو، تو اس عورت کی عزت کو اپنی ماں کی عزت سمجھو' حبش کے ایلچیوں سے کہہ دو کہ جاؤ' طیونس
تمہیں نہیں ملے گی۔ ہم تم سے میدان جنگ میں تلوار کی نوک سے بات کریں گے۔ تمہارے
ناپاک ہاتھ ملکۂ مصر کی چادر کو اس وقت تک نہ چھو سکیں گے، جب تک مصر کا ایک ایک سپا
اپنے وطن کی غیرت پر کٹ نہ مرے گا۔ اٹھو! بزدلی اور ہزیمت کے خیالات کو ذہن سے نکا
پھینکو۔ اپنے خون کی حرارت کو زندہ کرو، اور اپنے ہتھیار اٹھا کر دشمن کو مصر کی سرحد سے
بھگاؤ، ورنہ مصر کو تمہارے وجود کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

مجمع میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ الفاظ نہیں، ایک بجلی تھی، جو ہر دل میں کوند گئی۔ ہر جسم م
آگ لگ گئی۔

"نہیں، نہیں۔ ہم ملکہ کا احترام قائم رکھیں گے۔ اس کی عزت کے محافظ بنیں گے
جب تک ہم زندہ ہیں، ملکہ شملارق کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔ ہم مصر کے بیٹے اپنی
کو ذلیل نہیں ہونے دیں گے۔"

شملارق کے ایلچی ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔ مجمع منتشر ہو گیا۔ ریمفش پھر محل م
اور طیونس کی اس سے نگاہیں چار ہوئیں۔ دونوں کے دل دھڑکنے لگے' لیکن طیونس ر
کیلئے پرائی ہو چکی تھی۔ اس کے ملک کی ملکہ تھی۔ اس کے باپ کے سوا کسی کو علم نہ تھا'
اس کے دل کی ملکہ بھی تھی، اور باپ بیٹے دونوں کو یہ علم نہ تھا، کہ طیونس سے فرعون کی
شادی ہی ہوئی تھی۔ اس کے دل پر ریمفش کی حکمرانی تھی۔ لیکن یہ موقع ایسا تھا، کہ ایک

بیٹا' رعیت کا ایک آدمی، ملکہ کے سامنے کھڑا تھا، اور وہ اسے قریب بلانے سے مجبور تھی' دونوں
مجبور تھے۔

بڑے وزیر نے ریمفش سے کہا۔ "اے نیل کے باعظمت بیٹے! میں تیری جرأت و
دانائی کو سلام کرتا ہوں کہ تو نے مصر کی لاج رکھ لی۔ ہمیں بتا کہ موجودہ حالات میں کیا قدم
اٹھانا چاہیے؟"

ریمفش نے جواب دیا۔ "عظیم بزرگ! میرے خیال میں ہمارے لئے اس سے بہتر
راستہ اور کوئی نہ ہوگا، کہ شاہ شملارق پر فوری حملہ کر دیا جائے۔ اس کی حیثیت زخمی شیر کی سی
ہے۔ وہ طیونس کو حاصل کرنے کی غرض سے دوبارہ حملہ کرے گا، اور مصر کی اینٹ سے اینٹ
بجا دے گا۔ ہمارے لئے کوئی راہ فرار نہ ہوگی۔ بہتری اسی میں ہے کہ ہم شملارق کو موقع
دیئے بغیر اس پر ٹوٹ پڑیں، اور اسے مصر کی سرحدوں سے دور بھگا دیں۔"

اکابرین دربار نے ریمفش کے خیال کی تائید کی، اور فتح یا موت تک لڑنے کا تہیہ کر
لیا۔ اگلی صبح شملارق کی فوج پر جوابی حملہ کر دیا گیا۔

شملارق کے سپاہی بڑی جوانمردی سے لڑے، مگر ریمفش کی پرجوش تقریروں نے مصری
فوج کے اکھڑے ہوئے قدم جما دیئے۔ ان کے حوصلے بڑھ گئے، اور وہ دشمن فوج کے سامنے
سینہ سپر ہو گئے۔ ریمفش اس وقت دودھاری تلوار بنا ہوا تھا، اور ایک ایک گوشے میں پہنچ کر
دشمن کو للکارتا تھا۔ وہ جدھر کا رخ کرتا پرے کے پرے صاف کر دیتا۔

جس طرف مصری فوج کو کمزور دیکھتا۔ اسی طرف اڑ کر پہنچ جاتا۔ سحر انگیز الفاظ کے
ساتھ ساتھ اس کی تلوار بھی مانند برق لپک رہی تھی اور ایک ہاتھ میں دشمن کے کئی کئی سپاہیوں
کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی۔

شام ہوتے ہوتے شملارق کی سپاہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ شکست کھا کر بھاگ کھڑی
ہوئی۔ مصری فوج فتح کے شادیانے بجاتی ہوئی لوٹی، تو اہل مصر نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔
سب سے آگے ریمفش کا رتھ تھا۔ لوگوں نے مصر کے نجات دہندہ کو دیکھ کر اس پر پھول
نچھاور کیے، اور مسرت سے رقص کرنے لگے۔ اتنی بڑی فتح مصر والوں کو کبھی نصیب نہیں ہوئی
تھی۔

اس رات فتح کا جشن منایا گیا، اور اس کے دوران بڑا وزیر طیونس اور ریمفش کو ایک
علیحدہ کمرے میں لے گیا۔ کہنے لگا مصر کے قابل فخر فرزند! یہ سرزمین تجھ پر نازاں ہے، کہ تو
نے مصر کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا، اور اسے سیاہ ہونے سے بچا لیا۔

اگر تو آگے نہ بڑھتا تو شاید حالات کچھ اور ہوتے۔ مصر کی غیرت نیلام ہوگئی ہوتی، او غلامی کی زنجیریں ہمارے پاؤں جکڑ لیتیں، مگر تیری حکمت وفراست نے ہمیں فتح سے ہمکنا کیا اور مصر کو نئی زندگی عطا کی۔ آج جبکہ مصر یتیم ہے۔ اسے ایک باپ کی ضرورت ہے۔ ملک کو ایک بادشاہ کی ضرورت ہے۔ میری خواہش ہے کہ تو مصر کے تاج وتخت کو قبول کر۔''

ریمفش نے جواب دیا۔ ''عظیم المرتبت بزرگ! آپ زرے کو آفتاب بنانے کی سعی ک رہے ہیں۔ میں بے حد ممنون ہوں۔ اس ستائش کا اہل نہ تھا۔ جہاں تک آپ کی فراخدلا پیشکش کا تعلق ہے تو عرض کروں کہ میں اپنے ناتواں کندھوں پر بار حکومت اٹھانے ک استطاعت نہیں رکھتا۔ مجھے تخت شاہی کی جگہ طیونس بخش دیں، تو میرے دل کی مراد پور ہوگی۔ یہ آپ کا بہت بڑا کرم ہوگا۔

بڑے وزیر نے اس کی پشت پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر کہا۔

''شیر دل نوجوان انکسار سے کام نہ لے' تو وزیر زادہ ہے کہ تیرا باپ وزیر خزانہ ہے رموز سلطنت سے واقف ہے۔ حکومت کر سکتا ہے۔ تخت شاہی کے ساتھ ملکہ بھی تیری ہوسکتی ہے۔ تاہم میں یہ بات ضرور کہوں گا، کہ اس بارے میں ملکہ کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مصر کے قانون کے تحت وارث تخت ہونے کی حیثیت سے اسے یہ حق حاصل ہے، کہ جسے چاہے ا شوہر منتخب کرے۔''

ریمفش نے امید بھری نظروں سے طیونس کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور چہرہ شرم سے گلنار ہو رہا تھا۔ بڑا وزیر زیر لب مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

''مجھے ملکہ طیونس کا فیصلہ معلوم ہوگیا ہے۔ لیکن مصر کا دستور ابھی اس بات کا متقاضی ہے کہ نئے فرعون کے انتخاب کیلئے دربار عام منعقد کیا جائے، اور اہل مصر کی منظوری او حمایت حاصل کی جائے۔ انتخاب سے قبل یہ بھی ضروری ہوگا، کہ سابقہ فرعون کے اعمال محاسبہ کیا جائے۔ اگر وہ نیک ثابت ہو تو کلمۂ حق اور بد ٹھہرا تو کلمۂ بد اس کے حق میں ادا جائے، کہ یہ ہی مصر کا دستور ہے، اور صدہائے سال سے یہ ہی چلتا آ رہا ہے۔''

◆ ◆ ◆

نئے فرعون کے انتخاب کیلئے محل کے وسیع سبزہ زار پر دربار عام منعقد کیا گیا تھا۔ اکابرین سلطنت اور عمائدین شہر اپنی اپنی جگہ پر موجود تھے۔ ان ہی میں ریمفش بھی تھا، اور بڑی بے چینی سے طیونس کا انتظار کر رہا تھا' جو ابھی تک دربار میں جلوہ افروز نہیں ہوئی تھی۔ اس دربار میں ہر عام و خاص کو آنے کی اجازت تھی۔ ہر طرف انسانی سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ عورتیں' مرد' بچے' بوڑھے غرض سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے، اور وہ منتظر تھے کہ کس کی قسمت یاوری کرتی ہے، اور ملکہ طیونس کس خوش نصیب کو اپنے دل کا مالک اور سلطنت کا والی قرار دیتی ہے۔

آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، اور ملکہ طیونس ایک سو ایک دوشیزاؤں کے جلو میں دربار میں وارد ہوئی۔ اس کی ساتھی لڑکیاں تاجپوشی کا مخصوص نغمہ الاپ رہی تھیں، اور ہزاروں افراد نے بیک زبان ہو کر نعرہ لگایا۔ ''آسمان کے مقدس مالک ہماری خوش نصیب ملکہ کو سلامت وشادماں رکھیں۔''

طیونس سب سے پہلے بڑے وزیر کے سامنے جھکی، جس نے اپنا پُر شفقت ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا دی۔ پھر وہ اس طرف بڑھی جہاں اونچی جگہ پر دو مرصع کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کرسی نو منتخب فرعون کیلئے تھی، اور دوسری خود ملکہ طیونس کے لیے' ملکہ نے ہجوم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور اپنی نشست پر براجمان ہوگئی۔

بڑا وزیر کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا خشک ہاتھ ہوا میں لہرایا، اور سامرانہ انداز میں کہنے لگا۔

''اے مصر کے لوگو! دستِ تقدیر نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے، کہ نئے فرعون کے انتخاب میں ملکہ کی مدد کروں۔ طیونس مصر کی ملکہ ہے، اور فرعون کا انتخاب اس کی عقل وفراست پر ہے، کہ جسے چاہے' وہ اپنے شوہر کی حیثیت سے تسلیم کرے، اور وہ مصر کا بادشاہ قرار پائے۔ لیکن ملک کے دستور کے بموجب اس سے قبل سابقہ فرعون امنس کے اعمال کا محاسبہ ہوگا، اور

اسی تخت کے سائے میں بیٹھ کر وہ تمہارے سامنے مقدمات سنتا تھا، اور فیصلے صادر کرتا تھا۔ آج اسی کا مقدمہ پیش کیا جائے گا، کہ کس کو اس کے انصاف سے شکایت ہے، اور کون اس کے حق میں کلمہٗ حق ادا کرتا ہے۔

اگر وہ اچھا ثابت ہوا، تو اسے تمام اعزازات سے نوازا جائے گا۔ اس کی یادگار تعمیر کی جائے گی، اور اس کا نام تاریخ میں روشن رہے گا، اور اگر اس کی برائیاں اچھائیوں پر غالب آ گئیں تو اس کیلئے بددعا کی جائے گی، اور اس کی روح پر آسمانی طاقتوں کا قہر نازل ہو، اور وہ کبھی سکون نہ پائے۔ پس میں پہلے ان لوگوں کو فرعون کے تخت کے سامنے آنے کو کہتا ہوں، جن پر فرعون کے ظلم ٹوٹے۔

ہجوم میں حرکت ہوئی اور ڈیڑھ دو سو کے قریب تباہ حال عورتیں آگے بڑھیں۔ ان کے چہرے زرد اور بے رونق تھے۔ وہ افلاس اور تباہ حالی کی تصویر تھیں۔ ان میں سے ایک عورت نے دہائی دیتے ہوئے کہا۔

"ہم وہ بدبخت ہیں، جن کے شوہروں نے خزانے کی نئی عمارت بنائی تھی۔ ان کی جانفشانی کے عوض فرعون نے سب کو نیل کے پانی میں غرق کروا دیا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا، کہ انہوں نے خزانے کی عمارت تعمیر کی تھی، اور وہ خفیہ تہہ خانوں کے راستے جانتے تھے۔" اتنا کہہ کر وہ بیوہ زاروقطار رونے لگی، اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں نے بھی گریہ زاری شروع کر دی۔

بڑے وزیر نے انہیں بمشکل چپ کرایا، اور ہجوم کی جانب نظر کر کے پھر آواز دی۔ "کوئی اور ستم رسیدہ؟"

مجمع میں پھر حرکت ہوئی۔ سینکڑوں مفلوک الحال بچے آگے بڑھے، ان کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ جس کی سفید داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ اس کے قدم بمشکل اٹھ رہے تھے اور ہاتھ کی لاٹھی سنبھالے نہ سنبھلتی تھی۔ اس نے اپنا قصہ غم بیان کیا۔ "یہ یتیم اور لاچار بچے ان امراء کے ہیں، جن کے سر قلم کر کے فرعون نے اپنا خزانہ پُر کیا۔ ان کا گناہ صرف یہ تھا، کہ انہوں نے اپنی دولت فرعون کے حوالے کرنے میں پس و پیش کیا تھا۔"

اس کے بعد ایک نحیف اور نزار عورت آگے بڑھی اور دردانگیز لہجے میں کہنے لگی۔ "میں اس پانچ سالہ بچے کی بدنصیب ماں ہوں، جسے فرعون نے اپنے محل کی فصیل سے نیچے پھینک کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس کا قصور صرف یہ تھا، کہ وہ معصوم نادانی میں فرعون کے باغ میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کی دردناک اور دلدوز چیخیں آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہیں، اور اس کی

ٹوٹی پھوٹی لاش نگاہوں کے سامنے گردش کرتی رہتی ہے۔"

عورت کی داستان غم کے بعد کچھ اور مظلوم آگے بڑھے۔ لیکن وزیر نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور بولا۔

"فرعون امنس کے مظالم کی خونی فہرست بہت طویل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصر کا ہر فرد کسی نہ کسی طرح اس کے ظلم کی چکی میں پس چکا ہے۔ سوان داستانوں کو سننے کی ضرورت ہے، نہ فرصت کہ مداوا مشکل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس نے مصر کی رعایا کو بہت دکھ دیئے، اور ہر شخص اس کے حق میں کلمہٗ بد کہنے کو تیار ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پورے مصر میں کوئی ایک ایسا فرد ہے، جو اس کے حق میں کلمہٗ خیر کہنے کا خواہشمند ہو۔"

ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے، اور خاموش تھے۔ پانچ، دس، بیس، لمحے گزر گئے، مگر کوئی شخص آگے نہ بڑھا کسی کی آواز سنائی نہیں دی۔ فرعون کے وزیروں اور مصاحبوں نے بھی زبان نہ ہلائی، کہ اس نے دشمن تو بے حساب بنائے تھے دوست کوئی نہ بنایا تھا۔

یہ دیکھ کر طیونس کو سخت صدمہ پہنچا، اس کا دل تڑپ اٹھا۔ اسے اس بے رحم شخص پر بے اختیار رحم آیا، جو پورے مصر کیلئے ظالم، خونخوار اور ستمگر تھا، مگر اس کے ساتھ اس نے مہربانیاں کی تھیں۔ اس کے جذبات و احساسات کا خیال رکھا تھا۔ اس پر جبر نہیں کیا تھا۔ اپنی مرضی مسلط نہیں کی تھی۔ وہ اس کیلئے نیک دل، مہربان اور شریف شوہر تھا، اور اس کی دلداری کا بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے محبوب ریمفش کو رہا کر دیا تھا، جو اس کا دشمن تھا، رقیب تھا۔

طیونس نے سوچا وہ اس کیلئے کلمہٗ حق خیر کہہ سکتی ہے، کہ اس کے چند اچھے الفاظ سے فرعون کی روح عذاب سے بچ جائے گی۔ اس ارادہ کے تحت وہ یکلخت کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی، اور مجمع کی جانب متوجہ ہو کر بولی۔ "مصر کے لوگو! میں فرعون امنس کے حق میں......"

بڑا وزیر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھا، اور کہنے لگا "ملکہ تیری شہادت کارگر نہ ہوگی کہ تو خود مسند انصاف پر جلوہ آراء ہے، اور یہ کہ تو اس کی قرابت دار ہے۔ اس کی بیوہ ہے۔"

طیونس کی حسرت دل میں رہ گئی۔ وہ اس خیال سے آزردہ ہوگئی۔ جس آدمی نے اس کے ساتھ بھلائی کی اسے کوئی دکھ نہیں دیا تھا۔ کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی۔ وہ اس کی موت کے بعد اس کے حق میں کلمہٗ خیر بھی نہ کہہ سکی۔

بڑے وزیر نے پھر کہا۔ "ملکہ کے علاوہ اس ہجوم میں کوئی ایسا جو فرعون کے حق میں کلمہٗ

خیر کہنے کو تیار ہو؟'' جواب میں پھر وہی خاموشی تھی۔ تب اس نے دوبارہ کہا۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون ظالم تھا' بے رحم تھا' بے انصاف تھا۔ اس نے آسمانی طاقتوں کی پروا نہ کی۔ ان کے غضب کو دعوت دی۔ لہٰذا اسے گمنام آدمیوں کی موت نصیب ہوئی۔ اس کی لاش کا کسی کو علم نہیں ہے۔ سو اس کا حرم نہیں بنایا جائے گا، اور اگر لاش دستیاب ہو گئی، تو اسے مچھلیوں کے حوالے کرنے کیلئے نیل میں پھینک دیا جائے گا، کہ اسے ملعون قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے نام کو مصر کی تاریخ میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ اس کے عہد حکومت کو تائب ترین زمانے کے نام سے موسوم کر دیا جائے گا۔ مونگے اور کنوں کے پتوں کی بہشت میں اسے جگہ نہیں ملے گی اور اس کی روح ہمیشہ بیتاب اور مضطرب رہے گی۔''

بڑے وزیر کی بددعا سن کر سارا مجمع خوشی سے چلانے لگا، اور مختلف طریقوں سے اپنی مسرت کا اظہار کرنے لگا۔ انہیں فرعون سے نفرت تھی۔ اس کی موت کے بعد ظلم وستم کے بادل چھٹ گئے تھے، اور وہ سکون کا سانس لے سکتے تھے' مگر طیونس رنجیدہ تھی۔ اسے فرعون کے انجام پر بہت افسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس کیلئے ظالم نہ تھا' مہربان تھا' ستمگر نہ تھا' غمخوار تھا' مگر وہ مجبور تھی۔ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ ہاں اس نے اپنی پلکوں پر دو اشک سجا لیے تھے اور آنسوؤں کا یہ نذرانہ فرعون صرف فرعون کیلئے تھا۔

بڑے وزیر نے طیونس کو دیکھا' اپنا جھریوں بھرا ہاتھ فضاء میں بلند کیا، اور کہنے لگا'' اے مصر کی حسین ملکہ! غیبی ہاتھوں نے تجھے پتھر سے گوہر بنا دیا، اور یہ اعزاز بخشا کہ تو مصر کیلئے فرعون کو منتخب کرے۔ خود پر قابو رکھ اور ان آنسوؤں کو فراموش نہ کر، جو یتیموں' بیواؤں اور دوسرے مظلوموں کے چہروں پر پھیل رہے ہیں۔ ان دکھیوں کی آہوں کو نظر انداز نہ کر' جو فرعون کے ستائے ہوئے ہیں۔ اب تیرے کاندھوں پر ایک بوجھ آن پڑا ہے۔ اسے محسوس کر اور اپنے فرض سے عہدہ براء ہو۔ مصر کے ناموس کو اپنا ناموس سمجھ' رعیت کی خواہش کا احترام کر اور مصر کی ترقی وخوشحالی کا خیال نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ آسمان کی لافانی طاقتیں تجھے فہم عطا کریں، تاکہ تو بجلی' بادلوں اور چاند تاروں کا حکمراں اس ہستی کو منتخب کرے، جو بار سلطنت اٹھانے کا اہل ہو، اور مصر کی عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا کہلائے۔''

بڑا وزیر یہ الفاظ کہہ کر چپ ہو گیا، اور ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد طیونس اپنی کرسی سے کھڑی ہوئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، اور اس پر گھبراہٹ طاری تھی۔ لیکن نگاہیں اپنے محبوب ریمفش پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے ہجوم کی طرف دیکھا اور اپنی سریلی آواز میں کہنے لگی۔

'' اے مصری بیٹو! میں تمہیں یاد دلاتی ہوں، اور تم سے پوچھتی ہوں کہ یہ فتح کس نے حاصل کی ہے۔ جب تم شملارق سے شکست کھا کر قلعے میں محصور ہو گئے تھے، اور تمہاری تذلیل میں کوئی شبہ نہ رہا تھا۔ جب تم اپنی ملکہ کو دشمن کے حوالے کرنے پر تیار تھے، اور وہ تمہارے دشمن کے سامنے سرنگوں کھڑی موت کی منتظر کھڑی تھی، تو اس کو اذیت ناک موت سے کس نے بچایا؟''

ہجوم نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔'' بہادر ریمفش نے۔''

طیونس کے چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔ خوشی سے مغلوب لہجے میں بولی۔'' مجھے تم سے اسی سچائی کی توقع تھی۔ چنانچہ کیا تم اپنی خوش قسمتی پر ناز نہ کرو گے۔ اگر میں اسے فرعون کی حیثیت سے منتخب کر لوں؟''

ملکہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر لوگوں کی مسرت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ ریمفش کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ انہوں نے چلا کر کہا۔

'' ملکہ! آسمان کی مقدس طاقتیں تجھے سلامت رکھیں کہ تو نے مصر کو بہترین آدمی دیا ہے۔''

یہ نئے فرعون کا انتخاب کے سلسلے میں رعایا کا اظہار پسندیدگی تھا۔ چنانچہ شادیانے بجنے لگے، اور فرعون ریمفش زندہ باد! ملکہ طیونس زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ بڑے وزیر نے اسی وقت تاجپوشی کی رسوم ادا کیں۔ ملکہ نے اپنے ہاتھ سے ریمفش کے سر پر تاج رکھا، اور وہ مصر کا بادشاہ بن گیا۔ طیونس مسکرا رہی تھی۔ ریمفش مسکرا رہا تھا۔ لوگ خوش تھے' وہ بے خود ہوئے جا رہے تھے کہ سابق فرعون امنس کے ظالم پنجے سے رہائی مل گئی۔ اب رحمدل ریمفش ان کا فرعون تھا۔

ریمفش کی رسم تاجپوشی کے بعد جو پہلی رات آئی، وہ اپنے پہلو میں ایسی بے پناہ مسرتیں لے کر آئی تھی، کہ سرزمین مصر نے ایسی طرب انگیز ساعت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ سارے مصر میں چراغاں ہو رہا تھا۔ گھر گھر جشن طرب اور کوچہ کوچہ طوفان مسرت تھا۔ ایک دریائے شادمانی تھا، کہ اس کی سطح پر ہر دل کنول کے پھول کی مانند تیرتا پھر رہا تھا۔ کہیں آتش بازی چھوٹ رہی تھی' کہیں حسیناؤں کے دلفریب رقص تھے۔ شاہی خزانے کا منہ فراخدلی سے کھول دیا گیا تھا، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مصر کا نیا حکمران اپنے پہلو میں بے انتہا فیاض دل رکھتا ہے۔

اس منور اور پر رونق رات کو ریمفش اور طیونس محل کے جھروکے سے باہر کی مسرور دنیا

کے روشن و رنگین ماحول کا نظارہ کر رہے تھے، اور اپنی قسمت پر نازاں تھے کہ تابناک مستقبل نے ان کے قدم چوم لئے تھے۔ انہیں دوہری کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ان کی سب سے بڑی فتح یہ تھی' یا پھر محبت کا اثر تھا، کہ انتہائی سنگین حالات سے دوچار ہونے کے باوجود طالب و مطلوب باہم مل گئے تھے، اور مصر کی حکومت بھی ان ہی کے حصے میں آئی تھی۔

ریمفش' طیونس کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔ ''طیونس ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ فرعون امنس کے عذاب سے بچ گئے اور یکجا بھی ہو گئے۔''

''ہاں'' طیونس نے خوابناک لہجے میں کہا۔ ''اب ہمیں دنیا کی کوئی طاقت جدا نہ کر سکے گی۔ ہم ایک ساتھ جئیں گے' ایک ساتھ مریں گے۔''

ریمفش نے مسحور ہو کر کہا' تو سچ کہتی ہے۔ طیونس ہمارا ساتھ اب کبھی نہ چھوٹے گا۔ ہم نہ صرف اپنے لئے جئیں گے، بلکہ مصر کی رعایا کو خوش رکھنے، اور اس کا مستقبل تابناک بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے' کہ قدرت نے یہ ذمہ داری ہم کو سونپ دی ہے، اور ہمیں خود کو اس کا اہل ثابت کرنا ہوگا۔''

ادھر یہ گفتگو جاری تھی، اور دوسری جانب محل کی ڈیوڑھی میں سینکڑوں فقیر اور لاچار افراد کھانا کھا رہے تھے۔ جشن تاج پوشی کے اس پرمسرت موقع پر ان کے لیے خصوصی انتظام کیا گیا تھا، اور ایسے اعلیٰ کھانے تیار کرائے گئے تھے' جن کا انہوں نے خواب میں بھی تصور نہیں کیا ہوگا۔ ہر شخص اپنے سامنے ڈھیر سارا کھانا رکھے بیٹھا تھا، اور بے صبری سے کھانے میں مصروف تھا۔ اچانک ایک مفلوک الحال آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں رعشہ اور پاؤں میں لرزش تھی۔ لباس تار تار تھا۔ سر اور داڑھی کے بال بڑھے ہوئے اور بے ترتیب تھے۔ وہ اتنا غلیظ تھا، کہ جسم پر مکھیاں بھنک رہی تھیں۔ نقاہت کا یہ عالم تھا، کہ پاؤں رکھتا کہیں تھا، اور پڑتا کہیں تھا۔ یہ نووارد ڈیوڑھی میں موجود ہر گداگر کو حیرت و استعجاب سے دیکھتا ہوا، اور گرتا پڑتا اندر بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ محل کے اندرونی دروازے تک جا پہنچا، اور اندر داخل ہونا ہی چاہتا تھا، کہ پہرے دار نے آگے بڑھ کر اسے روک دیا، اور گرجدار لہجے میں بولا۔ تو...... تو کون ہے؟ کہاں گھسا چلا آتا ہے......؟

نووارد کا چہرہ غصے سے تمتما گیا' مگر نقاہت کے سبب فوراً اپنی حالت پر آ گیا، اس نے پہرے دار کی طرف دیکھا، اور نحیف لہجے میں بولا'' تو مجھے نہیں جانتا' میں کون ہوں؟ پہرے دار نے ڈپٹ کر کہا۔

''مجھے یہ جاننے کی ضرورت ہے، نہ فرصت' البتہ گداگر معلوم ہوتا ہے۔ بھوکا ہے تو ان

فقیروں کے ساتھ بیٹھ جا اور کھانا کھا لے۔''

نووارد کے چہرے پر شدید کرب کے آثار نمایاں ہوئے۔ درد انگیز لہجے میں بولا۔

''نادان مجھے پہچاننے کی کوشش کر، میں مصر کا فرعون امنس ہوں۔''

پہرے دار نے ہنس کر کہا۔ ''تیرا دماغ چل گیا ہے، یا تو نے شراب پی رکھی ہے؟''

''کیا بک رہا ہے؟'' بدحال شخص نقاہت کے باوجود اس پر برس پڑا۔ ''میں فرعون امنس زندہ ہوں' جا کسی کو میری آمد کی اطلاع دے اور طیونس' میری ملکہ کو بھی بتا دے کہ میں آ گیا ہوں۔''

پہرے دار بوکھلا کر اندر کی جانب دوڑ پڑا۔ فقیر جو یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ نووارد کے گرد جمع ہو گئے، اور اس کا مضحکہ اڑانے لگے کہ وہ خود کو مصر کا بادشاہ بتاتا ہے۔ ایک مست فقیر نے اپنی لاٹھی سے اس کے پیٹ میں ٹہوکا مارا اور ہنس کر کہا۔ ''اے فرعون' شہنشاہ مصر! تیرا تاج کہاں ہے؟''

نووارد نے جواب میں اس پر ایسی حسرت کی نگاہ ڈالی، جو پتھر میں سوراخ کر سکتی تھی' منہ سے کچھ نہ کہا۔ آنکھیں بند کر لیں، اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

ایک دوسرے شریر گداگر نے اپنا پیالہ اس کے سر پر الٹ دیا، اور قہقہہ مار کر کہا۔ ''ادھر دیکھو دوستو! اس کا تاج سر پر موجود ہے۔ گداگر ہنس رہے تھے، اور نووارد اپنے سر پر رکھے ہوئے ٹوپی نما پیالے کو چھو چھو کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے رخساروں پر پیالے کا شوربا بہہ رہا تھا اور داڑھی اس سے بھیگ گئی تھی۔ دفعتاً محل کے اندر سے بڑا وزیر برآمد ہوا۔ مفلوک الحال شخص اسے دیکھ کر دیوانہ وار آگے بڑھا، اور بڑے وزیر پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ کئی ثانیے بے حس و حرکت کھڑا اسے گھورتا رہا۔ جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو' مگر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس نے نووارد کو پہچان لیا تھا، اور تب حیرت سے پکارا اٹھا۔

''فرعون امنس۔''

''ہاں...... میں فرعون امنس ہوں۔ یہ پہرے دار مجھے جانتا نہیں ہے۔ کیا ہو گیا ہے۔ پہرے دار عجیب باتیں کرتا ہے کہ مصر کا بادشاہ کسی اور کو منتخب کر لیا گیا ہے؟''

بڑے وزیر نے تاسف اور ندامت سے کہا۔ ''تو نے ٹھیک سنا ہے۔ ایسا ہو چکا ہے۔ اہل مصر نے تجھے مردہ تصور کر لیا تھا۔ انہیں یقین ہو گیا تھا، کہ تو جنگ میں کام آ گیا ہے۔ لہٰذا مصر کے دستور کے مطابق ملکہ نے نئے فرعون کا انتخاب کر لیا ہے، اور اب ریمفش مصر کا

بادشاہ ہے اور رعایا اس سے بہت خوش ہے۔"

امنس کا منہ لٹک گیا۔ اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔" تو نے بہت جلدی کی۔ میں مرا نہیں تھا۔ محض زخمی ہوا تھا، اور میرا وفادار گھوڑا مجھے نیل کے کنارے لے گیا تھا۔ ہوش آیا تو نقاہت طاری تھی، اور جب زخم کی ٹیسیں کم ہوئیں تو میں چل پڑا۔ یہاں پہنچا تو دنیا ہی بدل گئی ہے۔ ریمفش نے سلطنت کے ساتھ میری طیونس بھی چھین لی ہے۔"

بڑے وزیر نے امنس کی طرف ملال سے دیکھا۔ اس کی پہلی شان وشوکت اور موجودہ حالات کا موازنہ کر کے اس کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ گردش زمانہ کے ہزاروں قصے زبان زد خلائق ہیں، مگر ایسا واقعہ کسی نے نہ سنا ہوگا۔ کسے خیال ہوسکتا تھا، کہ ان پھٹے پرانے چیتھڑوں میں فرعون امنس جیسا جابر اور نخوت حکمران چھپا ہوگا۔ اس نے ایک سرد آہ بھری اور کہا۔

"امنس تیرے دن گزر گئے۔ مصر کی رعایا نے تجھے ملعون و مردود قرار دے دیا ہے، اور تیرے ذکر سے تاریخ کو محفوظ رکھنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ اب تو بادشاہ نہیں بن سکتا، کہ یوں بھی مصر کے قانون کے مطابق ایک فرعون کی غیر موجودگی میں کسی دوسرے کو فرعون بنا دیا جائے، تو سابقہ بادشاہ کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ دوبارہ بادشاہ نہیں بن سکتا۔ ہاں اگر نیا فرعون خود تیرے حق میں دستبردار ہو جائے، تو بات بن سکتی ہے، مگر ہم اسے ایسا کرنے نہیں دیں گے کہ ایسا کرنا آسمانی طاقتوں کے غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔"

امنس نے بڑے وزیر کا ہاتھ تھام لیا، اور بولا" مگر طیونس میری بیوی ہے۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اسے جی جان سے چاہتا ہوں کہ وہی میری سلطنت ہے۔ میری زندگی کی آرزو ہے، مجھے مصر کی حکومت نہیں چاہیے۔ صرف اپنی طیونس چاہیے۔"

بڑے وزیر نے چند ثانیے غور کیا۔ پھر جواب دیا۔" ہاں تم طیونس کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ وہ تمہاری جائز بیوی ہے، اور تم اس کے شوہر ہو، اور ابھی زندہ ہو۔"

امنس خوشی سے جھوم اٹھا، اور لہک لہک کر کہنے لگا۔" اور مجھے کچھ نہیں چاہئے یہ تخت و تاج ریمفش کو مبارک! مجھے طیونس دلا دو! اس کے سوا کوئی حاجت نہیں ہے۔"

بڑا وزیر امنس کو محل میں لے گیا۔ جہاں طیونس ایک کمرے میں اپنے ریمفش کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی ذات میں گم تھے۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ پر وہ چونکے، طیونس نے پہلی ہی نظر میں امنس کو پہچان لیا، اور ریمفش کے بازوؤں میں سمٹ گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا گویا محل کی تمام روشنیاں بجھ گئی ہوں، اور تمام شہروں میں جو ہنگامے دن

رات جاری تھے۔ اچانک تھم گئے ہوں۔"

امنس، طیونس کو دیکھتے ہی چیخا۔" میری طیونس دے دو۔ یہ میری بیوی ہے۔ اس پر تمہارا کوئی حق نہیں۔"

ریمفش چونکا، پھر جلدی سے خود پر قابو پا کر اس مطالبے کو قہقہے میں اڑانا چاہا، مگر بڑے وزیر نے ہاتھ فضا میں لہرا کر اسے روک دیا اور کہا۔

"اے مصر کے نئے بادشاہ! آسمانی طاقتوں کے غضب کو دعوت نہ دے۔ ملک کے قوانین کی توہین نہ کر کہ مصر کے تخت پر اس نے اپنا حق کھو دیا ہے، مگر اس کے طیونس پر جو حقوق ہیں، وہ ابھی قائم ہیں۔ یہ اس کی بیوی ہے، اور اب بھی ہے۔ جب تک فرعون امنس زندہ ہے، کوئی دوسرا شخص اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ پس تو طیونس کو اس کے حوالے کر دے۔"

ریمفش کا خون خشک ہوگیا، اور طیونس کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دونوں کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوگیا۔ امنس بڑے وزیر کے اس فیصلے سے خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔

دفعتاً ریمفش اپنی جگہ سے اٹھا، اور امنس کے روبرو گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ التجا آمیز لہجے میں کہنے لگا۔

"تجھے مقدس طاقتوں کی قسم مجھ سے تخت و تاج لے لے، مگر میرے سینے سے میرا دل جدا نہ کر۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا تاج سر سے اتار کر امنس کے قدموں میں رکھ دیا۔

امنس بھی عشق کا متوالا تھا، اور اس جذب میں بے نیازی کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اس نے تاج اٹھا کر دوبارہ ریمفش کے سر پر رکھ دیا، اور کہنے لگا۔

"یہ بوجھ اب تو ہی سنبھال حکومت میں نے بہت کی ہے۔ اب تو محبت کی خواہش ہے۔ حکومت تو کر کہ مصر کے لوگ تجھ سے خوش ہیں۔ مجھے میری طیونس دے دے کہ میں کچھ اور نہیں چاہتا۔"

ریمفش نے افسردگی سے کہا۔" میری بات مان اور تخت و تاج قبول کر لے کہ یہ تیرا حق ہے، اور میں اس حق سے دستبردار ہوتا ہوں، مگر طیونس کو میرے پاس رہنے دے کہ روح کو جسم سے جدا کر کے تجھے کچھ نہ ملے گا، تو کبھی طیونس کی محبت حاصل نہیں کر سکتا۔ تجھے اس جیسی ہزاروں مل جائیں گی، لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکیں گے۔"

اتنا کہہ کر ریمفش نے ایک بار پھر تاج امنس کے سر پر رکھ دیا، اور طیونس کا ہاتھ تھام لیا اور کہنے لگا۔" ریمفش تیرے حق میں تخت سے دستبردار ہوگیا ہے، تو بھی کشادہ دلی کا ثبوت

دے، اور طیونس سے اس حق میں دستبردار ہو جا' تخت و تاج سنبھال لے نہ معلوم آ
طاقتوں کو تیری کون سی ادا بھا گئی ہے، کہ انہوں نے مصر کی سلطنت دوبارہ تیرے قدموں پ
ڈال دی ہے۔

امنس نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر کرب کے آثار
اور آنکھوں میں حسرت و یاس کا سمندر تھا۔ اسے حکومت نہیں چاہیے تھی۔ اسے طیونس
ضرورت تھی، اور طیونس کو مصر کے تخت کے عوض ریمفش اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

عوام جو محل کے وسیع میدان میں جشن منا رہے تھے۔ تمام حقیقت سے باخبر ہو
تھے، کہ بے رحم فرعون مرا نہیں ہے' واپس آ گیا ہے اور محل میں عورت اور تاج کیلئے کشمکش
جاری ہے۔ اہل مصر یہ سننے کو بیتاب ہو رہے تھے، کہ ظالم فرعون کی دوبارہ آمد کیا گل کھلا
ہے، اور اس سے نئے فرعون کے اقتدار پر کیا اثر پڑتا ہے۔ جب انہوں نے ریمفش
طیونس کو ایک ساتھ محل کے دروازے سے باہر نکلتے دیکھا، تو انہیں یقین ہو گیا کہ فرعون ا
اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا ہے، اور بڑے وزیر نے مصر کے تخت پر اس کا دعویٰ تسلیم کر
سے انکار کر دیا ہے۔ اس خیال سے وہ بے حد خوش ہوئے، اور انہوں نے چلا کر کہا۔

" آسمان کی مقدس طاقتیں نیک دل ریمفش اور ملکہ طیونس کو سدا سلامت
رکھیں۔" ریمفش یہ سن کر مسکرایا اور بہ آواز بلند بولا۔ " اے مصر کے لوگو! اب میں فرعون نہ
رہا۔ فرعون وہی تمہارا پہلا حکمران امنس ہے۔ میں نے تخت و تاج فروخت کر کے طیونس
سے خرید لی ہے، اور یقیناً یہ میرے لئے نفع کا سودا ہے۔ میں طیونس کو نہیں چھوڑ سکتا
بادشاہت چھوڑ دی ہے، کہ طیونس کے مقابلے میں ہفت اقلیم کی بھی کوئی حیثیت نہیں
ہجوم اس انکشاف پر غضبناک ہو گیا، کہ ان کی قسمتوں کا مالک پھر وہی ظالم و جابر اور
فرعون امنس ہے' جسے ملعون قرار دے چکے ہیں، اور جس سے وہ نجات پانے کا جشن منا
تھے۔ وہ کیسے خوش تھے' کہ فرعون امنس مر گیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی اس کے ظلم کا
طلسم ٹوٹ گیا ہے' مگر خوشی کے یہ لمحات بہت مختصر ثابت ہوئے۔ ریمفش نے محبت کی خاطر
میں وہ کر دیا، جو اسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہر سمت سے غیض و غضب سے پر آوازیں
لگیں۔

" تو نے فرعون سے سودا کر کے ہماری زندگی بیچ دی ہے۔"

" تو نے ہمارا سکون لوٹ لیا ہے۔"

" تو نے اہل مصر سے دغا کیا ہے۔"

" تو نے فرعون کے ظلم و ستم کو ہم پر مسلط کر دیا ہے۔"

" تو خودغرض ہے۔"

" تو ظالم ہے۔"

" تو قابل گردن زدنی ہے۔"

" جتنے لوگ تھے' اتنی ہی آوازیں تھیں۔ اتنے ہی الزامات تھے۔ جو وہ ریمفش پر عائد کر رہے تھے کہ اس نے ایک عورت کیلئے فرعون سے ان کی قسمتوں کا سودا کر لیا تھا۔ ریمفش اور طیونس ہجوم کے سامنے سرنگوں کھڑے تھے۔ شرمسار تھے کہ واقعی انہوں نے اہل مصر کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ ان کے اعتماد کو مجروح کیا ہے۔ مغلوب الغضب ہجوم انہیں معاف نہیں کرے گا۔"

معاً ریمفش ایک قدم آگے بڑھا، اور ہجوم کو مخاطب کر کے بولا۔

" اے مصر کے لوگو! اگر تم مجھے مجرم سمجھتے ہو تو میرا سر حاضر ہے' مگر دیکھو میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ کوئی غداری نہیں کی ہے۔ ذرا سوچو یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ تم مجھ پر وہ بات مسلط کرنا چاہتے ہو، جو میں نہیں چاہتا۔ مجھے حکومت کی خواہش نہ پہلے تھی، نہ اب ہے۔ میں تو ایک سودائی ہوں، جسے آداب حکومت نہیں آتے' جو صرف رموز محبت سے واقف ہے۔ پس تم مقدس طاقتوں سے دعا کرو کہ وہ فرعون کو تمہارے حق میں حلیم اور مہربان بنا دے، اور ہمیں چلا جانے دو کہ محبت کی وادیاں ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔"

ریمفش کی دلیل سن کر مجمع مشتعل ہو گیا۔ لوگ چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ " تو جھوٹا ہے' لفاظ ہے' ہمارا سکون لوٹ کر اپنی دنیا آباد کرنا چاہتا ہے۔ ہم تجھے معاف نہیں کریں گے۔ تم دونوں سے انتقام لیں گے۔"

کچھ اور آوازیں بھی گونجیں۔ " ہاں انہیں معاف نہ کرو۔ ان سے بدلہ لو کہ انہوں نے اپنی غرض اور اپنی خوشی پر ہمیں قربان کر دیا ہے۔ انہیں اذیت دو' انہیں سنگسار کر دو۔"

دوسرے لمحے ان پر پتھر برسنے لگے۔ چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ ان کیلئے اس کھلے میدان میں کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ ریمفش نے طیونس کو اپنی اوٹ میں چھپا لیا اور اپنے جسم سے اس کیلئے ڈھال کا کام لینے لگا۔ وہ پتھروں کو ہاتھوں سے روکتا تھا' مگر ناکام رہتا تھا، کہ ہاتھ دو تھے اور پتھروں کی ہر طرف سے بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں ریمفش کا جسم لہولہان ہو گیا اور وہ غضب سے گرنے لگا۔ طیونس نے اسے سنبھالنا چاہا، مگر پتھروں نے زیادہ دیر اس کے قدم بھی زمین پر نہ ٹکنے دیئے۔ اس کے نازک جسم کو خون میں

رنگ دیا گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی بے جان ہو کر اپنے محبوب کے قریب گر گئی۔ المناک منظر تھا، کہ اہل مصر جو چند گھنٹے قبل ان کی سلامتی اور درازی عمر کی دعائیں مانگ رہے تھے، اور ان کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے۔ اب انہیں پتھروں تلے دفن کرنے کے درپے تھے۔

فرعون امنس محل کے دریچے سے یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا۔ اسے ریمفش کی پروا نہیں تھی، مگر طیونس پر پتھر برستے دیکھ کر وہ تڑپ اٹھا۔ طیونس کے جسم پر پڑنے والا پتھر اسے اپنے دل پر محسوس ہوا۔ اس سے رہا نہ گیا، تو وہ دوڑ کر محل سے نکلا اور میدان میں جا پہنچا۔

فرعون کو سامنے دیکھ کر لوگ سہم گئے۔ ان کے ہاتھ جہاں تھے، وہیں رکے رہ گئے، اور ہونٹوں پر غیظ و غضب کے کلمات منجمد ہو گئے۔ فرعون امنس کا تصور ہی دلوں میں دہشت پیدا کر دینے کیلئے کافی تھا۔ اس کا رعب، دبدبہ جسموں کی قوت سلب کر لیتا تھا۔ پورے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا تھا، اور ہر شخص اپنی جگہ بے حس و حرکت تھا۔ امنس دیوانہ وار اس پتھر کے ڈھیر کی طرف بڑھا، جو طیونس کا مدفن بن گیا تھا۔ وہ تیزی سے پتھر ہٹانے لگا۔ پتھر نوکیلے تھے۔ اس کے ہاتھ لہولہان ہو گئے۔ ان سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگیں۔

اس نے اپنی سعی جاری رکھی، اور طیونس کے مجروح اور بے جان جسم کو پتھروں کے ڈھیر سے نکال لیا۔ اس کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں تھا۔ وہ بڑی حسرت سے کہنے لگا۔

"مصر کے لوگو! یہ تم نے کیا کر دیا۔ یہ معصوم تھی، بے گناہ تھی۔ اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا، جو تم نے اسے اس طرح ہلاک کر دیا۔ دشمنی تو مجھ سے تھی۔ میں تمہارا مجرم تھا۔ تم چاہتے تو میں طیونس کے عوض اپنا سر پیش کر دیتا۔ آہ...... تم بڑے سفاک ہو۔ تم مجھے ظالم اور بے رحم کہتے تھے، مگر آج اپنے فعل پر نظر ڈالو کہ ظالم کون ہے؟ بے رحمی کا ثبوت کس نے دیا ہے؟"

ہجوم پر موت کا سناٹا طاری تھا۔ سانس لینے تک کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ امنس پر رقت طاری تھی۔ وہ درد بھرے لہجے میں بولا۔ "اے نیل کے بیٹو! تم نے طیونس کو مار ڈالا۔ میری محبت کو مار ڈالا۔ تمہارے پاس کوئی آخری پتھر ہے، تو میرے سر میں کھینچ مارو کہ اب مجھے جینے کی خواہش نہیں ہے۔ میں طیونس کے بغیر زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ اٹھاؤ وہ سنگ آخر جو کسی کے ہاتھ میں بچ رہا ہو، اور اسے میرے سر پر دے مارو۔ اسے میرے خون سے سرخ کر دو کہ میرے اور طیونس کے خون کی سرخی باہم مل کر محبت کا ایک لافانی شاہکار تخلیق کرے گی۔ ایک پرسوز داستان تراشے گی، جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔ اٹھاؤ، وہ آخری پتھر، اور اپنا کام دکھاؤ۔"

ہجوم پر پرہیبت سکوت چھایا ہوا تھا۔ کوئی ہاتھ نہ اٹھا، کوئی پتھر فرعون کی طرف نہ آیا۔ تب وہ رو رو کر کہنے لگا۔ "اے لوگو! اے قاتلو! کیا تمہارے پاس ان پتھروں میں سے ایک بھی باقی نہ بچا، جن سے تم نے حسن و رعنائی کے اس مجسمے کو چور چور کر دیا۔ میرا سر بھی ریزہ ریزہ کر دو۔ میں تمہارا یہ قصور، یہ گناہ، یہ جرم معاف کر دوں گا۔" اس نے اپنا سر جھکا لیا، مگر مصر کے کسی بیٹے نے اس پر پتھر پھینکنے کی جرأت نہیں کی۔

کہیں کوئی جنبش نہ ہوئی، کہیں سے کوئی آواز نہ آئی، تو امنس جھک کر ان پتھروں کو ٹٹولنے لگا، جو اس نے طیونس کے مردہ جسم سے ہٹائے تھے۔ وہ ایک پتھر کو اٹھاتا سونگھتا، اور پھینک دیتا، آخر ایک بڑے نوکیلے پتھر کو اٹھا کر خوشی سے چیخا، اسے کئی بار سونگھا۔ آنکھوں سے لگایا اور ہجوم سے مخاطب ہو کر چلایا۔ "یہی ہے وہ خون آلود پتھر جس سے تم نے میری طیونس کا کام تمام کیا ہے۔ اس خون سے طیونس کی مسحور کن مہک آتی ہے۔ بس مجھے اسی کی تلاش تھی۔" یہ کہہ کر اس نے وہ بڑا پتھر پوری قوت سے فضا میں اچھالا، اور اس کے زمین پر گرنے سے پہلے اپنا سر اس کے نیچے جھکا دیا۔ اس کی کھوپڑی پاش پاش ہو گئی۔ منہ سے کوئی آواز بھی نہیں نکلی، اور وہ ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح طیونس کی لاش پر گر گیا۔

◆◆◆

یہ کتاب کا آخری باب تھا۔ مجھے احساس نہیں ہوا کہ میری آنکھوں میں آنسو رواں
ہیں۔ اچانک مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"تم رو رہے ہو...... میں نے چونک کر دیکھا، اور میرے منہ سے آواز نکلی۔"

"غفان حوری......! آواز غفان حوری کی ہی تھی۔ پھر میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کا
چہرہ بھی آنسوؤں سے تر تھا۔"

"تم کیوں رو رہے ہو......" میں نے بے اختیار سوال کیا۔

"یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔"

"میں نے تو زمانہ قدیم کے مصر کی ایک المناک داستان پڑھی ہے۔"

"میں بھی اسی داستان پر رو رہا ہوں۔"

"تمہیں اس بارے میں کیا معلوم......؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا......"

"کیا......؟"

"یہی کہ میں اب تمہارا عکس بن چکا ہوں۔"

"عکس......؟"

"ہاں"

"وہ کیسے...... میں نے معلوم کیا۔"

◆◆◆

اور یہ حقیقت تھی کہ جو صفحات مجھے دیئے گئے تھے۔ انہیں صرف ایک کتاب نہیں کہا جا
سکتا تھا۔ وہ ایک ایسا طلسم تھے، جو میرے لئے ناقابل یقین ہی کہا جا سکتا ہے۔ میں پورے
ہوش و حواس کے عالم میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ جب میں اس کتاب کی تحریر میں گم ہوا تو

اسی تحریر کا ایک کردار بن گیا تھا، جو کچھ ہوا تھا۔ وہ میری نگاہوں کے سامنے ہی ہوا تھا، اور میں
نے اپنی آنکھوں سے وہ آخری منظر دیکھا تھا، جب ایک محبت کرنے والی ہستی نے اپنی محبوبہ
کے غم میں اپنے آپ کو مٹا لیا تھا۔

ہاں...... یہ حقیقت تھی کہ آمنس ایک سچا عاشق تھا، اور اس نے طیونس کیلئے اپنی جان
دی تھی۔ مجھے آمنس کا پاش پاش سراب بھی یاد آ رہا تھا اور میں بہت غمزدہ تھا۔ میں نے
آنکھیں بند کر لیں اور اپنی پشت پر موجود کرسی سے سر ٹکا لیا۔ دل و دماغ کی ایک عجیب سی
کیفیت ہو رہی تھی۔ اچانک ہی مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی مدھم
مدھم سسکیاں لے رہا ہو۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پلٹ کر پیچھے دیکھا تو دنگ رہ
گیا۔

غفان حوری میری پشت پر بچھے ہوئے پلنگ پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ
کردار اس دن سے میرے لئے انتہائی پراسرار رہا تھا۔ جس دن میں نے اسے پہلی بار دیکھا
تھا اور آج تک میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا تھا، کہ وہ ہے کیا' بہرحال میں سنبھل گیا
اور میں نے غفان حوری کے قریب پہنچ کر کہا۔

"آپ یہاں موجود ہیں غفان؟" اس نے آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر میری
طرف دیکھا۔ پھر بولا۔

"ہاں' میں یہاں موجود ہوں۔"

"میں بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں۔ آپ کی ہدایت پر مصر آنے کے بعد میرے ساتھ
جو عجیب و غریب واقعات پیش آ چکے ہیں۔ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے میں ان پر
انتہائی ششدر ہوں۔ آپ نے مجھے یہ کتاب دے کر اس کے کچھ ابواب پڑھوائے۔ بہت ہی
دلدوز واقعات ہیں' مگر اب بھی میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ میرا ان واقعات سے کیا تعلق۔"

"اب بھی نہیں سمجھ پائے؟"

"ہاں' یہ سب کیا ہے۔ غفان حوری؟"

"تب پھر تمہیں ابھی کچھ اور وقت درکار ہے۔"

"دیکھو میں تمہیں بالکل سچ بتا چکا ہوں۔ اگر ان معاملات میں طوالت اختیار کی تو شاید
میں تم سے رابطہ توڑ دوں۔ مجھے اپنی عمر میں زندگی کی خوشیاں درکار ہیں۔ اگر مجھے خزانہ نہ ملا
اور میں انہی معاملات میں الجھا رہا تو پھر مجھے کیا فائدہ......؟"

"آہ...... تو کیا تم خزانہ لے کر مجھے چھوڑ دینا چاہتے ہو۔"

"اتنی بات ہے۔ عفان خوری' میں ہر حال میں اپنی خوشی چاہتا ہوں۔" عفان ...
نے اپنے آنسو خشک کیے' کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے غمزدہ لہجے میں پوچھا۔
"کیا تمہیں میرے آنسوؤں نے بھی متاثر نہیں کیا؟"
"جب انسان کی سمجھ میں کوئی بات ہی نہ آئے، تو پھر تاثر کی کیا گنجائش ہے۔"
"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں آمنس ہوں' تو تم میرا مذاق اڑاؤ گے۔" عفان ...
کی بات پر تعجب تو ضرور ہوا تھا، مجھے لیکن میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"نہیں میں مذاق نہیں اڑاؤں گا۔"
"ٹھیک ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ جن کرداروں سے میں نے تمہیں دو ذرائع سے متعارف
کرایا۔ یعنی پہلا ذریعہ' لیانوس کے مقبرے میں داخل ہونے کا تھا۔ لیانوس کو یہ آزادی تمہاری
وجہ سے ملی، اور مستقبل میں وہ تمہارے آس پاس ہی رہے گا۔ ایک بدترین دشمن کی حیثیت
سے اس کے بعد جو کردار تمہارے قریب آئے۔ یعنی طیونس وغیرہ، وہ بھی ماضی کے کر...
تھے۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اتاشیہ طیونس کا دوسرا روپ ہے' تو تم ضرور حیران ہو گے۔ ...
میں تم سے ملنے آ گیا۔ اب تم وقت کے جال میں گرفتار ہو چکے ہو۔ اگر اس سے فرار
حاصل کرنا چاہو گے، تو اتنا آسان نہیں ہو گا۔ البتہ یہ بات میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ خزا...
تمہیں ملے گا، اور ضرور ملے گا۔ لیکن ماضی کے ایک کردار کی حیثیت سے، جسے تم نے اپنا...
ہے۔ تمہیں ان تمام عوامل سے گزرنا ضرور پڑے گا۔ جو ماضی کا ایک حصہ ہیں۔ وقت تمہیں
وہاں گھسیٹ کر رہے گا۔ مجھے بس اتنا ہی کہنا تھا۔" یہ کہہ کر عفان حوری اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔
"سنو...... میری بات سنو۔" میں نے کہا، لیکن عفان حوری دروازہ کھول کر باہر نکل گیا
تھا۔ میں نے اس کا پیچھا کرنے کے بارے میں سوچا، لیکن پھر میرے اندر بھی ایک غصہ پیدا
ہو گیا۔ اتنا وقت برباد ہو چکا ہے۔ میرا' عفان حوری کے کہنے سے میں نے کیا نہیں کیا۔ جان
کی بازی لگا دی تھی میں نے' لیانوس کے مقبرے کی تلاش کے سلسلے میں' اور اگر تقدیر میرا
ساتھ نہ دیتی، تو کوئی بھی لمحہ میری زندگی کا اختتام بھی بن سکتا تھا، اور اس کے بعد بھی یہ شخص
جو ایک پراسرار شخصیت کا مالک ہے۔ مجھ سے اس طرح اجتناب برت رہا ہے، جیسے درحقیقت
اس نے میرے سامنے خزانوں کے انبار لگا دیئے ہوں۔ لعنت ہے' اس کی شکل پر جہنم میں
جائے خزانہ' اس طرح سے کہاں خزانے مل سکتے ہیں۔ میں دروازے کو گھورتے ہوئے سوچتا
رہا، اور پھر میرا غصہ اس قدر بڑھا کہ میں نے عفان حوری پر لعنت بھیج دی۔
یہ خود غرض شخص مجھے اپنے مقصد کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ پراسرار زمین مصر' اس میں

کوئی شک نہیں کہ پراسراریت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ لیکن پھر بھی مجھے اس طرح اپنی زندگی
نہیں کھونی چاہیے۔ بیشک میں دولت کی تلاش میں ہوں۔ لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں
اس طرح اپنے آپ کو خوار کرتا پھروں، اور میں نے اپنے ارادے بدل لئے۔ دولت کمانے
کیلئے بیشک کوئی اور ذریعہ ہی اختیار کرنا ہو گا۔ رات بھر میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا، اس بارے
میں سوچتا رہا، اور میرے ذہن میں یہ بات جڑ پکڑتی گئی، کہ مجھے عفان حوری کے چکر میں
نہیں رہنا چاہیے' بلکہ اپنے طور پر زندگی بسر کرنے کیلئے کوششیں کرنی چاہئیں۔
ایک بغاوت سی میرے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ میں کسی طرح اسے ختم نہیں کر پا رہا تھا۔
دوسرے دن بھی میں اسی سوچ میں ڈوبا رہا۔ البتہ کچھ اور فیصلے میں نے کیے تھے۔ وہ یہ کہ
عفان حوری کے کہنے سے جس طرح میں نے کوششیں کر کے وہ مقبرہ دریافت کیا، جسے نجانے
کب سے تلاش کیا جا رہا تھا۔ اسی طرح سرزمین مصر پزرہ کر کیا، میں اور کوئی ایسی کوشش نہیں
کر سکتا، یا پھر ضروری نہیں ہے کہ مصر ہی میں زندگی گزاری جائے۔ باہر کی دنیا بھی تو ہے۔
البتہ یہ آسانی مجھے حاصل ہو گئی تھی، کہ میں اس انٹرنیشنل پاسپورٹ کی مدد سے دنیا کے کسی بھی
حصے میں جا سکتا تھا، جو عفان حوری نے مجھے مہیا کیا تھا۔
اس طرح سے تو مجھے یہ فائدہ ہوا تھا، اور میں اپنے اس ارادے پر مصر ہو گیا۔ پھر اس
کے بعد ایسے ہی دل چاہا کہ سرزمین مصر کی سیر کی جائے، اور میں سب سے پہلے قاہرہ کے
علاقوں کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے قاہرہ سے نکلنے کی سوچی، اور مصر کے دوسرے بڑے شہروں کا
تجزیہ کرنے لگا۔ اسقندریہ' غزہ' صبر الخیمہ' المہاوہ' طنطہ' پورٹ سعید اور المنصورہ مصر کے
بڑے بڑے شہروں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس وقت میں پورٹ سعید میں تھا، کہ میری ملاقات
میرے ایک ہم وطن سے ہو گئی، جس کا نام ذیشان تھا۔
واقعی' ذیشان ہی تھا وہ' اچھی شخصیت کا مالک، انتہائی ہنس مکھ اور مست قسم کا آدمی تھا۔
یہاں مصر میں بہت عرصے سے مقیم تھا، اور مختلف کاروبار کر لیا کرتا تھا۔ جن میں خاص کاروبار
فاسفورس کی تجارت تھی، اس کا اکثر دورہ جرمنی' فرانس' برطانیہ' امریکہ اور اٹلی ہوا کرتا تھا، اور وہ
ان ساری جگہوں کی سیر کیے ہوئے تھا۔ بہت ہی دیدہ ور آدمی تھا۔ میری اور اس کی بڑی اچھی
دوستی ہو گئی، اور ہم ساتھ ساتھ ہی مصر کے مختلف شہروں کو دیکھتے رہے، اور اس وقت میں
پورٹ سعید میں تھا، اور ایک بہت ہی خوبصورت علاقے میں اپنے دوست ذیشان کے ساتھ
بیٹھا ہوا تھا۔
ذیشان مجھ سے حسب معمول باتیں کر رہا تھا، اور میں ادھر ادھر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔

میرے سامنے اس وقت مختلف خیالات تھے۔ میرا جو مقصد تھا وہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا، اور ایک طرح سے میں نے غفان حوری سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، اور وہ بھی اس کے بعد مجھے آج تک نہیں ملا تھا۔ البتہ جب کبھی میری سوچیں منتشر ہوتیں تو میں غصے سے اس شخص کے بارے میں سوچتا جس نے اپنی مرضی سے مجھے دربدر کر دیا تھا۔

بہرحال میں ایسے ہی اپنے طور پر وقت گزار رہا تھا، اور سوچ رہا تھا، کہ اب مجھے کوئی نہ کوئی صحیح فیصلہ کرنا چاہیے۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہے کہ میں اس طرح بھٹکتا رہا۔ میرا دوست میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ حالانکہ میں نے اسے مکمل تفصیلات نہیں بتائی تھیں، اور یہ نہیں بتایا تھا، کہ غفان حوری نے کس طرح مجھے اپنے راستے پر لگایا ہے۔ لیکن پھر بھی میں نے اپنے شہر، اپنی زندگی اور اپنی طلب کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں۔

میں انہی تمام سوچوں میں گم تھا جس علاقے میں ہم لوگ ایک چھوٹے سے ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں زیادہ رش نہیں تھا، اور وہیں بہت سے لوگ آ جا رہے تھے۔ تبھی میری نگاہ ایک جانب اٹھ گئی، اور جب میں نے اسے دیکھا تو یقین کریں کہ میری حیرانی کی انتہا نہ رہی، بات یہ نہیں تھی کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی۔ لیکن جسے دیکھا اسے دیکھ کر میں ساکت رہ گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زمین نے قدم پکڑ لیے ہوں۔ جیسے دل کی دھڑکنیں بند ہو گئی ہوں۔ وہ ایک بک سٹال کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا اس کے بال زعفران کی مانند سنہرے، چمکیلے اور ہلکے سرخی مائل تھے۔ اس کا جسم بے حد گداز اور سڈول تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سر سے پاؤں تک کسی حسین بت تراش نے ایک مجسمہ تراش دیا ہو۔ اس کے ناخن لمبے لمبے اور گہرے سرخ تھے، اور اس کی آنکھیں...... اس کی آنکھیں، آتش فشاں تھیں۔

میں نے پہلی بار گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔

کیونکہ اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سا جلال ٹپکتا تھا، اور اسے دیکھنے والے کے دل میں ایک سردی کی لہر سی دوڑ جاتی تھی۔ بڑی بڑی غیر معمولی طور پر کشادہ نیلی رنگ کی آنکھیں جو شیشے سے بنی معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن غور سے دیکھنے پر یوں لگتا تھا جیسے ان آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی ہوں۔ میں یونہی ساکت و جامد کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے وجود نے مجھے ہپناٹزم کا شکار کر دیا ہو۔

پھر اچانک ہی اس نے میری طرف دیکھا، اور نظر ملتے ہی وہ مسکرا دی۔ لبوں کا خفیف سا کھچاؤ یوں لگتا تھا، جیسے بجلی سی کوند گئی ہو۔ اس نے مجھے دیکھ کر اس طرح مسکراہٹ کا مظاہرہ

کیوں کیا تھا۔ انداز بالکل ایسا تھا جیسے میری، اور اس کی گہری شناسائی ہو۔ اصل میں بات یہی ہو جاتی ہے کہ انسان جب کسی کے بارے میں اس طرح کی کوئی رائے قائم کر لیتا ہے تو اس پر طرح طرح کی کیفیتیں گزرتی ہیں۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک ہی اس نے رخ تبدیل کر لیا، اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ دل تو چاہا، اس کا پیچھا کروں لیکن اتنی ہمت نہیں تھی، اور اسی وقت میرے دوست ذیشان نے مجھے ٹوکا۔

"عادل شاہ! میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔ وہ سامنے بس سٹینڈ دیکھ رہے ہو؟ یہ بسیں سیاحوں کیلئے ہیں، اور انہیں اس علاقے میں دریافت ہونے والے نئے احراموں کی طرف لے جاتی ہیں۔ کیا خیال ہے کیوں نہ ہم بھی تھوڑی دور سیر کر آئیں۔" نہ جانے کیوں بے اختیار طور پر میرے منہ سے ہاں نکل گیا تھا۔

میں تو اس وقت بڑی عجیب وغریب کیفیت کا شکار تھا۔ چنانچہ ایک معمول کی طرح میں ذیشان کے ساتھ چل پڑا، اور اس کے بعد ہم ان بسوں تک پہنچ گئے۔ ذیشان نے بس کا ٹکٹ خریدا، اور اس کے بعد وہ بس میں داخل ہو گیا۔ میں ذرا بھی ہوش وحواس کے عالم میں نہیں تھا۔ میرے تصور میں اس وقت بھی وہ غیر معمولی وجود ناچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بس چل پڑی تو میں ہوش وحواس میں آیا۔ ذیشان خود بھی لاپروا سا آدمی تھا۔ اس لیے اس نے ابھی تک میری طرف غور نہیں کیا تھا۔ لیکن میں بالکل ہی احمقوں کی طرح بیٹھا ہوا، باہر دیکھ رہا تھا۔ بس شہری حدود سے آگے نکل گئی تھی، اور میں باہر دور تک پھیلے ہوئے ریگستان کو دیکھ رہا تھا۔ تبھی میں نے ایک طرف نگاہ دوڑائی، اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ یہ وہی پراسرار وجود تھا جو مجھے اس جگہ نظر آ کر اپنے آپ میں گم کر گیا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا، اور اس کے ہونٹوں پر وہی خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

وہ ایک سیٹ کی جانب بڑھ رہی تھی، اور چند لمحات کے بعد وہ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ بس بے آواز سفر کر رہی تھی، اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کہ میں کیا کروں۔ میں نے زندگی میں بہت سے نشیب وفراز دیکھے تھے۔ لیکن پتہ نہیں کیا بات تھی کہ میرے اعصاب بری طرح کشیدہ ہو گئے تھے۔ آخر اس کی شخصیت میں ایسی کیا خاص بات ہے مجھے معلوم نہیں تھا، کہ میرا دوست میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔

پھر میں نے غور کیا کہ اس نے بھی اس لڑکی کو دیکھ لیا ہے، اور وہ بھی اس کے حسن سے متاثر ہوا ہے، کیونکہ اس کی نگاہیں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں۔ خاصی دیر گزر گئی۔ پھر اس نے میری جانب رخ کیا، اور خود ہی مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟" یہ میرے لئے انتہائی حیران کن بات تھی۔ اس کی آواز اس قدر صاف شفاف تھی، اور شگفتہ بھی' یا پھر یوں کہا جائے کہ جب کوئی پسند آتا ہے تو اس کی ہر بات پسند آتی ہے۔ لیکن یہ حیران کن بات تھی کہ اس نے مجھے ہی مخاطب کیا ہے۔

"آپ نے بتایا نہیں۔"

"جی...... جی...... جی ہاں...... میں...... میں' میں اب اس کی آواز کے سحر میں کھو گیا تھا۔ اس آواز میں ایک احساس میں کھو جانے والی گونج تھی۔ ایک انوکھی تمکنت تھی۔ یوں لگا تھا جیسے چاندی کی بہت سی گھنٹیاں دھیرے دھیرے بج اٹھی ہوں۔ وہ مسلسل مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"میرا نام اتاشیہ ہے۔ اتاشیہ' آپ مجھے اپنا نام نہیں بتائیں گے؟"

میرے دل پر ایک گھونسہ سا لگا تھا۔ ایسا گھونسہ، جس سے انسان اپنے آپ کو بمشکل تمام سنبھال سکے۔ عجیب وغریب بات تھی۔ اس کا نام بھی اتاشیہ تھا، اور غفان حوری نے اپنی محبوبہ کا نام بھی اتاشیہ ہی بتایا تھا۔ میں چند لمحے سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"میرا نام عادل شاہ ہے۔"

"واہ...... یعنی انصاف کرنے والا شہنشاہ' یہی مطلب ہوا ناں۔ آپ کی اس بات کا۔"

"جی ہاں' یہ ہی مطلب ہوا۔" میرے بجائے' ذیشان بول پڑا۔

"کہاں کے رہنے والے ہیں' آپ دونوں؟" وہ گو ہم سے پورا پورا تعارف حاصل کرنے کے موڈ میں تھی۔ ذیشان نے اپنے وطن کا نام بتایا۔ "لیکن بہت عرصے سے ہم در بدر بھٹک رہے ہیں، اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک پھرتے رہیں۔"

"مصر میں پہلی بار آئے ہیں۔"

"یہ میرے دوست عادل شاہ' واقعی پہلی بار آئے ہیں، اور اب پورے مصر کا چپہ چپہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب ہم ان احراموں کی سیر کرنا چاہتے ہیں جو تازہ تازہ دریافت ہوئے ہیں۔"

"مصر تو ہے ہی احراموں کی سرزمین' تازہ یا پرانے کی بات ہی کیا۔ بس یوں سمجھ لو کہ جب انسان کی نگاہیں' حسین جگہوں کو دیکھ لیں۔" اس نے بڑے صاف شفاف لہجے میں کہا پھر بولی۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں کا موسم آپ لوگوں کیلئے گرم ہے۔"

"کوئی خاص نہیں' ہاں! میں کیونکہ انگلینڈ وغیرہ میں زیادہ رہا ہوں اس لیے مجھے گرمی

ہے۔ ویسے آپ نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ آپ کو دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا کہ آپ کا تعلق مصر سے ہے۔"

"میرا تعلق......" وہ دھیرے سے مسکرائی، اور پھر ہنس پڑی' پھر اس کی نگاہیں' کھڑکی سے باہر کی طرف اٹھ گئیں، اور یوں لگا جیسے وہ باہر کے مناظر میں کھو گئی ہو۔ خود میں نے، اور ذیشان نے اسے کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کی' لیکن وہ گہری محویت کے عالم میں خلاء میں گھورے جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کچھ، اور زیادہ کشادہ ہو گئی تھیں۔ یہ بات خاص طور سے میں نے محسوس کی کہ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب وغریب چمک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ دور دور تک پھیلے ہوئے ریگستان میں کوئی ایسی چیز ڈھونڈ رہی تھی جو ہم لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جب وہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوئی تو ہم دونوں بھی پرسکون ہو گئے۔ ذیشان اس کی وجہ سے کچھ بول بھی نہیں رہا تھا' کیونکہ وہ ہمارے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

اچانک ہی جیسے وہ خود سے کچھ کہنے لگی۔ اس نے ہماری طرف دیکھے بغیر کہا۔

"یہ سب کچھ میری زندگی سے اتنا گہرا تعلق رکھتا ہے کہ میں اسے کبھی بھول نہیں سکتی۔ عالم امنال تمام تر کوششوں کے باوجود کوئی اسے میرے دل سے نہیں نکال سکتا۔ اس کی اس بڑبڑاہٹ کو ہم دونوں حیرانی سے دیکھنے لگے۔

میں خاص طور سے اس لیے اس کی جانب متوجہ ہوا تھا، کہ اس کا نام اتاشیہ تھا، اور غفان حوری نے بڑے اہتمام سے یہ نام لیا تھا' اور اس کے بارے میں مجھے ایک انوکھی کہانی بھی سنائی تھی۔ کیا یہ واقعی' غفان حوری کی محبوبہ اتاشیہ ہی ہے لیکن کیا یہ کوئی صدیوں پرانی روح ہے۔ مجھے ایک خفیف سی جھجک بھی محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ میں چاہتا تھا، کہ وہ مجھ سے بات کرے۔ لیکن میں خود بکھر سا چکا تھا۔

بہر طور ہم سفر کرتے رہے۔ تاحد نظر ریتلے صحرا بکھرے ہوئے تھے، اور جگہ جگہ احراموں کے کوہان ابھرے ہوئے تھے۔ مصر کو ویسے تو میں نے بہت اچھی طرح دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت مجھے یہ مصر بہت زیادہ پراسرار معلوم ہو رہا تھا۔ حالانکہ لیانوس کا مقبرہ تلاش کرتے ہوئے ہم نے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کیا تھا۔ فہدی، اور زاغل بیچارے ہر طرح سے ہمارا ساتھ دیتے رہے تھے۔ لیکن گھاٹے میں وہ بھی نہیں رہے تھے' جو کچھ وہ لیانوس کے مقبرے سے اٹھا لائے تھے' وہی ان کے اطمینان کیلئے کافی تھا جبکہ میں نے حماقت کا ثبوت دیا تھا۔

اور وہی کہا جا سکتا ہے کہ بہت زیادہ کھانے کے چکر میں یوں سمجھ لیں کہ تھوڑا بھی کھو بیٹھا تھا۔ بہر طور ہم جب اپنی منزل پر پہنچے تو ہم نے قرب وجوار کا ماحول دیکھا۔ اس میں کوئی

شک نہیں کہ بڑی پراسرار وادی تھی کہ کسی قدر گہرائیوں میں واقع تھی، اور گہرائیوں میں یہ احرام ظاہر ہوئے تھے۔ جنہیں صاف شفاف کر کے سیاحوں کیلئے بہت ہی خوبصورت بنا دیا گیا تھا۔

ذیشان نے ایک طرف اشارہ کیا۔ ہم لوگ بس سے اترنے لگے تو ایک موٹے، اور بھدے بدن کی عورت تھل تھل کرتے ہوئے بدن کے ساتھ بس کی جانب دوڑتی ہوئی نظر آئی، اور ہمارے قریب پہنچ گئی۔ اتاشیہ نیچے اتری تو اس عورت نے اس کا ہلکا پھلکا سامان اتار لیا، اور اس کے بعد وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے بغیر سیدھی چلی گئی۔ ذیشان مسکرانے لگا۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کو غور سے دیکھا، اور کہا۔

"تم مسکرا رہے ہو ذیشان؟"

"ہاں......"

"کیوں؟"

"عورت ایسی ہی چیز ہوتی ہے"

"کیا مطلب؟"

"تم نے اس کا تجاہل عارفانہ نہیں دیکھا۔"

"پھر وہی سوال کروں گا کہ کیا مطلب؟"

"یار کتنے خوبصورت انداز میں اس نے ہمارے ساتھ سفر کیا، اور اس کے بعد اس طرح اتر کر چلی گئی کہ جیسے شناسائی نہ ہو۔"

"تو پھر؟"

"میں یہ کہنا چاہتا تھا، کہ سرزمین مصر پر تمہیں اس طرح کے بہت سے واقعات ملیں گے۔ کبھی اپنے آپ کو ان واقعات میں گم مت کر دینا۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ اب میں اس بیچارے کو کیا بتاتا کہ اس کے نام سے میری زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ وابستہ ہے۔ ذیشان نے کہا۔

"آؤ ان احراموں کو دیکھیں؛ جن کیلئے ہم نے ریگستانوں کا لمبا سفر طے کیا ہے۔"

"یہ جگہ کیا کہلاتی ہے؟"

"لوگ اسے مختلف نام دیتے ہیں؛ لیکن زیادہ تر اسے نئے احراموں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کا کوئی خاص نام سرکاری طور پر نہیں رکھا گیا۔ چونکہ اس کی دریافت کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ہم لوگ ادھر ادھر گھومتے پھرے، اور اس

کے بعد احراموں میں داخل ہو گئے۔ احرام تقریباً یکساں ہی ہوتے ہیں۔ ٹھنڈے، اور پراسرار، یوں لگتا ہے جیسے ان احراموں میں روحوں کی ایک پوری آبادی ہو۔ نظر نہ آنے والی روحوں کی۔

اور جب وہ ادھر سے ادھر گزرتی ہیں تو ماحول میں ایک عجیب سی سرسراہٹ، اور ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم بہت دیر تک وہاں رہے، اور اس کے بعد میں نے ذیشان سے کہا۔

"کیا واپسی ابھی ہو گی؟"

"کیا چاہتے ہو؟"

"نہیں میرا مطلب ہے یہاں آنے کے بعد وہ دوبارہ نظر نہیں آئی۔"

"میرے دوست تمہیں اس طرح کے بہت سے کردار ملیں گے یہاں، اور ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا ہیں۔ ایسے کسی چکر میں نہ پڑو تو بہتر ہے۔"

"تم کچھ سمجھانے کا شوق زیادہ رکھتے ہو۔"

"ہاں......اس کی وجہ ہے۔"

"کیا......؟"

"میں دوست بہت کم بناتا ہوں۔ لیکن جب دوست بناتا ہوں تو یقین کرو ان کیلئے جان کی بازی لگانے کو تیار رہتا ہوں۔"

"تم بہت اچھے انسان ہو ذیشان" میں نے جواب دیا۔

بہر حال اتاشیہ اس طرح میرے سامنے آئی تھی اگر یہ غفان حوری کی محبوبہ اتاشیہ ہی ہے تو پھر تو یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ یہ سرزمین مصر کی ان پراسرار کہانیوں کا ایک کردار ہی ہے جو عجیب و غریب انداز میں دو دفعہ میرے علم میں آ چکی ہیں، اور ان کا موجد غفان حوری ہی ہے۔ بہر حال ہم لوگ کافی دیر تک وہاں رہے، اور اس کے بعد وہاں سے ہماری واپسی ہوئی۔ مجھے عجیب سا احساس تھا، کہ وہ دوبارہ مجھے نہیں ملی۔ ذیشان ایک مست مولا آدمی تھا۔ کاروبار کیلئے اس نے کچھ طریق کار اختیار کر رکھے تھے۔

فاسفورس کا کاروبار ویسے بھی خاصا پراسرار تھا۔ یہ فاسفورس ذیشان کہاں سے حاصل کرتا تھا۔ اس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن مالی طور پر اسے کافی فراغت تھی۔ ہم واپس آ گئے، اور اس کے بعد ذیشان نے ایک ہوٹل میں کمرہ حاصل کیا، اور بولا۔

"کچھ وقت یہاں گزارنا ہے۔ مجھے اپنے کچھ کاروباری دوستوں کا بھی انتظار ہے۔ تمہیں گھبراہٹ تو محسوس نہیں ہو رہی۔"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" بہر حال ہم اس ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم ہو گئے، اور مجھے حیرت ہوئی کیونکہ اس کے بعد میں نے یعنی چار پانچ دن کے بعد ایک بار پھر اتاشیہ کو دیکھا۔ یہ ایک انوکھی کیفیت تھی میری' کیونکہ اتاشیہ اسی ہوٹل کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں ٹھہری ہوئی تھی۔ جس میں اس وقت میں، اور ذیشان مقیم تھے۔ مجھے یوں لگا جیسے یہ ایک ننھا سا خوبصورت خواب ہو۔ وہ میرے تصور میں بسی ہوئی تھی۔ اس لیے ممکن ہے میں نے کسی، اور کو اس کی صورت میں دیکھا ہو۔ بس یوں لگا تھا جیسے ایک بجلی سی چمک گئی ہو یا خوشبو کا ایک دلنواز جھونکا آئے، اور جائے۔ میں یہاں ہوٹل کی بالکونی میں کھڑا ہوا تھا۔ آج ہی ذیشان نے کہا تھا، کہ جن دوستوں کا وہ انتظار کر رہا تھا وہ نہیں آئے۔ ہم لوگوں کو غزہ روانہ ہونا ہوگا۔

مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں تو کوئی خاص کام رکھتا نہیں تھا۔ بہر حال وہ مجھے نظر آئی۔ دوسری منزل کی بالکونی میں کھڑی ہوئی تھی، اور بہت غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں حیران رہ گیا۔ وہ اس طرح مجھے دیکھ رہی تھی، جیسے اسے مجھ سے کوئی شکایت ہو' سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کہ کیا کروں۔ چند لمحوں بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے نجانے کیوں اس بارے میں ذیشان کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

ذیشان نے غزہ روانہ ہونے کیلئے ٹیکسی کی تھی، اور ٹیکسی ڈرائیور نیچے ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ ہم تقریباً روانگی کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ مجھے ہوٹل چھوڑتے ہوئے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ کاش ہم اس طرح روانہ ہونے کا تصور نہ کر پاتے، اور ذیشان ابھی یہیں ٹھہرتا' تو میں ضرور اس سے ملاقات کرتا۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ میں نے ذیشان کو کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد ہم چل پڑے' مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے بہت ہی قیمتی چیز پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں۔ ذیشان نے بھی میری اس کیفیت کو محسوس کر لیا، اور بولا۔

"کیا بات ہے یار' کچھ الجھے ہوئے ہو؟"

"نہیں کچھ بھی نہیں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ دفعتاً ذیشان کے ہونٹوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ دوڑ گئی۔ پھر اس نے آہستہ سے ہاتھ ہلایا لیکن میں سمجھ نہیں پایا تھا، کہ اس نے کسے ہاتھ ہلایا تھا۔

بہر حال سفر جاری رہا، اور ٹیکسی آگے بڑھتی رہی۔ ہم آخر کار غزہ پہنچ گئے۔ یہاں کی صورتحال خاصی سنگین تھی۔ ذیشان نے کہا۔

"دیکھو میں جس کام کیلئے یہاں آیا ہوں۔ اس میں مجھے خاصی مصروفیت رہے گی۔ اگر

تم مائنڈ نہ کرو' تو تم یہاں قیام کرو۔ میں مصروف رہوں' ویسے یہاں غزہ میں میرا ایک بہت ہی اچھا دوست رہتا ہے، اور وہ ہمیشہ اس بات کی شکایت کرتا رہتا ہے کہ میں اس کے پاس نہیں آتا۔ اگر تم چاہو تو میں اسے تمہارے بارے میں آگاہ کر دوں۔ تم یہاں اس کے ساتھ قیام کرو۔"

"ذیشان میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ تم بھی محسوس مت کرنا۔"

"نہیں......نہیں بولو......کیا بات ہے؟"

"بیشک تم میرے بہت اچھے دوست ہو، اور میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ ملتے جلتے رہیں۔ لیکن میں کسی بھی طرح تمہارے اوپر بار نہیں بننا چاہتا۔ کیا سمجھے؟"

"یار کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"نہیں' ذیشان! ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔"

"خیر یہ بعد کی باتیں ہیں' تم یوں کرو کہ میں تمہیں ہمدانی کے پاس چھوڑ دیتا ہوں۔ میں ٹیلیفون کر کے اسے تمہارے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ وہ تمہیں بہترین کمپنی دے گا۔"

"دیکھ لوں گا۔ اگر میرا دل وہاں لگا تو رک جاؤں گا۔ ورنہ تم سے فون پر تو رابطہ رہے گا ہی چاہے' میں کہیں بھی چلا جاؤں۔"

"تم فی الحال تو ہمدانی کے پاس چلو' اس کا فلیٹ بہت خوبصورت ہے۔ میں تمہیں وہاں لئے چلتا ہوں۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔

◆◆◆

ہمدانی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اچھا انسان تھا۔ بہت ہی خوش مزاج، اور حسن پرست قسم کا' انجینئر تھا، اور ایک فرم میں نوکری کرتا تھا۔ اسے مصر بہت پسند تھا۔ خاص طور پر وہاں کے کبیرے حال' جہاں جانا اس کی زندگی کا مقصد تھا۔ پہلے اس کی تعیناتی قاہرہ میں تھی۔ لیکن اب وہ غزہ میں مقیم تھا۔ بہرحال مصر کے حسین ماحول میں غزہ میں بھی اس قسم کی تفریح گاہوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ مجھ سے رسمی تعارف کے بعد ہی اس طرح گھل مل گیا جیسے برسوں کی جان پہچان ہو۔ کہنے لگا۔

"بھائی' اپنی لغت میں محبت کا لفظ سب سے نمایاں ہے، اور جگہ جگہ لکھا ہوا ہے۔ کیا سمجھے؟ بس ذرا تھوڑی سی خرابی ہے۔ وہ یہ کہ دوستوں کے ساتھ ساتھ حسین چہروں کیلئے جان دے دینا ہمارے لیے معمولی سی بات ہے۔ بہرحال یہاں آ گئے۔ ذیشان نے تمہارے بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں۔ اب ہم ہیں، اور یہ دنیا ہے۔ دیکھیں گے کہ غزہ ہمیں کس طرح قبول کرتا ہے' کیا سمجھے؟"

"دوستی گہری ہی ہونی چاہیے۔ اب ذرا مزاج کا مسئلہ رہ گیا ہے۔ وہ بعد میں طے کر لیں گے۔ بڑے خوبصورت علاقے ہیں۔ یہاں غزہ میں بھی خاص طور سے وہ چھوٹے چھوٹے ہوٹل' جن کی خصوصیات شاید تمہیں معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ سب سے بڑی بات ہے کہ ان ہوٹلوں میں اگر تم جاؤ، اور اپنی تنہائی دور کرنے کی کوشش کرو تو تمہیں دقت نہیں ہوگی۔"

بہرحال اس کے بعد ذیشان تو اپنے کام میں مصروف ہوگیا، اور ہمدانی مجھے غزہ کی سیر کرانے لگا۔ قاہرہ بھی بہت خوبصورت جگہ ہے۔ لیکن غزہ بھی مصر کے روایتی انداز میں سے کم نہیں ہے۔ کسی بھی بازار میں نکل جایا جائے' حسن و جمال کے بے شمار نظارے نظر آئیں گے۔ یہاں بہت کچھ ملتا ہے۔ ہمدانی بھی اپنے طور پر بہت ہی خوبصورت وقت گزار رہا تھا۔ خاص طور پر اس کی دوستی ایک لڑکی ہینا سے تھی۔

ہینا مصری نژاد ہی تھی۔ بہت ہی خوبصورت دبلی پتلی، اور نازک تھی۔ وہ مجھ سے بھی بے تکلف ہوگئی۔ ہمدانی نے بڑی فراخدلی سے کہا۔

"بات دوستی کی ہے' ہینا، اور یہ میرے بہت ہی اچھے دوست ہیں۔ تم ذرا بھی تکلف نہ کرنا' میں تو آفس چلا جایا کروں گا۔ یہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ عادل شاہ کو غزہ کی سیر کراؤ۔" ہینا کے پاس ایک چھوٹی سی ببل کار تھی۔ وہ صبح ہی صبح آ جاتی، اور اسے لیے ہوئے نجانے کہاں کہاں چلی جاتی۔ شام کو ہمدانی بھی آ جاتا، اور اس کے بعد ہم سب سیر و سیاحت کیلئے نکل جاتے۔ یہاں مجھے چار پانچ دن گزر چکے تھے۔ جب بھی کبھی اپنے بارے میں سوچتا۔ خاصی الجھنوں کا شکار ہو جاتا۔ کیا کر رہا ہوں میں کیا ہونا چاہیے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

اس دن بھی میں مصروف تھا۔ ذیشان آ گیا تھا، اور مجھ سے معذرت کرنے کے بعد ہینا کے ساتھ کہیں چلا گیا تھا۔ مجھے بھی دعوت دی گئی تھی لیکن میں ان کے ساتھ نہیں جا سکا۔ طبیعت کچھ ناسازی سی تھی۔ ابھی میں سوچ رہا تھا، کہ کیا کروں کہ گھنٹی کی آواز سنائی دی، اور میں نے دروازہ کھول دیا۔ یہ غیر ملکی لڑکی تھی۔ سادہ سادہ سے نقوش کی مالک' لیکن انتہائی خوبصورت بدن رکھنے والی۔

"میرا نام ارش ہے۔ ہینا کی دوست ہوں، اور ہینا آپ لوگوں کے بارے میں اتنا بتا چکی ہے کہ اب ایک نگاہ میں آپ کو پہچان سکتی ہوں۔ یہاں پڑھ رہی ہوں۔ اکثر ہینا سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ اس نے خصوصی طور پر کہا تھا، کہ وہ مصروف ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے پاس چلی جاؤں۔ تفصیلی تعارف تو میں نے کرا دیا ہے۔ اگر میرے بارے میں ہینا سے معلومات حاصل کرنا چاہیں تو یقیناً آپ کے موبائل فون میں اس کا نمبر ہوگا۔"

"ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے جو کچھ اپنے بارے میں کہا' وہ کافی ہے۔" میں نے خوش دلی سے مسکرا کر کہا۔

"تھینک یو...... آپ مجھے ایسے آدمی نہیں معلوم ہوتے، جو اس طرح گھروں میں پڑے رہیں' تیار ہو جائیے' ہم لوگ سیر و سیاحت کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے خوش دلی سے کہا، اور لباس وغیرہ نکال کر باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ ارش واقعی بہت ہی اچھے مزاج کی لڑکی تھی۔ اس کے پاس اپنی کار موجود تھی۔ چنانچہ وہ مجھے لے کر چل پڑی، اور بڑے اچھے انداز میں اس نے مجھے غزہ کے مختلف علاقوں کی سیر کرائی۔ پھر کہنے لگی۔

"آؤ میں تمہیں اپنے ایک دوست سے ملواؤں۔ عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔

چلیں وہاں چلتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹا سا آفس بنا رکھا ہے۔ اس کا نام ہیرن ہے، اور تعلق اس کا 'اونٹیار' سے ہے۔ لیکن الگ مزاج کا آدمی ہے۔ ہیرن کا آفس ایک پتلی سی گندی سی گلی میں تھا۔ وہ آفس کے ساتھ ساتھ گھر بھی وہیں بنائے ہوئے تھا۔ ہم اس کے گھر پہنچ گئے۔ ہیرن کی بیوی ایک بھدے مزاج کی مصری عورت تھی۔ کوئی دو منٹ بعد کھڑکی کا پٹ کھلا، اور ہیرن کی بیوی کا چہرہ نظر آیا۔

"کیا بات ہے؟ تم پھر آ گئیں۔ پروفیسر ہیرن اس وقت مصروف ہیں۔"

"لیکن میری بات تو سنیں' میڈم!"

"آ جاؤ...... آ جاؤ...... تم جاؤ گے کہاں۔" وہ بولی، اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ میں خاموشی سے اس بھدے کمرے میں داخل ہو گیا۔ تب ارش کہنے لگی۔

"پروفیسر ہیرن واقعی انتہائی قابل آدمی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ چہرہ شناس ہے، اور چہرہ دیکھ کر پتہ نہیں کہاں کہاں کی باتیں بتا دیتا ہے۔"

"تو کیا تم اس سے ملو گی نہیں؟"

"آ رہا ہے...... آ رہا ہے۔" ارش بولی۔ چند لمحات کے بعد جو شخص اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر ایک عجیب سا احساس دل میں ابھرتا تھا۔ یہ انتہائی پستہ قامت، اور چوڑے بدن کا مالک تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی، اور باہر کی جانب ابھری ہوئی تھیں۔ آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی' ناک غیر معمولی طور پر موٹی، اور پورے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔ سر کے سارے بال صاف ہو چکے تھے، اور کھوپڑی کی چمک شاندار تھی۔ دانت اتنے بڑے بڑے تھے کہ نچلے ہونٹ پر رکھے نظر آتے تھے۔ ایک گاؤن میں ملبوس تھا۔ البتہ اس کے ہاتھوں میں بے شمار انگوٹھیاں پڑی ہوئی تھیں۔

ایک انگلی میں تین تین انگوٹھیاں نظر آ رہی تھیں، اور ان میں بڑے بڑے خوبصورت پتھر جڑے ہوئے تھے۔ بہرحال اس کی شخصیت بڑی عجیب و غریب تھی۔ وہ مجھے اپنی خونخوار نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس کا لہجہ بھی انتہائی کھردرا تھا۔ میں چند لمحے تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر کہا۔

"عادل شاہ۔"

"ہوں' عادل شاہ' ہاں ہو...... عادل بھی ہو، اور شاہ بھی ہو۔ دلیر ہو' حالات سے نمٹنا جانتے ہو۔ زندگی کیلئے جدوجہد کر رہے ہو، اور ایک بات ذہن میں رکھنا جو کچھ تمہارے ساتھ

ہو رہا ہے۔ اس کے دونوں پہلو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا۔ نفع بھی، اور نقصان بھی۔ پھر وہ بولا۔

"ابابیل کے پجاری ہو؟"

"کیا؟"

"ابابیل کے پجاری ہو؟" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ نے یہ بات کیوں کہی' پروفیسر ہیرن اس نے میرے اس سوال کو سنا یا نہیں۔ بدستور میرے چہرے پر نگاہیں جمائے رہا پھر بولا۔

"کیا تم مجھے اپنی پیدائش کے بارے میں بتا سکتے ہو؟"

"پیدائش؟"

"ہاں...... مگر تمہیں کیا معلوم' مگر میں تمہیں بتاؤں' تمہارے ستارے خاصی الجھن میں ہیں...... خاصی الجھن میں...... تمہاری ماں تمہاری پیدائش کے فوراً بعد مر گئی تھی۔"

"ہاں' ایسا ہی تھا۔ اب میں ذرا نرم ہوا۔"

"باپ کو بھی ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا تھا۔ کیوں؟، اور اس حادثے میں وہ معذور ہو گیا تھا۔" میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ دونوں باتیں بالکل ٹھیک ہو گئی۔"، اور تم زندگی کی جدوجہد میں دولت کے شوقین ہو لیکن ایک بات تمہیں میں بتا دوں۔ ایک ایسا وجود تم میں شامل ہو گیا ہے، جو تم نہیں ہو۔ لیکن وہ تمہیں اپنے آپ میں سمو رہا ہے...... سوچ لو...... اچھی طرح سوچ لو' کیا فیصلہ کیا' ٹھہرو ایک منٹ بیٹھو...... اے لڑکی' تمہیں جلدی تو نہیں ہے۔ اچھا ایسا کرو تم میرے ساتھ آؤ...... چلو اٹھو......" اس نے کہا، اور میں بے اختیار اٹھ گیا۔

"میں بھی آؤں......" ارش بولی۔

"بیٹھی رہو...... بیٹھی رہو۔ جب ضروری معاملات ہوتے ہیں تو اس میں مداخلت نہیں کی جاتی۔" میں خاموشی سے اٹھ گیا تھا۔

پروفیسر کی غیر معمولی شخصیت نے میرے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔ وہ مجھے لے کر ایک ایسے کمرے میں پہنچا، جس کی لمبائی' چوڑائی برابر ہی تھی۔ پورے کمرے میں دیواروں پر الماریاں بنی ہوئی تھیں۔ جن میں کتابیں بھری ہوئی تھیں۔ درمیان میں ایک لمبی میز تھی۔ جس پر ایک لیمپ روشن تھا۔ ایک عجیب سا آسیبی ماحول معلوم ہو رہا تھا۔ پورے کمرے میں ایک انتہائی ناگوار بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی بدبو، جیسی سڑے ہوئے گوشت میں سے آتی ہے۔

وہ میری طرف رخ کیے بغیر ایک کونے میں گھٹنوں کے بل بیٹھا، اور الماری میں سے

کوئی کتاب تلاش کرنے لگا، اور پھر اس نے ایک بھاری کتاب نکال لی، اور پھر اس کی گر
جھاڑی تو موٹی موٹی گرد دور تک پھیل گئی۔ اب وہ گہرے انہماک کے ساتھ کتاب کے
صفحات پلٹ رہا تھا۔ کتاب بیحد ضخیم تھی، اور یہ نہیں معلوم ہوتا تھا، کہ اس کا موضوع کیا ہے۔
کچھ دیر کے بعد اس نے ایک صفحے پر نشان لگایا، اور اس کے منہ سے کچھ بڑبڑاہٹیں نکلنے
لگیں۔

کافی دیر تک وہ بڑبڑاتا رہا، اور اس کے بعد اس نے میری طرف گردن گھما دی۔

"خدا کی پناہ...... خدا کی پناہ...... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا
تھا۔ تم کہاں سے آئے ہو......؟"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں پروفیسر؟"

"جو کہنا چاہتا ہوں وہ کہہ نہیں پا رہا۔ لیکن تم ایک بات سمجھ لو۔ بڑی عجیب و غریب
زندگی ہے تمہاری، اور بڑے خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔ ان سے بچ کر اگر تم نکل گئے
زندگی پرسکون ہو گی...... ورنہ...... ورنہ......"

"ورنہ کیا؟"

"کچھ نہیں...... کچھ نہیں...... سنو، تمہیں کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ
حادثہ کس قسم کا ہو گا۔ لیکن آئے گا ضرور...... ویسے میں تمہارے لیے کوشش کروں گا کہ تم
حادثے سے بچ جاؤ۔ کیوں، کیا مجھ پر یقین رکھتے ہو۔"

"آپ نے جو باتیں میرے بارے میں بتائی ہیں پروفیسر...... وہ کافی حد تک ٹھیک ہیں۔"

"میری بتائی ہوئی ہر بات ٹھیک ہوتی ہے۔ میں کبھی وہ بات منہ سے نہیں نکالتا جو غلط
کیا سمجھے، بیٹھو...... سامنے بیٹھ جاؤ۔ زمین پر بیٹھنا صحت کی علامت ہوتی ہے۔" اس نے کہا

میرے اندر ایک عقیدت سی پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں پالتی مار کر وہیں زمین پر
گیا۔ میں نہیں جانتا تھا، کہ باہر ارش کس سوچ میں ہو گی۔ میں کیا کرتا وہ خود ہی مجھے یہ
تک لائی تھی۔ پروفیسر ہیرن تھوڑی دیر تک خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"تعجب کی بات ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک انسان
طرح اپنی شخصیت کو اس طرح تبدیل کر سکتا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ خیر چھوڑو
تمہیں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ واقعات جس طرح بھی گزریں ان کے ساتھ تعاون کر
بہت احتیاط رکھنا۔ کوئی بھی انوکھی بات ہو سکتی ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔ شاہ عادل
عادل شاہ ہے ناں تمہارا نام۔"

"جی" میں نے جواب دیا۔

"کیا وہ تم تک پہنچ چکا ہے؟" اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں سوال کیا۔

"کون؟" میں نے پوچھا۔

"آفس کی بات کر رہا ہوں...... آفس۔" ایک بار پھر میرے دل کو ایک دھکا سا لگا
تھا۔ ابھی تھوڑے دن پہلے ہی مجھے اس نے بتایا تھا، کہ وہ آفس ہے، اور آفس کے بارے
میں میں اچھی طرح پڑھ چکا تھا۔ لیکن اس نے مجھے اتاشیہ کے بارے میں بھی بتایا تھا۔
بوڑھے نے مجھ سے دوبارہ سوال کیا۔

"میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ تم تک آ چکا ہے۔"

"آپ وہ سوال کر رہے ہیں، جو آپ نے اپنے طور پر سوچ کر کیا ہے۔ مجھ سے اس
طرح سوال کیجئے کہ میری سمجھ میں بھی آ سکے۔ میں نے کہا، اور وہ ایک دم چونک پڑا میں نے
محسوس کیا کہ اس کے اندر کسی قدر ناخوشگواری کی سی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ پھر اس نے کہا۔

"ہاں...... میں نے تم سے غلط سوال کیا۔ خیر چھوڑو بس مجھے جو کہنا تھا میں نے کہہ دیا۔
اسے ماننا، نہ ماننا تمہارے بس کی بات ہے جو مناسب سمجھو کرو۔ معافی چاہتا ہوں۔ تمہاری
کوئی خاطر مدارت نہیں کر سکوں گا۔ چلو اب دیکھو وقت کیا کہانی سناتا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے
اٹھا، اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر ارش کچھ بے چین سی نظر آ رہی تھی۔ اس نے
نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر پروفیسر کی طرف۔

"جاؤ...... خدا حافظ۔" پروفیسر نے انتہائی بے رخی سے کہا، اور ارش اپنی جگہ سے اٹھ
گئی۔ وہ کچھ تھکی تھکی سی نظر آ رہی تھی۔ ہم دونوں باہر نکل آئے تو اس نے کہا۔

"ایک بات تم سے کہوں، مناسب سمجھو تو میری بات پر یقین کر لینا۔"

"کیا مطلب...... میں تمہاری بات پر یقین کیوں نہیں کروں گا۔ ارش میری کتاب
میں تم ایک اچھی لڑکی ہو۔"

"شکریہ، مجھے شکریہ ضرور ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ تمہارے الفاظ میرے لئے بڑے عزت
بخش ہیں۔ معافی چاہتی ہوں کہ ان لوگوں نے مجھ سے کہا تھا، کہ اگر میرا ابھی دل چاہے، اور میں
تم سے ملنا چاہوں تو جب چاہوں آ سکتی ہوں۔ یہ ہی سوال میں تم سے بھی کرنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں، ارش میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔ تم مجھے اچھی لگی ہو۔"

"ہمارے ہاں جب یہ الفاظ کہے جاتے ہیں تو بڑی امیدیں بندھ جاتی ہیں۔" وہ
بولی...... میں نے کہا۔

”کس طرح کی امیدیں۔“ میں نے سوال کیا، اور وہ ہنس پڑی، پھر کہنے لگی۔

”مجھے بھی تم اچھے لگے ہو۔ میں اکثر تم سے ملتی رہوں گی۔“ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اریش نے مجھے ہمدانی کے فلیٹ پر چھوڑا تو ہمدانی‘ ہینا، اور ذیشان آچکے تھے۔ اریش میرے ساتھ ہی فلیٹ تک آئی تھی۔

”ارے...... تم لوگ فلیٹ میں داخل کیسے ہوئے؟“ چابی تو ہمارے پاس تھی۔ اریش نے ان تینوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیجئے گویا کسی فلیٹ کی دوسری چابی نہیں ہوسکتی۔ واہ...... میڈم اریش‘ واہ کبھی کبھی آپ ذہانت کے سارے ریکارڈ توڑ دیتی ہیں۔ خیر چھوڑیئے آپ نے ہمارے مہمان کو اپنا وقت دیا اس کیلئے ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔“

”آپ کے مہمان کیلئے تو پوری زندگی قربان کی جاسکتی ہے۔“ اریش نے بے تکلفی سے کہا، اور سب لوگ ہنسنے لگے۔ کافی دیر تک اریش ہمارے ساتھ بیٹھی رہی، اور اس کے بعد اٹھ کر چلی گئی۔ ہینا بھی اس کے ساتھ ہی چلی گئی تھی۔ تب ہمدانی نے آنکھ مارتے ہوئے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کہو دوست! لڑکی تو تم سے بہت زیادہ متاثر نظر آتی ہے۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہارے اندر لڑکیوں کو متاثر کرنے کی بڑی صلاحیت ہے۔ اریش کیسی لگی؟“

”وہ ایک اچھی دوست ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔“ ذیشان بولا۔

”نہیں‘ ذیشان ٹھیک نہیں ہے۔ میں اب یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔“

”ارے ارے کہاں؟“ ذیشان حیرت سے بولا۔

”تمہارے ساتھ ہی پوری زندگی تھوڑا ہی گزارنی ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں بھائی! ہم یہ بات کہہ بھی نہیں سکتے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے تم نے ضرور کی تھی بات کہ موقع ملا تو ہم دونوں ساتھ ساتھ ہی رہیں گے۔“

”نہیں...... نہیں میں کون سا ابھی جا رہا ہوں۔ لیکن مجھے یوں لگ رہا ہے کہ میں......“

”دیکھو...... دوست! اگر تمہیں یہ محسوس ہو رہا ہے کہ تمہاری یہاں رہائش کی وجہ سے کوکوئی تکلیف ہے تو ہم ہر طرح کی قسم کھانے کیلئے تیار ہیں۔ ایک اچھی کمپنی سی بن گئی ہے جتنا وقت یہاں گزار سکتے ہو، یہاں گزارو اس کے بعد اگر کہیں جاؤ گے تو بھلا کون منع کرے

ہے۔“ ہمدانی نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

”ارے نہیں ہمدانی‘ میں نے تو بس ایسے ہی تذکرہ کر دیا تھا۔ اب دیکھو ناں ان چیزوں کا خیال تو رکھنا پڑتا ہے۔“

”ویسے میں اریش سے تمہارے بارے میں ضرور معلوم کروں گا۔ کہیں وہ تمہیں لے کر پروفیسر ہیرن کے پاس تو نہیں چلی گئی تھی۔ اصل میں وہ ہیرن کی بڑی عقیدت مند ہے، اور اپنے ہر اچھے دوست کو ہیرن سے ضرور ملاتی ہے۔“ میرا دل تو چاہا کہ ان دونوں کو ہیرن کی کہی ہوئی باتوں کے بارے میں بتاؤں لیکن پھر اچانک ہی مجھے یوں لگا، جیسے کسی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ میں خاموش ہی رہ گیا تھا۔

بہرحال میں اپنی زندگی کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ پھیکی تھی۔ اریش‘ ہینا‘ ذیشان، اور ہمدانی بے شک یہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ صرف میں تھا جس کے سامنے کوئی، اور کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں عام طور پر سوچوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا تھا، کہ خاموشی سے مصر سے نکل جاؤں‘ کوئی، اور کام کروں۔ خواہ مخوا غفان حوری نے مجھے ایک بے نام سے خزانے کے بارے میں کہانی سنا کر اس چکر میں ڈال دیا ہے۔ میں خطرات مول لے رہا ہوں۔ لیکن ابھی ان کا کوئی نتیجہ میرے سامنے نہیں آیا۔ ایسی صورت میں وہ سب کچھ بیکار ہی ہے۔ اس دن موسم انتہائی خوشگوار تھا۔ ساری رات میں بڑی سنجیدگی سے اپنے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ میری سوچ میں یہ ہی بات تھی کہ کوئی مقصد تو حل ہو نہیں رہا‘ وقت ہی ضائع ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کے فلیٹ میں کب تک پڑا رہوں گا۔ سب کے سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔

میں بے کار وقت گزار رہا ہوں۔ پھر میں نے رات کے آخری حصے میں یہ بات بھی سوچی تھی کہ اگر مصر میں آ ہی گیا ہوں تو کیوں نہ اپنے طور پر بھی کوشش کروں۔

غفان خودی نے بے شک ایک خزانے کے بارے میں بتایا تھا، اور میں نے اس کے سلسلے میں کافی کام بھی کر لیا تھا۔ لیکن حاصل کچھ نہیں ہوا تھا، اور میں بلاوجہ وقت گزار رہا تھا۔ اپنے طور پر بھی کچھ کوششیں کروں‘ ہوسکتا ہے کوئی ایسا نقطہ ہاتھ آ جائے جس سے مجھے کہیں سے دولت حاصل ہو سکے۔

مصر کے احراموں سے لوگوں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ اس کی کہانیاں میں نے بارہا سنی تھیں۔ بہرحال میں ان لوگوں کے جانے کے بعد خود بھی تیار ہو کر نکل آیا۔ غزہ کے بہت سے معاملات الجھے ہوئے تھے۔ لیکن میں ان ویرانوں کی طرف نکل آیا۔ جہاں احرام

بنے ہوئے تھے، اور پھر یونہی بلاوجہ ایک احرام میں داخل ہو گیا۔ اس وقت یہاں سیاحوں کا کوئی وجود نہیں تھا۔ موسم بھی آج خاصا بہتر تھا۔ میں احرام کی سرنگوں سے گزرتا ہوا اس کے مختلف حصوں میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ پھر تھک کر میں ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔

میرے دائیں جانب ایک ممی کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ اس کا اوپر کا ڈھکن موجود نہیں تھا، یا تو یہ ممی سیاحوں کیلئے کھول دی گئی تھی یا پھر پرانا تابوت کا ڈھکن ٹوٹ پھوٹ ہی گیا ہوگا۔ میری نگاہیں اس ممی کی جانب اٹھ گئیں۔ تابوت کی چوڑائی کوئی چار فٹ، اور لمبائی نو فٹ کے قریب رہی ہوگی۔ ممی اس کے اندر سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے پورے جسم پر مٹیالے کپڑے کی پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں کہ جسم کا کوئی بھی حصہ دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر یہ چہرہ انتہائی بھیانک چہرہ تھا۔

سوکھا ہوا سیاہ...... آنکھوں کی جگہ دو غار تھے۔ کنپٹیوں، اور گالوں پر گہرے گڑھے تھے اور چہرے کی کھال سوکھ کر سیاہ ہو کر جگہ جگہ سے چٹخ گئی تھی۔ تابوت کے ساتھ لگے ہوئے ایک فریم میں ممی کے متعلق ضروری معلومات درج تھیں۔ یہ تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پرانی ممی تھی، اور زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا جب دریافت ہوئی تھی۔ اسے ایک انگریز سیاح نے دریافت کیا تھا۔ اس کے حنوط شدہ جسم میں بہت عجیب وغریب سے زیورات سجے ہوئے تھے۔ یہ ایک خاص قسم کے مقبرے میں ملی تھی، اور یہ مقبرہ زمین کی سطح سے کوئی پچیس فٹ نیچے دریافت ہوا تھا۔

انگریز سیاح کی دریافت کے مطابق اس ممی کا تعلق مصر کے فرعونوں سے نہیں تھا بلکہ یہ شاہی محل کی ایک کنیز تھی، اور یہ قیاس تھا، کہ وہ ایمونس سوئم کی دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کی خصوصی کنیز رہی ہوگی۔ اس مقبرے سے، اور بھی بہت سی اشیاء حاصل ہوئی تھیں، جو ممی کے قریب ہی سجی ہوئی تھیں۔ اس کی عمر کا اندازہ تیئس سال سے کچھ اوپر لگایا گیا تھا۔ اس کا قد لمبا، بال سنہرے، اور دراز تھے، اور آنکھیں گہری نیلی تھیں، اور یہ ایمونس کے شاہی محل میں ایک حسین ترین عورت تصور کی جاتی تھی۔ میں نجانے کیوں اس ممی کے سحر میں گرفتار ہو گیا، اور میری نگاہیں اس پر جم گئیں جو کچھ اس کے ساتھ رکھے ہوئے فریم میں درج تھا۔ میرا ذہن اس کی طرف دوڑ گیا۔

مجھے یوں لگ رہا تھا، کہ یہ ممی تین ہزار سال پرانی نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ اس کے نقوش اصلی شکل میں بیدار ہوتے جا رہے تھے۔ پتہ نہیں یہ میرا تصور تھا، یا میں ممی کے سحر میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس کے بارے میں جو بتایا گیا تھا۔ اس کے مطابق اس کا قد لمبا، بال

سنہرے، اور آنکھیں نیلی تھیں۔ بس یہ چیز اس کی اصلی شکل بن کر لگنے لگا تھا۔ جیسے وہ ایک عورت ہے، اور میرے سامنے گہری پرسکون نیند سو رہی ہے۔ وقت اپنے لاانتہا کناروں کو سمیٹ کر ایک نکتے میں جمع ہو گیا تھا، اور میں جیسے ہوا میں اڑ کر ماضی کی طرف کا سفر کر رہا تھا۔ ممی کو اپنے سامنے سوتا دیکھ کر مجھے ایسا لگا تھا، جیسے میں اس کے سانسوں کی آواز بھی سن رہا ہوں۔

دھیمی دھیمی زندگی سے بھرپور گرم سانسیں، میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، اور ہاتھوں کی انگلیاں دھیرے دھیرے کانپنے لگیں۔ ہلکا ہلکا پسینہ میرے چہرے، گردن، اور ریڑھ کی ہڈی پر رینگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک یہ ہی کیفیت طاری رہی، اور پھر اچانک ہی جیسے میں چونک پڑا۔ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے مجھے ماضی سے کھینچ لیا ہو۔ میں نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

تابوت کے پاس دو عمر رسیدہ عورتیں کھڑی تھیں، اور سرگوشی میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک چھوٹا بچہ بڑے شوق سے ممی کو گھور رہا تھا۔ میری نگاہیں کچھ، اور آگے بڑھیں، اور اچانک ہی میرے دل پر ایک گھونسہ سا پڑا، اتنا زبردست پریشر پڑا تھا میرے سینے پر کہ میری سانسیں رک گئیں۔ وہ مجھ سے کچھ فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھی۔ سڈول، اور مرمری جسم پر سفید لباس تھا۔ جس نے اس کی شخصیت کے سحر کو کچھ، اور نمایاں کر دیا تھا۔ میں یقین نہیں کر رہا تھا، کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سچ ہے شاید میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا، کہ ایک بار پھر ناشیہ کو میں اس طرح دیکھ سکوں گا۔

وہ تو میرا واہمہ میرا تصور ہی بن کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں اس کے قریب جاؤں یا اس سے کوئی بات کروں، مگر کیا...... اس نے بھی تو مجھے دیکھ لیا ہوگا۔ کیا وہ خود مجھے مخاطب نہیں کر سکتی تھی۔ اگر میں اس کے سامنے چلا بھی گیا تو اپنی کیفیت کو کیسے سنبھالوں گا۔ اس سے پہلے کہ میں کسی نتیجے پر پہنچتا اچانک ہی اس کی سحر بار نگاہیں میری جانب اٹھیں، اور پھر میں نے اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے محسوس کیا۔ یہ میرا احساس نہیں تھا، بلکہ حقیقت تھی۔ میں کسی قدر حواس باختہ سا ہو گیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

”یہ تو آپ نہیں کہہ سکتے کہ آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔“

”ہاں یہ میں نہیں کہہ سکتا۔“ نجانے کیوں میرے منہ سے ایک سحر زدہ سی آواز نکلی۔

”لیکن آپ اس طرح کھڑے تھے، جیسے بالکل اجنبی ہوں۔ جبکہ آپ نے مجھے دیکھ

بھی لیا تھا۔'' میں نے اب اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لیا تھا۔ چنانچہ میں نے مدھم
میں کہا۔

''رعب حسن مجھے آپ کی طرف بڑھنے سے روک رہا تھا۔'' میرے ان الفاظ پر
کے چہرے پر ایک مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اچانک اس نے
پشت پر کسی شے کو دیکھا تھا۔ پھر اس نے اپنی نازک سی گردن کو جنبش دی، اور میری طرف
کر کے بولی۔

''ہاں...... مجھے بھی سیاحت کا شوق ہے۔ میں اکثر سفر میں رہتی ہوں۔ بس ایسے
اس طرف نکل آئی۔ ویسے آپ اس دوران کہاں رہے؟ جبکہ آپ نے بتایا تھا، کہ آپ یہ
نہیں ہیں، اور چہرے سے بھی آپ مقامی نہیں لگتے۔''

''ہاں...... ایسا ہی ہے۔ میں غزہ میں اپنے ایک دوست کے فلیٹ میں رہ رہا ہوں
اچانک ہی وہ پھر میرے پیچھے دیکھنے لگی، اور پھر نگاہیں ہٹا کر بولی۔

''آپ اس ممی کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔''

''ہاں۔''

''کیا خیال ہے۔ آپ کا اس کے بارے میں'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' میں نے اس کے پاس رکھے ہوئے فریم کو پڑھا ہے۔
میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ...... کہ......'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''جی، جی بات پوری کریں۔''

''میں آپ کو سچ بتاؤں کہ اسے دیکھ کر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا، کہ ساڑھے تین
سال سے بیشتر یہ ایک زندہ وجود ہوگی۔ چلتی پھرتی ہوگی۔ ویسے اس کے متعلق مجھے معلو
دی گئی ہیں کہ یہ ایک حسین ترین عورت تھی۔ لیکن اب کیا انسان کا اختتام یہ ہوتا ہے؟
نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر بولی۔

''شاید، ویسے آپ کو مصر کی تاریخ سے خاصی دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔''

''ہاں...... لیکن مجھے بہت زیادہ مطالعے کا موقع نہیں ملا۔''

''مصر کے فرعونوں کے بارے میں آپ نے کچھ معلومات حاصل کی ہیں؟''

''تھوڑی بہت۔''

''جب آپ مصر کے احراموں میں اس طرح کے نوادرات دیکھتے ہیں تو آپ
لگتا ہے؟''

میں نے نہ سمجھنے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ میں پوری طرح اس کے سوال کا
مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔

بہرحال میں نے سوچ کر کہا'' میں نہیں جانتا کہ اس سوال سے آپ کا کیا مقصد
ہے۔'' ہاں اب ان مقبروں کو دیکھ کر میرے اندر کچھ عجیب سی کیفیتیں بیدار ہو گئی ہیں، بلکہ میں
آپ کو بتاؤں کہ ابھی ابھی میں نے اس ممی کو دیکھا تو مجھ پر ایک انوکھی سی کیفیت طاری ہو
گئی۔ مجھے یوں لگا، جیسے میں اسے بہت قریب سے دیکھ رہا ہوں۔ ایسا لگتا جیسے یہ ممی نہیں ایک
زندہ عورت ہے...... ایک زندہ وجود ہے، اور میرے سامنے سو رہی ہے۔ مجھے تو یوں لگا جیسے
میں اس کی سانسیں تک سن رہا ہوں۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ایک تاثر تھا جو مجھ پر قائم ہو گیا تھا۔
شاید......''

''نہیں......'' اتاشیہ نے اچانک ہی عجیب سے انداز میں کہا...... ایک بار پھر میں اس
کی اس ''نہیں...... نہیں'' کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔

تبھی اس کی آواز ابھری۔

''بات یہ نہیں ہے۔ انسان کبھی کبھی اپنے ذہن کے خول سے نکل کر وہ کچھ دیکھ لیتا ہے
جو ماضی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ خیر چلیے آپ سے ملاقات بہت اچھی رہی۔ شاید ہم پھر کبھی کسی
ملاقات میں ملیں۔'' یہ کہہ کر وہ اچانک پلٹی، اور واپسی کیلئے مڑ گئی۔ میں اسے خاموشی سے
دیکھتا رہا۔ اس کی چال میں ایک شاہانہ وقار تھا۔ ایک ایسی خوداعتمادی، اور تمکنت تھی، جو
صرف ان لوگوں کی چال میں ہوتی ہے، جو اپنے آپ سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔
دروازے میں جا کر وہ پھر رکی، اور اس نے میری طرف رخ کر کے ہاتھ ہلایا۔ بڑا عجیب سا
انداز تھا۔ اس کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

کبھی کبھی حقیقتاً مجھے یہ شدید احساس ہوتا تھا، کہ غفان حوری نے بلاوجہ مجھے ایک مشکل
میں گرفتار کر دیا ہے۔ دولت کے حصول کی خواہش میرے دل میں بے شمار بار ابھری تھی۔ لیکن
اس کا یہ مقصد نہیں تھا، کہ میں اپنی زندگی کو اتنا محدود کر لوں لیکن اب اچانک ہی مجھے غفان
حوری کے مشن سے دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔

غفان حوری نے اپنے آپ کو نجانے کیا بنا کر پیش کیا تھا۔ البتہ ایک بات میں پورے
اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا تھا، کہ وہ معا پراسرار قوتوں کا مالک اگر وہ اپنے آپ کو ماضی قدیم کی
کوئی روح کہتا ہے تو اس کی باتوں پر غور تو کیا جا سکتا ہے۔ میں اتاشیہ کو دیکھ کر جس احساس کا
شکار ہو جاتا ہوں۔ اس پر ذرا غور کرتا تو مجھے یوں لگتا جیسے وہ میری زندگی سے کوئی گہرا تعلق

رکھتی ہے، اور میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا، کہ جب اناتشیہ مجھے دیکھتی ہے تو اس کی گہری
آنکھوں میں ایک عجیب سا جذبہ پایا جاتا ہے۔ یہ خوش فہمی ہی کہی جا سکتی تھی کہ وہ مجھے
کرتی ہے۔ میں نے سر کو زور سے جھٹک کر ممی کی جانب دیکھا، اور میرے کانوں میں
کسی کے الفاظ گونجنے لگے۔

"موت کے وقت عمر تیس سال کے قریب قد لمبا' سنہرے بال' گہری نیلی آنکھ
سپنا نہ دیکھو یہ ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کیا سمجھے؟" میں اچھل پڑا میری نگاہیں چار
طرف بھٹکنے لگیں۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا یہ آواز پروفیسر ہیرن کی تھی' مگر ہیرن اس
کہیں موجود نہیں تھا۔ البتہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو ممی کے قریب آ کر اسے دیکھ
تھی۔

یہ مصری نژاد نہیں تھی بلکہ اس کا تعلق کہیں، اور سے تھا۔ اس کا قد لمبا' بال گھنگر
چہرے کے نقوش تیکھے، اور دلکش تھے۔ اس کے علاوہ اس کا جسم بالکل یوں لگتا تھا جیسے وہ
بدن پر خاص محنت کرتی ہو۔ سر سے پیر تک سانچے میں ڈھلی ہوئی۔ کسی سنگ تراش کا
معلوم ہوتی تھی۔ خوبصورت اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس تھی۔ اچانک ہی اس کی آواز ابھری۔

"اوہ...... مائی گاڈ...... ساڑھے تین ہزار سال پرانی۔" اچانک ہی اس نے
طرف دیکھا، اور بولی۔

"کیوں...... آپ مجھے ایک بات بتائیے' کیا یہ جسم اتنا ہی پرانا ہو سکتا ہے۔"
دینا ضروری تھا۔ میں نے اسے بہت غور سے دیکھا تھا، اور وہ مجھے اچھی لگی تھی۔ میں اس
قومیت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ تاہم جواب دینا ضروری تھا۔ میں نے اس سے

"ہم ان لوگوں کی تحقیقات پر ہی یقین کر سکتے ہیں، جو ان کی دریافت کا سب
ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ جن لوگوں نے اسے دریافت کیا ہے، اور اس کے بارے
تفصیل لکھی ہے۔ ان کی تحقیق ٹھیک ہوگی۔"

"کہا تو یہ ہی جا سکتا ہے۔"

"لیکن آپ نے اسے غور سے دیکھا۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ ابھی ابھی سوئی ہو۔"

"ہاں......"

"ویسے آپ سے ایک بات کہوں؟"

"کہو۔"

"کیا یہ مصری جادو نہیں جانتے۔ خدا جانے انہوں نے کون سا ایسا مصالحہ دریافت کر لیا
تھا، کہ ان کی لاشیں ہمیشہ کیلئے سڑنے گلنے سے محفوظ ہو جاتی تھیں، اور پھر انہوں نے جو کچھ
بھی کیا ہے۔ وہ ناقابل یقین سا ہی ہے۔ یہ اونچے اونچے احرام بڑی بڑی سلیں جو نجانے کس
طرح اتنی بلندیوں تک پہنچائی گئی ہوں گی۔ ویسے ان لوگوں نے مصر کے بارے میں تحقیقات
تو بہت ساری کی ہیں لیکن آپ یہ بتائیے کہ کیا مصر کا مکمل راز کسی نے دریافت کیا ہے۔ میں
تو یہ کہتی ہوں کہ اس طرح انسانی جسم کو حنوط کرنے کا طریقہ بھی آج تک کسی کے علم میں نہیں
ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟"

"بالکل صحیح ہے۔ ورنہ جدید دور میں تو اس بارے میں تو بہت کچھ کیا جا سکتا تھا۔ ویسے
میں اس طرح کی کسی ممی کو دیکھتی ہوں۔ تھوڑی دیر کیلئے اپنے ذہن کے دائرے سے نکل کر
کہیں، اور چلی جاتی ہوں۔ آپ یقین کیجئے میں نے ایک ممی کو دیکھا تھا، اور دو گھنٹے تک اس
طرح وہاں کھڑی رہی کہ زندگی میں کبھی میں اتنی دیر تک کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔" یہ کہہ کر وہ
اس فریم کی جانب متوجہ ہوئی، اور پھر اچانک ہی بولی۔

"ویسے یہ احرام مجھے سب سے زیادہ پراسرار لگا ہے۔ اچھا یہ بتائیے کہ کیا آپ یہیں
رہتے ہیں؟"

"نہیں میں بھی سیاح ہوں۔"

"یہاں کہاں رہتے ہیں؟" میں نے ہمدانی کے فلیٹ کے بارے میں بتایا تو وہ خوش ہو
کر بولی۔

"ارے واہ...... میں بھی اسی علاقے میں رہتی ہوں۔ میرا نام ڈینس ہے۔ لائیکا
ڈینس۔ میں پیرو کی رہنے والی ہوں۔ بس یوں سمجھئے کہ مصر میرا خواب تھا، جو میں نے یہاں
کافی عرصے کیلئے رہائش اختیار کر لی ہے، اور یہاں ایک فرم میں ملازمت کرتی ہوں۔ یہ
ایڈورٹائزمنٹ کی ایک فرم ہے۔ آپ مجھے ڈینس کے نام سے پکار سکتے ہیں، اور اب مجھے اپنا
نام بھی بتا دیجئے۔"

"میرا نام عادل شاہ ہے۔"

"اوہ ہو...... اس سے آپ کی قومیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ یقین کریں مجھے آپ
کے وطن سے بہت پیار ہے۔ اب میں آپ سے ایک بات کہوں اگر آپ برا محسوس نہ کریں،
اور مجھے برا نہ سمجھیں۔"

"نہ میں برا محسوس کروں گا' نہ آپ کو برا سمجھوں گا۔"

"نہیں، مصر میں ایک بات، اور بھی دیکھی ہے میں نے، چلئے چھوڑیئے لڑکیوں کے بارے میں کہنا چاہتی تھی، جو بیرونی سیاحوں کو بہت جلدی دوست بنا لیتی ہیں لیکن اصل میں وہ دوست نہیں ہوتیں۔ البتہ میں آپ کی دوست بننا چاہتی ہوں۔"

"آپ میری دوست ہیں۔" میں نے کہا، اور اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ بہرحال وہ کافی دیر تک مجھے اپنے بارے میں بتاتی رہی۔ بہت باتونی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتائیں، اور اس نے بتایا کہ پیرو میں اس کا اپنا گھر ہے۔ جہاں اس کا بچپن گزرا ہے۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی بھائی یا بہن نہیں ہے۔ ماں باپ مر چکے ہیں۔" کافی تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔ پھر اس نے عجیب سا سوال کیا۔

"اچھا ایک بات بتایئے۔ کیا میں خوب صورت ہوں؟" عجیب سا سوال تھا، جس کی مجھے امید نہیں تھی۔ تاہم میں نے جواب دینا ضروری سمجھا۔

"ہاں..... آپ واقعی بہت خوبصورت ہیں۔"

"میں آپ کو بتاؤں، جس فرم میں، میں کام کرتی ہوں۔ وہ ایڈورٹائزمنٹ کی فرم ہے۔ مجھے بارہا پیشکش کی گئی کہ میں ماڈلنگ کروں مگر میں نے پسند نہیں کیا۔ غرض یہ کہ ہم کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر میں نے کہا۔

"تو پھر کیا خیال ہے، مس ڈینس! شام ہو رہی ہے چلیں۔"

"ہاں..... ہاں..... مگر میں ابھی آپ کو جانے نہیں دوں گی۔"

"مطلب! ہم کافی دیر تک ساتھ رہیں گے۔ پلیز مائنڈ نہ کریں۔"

"نہیں..... نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا، اور کافی دیر تک ہم لوگ ساتھ رہے۔ پھر اس نے کہا۔

"ایک بہت ہی خوبصورت ہوٹل ہے یہاں، جہاں کے پروگرام تقریباً صاف ستھرے ہوتے ہیں، اور ویسے تو آپ چھوٹے چھوٹے قہوہ خانوں، اور دوسری جگہوں میں جائیں تو آپ کو بہت عجیب لگے گا۔ لیکن ملیٹرونس بہت اچھی جگہ ہے۔ بہرحال ہم ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کافی دور تک گھومے، اور پھر ملیٹرونس پہنچ گئے۔ یہاں کا ماحول بہت اچھا نہیں تھا، اور ذرا گڑبڑ ہی لگ رہی تھی۔ لیکن ڈینس مجھے یہ کہہ کر یہاں لائی تھی کہ یہاں کا ماحول بہت اچھا ہے۔ گہری سرخ، سبز، اور نیلے رنگ کی روشنیاں پورے ہال میں گردش کر رہی تھیں، اور وقت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر ڈینس تھوڑی دیر کیلئے مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔ لیکن جب وہ واپس آئی تو تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ایک لمبے چوڑے بدن کا پہلوان نما

آدمی تھا۔ جو شاید نیگرو تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی، اور بھنویں بیحد گھنی تھیں۔ سر کے بال چھوٹے، اور گھنگریالے تھے۔ اچانک ہی ڈینس نے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ہیڈلے یہ میرے دوست عادل شاہ ہیں۔"

"ہیلو....." میں نے آہستہ سے کہا، اور ہیڈلے نے اپنا انتہائی لمبا چوڑا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ پھر اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"میں نے پہلے کبھی آپ کو ڈینس کے ساتھ نہیں دیکھا۔"

"ہاں..... ہم آج ہی ملے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا کل بھی آپ اس سے ملیں گے؟" ہیڈلے نے عجیب سا سوال کیا، اور میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ اچانک ہی ایک سفید فام لڑکی ہیڈلے کی جانب بڑھی، اور اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔

"تم یہاں بیٹھے ہو، اور میں تمہیں پتہ نہیں کب سے تلاش کر رہی ہوں۔"

"اوہ..... سوری..... سوری..... چلو۔" ہیڈلے اپنی جگہ سے اٹھا، اور لڑکی کے ساتھ آگے چلا گیا۔

"یہ تم کسے لے آئی تھیں۔ ڈینس! بس میں نے کہا ناں، میرے بہت سے دوست ہیں۔ خود بخود میرے دوست بن جاتے ہیں۔ ویسے میں اسے بالکل پسند نہیں کرتی، اچھا آدمی نہیں ہے۔ ہمیشہ میرے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ ہیڈلے اس لڑکی کے ساتھ کسی مست ہاتھی کی طرح ناچ رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"میرا خیال ہے میں ہیڈلے سے رخصت لے لوں، اور پھر اس کے بعد ہم چلتے ہیں۔" وہ ہیڈلے کی جانب بڑھی، میں نے دور سے دیکھا کہ ہیڈلے اس سے نہایت بدتمیزی سے پیش آ رہا تھا۔ لیکن میں نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ ظاہر ہے میں فضول باتوں میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ بڑی مشکل سے ہمیں واپسی کیلئے ٹیکسی ملی تھی۔ ایک ہی علاقے میں اترنا تھا۔ لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ یہاں اترنے کے بعد یوں لگا جیسے ڈینی مجھ سے بالکل ہی بے تعلق ہو گئی ہو۔ ٹیکسی سے اترنے کے بعد وہ بغیر سلام دعا کیے آگے بڑھ گئی تھی، اور میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

◆◆◆

میں اپنے کمرے میں واپس آیا تو ذیشان، ہمدانی، اور ہینا موجود تھے۔ تینوں نے مڑ کر مجھے دیکھا۔ ہینا کہنے لگی۔

"کہیے جناب! بڑے سیر و سیاحت میں مصروف ہیں، لگتا ہے دل لگ گیا؟"

"دل تو لگ گیا ہے لیکن اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کچھ زیادہ ہی تنگ کرنے لگا ہوں آپ لوگوں کو؟"

"یار کچھ سمجھ میں نہیں آتا، یا تو تمہیں کبھی کوئی اچھا دوست نہیں ملا، یا پھر تم ضرورت سے زیادہ لوگوں کو منہ لگانے کے قائل نہیں ہو۔" ہمدانی کہنے لگا۔

"ارے نہیں..... نہیں ہمدانی، ایسی بات کیوں کہہ رہے ہو؟"

"بھائی، ہم تمہارے آ جانے سے بہت خوش ہیں۔ ابھی یہ ہی سوچ رہے تھے کہ کہیں ہماری گمشدگی کو تم برے انداز میں محسوس نہ کرو۔"

"نہیں..... نہیں، ایسی کیا بات ہے۔ تم مصروف لوگ ہو جبکہ میں ایک بیکار سا آدمی ہوں۔"

"تم بالکل بیکار نہیں ہو۔ ابھی ابھی ہینا کہہ رہی تھی کہ ہم تینوں کم از کم پندرہ دن کیلئے چھٹیاں لے لیں، اور تمہارے ساتھ وقت گزاریں۔ کیا کہتے ہو تم؟"

"بالکل نہیں، اگر تم لوگوں نے ایسا کوئی کام کیا تو میں بتائے بغیر غائب ہو جاؤں گا۔ تم لوگ اپنے کاموں میں مصروف رہو۔ میں تو بس اپنے طور پر یہ سوچتا ہوں کہ کہیں تمہیں.....

"تمہاری موجودگی سے تکلیف نہ ہو" یہ ہی کہو گے ناں تم۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اچھا چھوڑ..... چلو یہ بتاؤ کیسا وقت گزرا۔ بوریت تو نہیں ہو رہی واقعی، میں نے اس سے بھی کہا تھا، کہ وہ تمہیں مکمل طور پر وقت دے۔"

"اس نے مجھے وقت دیا ہے بلکہ نہ صرف وہ بلکہ مصر تو بہت فراخدل ہے، اور ہر ایک کو اپنے درمیان بھرپور جگہ دیتا ہے۔ کچھ، اور ایسے شناسا مل گئے ہیں۔"

"مثلاً..... مثلاً....." ہینا نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس کا نام لائیکا ڈینس ہے۔"

"ارے واہ!..... واہ..... واہ..... یہ کیا چیز ہے، بھائی ہمیں نہیں بتاؤ گے۔"

"ایک اجنبی لڑکی، جو مجھے ایک مقبرے میں ملی تھی۔ لیکن بہت ہی اچھے مزاج کی مالک ہے۔"

"اور..... خوبصورتی؟" ہینا نے سوال کیا۔

"بہت ہی خوبصورت ہے۔"

"ہونی ہی چاہیے تھی۔ اچھا یار! چھوڑو ان ساری باتوں کو، دیکھو! جتنے دن تک غزہ میں ہو۔ سیر و سیاحت کرو..... وقت گزارو۔"

"ہاں میں ایسا ہی کر رہا ہوں۔" بہرحال میں نے اپنی طرف سے بہت سی باتیں سوچی تھیں۔ یہ بہت اچھے لوگ تھے۔ لیکن بات وہی آ جاتی ہے کہ کیا میں ان کے گھر پر ایک زبردستی کے مہمان کی حیثیت سے پڑا رہوں۔ ذیشان بہت اچھا آدمی تھا، اور اس کے ساتھ کافی اچھا وقت گزر رہا تھا۔ لیکن بہرحال پھر بھی، اور غرض یہ کہ یہ ساری صورتحال جاری رہی۔ میں اب بھی سیر و سیاحت کیلئے نکل جاتا تھا۔

لیکن مجھے لائیکا ڈینس بھی دوبارہ نہیں ملی، اور میں بالکل سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ اب مجھے یہاں سے غائب ہو جانا چاہیے۔ ذیشان، ہمدانی، اور ہینا وغیرہ مجھے کبھی جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن اس سے زیادہ پڑے رہنا بھی میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ ایک دن ان تمام ارادوں کو ذہن میں رکھ کر میں نے ایک پرچہ لکھا۔ یہ پرچہ ذیشان ہمدانی، اور ہینا کیلئے تھا۔ میں نے لکھا تھا۔

میرے بہت ہی پیارے دوستو!

میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لئے خلوص ہی خلوص ہے لیکن اس خلوص کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں مسلسل تمہارے لئے دردسر بنا رہوں۔ میں آج تمہارے پاس سے غائب ہو رہا ہوں۔ یہ مت سمجھنا کہ میں نے ناشکر گزاری کا مظاہرہ کیا۔ بلکہ یہ شکر گزاری ہی ہے۔ اگر کبھی تقدیر نے دوبارہ موقع دیا تو ضرور تم سے ملوں گا۔ یہ لکھ کر میں یہ پرچہ وہاں چھوڑ آیا۔

اور اس کے بعد اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ ایک بس میں بیٹھ کر قاہرہ چل پڑا۔

راستے کے مناظر میری نگاہوں کے سامنے تھے۔ مصر کے صحراؤں میں احرامین کی تعداد بہت بڑی نظر آتی تھی' جگہ جگہ احرام بنے ہوئے تھے۔ مصر انتہائی جدید ملک بن چکا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس میں قدامت کا امتزاج بھی ہے، اور یہ ہی قدرت اس کے حسن میں بے پناہ اضافہ کرتی ہے۔ میں انہی تمام باتوں کو سوچ رہا تھا، کہ اب میرے دل میں یہ خیال چٹکیاں لے رہا تھا، کہ مجھے آئندہ یہاں کیا کرنا چاہیے۔ دو ہی باتیں تھیں' یا تو مصر کو چھوڑ دوں، اور اپنی قسمت کو کہیں، اور تلاش کروں' یا پھر مصر ہی میں رہ کر ایک گمنام حیثیت سے اپنی منزل یعنی وہ دولت تلاش کروں۔ میرے ذہن نے مجھے جواب دیا کہ مصر ایک ایسی جگہ ہے جہاں کی کہانیاں تو کم از کم سننے کو ملتی ہیں، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہاں ضرورت مندوں کی بہت سی ضرورتیں بھی پوری ہو جاتی ہیں، اور اس کے لئے قدیم دور کے فراعین مواقع مہیا کرتے ہیں۔

ویسے ایک بات میرے ذہن میں بار بار آتی تھی' کیا یہاں آنے والے تمام افراد کو اس طرح کے پراسرار واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا پھر بالکل اتفاق ہے یہ کہ میں شروع ہی سے ایسی کیفیتوں کا شکار رہا ہوں، اور اس میں صاف ستھرے مسافر سفر کر رہے تھے۔ میری سیٹ کے برابر بھی کوئی صاحب موجود ہے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اپنے خیالات میں ڈوبے ہونے کی وجہ سے میں ان صاحب کی طرف توجہ بھی نہیں دے سکا تھا، کہ کون ہیں' کیا ہیں۔

ویسے وہ بھی کچھ لاپروا ہی سا آدمی تھا، جو شروع ہی سے اپنے چہرے پر ایک خوبصورت تولیہ ڈالے ہوئے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ کافی سفر گزر چکا تھا۔ باہر چلچلاتی دھوپ پھیلی ہوئی تھی کہ وہ شخص سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اور میں نے یونہی سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں شدت حیرت سے اچھل پڑا یہ سو فیصدی غفان حوری تھا۔

میں نے کچھ نہ کیا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

" حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا، کہ میں سائے کی طرح تمہارے پیچھے لگا رہوں گا۔"

" بہت اچھا ہوا کہ تم مل گئے ہو۔ غفان حوری' میں تم سے اب کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

" جو کچھ تم مجھ سے کہنا چاہتے ہو۔ وہ میں نے اچھی طرح سن لیا ہے، اور سمجھ بھی لیا

ہے۔"

" میرے کہے بغیر؟" میں نے سوال کیا۔

" ہاں' بتا چکا ہوں تمہیں اپنے بارے میں، اور کیا بتاؤں' اور پھر اب کون سی بات تم سے چھپی ہوئی ہے۔ جو میں تمہیں بتاؤں۔"

" غفان حوری مجھے ایک بات کا جواب دو گے؟"

" بولو......"

" کیا ہے یہ سب کچھ۔" میں نے بہت غور کیا ہے کچھ آ نہیں رہا ہے' میری سمجھ میں۔"

" بدنصیبی یہ ہے کہ تم صرف اتفاقیہ طور پر مجھے نہیں ملے۔" غفان حوری نے جواب دیا۔

" اب بھی نہیں سمجھا۔"

" میرا مطلب ہے کہ تم اتفاقیہ طور پر مجھے نہیں ملے' بلکہ تمہارا مجھ تک پہنچنا ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے، جسے رونما ہونا ہی تھا، اور وہ ہو گیا۔"

" دلچسپ بات ہے' یعنی تمہارا خیال یہ ہے کہ میں تم تک کسی خاص وجہ سے پہنچا ہوں۔"

" ہاں' میرے دوست! تمہیں ابھی اس کا اندازہ نہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ کتنے لوگ تم تک پہنچ رہے ہیں، اور تمہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تم کوئی معمولی شخصیت نہیں ہو۔ تم اپنے آپ کو نہیں جانتے میرے دوست! میں تو تمہیں مل ہی گیا ہوں لیکن وقت تمہارے لئے جو جو راستے منتخب کر چکا ہے تم نے ان پر کبھی غور بھی نہیں کیا ہوگا۔"

" سمجھ نہیں آتا کہ میں کس مشکل کا شکار ہو گیا ہوں۔"

" نہیں میری جان! تم کسی مشکل کا شکار نہیں ہوئے بلکہ یہ سمجھ لو کہ وقت کی رفتار تمہاری جانب ہے، اور تم اسی انداز میں آگے بڑھ رہے ہو۔ میری بات مان لو۔ وقت تمہیں اسی سمت لے جا رہا ہے۔ جہاں تمہیں جانا تھا۔" غفان حوری نے کہا۔

" اچھا اب تم یہ بتاؤ کہ میرے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟"

" دیکھو تم میرے پابند نہیں ہو' نہ میرے غلام ہو' بلکہ میرے دوست ہو تم' تم اگر کبھی یہ سوچو کہ مجھ پر لعنت بھیجو، اور اپنا کام کر لو' تو تم کر سکتے ہو۔ لیکن میں تمہیں ایک بات بتاؤں' تمہاری منزل کچھ، اور ہی ہے۔ تم اسے دیکھ چکے ہو' کیا کہتے ہو۔ اس کے بارے میں۔"

" کسے؟" میں نے تعجب سے سوال کیا۔

" اتاشیہ کو۔"

’’یہ بات تم جانتے ہو؟‘‘

’’لؤ میں نہیں جانوں گا تو، اور کون جانے گا۔ وہی تو میری منزل ہے۔‘‘

’’سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ تمہاری منزل ہے تو پھر میرا کردار کیا ہے؟‘‘

’’میں‘‘ اس نے جواب دیا۔

’’کیا مطلب۔‘‘

’’تم جو کچھ کر رہے ہو۔ میرے لئے ہی کر رہے ہو، اور تمہارا مقصد اس خزانے کا حصول ہے۔ تمہیں یہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اگر تم اس سے بھاگتے بھی ہو تو وقت تمہیں گھسیٹ گھسیٹ کر وہیں لے جائے گا۔‘‘

’’زبردستی لے جائے گا۔‘‘

’’ہاں میرے دوست زبردستی لے جائے گا۔‘‘

’’نہیں غفان حوری وقت کی یہ مجال نہیں ہے کہ میری مرضی کے بغیر مجھے جہاں مرضی لے جائے۔‘‘ میں نے کرخت لہجے میں کہا، اور غفان حوری باہر دیکھنے لگا۔

کافی دیر تک وہ خاموش رہا پھر وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ’’نہ کر واپسی کی بات‘ نہ کرو۔‘‘

’’میں نے کہا ناں...... میں اب تم سے تمام تعلق توڑ رہا ہوں۔‘‘ غفان حوری ایک ٹھنڈی سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا تھا، اور پھر اس نے دوبارہ تولیہ اپنے چہرے پر ڈال لیا تھا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح منہ ڈھکے بیٹھا رہا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کہیں ماضی میں سفر کر رہا ہو۔ پھر اس نے تولیہ اپنے چہرے سے ہٹایا، اور میری طرف دیکھ کر بولا۔

’’جس طرح اچھے دوست اچھے دوستوں کی بہتری کے خواہاں رہتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی ایک اچھے دوست کی حیثیت سے تمہیں دعا دیتا ہوں کہ تم اپنی زندگی کا وہ مشن پورا کر لؤ جس کی تم خواہش دل میں رکھتے ہو۔ ٹھیک ہے‘ بالکل ٹھیک ہے۔ تمہیں حق حاصل ہے کہ تم اپنی مرضی سے جو دل چاہے کرو۔ لیکن سنؤ غفان حوری تمہیں اپنے بارے میں بہت کچھ بتا چکا ہے۔ اب بھی میں تم سے یہ ہی کہوں گا کہ ہم سب تقدیر کے فیصلوں کے پابند ہیں، اور میں ایک قدیم انسان ہونے کی بنا پر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ آخر کار تمہیں اناشیہ تک جانا ہوگا۔ میرے لئے نہیں‘ اپنے لئے نہیں‘ کسی، اور کیلئے، اور اب وہ کوئی، اور جو بھی ہو۔ میں تمہیں اس کی نشان دہی نہیں کر سکتا۔ ہاں‘ میں تمہیں ان آخری لمحات میں ضرور ملوں گا جب تم میرے

مقصد کی تکمیل کر چکے ہوں گے۔‘‘ غفان حوری اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

میں کافی سخت ہو چکا تھا، اور میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا، کہ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ میں اب غفان حوری کیلئے کام نہیں کروں گا۔ ارے کوئی تک کی بات ہے۔ بھٹک رہا ہوں‘ کب خزانہ حاصل ہوگا مجھے‘ اس وقت جب اس کا کوئی استعمال میرے لئے ضروری نہیں ہوگا۔ نہیں غفان حوری سودا کھرا ہونا چاہیے۔ اس ہاتھ دو...... اس ہاتھ لو...... مجھ سے جو کچھ چاہتے ہو۔ میں اس کیلئے اب بھی تیار ہوں۔ لیکن تمہیں بھی تو میرے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ ٹھیک ہے۔ غفان حوری ٹھیک ہے۔ اب میں اپنے آپ کو ہی تلاش کرتا ہوں۔

اور آخر کار میں اپنے اسی فیصلے پر قائم رہا۔ مصر نہیں چھوڑوں گا‘ کیونکہ یہاں کے احراموں میں یقیناً میرے لیے کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ اپنا حصہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، اور اس کے بعد جو بھی صورتحال ہو گی‘ میں آزاد ہو گیا‘، اور اس کے بعد میں نے ذیشان ہمدانی، اور ہینا وغیرہ سب کو نظر انداز کر دیا‘، اور قاہرہ چل پڑا۔

میرے پاس اچھی خاصی رقم موجود تھی۔ میں قاہرہ کے ایک ہوٹل میں مقیم ہو گیا۔ اب میں نے فیصلہ کیا تھا، کہ میں احرامین کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ آخر لوگوں نے یہاں سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ میں ان میں سے ایک کیوں نہیں بن سکتا۔ میں نے مصر کے بارے میں لٹریچر کی تلاش شروع کر دی۔ بہت سی لائبریریوں کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں، اور پھر مجھے ایک ایسی لائبریری کا پتہ چلا جہاں قدیم مصر کے متعلق مجھے کتابیں مل سکتی تھیں۔ اس دوران، اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ میں جدوجہد کرنے کے بعد آخر کار اس لائبریری پہنچا، اور لائبریری میں پہلے ہی قدم نے مجھے چونکا دیا۔

ایک بہت ہی خوبصورت لائبریری تھی یہ‘ اس کا ریڈنگ روم بہت ہی شاندار تھا، اور اس ریڈنگ روم میں‘ میں نے لائیکا ڈینس کو دیکھا جو ایک کرسی پر بیٹھی کسی کتاب پر جھکی ہوئی تھی۔

اسے یہاں دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔ پتہ نہیں وہ غزہ سے کب یہاں پہنچی۔ میں یاد کرنے لگا کہ اس نے مجھے اپنے بارے میں نجانے کیا کیا کچھ بتایا تھا، اور مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ اسی وقت لائیکا ڈینس نے سر اٹھایا۔ اس کی نگاہ براہ راست مجھ تک پہنچی تھی۔ پھر میں نے اسے بھی اسی طرح چونکتے ہوئے دیکھا۔ وہ انتہائی خوشی کے عالم میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس کے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ بڑے پیار سے آگے بڑھی، اور بولی۔

"ہیلو عادل شیر" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو لائیکا ڈینس۔" تمہارے منہ سے اپنا نام سن کر مجھے خوشی ہوئی' کوئی کسی کو اس طرح یاد رکھتا ہے۔ اس کا بہترین مظاہرہ تم نے کیا ہے۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، اور پھر بولی۔

"سچ کہوں' تم بھولنے والی شخصیت ہی نہیں ہو۔"

"ارے واہ...... تم نے تو مجھے بہت بڑا مقام دے دیا۔"

"دوسری بات کہوں؟" وہ ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"ساری باتیں یہیں لائبریری میں بیٹھ کر کہہ دوگی۔" اس نے کتاب واپس شیلف میں رکھی، اور بولی۔

"آؤ چلتے ہیں۔" اس کے انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ میں اس کے ساتھ لائبریری سے باہر نکل آیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اتنا شیہ حسن و جمال کا پیکر تھی۔ اس کا حسن تو دیکھنے ہی بے مثال تھا۔ دیکھ کر ہی انسان ششدر رہ جائے۔ لیکن لائیکا ڈینس بھی ایک خوبصورت عورت تھی۔ اتنی خوبصورت کہ اسے برسوں یاد رکھا جا سکے۔ اس کی چال بھی بیحد دلکش تھی۔ باہر آ کر اس نے کہا۔

"تمہارے پاس کوئی کنوینس ہے؟"

"بتا چکا ہوں تمہیں کہ تمہارے دیس میں اجنبی ہوں۔"

"نہیں...... نہیں میرے پاس گاڑی موجود ہے۔" خوبصورت سرخ رنگ کی کار میں بیٹھ کر ہم دونوں چل پڑے۔ میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا تھا، کہ وہ مجھے کہاں لیے جا رہی ہے۔ میرا خیال تھا، کہ کسی ریسٹوران وغیرہ کا رخ کیا جائے گا، اور میرا یہ خیال بالکل ٹھیک نکلا۔ وہ ایک بہت ہی پرسکون چھوٹا سا ریسٹوران تھا۔ جہاں داخل ہو کر وہ ایک میز پر بیٹھ گئی اور پھر اس نے مجھ سے پوچھے بغیر کافی منگوالی۔ ساتھ ہی کچھ، اور چیزیں بھی آ گئی تھیں۔ کافی بنا کر اس نے میرے سامنے رکھی، اور اپنی پیالی بنا کر اس کے دو تین چھوٹے چھوٹے سپ لیے۔ وہ شاید بہت زیادہ بہت زیادہ گرم کافی پینے کی عادی تھی۔ اس کے بعد اس نے مجھے مسکرا کر دیکھا، اور بولی۔

"دوسری بات میں یہ کہنے والی تھی کہ مجھے تمہاری آمد کا یقین تھا۔" اس کی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ کچھ لمحے انتظار کیا۔ پھر میں نے کہا۔

"میری آمد کا یقین تھا؟"

"ہاں' مجھے پتہ تھا، کہ بہت جلد میری تم سے ملاقات ہونے والی ہے۔"

"اچھا...... یہ معلومات تمہیں کہاں سے حاصل ہوئیں۔"

"ایک پیشن گو ہے' جو مختلف باتیں مجھے بتاتا رہتا ہے" اس نے پرمزہ لہجے میں کہا۔

"اچھا' ویری گڈ' بڑی زبردست بات ہے یہ تو' وہ پیشن گو ہے کہاں" میں نے سوال کیا۔

"میرے ذہن میں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہرحال ہم دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ لائیکا کی گفتگو بہت عمدہ ہوتی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"تم یہاں کسی ہوٹل میں مقیم ہو؟"

"ہاں۔"

"میرے ساتھ میرے گھر چلو۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں مطلب کی بہت زیادہ تلاش رہتی ہے۔ میرے ساتھ میرے گھر چلنے کا مطلب بھی کچھ ہو سکتا ہے۔"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے کہ تمہارے گھر میں تمہارے ساتھ، اور کون رہتا ہے۔"

"کوئی نہیں...... میں تنہا ہوں۔ آؤ میں تمہیں اپنا گھر دکھاؤں۔ انکار نہ کرنا' کیونکہ یہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔" میں نے محسوس کیا تھا، کہ لائیکا ڈینس گفتگو کرتے کرتے کچھ ایسے بے معنی الفاظ بول جاتی ہے، جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ میں نہ آئے۔ مثلاً جیسے اس نے کہا تھا، کہ یہ سب کچھ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ دل تو چاہا کہ اس تاریخ کے بارے میں اس سے معلومات حاصل کروں۔ لیکن پھر خاموش ہو گیا۔

بہرحال میں نے لائیکا ڈینس کی بات مان لی تھی۔ بڑی خوبصورت سی زندگی تھی اس کی' وہ شاندار سا فلیٹ جو قابل دید تھا۔ لائیکا ڈینس کی ملکیت تھا، اور وہ وہاں تنہا رہتی تھی۔ اتنی بے تکلفی نہیں ہو سکی تھی کہ اس کے ذرائع آمدنی کے بارے میں میں اس سے کوئی سوال کرتا۔ لیکن مجھے یہاں اس کے ساتھ رہنا بڑا عجیب سا لگا تھا۔ دو تین دن تک اس کے ساتھ رہا، اور اس کے بعد میں نے بہت ہی محبت بھرے لہجے میں اس سے کہا۔

"تم میرے ساتھ جو سلوک کر رہی ہو لائیکا' میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا کہ تم میرے

ساتھ اتنا اچھا سلوک کر رہی ہو۔ اس کی وجہ بتا سکتی ہو۔"

"کہا ناں! یہ بھی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔" وہ بولی' ابھی آئی۔

اور میرے دل میں کسی قدر جھنجلاہٹ ابھر آئی، اور اس نے میرا چہرہ دیکھا، اور ہنس پڑی۔

"ہمیں آج رات چلنا ہے۔"

"آج رات؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"یہ میں تمہیں چلنے کے بعد ہی بتاؤں گی۔" وہ بولی، اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ البتہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا، کہ زیادہ وقت اس کے ساتھ نہیں گزاروں گا۔ لائیکا اسی رات مجھے لے کر چل پڑی۔ اس کی سرخ رنگ کی کار' قاہرہ کے کسی نواحی علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ لمبا فاصلہ طے کر کے وہ ایک احرام کے پاس جا کر رکی تھی۔ یہاں چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولی۔

"اس وقت براہِ کرم کوئی سوال نہ کرو' بعد میں تمہارے سارے سوالوں کے جواب دے دوں گی۔ احرام کے ایک حصے میں داخل ہو کر لائیکا نے ایک طرف کا رخ کیا۔ یہاں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے پاس تیز روشنی والا لیمپ تھا جو شاید بیٹری سے چلتا تھا۔ احرام کے ایک حصے میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ مجھے لے کر سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی۔ خاصی گہرائیوں میں پہنچنے کے بعد ہمیں ایک ہال نظر آیا۔ جہاں تیز ٹھنڈک تھی۔ کچھ اس طرح کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جیسے اوپر کوئی خاص چیز ہو۔ میرا دل چاہا کہ میں ان آوازوں کے بارے میں لائیکا سے پوچھوں۔ لیکن پھر میری زبان بند ہی رہی۔ ہال کے عین درمیان میں ایک تابوت رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں، اور کوئی چیز نہیں تھی۔ لائیکا ڈینس بھی اسی تابوت کے پاس پہنچ کر رکی تھی'، اور اس نے تابوت کا ڈھکنا کھول کر روشنی سامنے کر دی۔ میں نے جو کچھ دیکھا وہ مجھے حیران کرنے کیلئے کافی تھا۔ تابوت میں ایک شخص لیٹا ہوا تھا، اور یہ غفان حوری تھا۔ لیکن زمانۂ قدیم کے مصری لباس میں' میں نے چونک کر لائیکا ڈینس کو دیکھا۔ لائیکا ڈینس کی آنکھیں بند تھیں، اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا جلال ٹپک رہا تھا۔

پھر دوسری حیرت اس وقت ہوئی جب غفان حوری نے آنکھیں کھول دیں، اور آہستہ

سے تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔" وہ صحیح کہتی ہے، اور میں نے بھی تم سے یہ ہی سب کچھ کہا تھا۔ تم لاکھ بچتے رہو لیکن تاریخ جو طے کر چکی ہے، وہ کرنا ہی ہوگا۔ میرے دوست! تمہیں اتاشیہ تک کا سفر طے کرنا ہے، اور یہ میری، اور تمہاری دونوں کی مجبوری ہے۔ تمہیں یہ سب کچھ کرنے کیلئے کہیں، اور سے مجبور نہیں کیا جا رہا' بلکہ تاریخ اپنے معاملات خود طے کرے گی، اور اگر تم نے اس سے گریز کرنے کی کوشش کی تو ایک عجیب و غریب عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ لیانوس' آزاد ہو چکا ہے، اور اس وقت سورج کی شعاعوں میں لپٹا ہوا' اپنے آپ کو محفوظ کر کے طرح طرح کی کارروائیاں کر رہا ہے۔ لیکن اب تمہیں ایک سفر طے کرنا ہوگا' جو تمہیں اتاشیہ تک لے جائے گا۔

اور جب اتاشیہ تمہیں قبول کرے گی تو تم یوں سمجھ لو کہ ایک نئے دور کا آغاز ہوگا، تم جو چاہتے ہو' تمہیں وہ مل جائے گا، اور میں جو چاہتا ہوں مجھے وہ۔"

"غفان حوری! اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے' وہ میرے لئے ناقابل فہم بھی ہے، اور حیران کن بھی' لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے، اور کیا کرنا ہے۔"

"تمہیں ایک لمبا سفر کرنا ہوگا، اور یہ سفر تمہیں اتاشیہ تک پہنچا دے گا۔ بس یوں سمجھو کہ تاریخ کی ایک ایسی کہانی دوبارہ اپنے اصل دور میں داخل ہو جائے گی' جواب کہیں کسی کتاب میں بھی پوشیدہ نہیں ہے۔"

"، اور اگر میں اس سے انکار کروں تو؟"

"نہیں میرے دوست! بات تمہارے، اور میرے درمیان دوستی کی ہے، اور اگر تاریخ میں یہ سب شامل نہ ہوتا تو کہیں سے اس دوستی کا آغاز نہ ہوتا۔ میری بات مان لو' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' تمہارے حق میں بہت بہتر ہے۔" نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک نرمی سی پیدا ہو گئی۔ میں نے لائیکا ڈینس کی طرف دیکھا، اور وہ مسکرا دی۔

"کیا میں تابوت کا ڈھکن بند کر دوں۔"

"غفان حوری تم یہاں کیسے نظر آ رہے ہو۔"

"بہت سی داستانیں سن چکے ہو تم' تم نے وہ سب کچھ بھی دیکھا جو طیونس، اور آفس کے سلسلے میں تھا'، اور میں نے تمہیں بتایا کہ میں آفس ہوں۔ ماضی کی جو کہانی جس انداز میں گزری۔ بیشک وہ میری کہانی نہیں تھی۔ لیکن اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ وہ سب کردار جن میں لیانوس بھی شامل ہے۔ ہمارے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں' تو میری اس بات پر کبھی کسی طرح کا شک نہ کرنا۔" یہ کہہ کر غفان حوری تابوت میں لیٹ گیا، اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

پھر جو کچھ میں نے دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔ اچانک ہی غفان حوری کا جسم گلنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے بدن کا گوشت ہلکی ہلکی ہوا کی شکل میں تحلیل ہو رہا تھا، اور ایک گرد سی فضا میں اڑ رہی تھی۔ یہ تابوت کے اندر ہی اندر تھی، اور اس کے بعد ہڈیوں کا ایک قدیم ڈھانچہ تابوت میں پڑا رہ گیا، اور لائیکا ڈینس نے تابوت کا ڈھکن بند کر دیا۔ میرا دماغ بری طرح چکرا رہا تھا۔

اس نے میرا بازو پکڑا، اور واپسی کیلئے مڑ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم یہ طویل فاصلہ طے کر کے لائیکا ڈینس کے فلیٹ پر پہنچ چکے تھے۔ اس نے کہا۔

"میں تمہاری دوست ہوں۔ بہتر ہے کہ تم آرام کرو۔ باقی باتیں دن کی روشنی میں ہوں گی" کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی، اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

◆◆◆

کبھی کبھی تو خود میں اپنے آپ سے بیزار ہو جاتا تھا، اور یہ سوچتا تھا، کہ آخر وہ کون سا ایسا ذریعہ ہو سکتا ہے جس سے مجھے ان مشکلات سے نجات ملے۔ ماضی پر نگاہ ڈالتا تو بہت سی باتیں بڑی عجیب سی لگتیں۔ یقینی طور پر کبھی کبھی تو یوں لگتا تھا، کہ جیسے میری زندگی واقعی میری اپنی نہ ہو، اور میری ڈور کہیں اور سے ہلائی جا رہی ہو۔ میں حسن پرست نہیں تھا' بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میری نگاہوں میں صرف ایک ہی چیز اہمیت کی حامل تھی، اور وہ تھی دولت' کتنی آرزو' کتنی مسرت تھی کہ دولت حاصل کر کے ایک خوبصورت سی زندگی کا آغاز کروں۔ اس میں میرے لئے دنیا کی ہر چیز شامل ہو۔ عیش و عشرت کی زندگی، اور بہت سے ایسے ذرائع جو میرے لئے آسائشوں کا باعث بن سکیں۔

لیکن یہ ابھی تک نہیں ہو سکا تھا، اور میں بھٹک رہا تھا، اور وہ شخص غفان حوری اگر چاہتا تو وہیں میرے ملک میں بھی مجھے بہت کچھ حاصل ہو سکتا تھا، اور میں بڑے آرام کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ لیکن میں کیا کرتا۔ کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا۔ میرے پاس، اور اب یہ شخص مجھے تاریخ میں بھٹکا رہا تھا۔ اس نے اپنے بارے میں جتنی کہانیاں مجھے سنائی تھیں۔ ان میں سے ایک بھی کہانی ایسی نہیں تھی جس سے کوئی مربوط راستہ نکلے، اور مجھے سکون حاصل ہو۔

اس کی تو اپنی شخصیت بھی نجانے کیسے کیسے پراسرار لبادوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ کبھی وہ مجھے لیانوس کا جوار دیتا تھا تو کبھی طیونس، اور آفس کا' لیکن ہاں ایک حقیقت ضرور تھی وہ یہ کہ اتاشیہ بنیاد تھی، اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں اتاشیہ کو دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک پراسرار وجود کی حیثیت سے دو یا تین بار میرے سامنے آ چکی تھی، اور جب بھی میں نے اس پر نگاہ ڈالی تھی۔ میرے دل و دماغ کی چولیں ہل گئیں تھیں، اور میں فیصلہ نہیں کر پایا تھا، کہ میں اتاشیہ کو خود چاہنے لگا ہوں یا اسے غفان حوری کی محبوبہ کا درجہ دیتا ہوں' آخر یہ سب کچھ ہے کیا؟ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آتی ہو۔

کچھ ایسی کیفیت ہو رہی تھی۔ ان دنوں میری کہ دل چاہتا تھا، کہ سرزمین مصر ہی چھوڑ بھاگوں۔ لائیکا ڈینس کے بارے میں رفتہ رفتہ یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا، کہ وہ بہترین دوست ہے، اور اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ بیشک ایک پراسرار وجود تھی، اور یہ پراسرار وجود میرے وجود سے اس طرح چمٹ گئے تھے کہ اب یوں لگتا تھا جیسے اب میں خود بھی کسی پراسرار وجود کی حیثیت اختیار کر چکا ہوں۔ کیا کروں، اور کیا نہ کروں۔"

کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پھر لائیکا ڈینس سے تعلقات اس حد تک بڑھے کہ ایک دن ہم دونوں ایک دوسرے پر کھل گئے۔ میں تو خیر سچی بات یہ ہے کہ اپنے ذہنی بحران کا شکار تھا۔ لیکن لائیکا ڈینس میری محبت میں گرفتار ہو گئی تھی، اور ایک دن اس نے اس کا کھل کر اظہار کر دیا۔ وہ کچھ اس طرح میرے قریب آئی کہ میں بھی اس کی معیت سے انکار نہیں کر سکا، اور ہمارے درمیان سے سارے پردے ہٹ گئے۔ اس کے بعد مجھے ایک ذہنی سکون نصیب ہوا تھا۔ لائیکا ڈینس نے اپنے بارے میں کچھ باتیں بتائیں تھیں۔

سرزمین مصر سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی ہستی پراسراریت سے پاک ہو ایسا کچھ لگ رہا تھا، کہ یوں نہیں ہے۔ اس نے میری چاہتوں کے جواب میں کہا۔

"بے شک اس دور میں دولت کا حصول انسان کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ تم سرزمین مصر کے احراموں میں دولت کے متلاشی ہو۔ میرے پاس بھی کچھ منصوبے ہیں۔ اگر تم انہیں پسند کرو۔"

"کیا دولت کے حصول کیلئے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ ڈینس۔"

"مصر سرزمین افریقہ کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اس کا افریقہ کی پراسرار کہانیوں سے تعلق نہیں بلکہ یہ الگ حیثیت کا حامل ہے۔ البتہ میں نے بہت سی کتابوں میں افریقہ کی سرزمین کے دوردراز کے علاقوں کے بارے میں پڑھا ہے۔ یہاں تو خیر سیاح فراعون کے دور کی قیمتی اشیاء تلاش کرنے آتے ہیں۔ لیکن افریقہ کے اندرونی حصوں میں بہت کچھ موجود ہے۔ وہاں کا اپنا ایک پراسرار جادو اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے، اور وہ خزانے، اور دفینے بھی جنہیں بمشکل سیاحوں نے حاصل کیا ہے۔" لائیکا ڈینس کے ان الفاظ پر جیسے میرے ذہن کے دریچے کھل گئے۔ بات تو کافی حد تک ٹھیک کہہ رہی ہے وہ' میں نے کہا۔

"آہ کاش! ہماری تقدیر کے دروازے بھی کھل جائیں۔"

"تو پھر تیاریاں کرو۔ ہم افریقہ کے اندرونی علاقے کا ایک سفر کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہو؟"

"لائیکا کوئی حرج نہیں ہے۔"

"میں تمام تیاریاں کر لوں گی۔" لائیکا ڈینس نے کہا، اور واقعی ایک محبوبہ دلنواز ہی نہیں بلکہ ایک اچھی مشیر' ایک اچھی ساتھی بھی بن گئی۔ وہ میرے لئے، اور ہم تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ایک سمندر جہاز کے ذریعے دریائے نیل سے کھلے سمندر میں سفر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ مسافر بردار جہاز آخر کار ہمیں لے کر افریقہ کے اندرونی علاقوں کے سفر پر روانہ ہو گیا، اور قسمت کے مارے شاہ عادل کی تقدیر کے دوسرے دور نے شاہ عادل کو اپنے اندر گھسیٹنا شروع کر دیا۔

◆◆◆

بہت ہی خوبصورت سفر تھا، اور اس سفر میں لائیکا ڈینس کی معیت اور ہی حسن پیدا کر رہی تھی۔ لیکن زندگی حادثات سے عبارت ہے، اور حادثے ہی زندگی کو رواں دواں رکھتے ہیں۔ اگر زندگی اس سمندری سفر کی مانند ہو جائے، جو سکون سے جاری ہے تو پھر اس میں کچھ نہ رہے۔

سفر کی تیسری رات تھی۔ آسمان سرشام ہی سے ابرآلود تھا، اور ایک دو بار ہلکی ہلکی پھوار پڑ چکی تھی۔ لیکن اس پھوار نے سفر کو، اور حسین بنا دیا تھا۔ بے شمار لوگ عرشے میں بھیگنے کیلئے آ گئے تھے۔ رات گئے تک بارش کی یہ آنکھ مچولی جاری رہی۔ چاروں طرف مسرتیں ہی مسرتیں بکھر گئیں۔ ان مسرتوں کا ایک خوفناک انجام ہوگا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں، اور لائیکا اپنے کیبن میں واپس آ گئے تھے۔ لائیکا ڈینس بہت ہی خوش تھی۔ ہم نے بارش کا اثر دور کرنے کیلئے ایک ایک پیالی کافی پی، اور اس کے بعد کیبن کا دروازہ بند کر کے ڈینس میرے بستر میں آ گھسی۔ ہم اسی طرح گہری نیند سو گئے۔ لیکن رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ ہمارے کیبن کو شدید جھٹکے لگنے لگے۔ دوسرے یا تیسرے جھٹکے پر ہم دونوں جاگ گئے۔ ڈینس نے خوفزدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے...... شاہ عادل؟"

"پتہ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں نے بڑی جلد بازی میں اپنے لباس درست کئے۔ باہر شور کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔

"شاید طوفان آ گیا۔" ڈینس ہراساں لہجے میں بولی۔

"شاید" میں نے کہا۔ "آؤ باہر دیکھیں"، اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ جہاز کو ایسے شدید جھٹکے لگ رہے تھے کہ قدم جمانا مشکل ہو رہا تھا۔ دفعتاً چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ ڈینس چیخ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"عادل شاید جہاز طوفان میں گھر چکا ہے۔" اس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔ جہاز کے مسافر اب حواس باختہ ہو گئے تھے، اور آوارہ بلاؤں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ کئی مسافر ہم سے ٹکرائے، اور ہم گرتے گرتے بچے' ہولناک تاریکی کی وجہ سے، اور خوف کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ جہاز کے عملے کی طرف سے ممکن تھا، کہ کوئی اعلان سننے کو ملتا۔ لیکن بجلی کا نظام فیل ہونے کی وجہ سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ سوائے خوفناک چیخوں کے۔

میں نے چند ساعت کیلئے سوچا کہ اس وقت کیبنوں میں رہنا' موت کا انتظار کرنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ بہتر یہ ہی تھا، کہ اپنے طور پر بھی کچھ کوششیں کی جائیں۔ میں نے اندازے سے عرشے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

ڈینس کو میں مضبوطی سے سنبھالے ہوئے تھا۔ اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ بمشکل تمام ہم عرشے تک پہنچے۔ اسی وقت بہت زور سے بجلی چمکی، اور بادلوں کی خوفناک گرج سنائی دی' بدن کانپ کر رہ گیا تھا۔ لیکن قرب و جوار کا ماحول واضح ہو گیا تھا، اور اس خوفناک ماحول کو دیکھ کر میرے اوسان، اور خطا ہو گئے، اور میرا بدن بے جان ہونے لگا تھا۔ چاروں طرف انسان انسانوں سے برسر پیکار تھے۔ ہر شخص بے مقصد ایک دوسرے کی طرف دوڑ رہا تھا۔ جسم کچلے ہوئے پڑے تھے، اور خوفناک تباہی پھیل چکی تھی۔

سامنے سمندر کا جھاگ اڑاتا ہوا پانی جہاز پر چاروں طرف سے حملہ آور ہو رہا تھا۔ اونچی اونچی موجیں اٹھ رہی تھیں، اور جہاز تنکے کی طرح ان موجود پر ڈول رہا تھا۔ آنے والے وقت کا خوفناک احساس میرے حواس پر مسلط ہونے لگا تھا، اور میں سوچ رہا تھا، کہ اب زندگی محال ہے۔

چنانچہ آخری کوشش کے طور پر میں بے اختیار اس طرف دوڑ پڑا۔ جہاں لائف بوٹس موجود تھی۔ بے شمار لوگوں نے میری ہی طرح سوچا تھا، اور لائف بوٹس کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے۔ خوف میں ڈوبی ہوئی دل سوز چیخوں نے ہواؤں کے جھکڑ، اور سمندری شور میں مل کر میدان حشر کا سا سماں پیدا کر دیا تھا۔ سر توڑ کوشش کر رہا تھا میں، اور اچانک اس کوشش میں ڈینس میرے جسم سے جدا ہو گئی۔ میں ٹھٹک کر رک گیا۔ ڈینس کو میں بدن سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ بہر صورت میری زندگی کے ساتھ ساتھ تھی۔ لیکن انسانی سمندر میں اسے تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا۔ لوگوں نے مجھے دھکیل دھکیل کر مجھے نجانے اس سے کتنی دور کر دیا۔ میں نے حلق پھاڑ پھاڑ کر اسے آوازیں دیں۔ لیکن ڈینس کا جواب کہیں سے سنائی نہیں دیا، اور دفعتاً مجھے ایک زور دار جھٹکا لگا۔ میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔ نجانے میں کون سی خلاء میں جا پڑا تھا۔ میں زینے سے لڑھکتا چلا گیا، اور پھر میرا بدن لکڑی کی پیٹیوں سے جا ٹکرایا، جو ایک دوسرے کی طرف اچھل رہی تھیں۔ یہ ایک، اور خوفناک بات تھی کہ میں کسی مال خانے میں آ پڑا ہوں۔ وحشت ناک ماحول میں اب مجھے صرف اپنی زندگی بچانے کا ارمان تھا۔ جہاز میں اب تڑاخے ہو رہے تھے۔ شاید اب پانی کی موجود نے اس پر قابو پا لیا تھا، اور اب اسے توڑ پھوڑ رہی تھیں۔ اس خوفناک، اور وحشت ناک ماحول نے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔

دفعتاً ایک زور دار دھماکہ سنائی دیا، اور پانی کی ایک موٹی پھوار میرے بدن سے ٹکرائی۔ یقینی طور پر جہاز کا یہ حصہ ٹوٹ گیا تھا۔ ڈوبتے ہوئے ذہن کو بس اتنا ہی احساس تھا، کہ میں نے کھڑکی کے ایک تختے کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا تھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں رہا کہ اس بدنصیب جہاز پر کیا گزری۔ ڈینس کا کیا ہوا۔

زندگی اگر اس حادثے میں موت کی آغوش میں جا سوتی تو بہتر تھا۔ لیکن اگر زندگی ہوتی ہے تو ہوش بھی آ جاتا ہے۔ میں زندہ تھا اس لئے جاگ گیا، اور جاگنے کے بعد جو سب سے پہلا احساس ہوا وہ ایک تیز بو تھی، جو میرے نتھنوں میں گھس رہی تھی' نہ جانے یہ کیسی بو تھی۔

بہر صورت احساس زندگی کی علامت تھا، اور اب مجھے احساس ہوا کہ میں زندہ ہوں، اور جب سانسوں کی آمد و رفت بحال ہوئی تو احساسات بھی ذہن کے پردوں سے ٹکرانے لگے۔ یعنی سب سے پہلی چیز وہ تاریکی جو مجھ پر مسلط تھی، اور اس کے بعد رفتہ رفتہ گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے۔ جہاز کی خوفناک تباہی، اور ڈینس کی جدائی، اور اس کے جہاز کے ملبے کے میرے اوپر گرنے کا خیال چٹختے ہوئے تختوں کے دھماکے اندر سے طبیعت بے انتہا گھبرانے لگی، اور میں نے ہاتھ پاؤں مارے۔ میرے ہاتھ کسی بجلی سے ٹکرائے تھے۔ میں نے اس شے کو ڈینس سمجھ کر مٹھیوں میں جکڑنے کی کوشش کی، اور اس شئے کے کچھ حصے ٹوٹ کر مٹھیوں میں آ گئے۔ تب میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن چہرے پر نجانے کیا تھا۔ کوئی شے میری ناک سے ٹکرائی تھی۔ میں نے ہاتھ اوپر اٹھائے لیکن یوں محسوس ہوا جیسے کسی دلدل میں غرق ہوں۔ چہرے پر ہاتھ پہنچانے کے سلسلے میں مجھے نجانے کیا کیا

اپنے اوپر سے ہٹانا پڑا تھا، اور پھر میں نے چہرے کو ٹٹولا۔ نجانے کیا چیز میرے چہرے پر رکھی
ہوئی تھی۔ میں نے اسے ہٹایا، اور باہر کا ماحول میرے نظروں میں نمایاں ہوگیا۔
روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اوپر گھاس پھونس کی چھت تھی، میں چند ساعت اس چھت کو تکتا
رہا۔ اس میں ایک سوراخ تھا، جو شاید ہوا اندر آنے کیلئے تھا۔ روشنی اسی سوراخ سے اندر آ
رہی تھی۔ یہ روشنی چاند کی نہیں تھی کیونکہ اس میں دھوپ کی تمازت صاف طور سے محسوس ہو
رہی تھی۔ لیکن یہ شئے جو میرے اوپری بدن پر مسلط ہے کیا ہے۔ میں نے سوچا، اور پھر میری
نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لینے لگیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میں گھاس پھوس کی بنی ہوئی کی
جھونپڑی میں ہوں۔ یہ جھونپڑی گول تھی، اور اس کی چھت گنبد نما تھی۔ آخری سرے کا
سوراخ صاف نمایاں تھا۔ اس کے علاوہ کوئی دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا۔
مجھے سخت تعجب ہوا۔ پھر میں نے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کئے، اور اس لجلجی چیز کو بدن
سے پرے ہٹانے لگا۔ عجیب وغریب، اور گھناؤنی شے تھی یہ، اور شاید اسی سے بدبو اٹھ رہی
تھی۔ میں نے اس شئے کو آنکھوں کے قریب کر کے دیکھا لیکن میری سمجھ میں فی الحال کچھ
نہیں آسکا۔

پھر میں نے سوچا۔ آخر یہ کون سی جگہ ہے۔ جہاں میں آکر گرا ہوں۔ گرنے کی بات
بھی غلط تھی کیونکہ چاروں طرف گھاس پھونس کی دیواریں تھیں۔ اس کا مقصد ہے کہ مجھے
یہاں لایا گیا تھا۔ ٹوٹتے ہوئے جہاز کی آوازیں ایک بار پھر میرے کانوں میں شور پیدا کر
رہی تھیں، اور پھر میں نے سوچا کہ سمندر کے ماحول سے نکل کر میں کون سے مقام پر پہنچ گیا
ہوں۔ اس کا مقصد تھا، کہ میں انسانی ہاتھوں میں ہوں، اور یہ انسان یقیناً جہاز کے مسافر
ہوں گے بلکہ یہ ایک اجنبی جگہ ہوگی۔ لیکن یہاں تک میں کیسے پہنچا، اور یہ ایک لجلجی شے
میرے جسم پر کیسے مسلط ہوگئی۔
میں اپنے بدن کو اس لجلجی شئے سے آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں میں
اپنے بدن کو اس لجلجی شئے سے آزاد کرانے میں کافی حد تک کامیاب ہوگیا تھا۔ جب میرے
بدن پر سے ہٹی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میرے بدن میں تکلیف گھستی جا رہی ہے۔ میں
نے سوچا ایک لمحے کو میں نے اپنے حواس مجتمع کر کے اٹھنے کی کوشش کی لیکن درد کی ناقابل
برداشت لہریں میرے بدن میں گھسنے لگیں، اور میں چیخے بغیر نہ رہ سکا۔ میری چیخ کی آواز
شاید جھونپڑی کے باہر پہنچ گئی تھی' کیونکہ چند ہی ساعت کے بعد باہر سے انسانی آوازیں
آنے لگیں۔ درد کی کربناک آوازیں اچانک ہی میرے حلق سے خارج ہونے لگیں

جھونپڑی میں ایک، اور سوراخ پیدا ہوا، جو اس کا دروازہ تھا، اور اس سوراخ سے دو آدمی اندر
گھس آئے۔ میں نے کرب زدہ نگاہوں سے انہیں دیکھا، اور ایک لمحے کیلئے حیران رہ گیا۔
برہنہ جسموں والے وحشی لوگ لباس برائے نام ان کے جسموں پر تھا۔ انہوں نے اپنے
بدن کو رنگین مٹی کے نقش و نگار میں ڈھال رکھا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے،
اور سروں پر تختے بندھے ہوئے تھے۔ گویا یہ کسی وحشی نسل کے باشندے تھے، جو جنگلوں میں
رہتے ہوں گے۔ ایک لمحے کیلئے بہت سی کہانیاں ذہن میں ابھر آئیں لیکن تکلیف کے
احساس نے ان کہانیوں کو معدوم کر دیا تھا۔ ان دونوں نے مجھے دیکھا، اور پھر آپس میں کچھ
گفتگو کرنے لگے۔ یہ گفتگو میرے لئے ناقابل فہم تھی۔ پھر ان میں سے ایک آگے بڑھا۔ ان
کی سیاہ آنکھوں میں مجھے رحم کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے اپنی زبان میں مجھ سے کچھ
کہا۔

لیکن میں کچھ نہ سمجھ سکا۔

اس نے چند ساعت انتظار کیا، اور جب اسے یہ احساس ہوگیا کہ میں اس کی کہی ہوئی
باتوں سے بالکل ہی ناواقف ہوں تو اس نے اپنے ساتھی سے کچھ کہا، اور دونوں آگے بڑھ
آئے۔ انہوں نے ہمدردانہ انداز میں میرے بازو پکڑے، اور مجھے نیچے لیٹ جانے کا اشارہ
کرنے لگے۔ درد کی ناقابل برداشت لہریں میرے حواس چھینے لے رہی تھیں، اور میری
سوچنے سمجھنے کی قوتیں بھی میرا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ پھر میں نے ان کی ہدایت پر عمل
کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان کے کہنے کے مطابق لیٹ گیا۔
وحشیوں نے مجھے پھر اسی لجلجی سی چیز سے ڈھک دیا تھا۔ پھر میرے چہرے پر چوڑے
چوڑے پتے رکھ دیئے، اور وہی شئے ان پر بھی جما دی۔ میری آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔
لیکن جوں ہی کائی نما شئے میرے بدن پر آئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک ہی میرے
درد کی شدت کم ہوگئی ہو۔ یہ اس لجلجی کائی نما شئے کی تاثیر تھی۔ درد ختم ہوا تو سوچنے سمجھنے کی
قوتیں پھر عود کر آئیں۔ وہ دونوں میرے نزدیک ہی کھڑے گفتگو کر رہے تھے، اور پھر میں
نے ان کے واپس جانے کی آوازیں بھی سنیں۔ جھونپڑی کا دروازہ پھر بند ہوگیا تھا۔ لیکن یہ
لمحات میرے لئے جان لیوا ثابت ہوئے تھے۔
بیہوش رہتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن اب وہی بو میری ناک سے ٹکرانے لگی جو مجھے
بیہوش نہیں ہونے دے رہی تھی۔ میری دلی خواہش تھی کہ کاش میں اس وقت بیہوش ہو جاؤں
تاکہ اس اذیت ناک قید سے تو نجات ملے۔ میں خود اپنے بدن کا قیدی تھا۔ تکلیف رفع ہوئی

تو میں نے خود اپنے ذہن کو پرسکون کرنے کی کوشش کی، اور سوچنا چاہا کہ یہ سب کیا ہے۔ یہ سوچنے میں کچھ دقت نہ ہوئی۔ میں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں، اور تاریک ماحول میرے پورے وجود پر مسلط تھا۔

یہ وحشی میرے لئے نقصان دہ نہیں تھے۔ یہ کائی جو میرے بدن پر ہے شاید میرے زخموں کا علاج ہے، اور یہ زخم ان زخموں کے بارے میں تو مجھے معلوم ہی تھا۔ جہاز کی تباہی نے مجھے زندہ ہی کیوں رہنے دیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ مجھے وہیں پاش پاش ہو جانا چاہیے تھا، اور میری کہانی وہیں ختم ہو جانی چاہیے تھی۔ لیکن اس کہانی کو شاید کچھ نئے انداز اختیار کرنے تھے۔ اس لئے مجھے زندگی مل گئی تھی۔

لیکن اس زندگی کا کوئی مقصد بھی ہے۔ میں نے سوچا۔ ذہن میں سائیں سائیں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ماضی کا ایک ایک نقش ابھر رہا تھا۔ گزرے ہوئے واقعات کی ایک فلم تھی جو میرے ذہن کے پروجیکٹر پر چل رہی تھی۔ زندگی بھی کیا چیز ہوتی ہے۔

تباہ ہونے والے جہاز کے مسافر ہر شخص کی اپنی ایک کہانی ہوگی' یا ممکن ہے دوسرے لوگ دوسری کہانیاں ترتیب دے رہے ہوں۔ ممکن ہے میری طرح کچھ، اور لوگ بھی زندگی اور موت کے کھیل میں شریک ہوں۔

یہ کھیل...... یہ کھیل تو ازل سے ہوتا آیا ہے، اور ابد تک جاری رہے گا۔ آہ کشمکش کا کھیل کس قدر تکلیف دہ ہے۔ کیا انسان کسی طرح موت وحیات کے اس کھیل کو روکنے قدرت نہیں حاصل کر سکتا؟

احساسات کا لامتناہی سمندر میرے ذہن میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ سوچ کے جزیرے چاروں طرف ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن میں اگر اسی طرح ہوش میں رہا تو کب تک یہ رنج برداشت کر سکوں گا۔ میں خاموش پڑا الجھتا رہا، اور پھر جب وحشت عود کر آئی تو میں نے کہ اپنے چہرے سے یہ پتے تو ہٹا ہی دوں۔ کم از کم چہرہ تو کھل ہی جائے۔ چنانچہ میں پھر ہاتھوں کو جنبش دی، اور میرا چہرہ کھل گیا۔

روشنی آہستہ آہستہ معدوم ہوتی جا رہی تھی۔ گویا شام جھک آئی تھی، اور تھوڑی دیر بعد رات ہو جائے گی۔ خدایا میرے حواس چھین لے' میں اس شئے میں اس وقت تک بے پڑا رہوں، جب تک میرے زخموں کی تکلیف رفع نہ ہو جائے۔

میں نے خلوص دل سے دعا کی۔ لیکن بعض دعائیں اتنی جلدی قبول نہیں ہوتیں۔ جاگتا رہا، اور پھر سوراخ تاریک ہو گیا۔ تاریک رات میں میری وحشت، اور ابھر آئی۔

نے گزرے ہوئے وقت کے بارے میں سوچا۔

لائیکا ڈینس بیچاری اس جہاز میں زندہ نہ بچی ہو گی۔ نجانے کیا مقصد لے کر...... نجانے کیا احساس لے کر میری زندگی میں داخل ہوئی تھی لیکن ساری باتیں وقتی ہیں۔ ساری چیزیں فانی ہیں۔ ہم سوچتے کچھ ہیں، اور ہوتا کچھ، اور ہے۔

میں نے ساری زندگی دولت کی طلب میں گزاری۔ میں نے آرزو کی کہ مجھے دولت حاصل ہو جائے، اور میری یہ آرزو پوری ہو گئی۔ لیکن اس دولت سے لطف اندوز ہونے کا موقع کتنا ملے گا یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کچھ بھی تو نہیں تھا میرے پاس سوائے ان چند یادوں کے، جو میرا سرمایہ تھیں۔ ان چند دنوں کے علاوہ جو میں نے لائیکا ڈینس کے ساتھ اس فلیٹ میں یا پھر جہاز میں گزارے تھے۔

رات بہتی رہی، کبھی کبھی کتوں کے رونے کی آوازیں بلند ہو جاتی تھیں۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میرے حواس جاگ رہے تھے۔ گویا اس کائی میں چھپے ہوئے بدن میں تکلیف کا کوئی احساس نہیں تھا۔ لیکن یہ میں اچھی طرح جانتا تھا، کہ اگر میں نے کائی سے نکلنے کی کوشش کی تو یہ تکلیف پھر سے میرے بدن میں شروع ہو جائے گی۔ پھر میں نے ان وحشیوں کے بارے میں سوچا۔

ان کی رنگت بالکل سیاہ نہیں تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا، کہ اگر یہ کسی وحشی علاقے کے باشندے ہیں تو وہ کم از کم افریقہ نہیں ہو سکتا۔ یا پھر اگر افریقہ ہی ہے تو اس کا کوئی ایسا حصہ جہاں کے باشندوں کے رنگ بالکل سیاہ نہیں ہوتے' بلکہ سیاہی سرخ ہوتے ہیں۔ جیسے تانبے کی رنگت' لیکن ان لوگوں نے میرے اوپر عنایت کیوں کی ہے؟، اور میرے ذہن میں ایک، اور خیال آیا۔

بعض قبائل آدم خود بھی تو ہوتے ہیں۔ آدم خوروں کے متعلق میں نے بارہا پڑھا تھا۔ وہ لوگ اپنے شکار کو پہلے خوب تندرست وتوانا کرتے ہیں، اور پھر اس کے بعد چٹ کر جاتے ہیں۔

خوف کی ایک سرد لہر میرے بدن میں سرایت کر گئی۔ لیکن پھر میں نے خود ہی اس احساس کو جھٹک دیا۔ زندگی یوں بھی کہاں دلکش تھی کہ اب اس خوف کو بھی ذہن پر مسلط کر لیا جائے۔ البتہ ایک عجیب سی بے چینی ایک عجیب سا احساس ساری رات میرے ذہن پر مسلط رہا۔

اور پھر شاید نیند کو مجھ پر رحم آ گیا۔

وہ میری آنکھوں میں آئی، اور اس نے مجھے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا۔

لیکن انوکھی نیند تھی یہ...... شاید بہت ہی طویل یا پھر ان دنوں میرے احساسات مجھ سے بہت دور چلے گئے تھے، اور کوئی صحیح بات نہیں سوچ سکتا تھا۔

◆◆◆

جاگنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کافی وقت سوتا رہا ہوں۔ لیکن سب سے حیرت ناک بات جو تھی وہ یہ کہ میری نیند کا عالم اتنا گہرا تھا، کہ میں اس تبدیلی کا بھی اندازہ نہیں کر سکا، جو ماحول میں پیدا ہو گئی تھی۔

اس وقت میں اس جھونپڑی میں نہ تھا۔ نا ہی میرا بدن کائی کے نیچے دبا ہوا تھا بلکہ جس جگہ میں تھا وہ ایک پہاڑی غار معلوم ہو رہی تھی۔ کافی بلندی پر غار کی چھت نظر آ رہی تھی جو ناہموار تراشیدہ تھی۔ یقیناً یہ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ نہیں تھا بلکہ قدرتی غار تھا۔ بدن کے نیچے نرم گھاس محسوس ہو رہی تھی۔ یہ گھاس میری انگلیوں سے ٹکرا رہی تھی، اور مجھے میرے وجود کا احساس دلا رہی تھی۔ تب میں نے گردن ہلائی۔

جس طرف میں نے گردن گھمائی۔ ادھر میں نے دیکھا کہ پتھر کی چٹانوں کو چوکور تراشا گیا ہے، اور ان تراشی ہوئی چٹانوں پر عجیب و غریب چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان عجیب و غریب چیزوں میں انسانی کھوپڑیاں' انسانی ہڈیاں' چنی ہوئی تھیں، اور ان کے درمیان عجیب و غریب سیاہ' سفید، اور دوسرے رنگوں کے پتھر بھی موجود تھے۔

ایک جگہ ہلکا سا سفید دھواں بلند ہو رہا تھا۔ اس بدلے ہوئے ماحول کو میں نے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھا۔ نجانے یہ کون سی جگہ تھی، اور نجانے میں نیند ہی کے عالم میں کہاں پہنچ گیا تھا۔ کہیں یہ خواب تو نہیں ہے۔ میں نے سوچا۔

لیکن خواب کی کیفیت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ تب میں یہاں کیسے آ گیا، اور میرا جسم اس کائی کے بوجھ سے کیسے آزاد ہو گیا۔ جسم میں کوئی خاص تکلیف بھی معلوم ہو رہی تھی۔

بہر صورت میں نے گردن گھما کر دائیں سمت دیکھا تو میری نگاہ ان لوگوں پر پڑی۔ جو لوگ مجھ سے بے نیاز نہیں تھے۔ وہ چار آدمی تھے، اور گردن جھکائے ہوئے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ چہروں سے کافی بوڑھے لگتے تھے۔ لیکن ان کے انداز میں بڑی پراسراریت تھی۔ چاروں، چاروں جس طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ بھی ایک غیر فطری سا انداز تھا۔

میں انہیں دیکھتا رہا، اور پھر میں نے انہیں آواز دی۔

''سنو''، اور وہ چونک پڑے۔ انہوں نے اپنے چہرے میری جانب گھمائے، اور

بلندی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ بھی اسی نسل کے لوگ تھے۔ لیکن ان سے ذرا مختلف وہ چاروں تیزی سے میری جانب بڑھ آئے تھے، اور پھر وہ میرے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔

''کون ہو تم لوگ؟'' میں نے پوچھا۔ لیکن وہ خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے، اور میں نے مایوسی سے گردن ہلائی' شاید وہ بھی میری زبان نہیں جانتے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نیچے جھکا، اور میرے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لا کر اشارے سے میرے بدن کے بارے میں پوچھا۔ چند ساعت تو میں اس اشارے کو نہ سمجھ سکا۔ لیکن پھر میں سمجھ گیا، اور میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔

اس گردن ہلانے میں اطمینان کا اظہار تھا۔ وہ بھی میری بات سمجھ گیا، اور پھر اس نے اپنے لہجے میں کچھ کہا۔ میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتا رہا، اور بالآخر وہ بھی میری سمجھ میں آ گیا۔ جو جملہ اس نے کہا تھا۔ اس کا مقصد شاید بھوک تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے یا نہیں، اور دفعتاً مجھے بہت زور سے بھوک کا احساس ہوا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے تھے۔ تب وہ تیزی سے اس طرف بڑھا۔ جہاں ہڈیاں، اور کھوپڑیاں چنی ہوئی تھیں۔ باقی تین افراد میرے نزدیک ہی کھڑے ہوئے تھے۔

ہڈیوں کی طرف بڑھنے والے شخص نے ایک پیالہ نما چیز نکالی، اور پھر مجھے ان ہڈیوں کا مصرف معلوم ہوا۔

یہ ہڈیاں شیشوں کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں، اور ان میں سیال بھرے ہوئے تھے۔ بوڑھا شخص کئی شیشیوں میں سے مختلف سیال پیالے میں انڈیلنے لگا، اور پھر پیالہ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر میرے نزدیک آ گیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کچھ کہا، اور اس کے ساتھی نے میری دونوں آنکھوں پر انگلیاں رکھ دیں۔

گویا وہ مجھ سے آنکھیں بند کرنے کیلئے کہہ رہے تھے کہ ان میں سے ایک نے ہاتھ سے میرا منہ کھولا، اور اس کا اشارہ سمجھ کر میں نے منہ کھول دیا جو شئے میرے حلق میں گئی تھی بدمزہ تو نہیں تھی لیکن اس کے مزے میں ایک کھٹاس سی تھی۔ جو ناگوار محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے تعرض مناسب نہیں سمجھا، اور اس شئے کے کئی گھونٹ حلق میں اتار لئے۔ لیکن وہ عجیب و غریب چیز تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے پورے بدن میں حرارت، اور زندگی دوڑ گئی ہو۔ چند گھونٹ پینے کے بعد شاید پیالہ ہی خالی ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ ہٹ گیا، اور میری آنکھوں

پر سے انگلیاں ہٹالی گئیں۔

پھر انہوں نے مجھے سہارا دے کر بٹھایا، اور پہلی بار میں نے اپنے بدن کی جا
دیکھا۔ بے شمار زخم جن سے خون بھی چھلک رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ زخم منجمد ہوگئے ہو
پھر ان سے کسی طرح تکلیف چھین لی گئی ہو۔ بیشک اپنے بدن میں مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ
ہو رہی تھی۔ دیر تک میں بیٹھا رہا۔ اس کے بعد مجھے اٹھنے کیلئے اشارہ کیا گیا، اور میں کھ
ہوگیا۔

ان میں سے دو آدمیوں نے میرے بازو سنبھال لئے تھے، اور پھر وہ مجھے سہارا دے
فرش پر چلانے کی کوشش کرنے لگے۔ میرے قدم آگے بڑھ رہے تھے۔ زخموں سے کہیں کہ
خون رس رہا تھا۔ لیکن تکلیف خدا کی پناہ بڑی حیرت ناک بات تھی کہ مجھے ان زخموں میں
تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ حالانکہ بدن کے باقی احساسات جو ہوتے ہیں، وہ میر
ذہن میں تھے۔

وہ چاروں ہی میری اس چہل قدمی سے خوش نظر آ رہے تھے۔ میں نے ان کے ا
اور ان کی آنکھوں میں دوستی محسوس کی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ مجھے اسی طرح چہل قدمی کراتے رہے، اور اس کے بعد مجھے واپ
کر گھاس کے اسی بستر پر لٹا دیا گیا۔ اس کے بعد وہ چاروں آپس میں کچھ مشورہ کرنے
اور پھر چاروں ہی مجھے چھوڑ کر غار کے اس دہانے کی جانب بڑھ گئے، جو میں نے اس
دیکھا تھا جب وہ اس دہانے سے باہر نکلے۔

وہ لوگ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تو ایک بار پھر میں نے اپنے زخموں کو دیکھا۔ جہ
تباہی نے میرے بدن کو چور چور کر دیا تھا، اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ شاید یہ میری بے پناہ
تھی۔ جس کی وجہ سے میں بچ گیا تھا۔ ورنہ بچنے کے کیا امکانات ہو سکتے تھے۔ لیکن ا
کائی سے نکال کر کب مجھے یہاں لایا گیا، اور میرا کون سا علاج کیا گیا جس سے میرے
کی تکلیف ختم ہوگئی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر گزر گئی، اور اس کے بعد ایک خفیف شخص غار کے اس دہانے سے اندر
ہوا اس کا جسم کپڑے کی رنگین پٹیوں، اور موتیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ایک مڑ
لکڑی کا عصا تھا، اور سر پر ایک چوڑی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ عجیب و غریب ہیئت کا ما
آ رہا تھا۔ یہ شخص لیکن جو چیز تعجب خیز تھی وہ اس کے کندھے پر بیٹھی ہوئی ایک خوبصورت
بلی تھی، جو انتہائی حسین تھی۔

اس شخص کے پیچھے وہی چاروں آدمی ادب سے گردن جھکائے چل رہے تھے۔ گویا وہ
ان کیلئے کوئی محترم شخصیت تھا۔

میں گھاس کے اس بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب آنے والوں میں سے دو آدمی لکڑی کا
بنا ہوا ایک اسٹول جو بہر صورت بھدا تھا لیکن بنایا اسٹول ہی گیا تھا۔ یعنی درخت کے تنے
کے اوپری حصے کو کاٹ کر اس میں چار سوراخ کیے گئے تھے، اور ان سوراخوں میں لکڑیاں پھنسا
کر اسے اسٹول بنا دیا گیا تھا۔

انہوں نے وہ اسٹول گھاس کے بستر کے سامنے رکھ دیا، اور بوڑھا شخص اس پر بیٹھ گیا۔
تب اس نے اپنے کاندھے پر بیٹھی ہوئی اس بلی کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا، اور بلی اس کی گود میں
آ گئی۔ لیکن بلی میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، اور مجھے ان آنکھوں کی پراسرار چمک بیحد
خوفناک لگ رہی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی غیر مرئی شئے میرے ذہن کو ٹٹول
رہی ہو، اور مجھے اپنے ذہن میں باقاعدہ کچھ انگلیاں سی چلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ بلی کی
آنکھوں سے ننھی ننھی شعاعیں پھوٹ کر میری آنکھوں سے ٹکرا رہی تھیں، اور یوں لگ رہا تھا
جیسے میرے ذہن میں طوفان سا آ رہا ہو۔ تب میرے کانوں میں اس شخص کی آواز ابھری۔

ایک بوڑھی آواز جو لرزتی ہوئی سی تھی۔ لیکن جس میں ایک عجیب سا رعب ایک عجیب
سی کیفیت تھی، اور میں تعجب سے اچھل پڑا۔ جب میرے کانوں نے سنا کہ تم کون ہو؟

چند ساعت میں ان الفاظ کی بازگشت اپنے ذہن میں محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے
جواب دینا مناسب سمجھا۔

”میں باہر کی دنیا سے آیا ہوں۔“

”کون سی دنیا سے؟“ سوال کیا گیا۔ الفاظ بے حقیقت تھے یعنی میں ان پر غور نہیں کر
سکتا تھا۔ لیکن سوال میرے ذہن میں صاف، اور واضح تھا۔ نجانے یہ سب کیا تھا۔

”وہ دنیا جہاں اونچی اونچی عمارتیں، اور دوڑتی ہوئی زندگی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”گویا تم مہذب دنیا کے باسی ہو۔“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔

”لیکن تم سمندر کے کنارے کیسے پہنچے؟“

”میں ایک جہاز سے سفر کر رہا تھا۔ جہاز تباہ ہوگیا، اور میں کسی طرح تمہاری سرزمین
پر پہنچ گیا۔“

”کیا تم ان اجنبیوں میں سے ایک ثابت ہوگے، جو ہماری بستیوں میں آ کر ہمارے

خلاف سازشیں کرتے ہیں، اور پھر ہمیں کسی نہ کسی حادثے کا شکار بنا کر واپس چلے جاتے ہیں۔'' بزرگ نے کہا۔

'' میں نے ایسے لوگوں کی کہانیاں سنی ہیں لیکن اپنے آپ کو میں اتنا ظالم نہیں پاتا، تم جانتے ہو کہ میں خود تمہاری سرزمین پر نہیں آیا' بلکہ ایک حادثہ مجھے یہاں لے آیا ہے۔''

'' کیا ہم نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا؟'' سوال کیا گیا۔

'' نہیں' اس کے برعکس تم نے میری زندگی بچا کر مجھ پر احسان کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

'' کیا تم اس احسان کا صلہ چکانے کے خواہشمند ہو؟''

'' ہاں' اگر زندگی نے مجھے مہلت دی تو میں تمہاری خواہش کے مطابق ہر کام کروں گا۔''

'' کیا اگر ہم تمہیں اپنے کسی مقصد کیلئے استعمال کریں تو تم کیا ہمارا ساتھ دو گے؟''

'' ہاں کیوں نہیں' اس لئے کہ تم میرے دوست ہو، اور تم نے میرے زخموں کے علاج کے سلسلے میں میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔''

'' اگر یہ بات ہے تو تم ہمیں اپنا دوست خیال کرو۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ تمہارے زخموں کا علاج کر دیا گیا ہے۔ یہ نشانات تمہارے بدن پر باقی ہیں' لیکن تمہیں کبھی تکلیف نہیں دیں گے۔''

'' میں سخت حیران ہوں۔ پہلے جب مجھے ہوش آیا تھا تو میں ایک عجیب سی شئے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جو ایک لجلجی، اور عجیب سی شئے تھی۔ اس کے نیچے جاتے ہی مجھے نیند آ گئی' میں نے دوبارہ یہاں آنکھ کھولی۔''

'' ہاں جب تم سو گئے تھے تو تمہاری نیند کو طویل کر دیا گیا تاکہ تم تکلیف کے احساس سے نجات پا جاؤ' جو تمہاری روح کو جھنجھوڑتا رہتا ہے۔''

'' یہ تم نے میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

'' ہم تمہارے ساتھ ہر وہ سلوک کرنے کیلئے تیار ہیں، جو تمہارے لیے آرام کا باعث ہو، اور ہماری خواہش ہے کہ تم ہمیں اپنی ان ساری ضروریات، اور تکلیفوں کے بارے بتاؤ' جو تم محسوس کرتے ہو۔''

'' میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ میرے جسم میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ البتہ میں خوراک کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

'' خوراک کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو؟''

'' میں بھوکا ہوں' حالانکہ تمہارے ان آدمیوں نے مجھے جو چیز پلائی ہے۔ اس کے بعد میرے بدن میں توانائی دوڑ گئی ہے لیکن میں اپنی روح کو تشنہ محسوس کر رہا ہوں۔''

'' جب تک تمہارے زخم ٹھیک نہیں ہو جاتے' تمہیں خوراک دینا ٹھیک نہیں ہے۔ فی الوقت تم اسی مشروب پر گزارہ کرو' جو تمہیں پلایا گیا ہے۔ یہ مشروب تمہارے ان زخموں کو جلد از جلد خشک کر دے گا، اور تمہاری قوت بھی برقرار رہے گی۔ جب تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے تو تمہیں تمہاری پسند کی غذا دی جائے گی۔ یہ تمہاری زندگی کیلئے ضروری ہے۔''

'' اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

'' اس کے علاوہ اب کوئی، اور سوال کرنا چاہتے ہو؟''

'' بہت بڑا سوال ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

'' تو کرو' پوچھو کیا پوچھنا ہے؟''

'' سب سے پہلے اس پر حیران ہوں کہ تمہارے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے۔ لیکن میں ان کا مفہوم سمجھ رہا ہوں، اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ تم بھی سمجھ رہے ہو۔ جبکہ ان دونوں لوگوں نے نہ تو میری بات سمجھی، اور نہ ہی ان کی بات میری سمجھ میں آئی۔'' میں نے کہا، اور بوڑھے شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے اپنی گود میں بیٹھی ہوئی بلی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

'' یہ میری گرینی کا کمال ہے۔''

'' کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟''

'' تم سمجھو گے بھی نہیں میرے دوست! کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں' جنہیں اگر سمجھانے کی کوشش بھی کی جائے تو انسان کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ چنانچہ اس خیال کو تم اپنے ذہن سے نکال دو۔ میں تمہارے لئے کسی ایسے شخص کا بندوبست کر دوں گا، جو تمہاری زبان سمجھے۔ اس طرح ہم، اور تم دونوں ایک دوسرے سے باآسانی گفتگو کر سکتے ہیں' نہ صرف ہم بلکہ اگر ہماری زبان سیکھ جاؤ تو تم دوسروں سے بھی بات چیت کر سکتے ہو۔''

'' یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔''

'' تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔'' بوڑھے نے جواب دیا، اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ بلی کو اٹھا کر اس نے اپنے کاندھے پر رکھ لیا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا، اور میں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

'' سنو..... ایک بات، اور سنتے جاؤ۔'' بوڑھا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ '' کیا مجھے اس

دوران اسی غار میں رہنا پڑے گا' یا میں اس دہانے سے باہر بھی جا سکتا ہوں؟'' لیکن اس بوڑھے نے مایوسی سے سر ہلا دیا تھا۔ اس نے بلی کی جانب اشارہ کر کے معذرت کا اظہار کیا اور شاید کہا کہ اب وہ نا میری بات سمجھ سکتا ہے، اور نہ مجھے اپنے الفاظ سمجھا سکتا ہے۔ میں اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔ بوڑھے کے الفاظ کی روشنی میں مجھے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ جب تک بلی اس کی گود میں ہے، اور میری نگاہوں سے رابطہ قائم کیئے ہوئے ہے وہ میری بات سمجھ سکتا ہے۔ اس کے بعد نہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے اس سوال کو کسی، اور وقت کیلئے ملتوی کر دیا، اور بوڑھا گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ چاروں افراد بھی باہر نکل گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر شدید حیرت کا شکار ہو گیا۔

یہ بلی بھی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، اور یہ لوگ بھی' بہر صورت یہ تو یقینی امر تھا، کہ یہ کسی وحشی یا جنگلی علاقے کے باشندے ہیں، اور میں ان کے درمیان آ گیا ہوں۔ ان وحشی اور جنگلیوں کے ہاں جادو کا رواج تھا۔ اس کا اظہار بلی، اور اس کی حیرت انگیز قوت سے ہو رہا تھا۔ بھلا کسی جانور میں یہ قوت کہاں سے آ گئی کہ وہ ذہنوں کی بات سمجھ سکے۔

کتنی آسانی ہو گئی تھی مجھے ان سے گفتگو کرنے میں۔ حالانکہ ہمارے الفاظ جدا تھے۔ لیکن وہ میری بات سمجھ رہا تھا، اور میں اس کی' مگر اب کیا ہو گا۔ حالات نے میرے ساتھ کیا مذاق کیا تھا۔ میں تو کسی، اور ہی زندگی کا خواہشمند تھا۔ لیکن جنگلیوں کی یہ زندگی مجھے مل گئی تھی۔ نجانے تقدیر نے یہ کھیل کیوں کھیلا تھا۔ بہر صورت اب تو میں اس کھیل کیلئے مجبور تھا۔ میں نے ان وحشیوں کے بارے میں پوری طرح جانے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یوں اگر میں اپنے طور پر کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو ممکن ہے کسی مشکل کا شکار ہو جاؤں۔ میں نے سوچا۔

چنانچہ بہتر یہ ہی ہے کہ خاموشی سے آنے والے حالات کا انتظار کروں، اور پھر ان زخموں کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، کہ ان کا نتیجہ کیا ہو' ممکن ہے میں باہر نکلوں، اور بوڑھے حکیموں کی کوششیں ختم ہو جائیں۔ میرے زخم پھر سے تکلیف دینے لگیں۔ ان زخموں کے ساتھ تو میں چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ خاموشی، اور صبر و سکون کے ساتھ انتظار کرنا ہی بہتر تھا، اور میں اس عجیب و غریب جگہ پیش آنے والے حالات کا انتظار کرنے لگا۔

انتظار میں سکون تھا۔ کوئی ایسا تردد نہیں تھا' جو مجھے ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان چاروں بوڑھوں میں سے ایک بوڑھا اندر آ گیا۔ ان لوگوں کے انداز میں بڑی نرمی تھی، اور جب بھی وہ میری جانب دیکھتے تو یہ احساس ہوتا کہ ان نگاہوں میں دوستی ہے۔ بہر صورت یہی بڑ

بات تھی۔ اگر یہ غلط لوگ ہوتے، اور میں اس وقت بے بسی کے عالم میں ان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوتا تو کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سوائے خاموشی سے مر جانے کے' یہ میری تقدیر تھی' یہ لوگ میرے دشمن نہیں تھے۔

آہستہ آہستہ وقت گزرتا رہا، اور دوسرے یا تیسرے دن میں نے اپنے جسم میں کافی توانائی محسوس کی۔ میرے زخموں کے وہ حصے جن سے کبھی کبھی خون رسنے لگتا تھا۔ اب منجمد ہو گئے تھے۔ بوڑھے حکیم ان پر اب نجانے کیسے کیسے سیال ملا کر دیتے تھے، اور پینے کیلئے مجھے وہی مشروب دیا جاتا تھا۔ جسے پلاتے وقت میری آنکھوں پر انگلیاں رکھ دی جاتی تھیں' نجانے کیوں؟

تب پھر ایک صبح نئی دلچسپی کا آغاز ہوا۔ غار میں میں نے اب تک ان چاروں بوڑھوں کو دیکھا تھا' یا ابتدائی دنوں میں کچھ لوگ یا اس پانچویں بوڑھے کو جو عجیب و غریب قوتوں کا مالک تھا لیکن اس دن کی صبح جو شخصیت اندر داخل ہوئی اس کو دیکھ کر ذہن میں ایک لذت کا احساس ابھرا۔

قد تقریباً ساڑھے پانچ فٹ' جسم انتہائی متناسب' کسی جانور کی ہلکی کھال میں لپٹی ہوئی، اور ماتھے پر جانور ہی کی کھال کی پٹی باندھے ہوئے۔ جسم میں کسی خوبصورت پرندے کا پر اڑسا ہوا تھا۔ گہری' سیاہ، اور بڑی آنکھوں والی ہلکے سانولے رنگ کی پھیکے نقوش والی لڑکی اندر داخل ہوئی، اور میں اسے دیکھ کر چونک گیا۔

چونکنے کی بات یہ تھی کہ وہی خوبصورت بلی اس کے کندھے پر بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بڑی دلآویز تھی۔ گو غیر قدرتی رنگوں سے پاک تھے۔ اس کے ہونٹ لیکن ان کی سرخی قابل دید تھی، اور تانبے جیسے رنگت پر یہ سرخی بڑی حسین نظر آ رہی تھی۔

مسکراتے ہونٹوں کے پیچھے جو دانت جھلک رہے تھے۔ وہ بالکل آبدار موتیوں کے مانند تھے۔ اتنے سفید دانت میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھے تھے، اور پھر یہ مسکراہٹ بڑی دلکش تھی۔ اتنی دلکش کہ اتنے دنوں کی ذہنی کوفت ایک دم دور ہو گئی۔ وہ میرے نزدیک آ گئی، اور پھر ایک ہاتھ پھیلا کر آہستہ سے جھکی۔

''سوی۔'' اس نے غالباً اپنا نام بتایا۔

''سوی۔'' میں نے گردن ہلائی۔ جیسے اس کی بات سمجھ گیا ہوں، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے میرے سینے پر اپنی انگلی رکھی، اور سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ آنکھوں کی زبان دنیا کے ہر حصوں میں بولی جاتی ہے، اور اس کو سمجھنا دشوار نہیں ہوتا۔

میں جان گیا کہ وہ میرا نام پوچھ رہی ہے۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاہ عادل۔"

"شاہ عادل۔" وہ عجیب سے انداز میں بولی، اور ہنس پڑی۔ اس کی آواز بھی بڑی خوبصورت، اور کھنکدار تھی۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ تب اس نے چٹکی بجا کر بلی کو اشارہ کیا، اور تب بلی اس کے شانے سے اتر کر اس کی گود میں بیٹھ گئی۔ لڑکی نے میری طرف انگلی سے اشارہ کیا، اور بلی نے مجھ پر نگاہیں جما دیں۔ مجھے بلی کی آنکھوں میں ویسی ہی چنگاریاں پھوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، اور پھر لڑکی کی حسین آواز ابھری۔

"میں جموکا کی بیٹی ہوں۔"

"جموکا۔" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں۔" وہ جو اس علاقے کا سب سے بڑا ڈچ ڈاکٹر ہے۔ وہ جو تمہارے پاس آیا تھا، اور تم سے وعدہ کر کے گیا تھا، کہ وہ تمہارے لیے کوئی ایسا بندوبست کرے گا، جس کے ذریعے تم ہماری بستی کی زبان سیکھ جاؤ۔"

"لیکن میں تمہاری زبان سمجھ رہا ہوں، اور شاید تم میری بھی۔"

"ہاں یہ ہماری گرینی کا کمال ہے۔" اس نے جواب دیا، اور مجھے یاد آ گیا کہ بوڑھے نے بھی اس بلی کا نام گرینی بتایا تھا۔ لیکن گرینی کا یہ کمال خوب تھا۔ وہ زبانوں کو کتنا آسان بنا دیتی تھی۔ لڑکی میرے اس خیال سے ہنس پڑی۔

"ہاں...... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گرینی ذہنوں کو سمجھنے میں بڑی آسانی پیدا کر دیتی ہے۔ بہر صورت میں تمہارے پاس اس لیے آئی ہوں کہ میں تمہیں اپنی زبان سکھاؤں، اور تم اپنی طرز رہائش کے بارے میں کچھ بتاؤ' تا کہ تم اپنے آپ کو ہم لوگوں میں ضم کر سکو۔"

"لیکن تم لوگ مجھ اجنبی کو اپنے اس ماحول میں ضم کرنا کیوں چاہتے ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"اس کا جواب تمہیں سردار دے گا۔"

"سردار کون ہے؟"

"تم اس سے بہت جلد مل لو گے' مگر ہم تمہیں اس وقت اس کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں جب تم ہماری زبان بولنے کے قابل ہو جاؤ۔"

"لیکن تم مجھے اپنی زبان کس طرح سکھاؤ گی؟"

"بڑی آسانی سے تم اس بلی کی مدد سے اپنے خیالات کا اظہار کرو گے، اور مجھ سے

کچھ پوچھو گے میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گی، جو تمہارے خیالات کی ترجمانی کریں گے۔"

"واہ' یہ تو بڑی آسان ترکیب ہے؟"

"ہاں...... اس آسان ترکیب کے ذریعے ہم تمہیں اپنی زبان آسانی سے سکھا دیں گے۔"

"کیا تم روز آؤ گی؟" میں نے سوال کیا۔

سومی نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی، اور کہنے لگی۔

"ہاں روز آؤں گی' مگر تم نے یہ سوال کیوں کیا؟"

"دراصل...... سومی ہر انسان کی ایک کہانی ہوتی ہے۔ تمہاری بھی ہو گی' میری بھی ہے۔ ان کہانیوں میں انوکھی باتیں ہوتی ہیں۔ میں بھی انوکھے حالات کا شکار ہوں، اور ان سے اکتایا ہوا ہوں۔"

"اوہ...... لیکن میری تو کوئی کہانی نہیں۔"

"غلط۔"

"کیوں۔"

"میں نے کہا نا کہ ہر انسان کی ایک کہانی ہوتی ہے' پیدا ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات پیش آتے ہیں۔ ان میں کچھ دلچسپ واقعات پیش آتے ہیں کچھ ناپسندیدہ' یونہی کہانیاں بنتی ہیں۔"

"اوہ تب تو ٹھیک ہے۔"

"میری کہانی بھی ایسی ہی ہے۔ میں انسانوں سے دوستی کا خواہشمند ہوں۔ تم مجھے ایک اچھی انسان معلوم ہوتی ہو۔ چنانچہ میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم اتنی باتیں نہ بھی کہتے، تب بھی میں تمہاری دوست ہوں۔"

"واقعی؟"

"ہاں...... اس لئے کہ تم ہمارے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہو۔"

"میں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں...... تم۔"

"وہ کس طرح؟"

"یہ بھی تمہیں سردار ہی بتائے گا۔"

"واہ...... یہ تو دوستی نہ ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں ابھی تک میرے اوپر اعتماد نہیں ہوا ہے۔"

"اگر تمہیں میرے اوپر اعتماد ہوتا تو تم مجھ سے کوئی بات نہ چھپاتیں۔"

"لیکن میں تم سے کوئی بات نہیں چھپا رہی۔"

"تم نے نہیں بتایا کہ میں تمہارے لیے بڑی حیثیت کیوں رکھتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہی کہاں ہے؟"

"پھر تم نے یہ الفاظ کیوں کہے تھے؟"

"اس لیے کہ میرے بابا نے مجھے یہ ہی بتایا تھا۔"

"اوہ...... کیا کہا تھا تمہارے بابا نے؟"

"انہوں نے یہ ذمے داری مجھے سونپی تھی کہ ساحل کا اجنبی جو ہماری دنیا میں بڑی برکتیں لے کر آیا ہے۔ وہ ہم سب کیلئے احترام کا درجہ رکھتا ہے، اور ہمیں اس کی عزت کرنی چاہیے۔ وہ ہمارے لیے بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے سومی! تم اس اجنبی کو ہماری زبان سکھاؤ گی، اور اس کیلئے بابا نے مجھے یہ طریقہ بتایا تھا۔"

"اوہ...... یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تم نے اپنے بابا کی بات میرے سامنے دوہرائی تھی۔"

"ہاں۔"

"خود تمہارے ذہن میں میرے لیے کوئی خیال نہیں ہے؟"

"کیسا خیال؟"

"میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ سومی"

"اتنی جلدی کوئی رائے کیسے قائم کی جاسکتی ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا، اور تھوڑی دیر کیلئے خاموشی چھا گئی۔ سومی کی شوخ سیاہ آنکھوں میں مسکراہٹیں رقصاں تھیں۔

"کیا سوچنے لگے؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"تمہارے بارے ہی میں سوچ رہا ہوں۔"

"ایک بات البتہ میں نے ضرور محسوس کی ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"کیا؟"

"بابا نے جس طرح تمہارے بارے میں مجھ سے کہا تھا۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا تھا، کہ نجانے تم کیسے ہو گے لیکن تم تو بالکل ہم جیسے ہو۔ باتیں بھی ہماری طرح کرتے ہو، اور تمہارے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا پھر سومی بول پڑی۔

"تو اب میں شروع کروں۔"

"اوہ...... ہاں...... ضرور" میں نے کہا۔

"تب تم ضروری باتوں کے بارے میں سوال کرو۔ تمہیں اپنے الفاظ کے بارے میں بتاؤں گی"، اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے اس سے غار میں موجود چیزوں کے بارے میں پوچھا، اور اس نے تمام چیزوں کے نام اپنی زبان میں بتائے۔ ترجمان بلی ہمارے درمیان آسانیاں پیدا کر رہی تھی، اور مجھے یہ مشغلہ خاصا دلچسپ معلوم ہو رہا تھا۔ آج کے سبق میں میں بہت سے الفاظ سیکھ چکا تھا۔ پھر جب وہ بوڑھے آئے تو سومی کھڑی ہو گئی۔

"اب میں جاؤں گی۔" اس نے بلی کی ترجمانی کے بغیر کہا، اور میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔

"کل آؤ گی" میں نے اس کی زبان میں سوال کیا۔ سومی اچھل پڑی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"ہاں کل آؤں گی۔"

"کس وقت؟"

"جب سورج نکلے گا۔ اس نے جواب دیا، اور میں نے گردن ہلا دی۔"

پھر سومی چلی گئی، اور میں سکون کی گہری گہری سانسیں لے کر ان تیماردار بوڑھوں کو دیکھنے لگا، جو ہڈیوں، اور کھوپڑیوں میں مصروف تھے۔

◆◆◆

میری کیفیت عجیب تھی۔ میرا حریف میری تقدیر تھی' جو میرے خیال میں بلاوجہ مجھ پر ظلم کر رہی تھی۔ کچھ بنتا تھا تو بگڑ جاتا تھا۔ ساری زندگی کون سے سکھ دیکھے تھے، جواب دکھوں کی باری تھی۔ کہاں آ پھنسا تھا۔ جہاں زندگی پابہ زنجیر بن کر رہ گئی تھی۔ اب ان جنگلیوں میں گزارہ کرنا پڑے گا۔

خیر تقدیر کو جو بھی منظور ہو۔ میں بھی گزاروں گا، اور اگر تقدیر سے جنگ ہی ٹھہری تو پھر ہنس ہنس کر جنگ کروں گا۔ اسی ماحول کو اپناؤں گا، اور خوش ہو کر اپناؤں گا، جو میرے لئے یقینی ہو گیا ہے۔

ان خیالات نے مجھے تقویت بخشی، اور میں نے خود کو پر سکون کر لیا۔ ماحول اتنا برا نہیں لگ رہا تھا۔

ابھی تک چند لوگوں کے درمیان ہی گزارہ ہو رہا تھا۔ چار بوڑھے پانچواں بوڑھا' جو اس کے بعد سے اب تک نہیں آیا تھا، اور پھر یہ لڑکی' بہر حال کم از کم ایک شخصیت ایسی ضرور تھی جو باعث کشش تھی۔

دوسرے دن وہ پھر آ گئی۔ اس سے گفتگو کرنے میں مجھے کافی لطف آتا تھا۔ جنگلی ماحول کی پروردہ اس لڑکی کو میں صرف جنگلی ہی نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ زندگی کے تمام رموز سے آشنا تھی۔ اپنا ایک نظریہ رکھتی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا، کہ یہ لوگ بالکل ہی غیر مہذب نہیں ہیں بلکہ خاصی عقل و خرد کے مالک ہیں۔

چنانچہ وہ مجھے اپنی زبان سکھاتی رہی، اور میں اس غار کی زندگی کا عادی ہو گیا۔ دوسری طرف بوڑھے میرا علاج بھی کر رہے تھے۔ پھر ایک دن میں نے ان میں سے ایک بوڑھے کو اس وقت تاکا جب سومی جا چکی تھی۔

ان لوگوں کو نہیں معلوم تھا، کہ میں اتنی جلدی ان کی زبان بول سکتا ہوں۔ چنانچہ

میں نے اس بوڑھے کو مخاطب کیا، جو تنہا تھا تو اس نے متعجبانہ انداز میں پلٹ کر دیکھا، اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"میں نے تمہیں آواز دی ہے۔" میں نے پھر کہا، اور اس کے ہاتھ سے وہ چیز نیچے گر گئی، جو اس نے سنبھالی ہوئی تھی۔ لیکن بوڑھے نے اس کی پروا نہیں کی، اور دوڑتا ہوا میرے نزدیک آ گیا۔

"تم نے...... تم نے......؟" وہ شدت حیرت سے بولا۔

"ہاں...... تمہیں تعجب ہے۔"

"ارے...... ارے تم تو ہماری زبان بول رہے ہو۔"

"کیسی بول رہا ہوں۔"

"بالکل ہم لوگوں کی مانند" بوڑھا مسرت سے بولا۔

"تمہیں خوشی ہوئی؟"

"بیحد' خوشی کی بات ہی ہے۔ کیسی انوکھی لگ رہی ہے' تمہاری آواز ہماری زبان میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ہماری زبان اس آسانی سے سیکھی جا سکتی ہے۔ لیکن میں بھول گیا تھا، کہ تم کون ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"نہ جانے تم لوگ اتنے ذہین کیوں ہوتے ہو؟"

"کیا تم نے میرے جیسے دوسرے لوگوں کو بھی دیکھا ہے۔" میں نے سوال کیا لیکن بوڑھے نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ، اور سوچنے لگا تھا۔

"بہر حال مجھے خوشی ہے۔ ہاں تم نے مجھے کیوں بلایا تھا۔"

"میں اب بالکل تندرست ہوں۔"

"ہاں...... احساس ہوتا ہے۔"

"تب پھر مجھے اب شراب سے نجات دلاؤ۔ ورنہ کچھ عرصہ کے بعد میں کھانا پینا بالکل بھول جاؤں گا۔"

"اوہ...... تم ضرورت محسوس کرتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"حالانکہ یہ عظیم شراب، جو ہماری بستی کے سردار کو بھی نصیب نہیں ہے۔ یہ جوہر ہے ان غذاؤں کا جو انسان کو فولادی بنا دیتی ہیں۔ جانتے ہو اس میں پتھروں کا دل شامل ہے۔"

"پتھر کا دل؟"

"ہاں ممکن ہے، تمہیں یہ بات عجیب معلوم ہو؟"

"آج تک تو سنگدل محبوب کی کہانیاں سنی تھیں' یہ پتھروں کا دل بھی کوئی چیز ہوتا ہے۔ پہلی بار سنا ہے۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اس شراب نے تمہیں جو قوت بخشی ہے۔ وہ عام انسانوں میں نہیں ہو سکتی۔"

"اس کے باوجود مجھے غذا کی ضرورت ہے۔"

"آج تمہیں فراہم کی جائے گی۔" بوڑھے نے جواب دیا، اور میں خاموش ہو گیا۔ بوڑھا اب بھی رک رک کر مجھے دیکھنے لگتا تھا۔ پھر اس نے جاتے ہوئے کہا۔

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تم جس طرح صاف زبان سے ہماری زبان بول رہے ہو۔ عام طور پر یہ ناممکن ہے۔ لیکن تم تو وہ لوگ ہو، جو ناممکن کو ممکن کر دکھاتے ہیں۔"

"پھر تم نے وہی بات کہی۔ میں نے تم سے پوچھا تھا، کہ کیا تمہاری ملاقات میرے جیسے دوسرے لوگوں سے ہوئی ہے۔ تم نے اس بارے میں تو مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"ہاں اس لئے کہ جواب مجھے نہیں دینا بلکہ اس کا جواب تمہیں سردار دے گا۔" بوڑھے نے کہا۔

"پھر وہی سوال میں نے سومی سے بھی پوچھا تھا' تو اس نے بھی مجھے یہ ہی جواب دیا تھا۔"

"جس شخص سے بھی پوچھو گے، وہ یہ ہی جواب دے گا' سوائے جموکا کے۔" بوڑھے نے کہا۔

"جموکا" میں نے زیر لب کہا۔ لیکن وہ آج تک دوبارہ میرے پاس نہیں آیا۔

"ہاں جب وہ ضرورت محسوس کرے گا۔" بوڑھے نے کہا۔

"تم یہ تو بتاؤ جموکا تمہارے درمیان کیا حیثیت رکھتا ہے؟"

"وہی جو سردار کے بعد کسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔"

"گویا جموکا تمہارے لئے بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے۔"

"نہ صرف ہمارے لئے بلکہ سردار کیلئے بھی' سردار خود اس کی عزت کرتا ہے۔"

"اچھا خیر بہرصورت تم پہلے میرے لئے کھانا فراہم کرو۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ مجھے کون کون سے حیرت ناک واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بوڑھا گردن ہلا کر چلا

گیا۔ پھر دوپہر کو میرے لئے کھانا آیا۔ وہ واقعی بہت عمدہ تھا۔

بھنے ہوئے چھوٹے چھوٹے پرندے جنہیں میں پہچان تو نہیں سکتا تھا' مگر ان کا گوشت بہت لذیذ تھا۔ اس کے علاوہ پنیر، اور دودھ کا گلاس' روٹی وغیرہ موجود تھی۔ لیکن اتنے عرصے کے بعد گوشت چکھا، اور وہ بھی اتنا لذیذ۔

چنانچہ تمام گوشت صاف کر گیا، اور اس کے بعد دودھ کا گلاس پیا۔ طبیعت کو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ کھانا بہت ہی عمدہ تھا۔ لیکن اس غار میں بیٹھے بیٹھے کھانے کا لطف نہیں آتا تھا۔ اگر مجھے باہر نکلنے کی اجازت مل جاتی تو بہتر تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا دیکھا جاتا۔ قسمت شاید بہت سی باتیں پوری کرنے پر تل گئی تھی۔ چنانچہ اس شام جب سورج چھپا، اور غار میں آنے والی روشنی مدہم پڑ گئی تو دروازے پر جموکا نظر آیا۔

بوڑھا شخص جس کے چہرے، اور بالوں کی رنگت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا، کہ اس کی عمر نوے یا پچانوے سال سے کسی طور کم نہیں ہے۔ لیکن بہت عمدہ صحت کا مالک تھا، اور اس عمر میں بھی اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت نظر آتی تھی۔

اندر داخل ہو کر وہ مسکرایا۔ بلی اس کے کاندھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ تب اس نے میرے سامنے پہنچ کر بلی کو اپنے کندھے سے اتارا تو میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"میرا خیال ہے جموکا اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا؟" جموکا اچھل پڑا اس کی آنکھوں میں بھی تحیر نظر آیا تھا۔ پھر اس نے متحیرانہ انداز میں میری شکل دیکھی، اور کہا۔

"میرے دوست کیا تم ہماری زبان بول رہے ہو؟"

"ہاں' کیا تم اس زبان میں کوئی خرابی محسوس کر رہے ہو' جموکا۔"

"ہرگز نہیں...... ہرگز نہیں' دیوتاؤں کی پناہ تم تو بالکل یوں لگتا ہے، جیسے ہماری ہی بستی کے باشندے ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، کہ اتنی جلدی' اتنی جلدی سومی تمہیں ہماری زبان کا ماہر کر دے گی۔" جموکا نے مسرت آمیز لہجے میں کہا، اور میں مسکرانے لگا۔

"بہرحال جموکا میں تمہاری زبان سمجھ گیا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ تمہیں اس بات سے کافی خوشی ہوئی ہوگی۔"

"خوشی...... خوشی...... تم خوشی کی بات کرتے ہو میں مسرت سے پھولا نہیں سما رہا۔ جس کام کیلئے میں نے سوچا تھا۔ اس کیلئے ایک طویل عرصہ لگے گا۔ تم نے چند ہی دنوں میں کر دکھایا۔ بہرحال اس کے علاوہ تمہیں کوئی تکلیف یا پریشانی تو نہیں ہے۔"

"باقی تو سب ٹھیک ہے' جموکا لیکن اس غار میں پڑے پڑے میری طبیعت اکتا گئی ہے۔ اگر تم میرے اوپر مہربانی کرنے پر تلے ہی ہوئے ہو تو مجھے اس غار سے نکلنے کی اجازت ضرور دو۔" میں نے کہا، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے اس بات کا پورا پورا احساس ہے کہ اس غار میں تنہا زندگی گزارتے ہوئے تمہیں اکتاہٹ ہوگئی ہوگی۔ لیکن میرے دوست! حالات ہی کچھ ایسے تھے، جس کی وجہ سے میں مجبور تھا، اور ابھی تک مجبور ہوں۔ دراصل میں نہیں چاہتا کہ عام لوگوں کو تمہارے بارے میں علم ہو۔"

"تو کیا تمہاری بستی کے عام لوگوں کو میرے بارے میں معلوم نہیں ہے۔"

"نہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ سمندر کے ساحل پر میں تمہارا منتظر تھا۔ میرے ساتھ میری بیٹی سومی، اور میرے چند معتمد موجود تھے۔ جن پر میں مکمل اعتماد کر سکتا ہوں۔ ہم تمہیں خاموشی سے اٹھا کر لائے، اور ابتدائی علاج کے طور پر تمہیں ایک مخصوص دوا میں چھپا دیا جس سے ٹھیک ہو گئے۔"

"لیکن تم مجھے عام لوگوں سے چھپانا کیوں چاہتے ہو؟"

"اس کے پیچھے ایک لمبی کہانی ہے میرے دوست!"

"کیا تم وہ کہانی مجھے نہیں سناؤ گے۔"

"ابھی وقت نہیں آیا۔ چند روز انتظار کر لو۔ اس کے بعد تمہیں ساری تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"تو کیا میری یہاں موجودگی تمہارے لئے کوئی خاص اہمیت رکھتی ہے۔"

"ایسی اہمیت جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"لیکن جموکا تم نے ابھی ابھی ایک بات کہی تھی۔"

"کیا؟"

"وہ یہ کہ تم نے بتایا تھا، کہ تم ساحل پر چند معتمدوں کے ساتھ موجود تھے۔"

"ہاں...... میں نے یہ بات کہی تھی۔"

"تو کیا تمہیں یقین تھا، کہ میں ساحل پر آؤں گا' یا تم نے مجھے دور سے سمندر میں بہتے ہوئے دیکھ لیا تھا" میں نے سوال کیا، اور جموکا کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں...... میں نے تمہیں نہیں دیکھا تھا۔"

"پھر؟"

"ستاروں نے مجھے بتایا تھا، کہ تم آنے والے ہو۔ اس لیے میں تمہارا انتظار کر رہا تھا، اور یقین کرو میں تین سورج سے تمہارا منتظر تھا۔"

"ستاروں نے تمہیں میرے بارے میں بتایا تھا۔"

"ہاں...... میرے دوست۔"

"وہ کیوں؟"

"میرے دوست! اس بستی کی تقدیر تمہارے ہاتھوں میں ہے۔"

"واہ کمال ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جہاز تم ہی نے تباہ کر دیا تھا؟"

"کون سا جہاز...... میں نہیں جانتا میرے دوست!" جموکا نے جواب دیا۔

"تمہاری بات بیحد الجھی ہوئی ہے، اور پراسرار بھی ہے۔ جموکا' میں ان کے بارے میں کچھ نہ کہہ سکوں گا۔ تم یقین کرو۔ مجھے سخت ذہنی الجھن ہے۔"

"تم تمام الجھنوں کو ذہن سے نکال دو، اور خود کو اس بات کیلئے تیار کر لو کہ تمہیں ہماری مدد کرنا ہے۔"

"کیا میں اس بات کیلئے مجبور رہوں گا۔"

"نہیں......؟"

"تو پھر؟" میں نے سوال کیا۔

"حالات تمہیں بتا دیئے جائیں گے، اور تم اگر ہماری مدد کرنا پسند کرو گے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر وہی ہوگا، جو تم چاہو گے۔"

"ہوں......" میں نے بوڑھے کی باتوں پر غور کرتے ہوئے کہا۔ لیکن یہ بات سختی سے میرے ذہن میں الجھ رہی تھی کہ آخر میں ان کے کس کام آ سکتا ہوں' یا پھر یہ کہ جموکا کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میں بہتا ہوا اسی ساحل پر آؤں گا۔ یہ بات تو میں جانتا تھا، کہ یہ لوگ جادو کے ماہر ہیں، اور خاص طور پر یہ شخص جو صورت ہی سے جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ ایسا جادوگر جیسے جادوگروں کی کہانیاں میں نے بچپن میں پڑھی تھیں۔ وہ مجھے ایسا ہی جادوگر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جادو کا یہ عملی مظاہرہ میں اب دیکھ رہا تھا۔

بوڑھے کا کہنا تھا، کہ وہ میرا انتظار کر رہا تھا، اور بھلا یہ کیسے ممکن تھا، کہ اسے یہ کیسے معلوم تھا، کہ میں سمندر میں بہتا ہوا اسی جانب آؤں گا۔ لیکن ان باتوں کا جواب میرے پاس نہ تھا۔ یوں بھی میں پہلے ان لوگوں کو جاننا چاہتا تھا۔ اس کے بعد کوئی مظاہرہ کرنا چاہتا تھا۔ پھر جموکا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بہرصورت میں نے تمہاری اس بات پر غور کیا ہے۔ میرے دوست! لیکن بہرصورت تم دن کی روشنی سے اجتناب کرو۔ میری بیٹی سومی' رات کی تاریکی میں تمہیں ان پہاڑوں کی سیر کرائے گی، اور میں اسے اجازت دے دوں گا کہ وہ تمہیں بستی کے بارے میں کچھ بتائے۔ تم سے کوئی بات نہیں چھپائی جائے گی۔ میرے دوست بس حالات کا انتظار ہے' تم یوں سمجھو کہ ستاروں نے ہمیں تمہارے بارے میں بتایا ضرور ہے۔ لیکن تمہاری شخصیت تمہاری سوچ کو بدلنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔"

پہلے تو ہم یہ دیکھیں گے کہ جس مقصد کیلئے ہم تم پر تکیہ کیے ہوئے ہیں تم اسے پورا بھی کر سکتے ہو یا نہیں۔"

"جموکا تم یہ ساری باتیں کہہ رہے ہو لیکن ان باتوں سے میرا ذہن جس قدر الجھ جائے گا کیا تمہیں اس بات کا اندازہ ہے۔"

"میرے دوست! میرے دوست' بس تھوڑی سی مہلت۔" جموکا نے عاجزانہ لہجے میں کہا، اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا' لیکن میں اس غار سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"رات کی تاریکی میں۔" جموکا نے کہا، اور مجھ سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔

جموکا باہر چلا گیا تو پھر میں اس کی کہی ہوئی باتوں، اور اس کی بیٹی کے بارے میں سوچنے لگا۔

◆◆◆

اور جب چاند نے آسمان سے جھانکا، اور روشنی کی پہلی کرن اس سوراخ سے اس تاریک غار میں اندر داخل ہوئی' جس سے روشنی، اور اندھیرے کا احساس ہوتا تھا تو غار میں خوشبو پھیل گئی۔ خوشبو کی دیوی اپنے حسین لباس میں سرسراتی ہوئی غار میں داخل ہوگئی، اور اس کے پیروں میں کوئی ایسا زیور تھا، جس کی جھنکار سے فضاء میں ترنم پھیل گیا۔ حسن وعشق کی دنیا سے بے خبر اس حسین ماحول میں اس آمد سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اور میری نگاہیں اس کے پیکر کا طواف کرنے لگیں' حسین نقش ونگار ایک انوکھی خبر لیے ہوئے تھے، اور وہ مسکرا رہی تھی۔ میرے نزدیک آ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیسے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ٹھیک ہوں' تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ تمہارے بابا نے مجھے بتایا تھا، کہ تم آنے والی ہو اور اس چاندنی رات میں تم مجھے اس غار کی تنہائی سے نجات دلاؤ گی۔"

"تم اکتا گئے ہو یہاں؟" اس نے سوال کیا۔

"بری طرح' میں آزاد دنیا کا باسی ہوں، اور تم خود سوچو' اگر تم سے تمہارے یہ سبزہ زار چھین کر تمہیں ایک جھونپڑے میں قید کر دیا جائے تو تم پر کیا بیتے گی۔"

"ہاں...... مجھے اس کا احساس ہے۔ لیکن بات دوسری تھی۔ بابا نے تمہاری آمد ابھی سب سے چھپائی ہے۔" سومی نے جواب دیا، اور پھر وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر نکل گئی۔

تازہ ہوا روح کو تروتازہ کر رہی تھی۔ چاروں طرف بکھرے ہوئے سرسبز درختوں کی خوشبو سمیٹ کر وہ فضاؤں کو مسرور کر رہی تھی، اور چونکہ میں اتنے دن کے بعد کھلی فضاء میں نکلا تھا۔ اس لیے میرے ذہن پر یہ سحر کچھ زیادہ ہی طاری ہو رہا تھا، اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس میں سومی میرے ساتھ تھی، اور اس کے بدن کی خوشبو بھی اس میں شامل تھی۔ عورت کے بدن کی خوشبو جس سے میں آج تک ناواقف تھا۔ ایک عجیب سی خوشبو تھی، جو شاید تہذیب کی دنیا میں استعمال نہ کی جاتی ہو لیکن جنگل کے اس ویران ماحول میں وہ بڑی مسحور کن لگ رہی تھی۔ تب سومی سبک روی سے آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"یہ وادیاں میرے بچپن سے لے کر آج تک اسی طرح ہیں۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ سب کچھ کیسا لگتا ہے۔"

"بہت خوبصورت سومی خاص طور سے اس لیے کہ اس وقت تم میرے ایک دوست کی حیثیت سے میرے ساتھ ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"سومی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی مسکراہٹ بڑی ہی دلآویز تھی۔" اس نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں میرا قرب پسند ہے؟"

"بے حد پسند ہے۔"

"میں تمہارے پاس آنے کے خیال سے بڑی مسرور تھی۔ کوئی ساتھی اگر اپنی مرضی کے مطابق ہو تو بڑا اچھا لگتا ہے۔ حالانکہ تم ایک ایسے انسان ہو، جس کا ساتھ قسمتوں کو بدل دیتا ہے، اور میں نہیں جانتی ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جن کی قسمتیں تمہارے قرب سے بدل سکیں۔"

"میں نہیں سمجھا سومی؟" میں نے کہا۔

"ابھی نہیں سمجھو گے۔ ابھی اپنے بارے میں نہیں جانو گے۔ لیکن بہت جلد سب کچھ جان لوگے۔" وہ بدستور سبزہ زاروں سے آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"سومی! کیا تم ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔" میں نے کہا، اور وہ چلتے چلتے رک گئی۔

"کیوں نہیں...... کیا تم میرے اوپر اتنا بھی اعتماد نہیں کرتے۔" اس نے گہری سیاہ آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نجانے کیوں سومی! مجھے تم پر بہت زیادہ ہی اعتماد ہے۔ تم یقین کرو۔ میں تمہارے قرب سے یوں محسوس کرتا ہوں جیسے اس دنیا میں تنہا نہیں ہوں۔"

"، اور اس سے پہلے" اس نے محبوبانہ انداز میں پوچھا۔

"اس سے پہلے سومی! میری زندگی عجیب و غریب تھی۔ تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤں گا لیکن ابھی نہیں۔"

"تم نے مجھ سے کس سلسلے میں مدد چاہی تھی؟" اس نے کہا جس جگہ ہم پہنچ گئے تھے۔ یہاں پھولوں کے کنج بکھرے ہوئے تھے، اور اس سے مست ہونے والی ہوائیں براہ راست ناک سے ٹکرا رہی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا، کہ بیٹھ کر گہری نیند سو جائیں۔ چنانچہ میں نے سومی سے کہا کہ ہم یہیں گھاس پر بیٹھیں گے، اور وہ بے تکلفی سے بیٹھ گئی۔

"اگر تم یہاں خوش ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا، اور میں بھی اس کے نزدیک ہی زمین پر بیٹھ گیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بہت خوش گوار لگ رہی تھی۔

"میں منتظر ہوں کہ تم مجھے اپنی ضرورت کے بارے میں بتاؤ۔ جس کیلئے تم نے مجھ سے سوال کیا تھا۔" سومی نے کہا۔

"دراصل سومی! میں جن حالات میں یہاں پہنچا ہوں تمہیں علم ہے کہ ان میں میری مرضی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ میرا جہاز تباہ ہوا، اور نجانے کیوں موت نے مجھے اس کی مہلت دے دی کہ ابھی اس دنیا میں کچھ سانسیں، اور لے لوں۔ اگر موت قدم قدم پر مجھ سے اجتناب نہ برتتی تو شاید میں اب تک اس کی آغوش میں چلا گیا ہوتا۔ جہاز کی تباہی سے میں زخموں سے چور چور ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد میں پھر اس ساحل سے آ لگا، اور تم لوگوں نے میرا ایسا علاج کیا کہ میرے وہ زخم ٹھیک ہو گئے۔ جن کے ٹھیک ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"ہاں...... تم شدید زخمی تھے۔ اتنے زخمی کہ بابا خود تمہیں دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مر جاؤ۔"

"لیکن میں نہیں مرا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور سومی بھی مسکرانے لگی۔

"ہم اس کی وجہ بھی جانتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہو...... تو کیا میری زندگی کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"ہاں...... بابا کا علم کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ اسے یقین تھا، کہ تم بچ جاؤ گے۔"

"میں اسی علم کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، سومی!" میں نے جواب دیا، اور وہ ایک سنجیدہ ہو گئی۔

"کیا مطلب؟" اس نے پوچھا۔

"سومی یہاں آ کر میں زیادہ خوش نہیں تھا۔ لیکن جب سے میری ملاقات تم سے ہوئی ہے مجھے یہ ماحول بیحد حسین لگنے لگا ہے، اور میں نے سوچا کہ قدرت، اور قسمت مجھے یہاں لے آئی ہے تو یہ کتنی اچھی بات ہے کہ یہاں میرے لئے میرا ایک حسین ساتھی بھی موجود ہے۔ بولو سومی! کیا تم میرا ساتھ پسند کرو گی۔ میں نے سوال کیا، اور اس کا خوبصورت ہاتھ پکڑ لیا۔"

جنگل میں کھلے ہوئے اس پھول میں اتنی تروتازگی، اور نزاکت تھی کہ کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا، کہ محنت، مشقت کے عادی یہ لوگ اپنے اندر اتنی جاذبیت رکھتے ہوں گے۔ کون سوچ سکتا تھا چند ساعت سومی نگاہیں جھکائے رہی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے لیکن دفعتاً ان تاثرات میں تبدیلی رونما ہوئی، اور اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔

"نہیں، نہیں، اس قدر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو کہ پھر مجھے موت اپنانی پڑے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا سومی! تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تم میرے لئے نہیں ہو۔ تم مجھے نہیں مل سکتے۔ اس نے کہا، اور مضبوطی سے میری کلائی تھام لی۔

"کیوں سومی؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ تمہیں جس مقصد کیلئے یہاں لایا گیا ہے وہ بہت عظیم ہے، اور عظیم مقصد کی تکمیل کرنے والے لوگ عظیم ہی ہوتے ہیں، اور سومی! بہرصورت ایک ڈچ ڈاکٹر کی بیٹی ہے۔ لیکن اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتی کہ اتنا بڑا اعزاز حاصل کرنے کی اہل ہو۔ اس نے کہا، اور آخر میں اس کے لہجے میں گھبراہٹ آ گئی۔

میں سومی کے ان جذبات سے بیحد متاثر ہوا تھا۔ جیسا کہ آپ کو بتا چکا ہوں کہ زندگی

میں مصائب نے ہی فرصت نہیں لینے دی تھی کہ عشق و محبت کے جال میں پھنستا' ایک محبو
تھی لیکن بہت جلد وقت نے اسے چھین لیا، اور اب یہ دوسری لڑکی تھی، جو میرے ذہن
پردوں کو چھیڑ رہی تھی۔ میں اس کے نزدیک کھسک آیا، اور پھر میں نے سومی کی گردن
ہاتھ ڈال کر اسے اپنے نزدیک کر لیا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو سومی؟"

اگر میں اس بات کا اظہار کر دوں کہ میری حیثیت کچھ بھی ہو، مجھے کچھ بھی بنا دیا جا
لیکن سومی میری زندگی میں ہمیشہ شامل رہے گی تو کیا یہاں انکار کر دیا جائے گا۔"

"میں نہیں جانتی۔" اس نے میرے سینے میں منہ چھپائے چھپائے کہا" مجھے کچھ
نہیں معلوم تمہیں جو حیثیت ملنے والی ہے، اس کا تعین کس طرح کیا جائے گا، اور اس کے
تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ یقین کر عادل میں خود نہیں جانتی۔ اس نے کہا، اور میں سو
میں ڈوب گیا۔ تب میں نے آہستہ سے اس کے شانے، اور گردن کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن سومی! اگر یہ لوگ مجھ سے میری مرضی کے مطابق کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو
ان سے اس کا صلہ مانگوں گا، اور وہ صلہ یہ ہی ہو گا کہ سومی کو میرے حوالے کر دیا جائے۔"

"اوہ کیا واقعی؟" اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"ہاں...... سومی! بات دراصل یہ ہے کہ میں ساری دنیا میں تنہا ہوں۔ میرے ذہن
میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے، اور وہ انسان جس کی زندگی کا کوئی مقصد نہ ہو۔ عجیب
کیفیات کا شکار ہوتا ہے۔ اسے آرزو ہوتی ہے کہ کوئی اس سے اتنا قریب تر ہو کہ وہ زند
سکون سے گزار سکے، اور یہ محسوس کر سکے کہ کوئی اس کا ساتھی ہے۔ چنانچہ سومی مجھے کسی
چیز کی تمنا نہیں ہے۔ میں بس تمہارا قرب چاہتا ہوں۔"

"، اور اگر تم نے اتنی شدت سے میری طلب کی تو شاید پھر میری قسمت بھی جاگ
جائے۔" سومی نے کہا۔ وہ بیحد متاثر ہو گئی تھی، اور اب وہ پوری طرح میرے بدن سے چم
ہوئی بیٹھی تھی۔ سارے حجاب اٹھ چکے تھے، اور اس نے گویا مجھے اپنی زندگی کا ایک حصہ سمجھ
تھا، اور اگر انسان کو زندگی میں ایسا کوئی قرب مل جائے' جس کی ذات سے اسے توقع ہو ک
اب وہ اس کے سانسوں کا ساتھی ہے تو اس ماحول میں اس کی مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا
سومی کا قرب' اس کے بدن سے اٹھتی ہوئی خوشبو میرے پورے حواس پر چھا چکی تھی، ا
تھوڑی دیر کے لیے میں یہ بھول گیا کہ میرے ذہن میں کیا کرید تھی۔

یوں ہم دونوں عشق و محبت میں ڈوبے رہے۔ سومی کے حسین بدن کی گرمی میر

رے بدن سے مس ہو رہی تھی، اور ہواؤں کی خوشبو اس کے بدن کو خوشبو کے آگے ماند پڑ
گئی تھی۔ بہت دیر کے بعد ہم دونوں سنبھلے' سومی کی آنکھیں محبت کے خمار سے بوجھل ہو رہی
تھیں۔ تب اس نے ایک شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے کہا۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی، عادل کہ تم اس طرح میری زندگی میں شامل ہو جاؤ
گے، اور میرے اس قدر نزدیک آ جاؤ گے۔ بڑے بڑے جیالے بستی میں موجود ہیں۔ ان
جیالوں میں سے کئی نے میرے نزدیک آنے کی کوشش کی حالانکہ ہمیں آزادی ہے کہ ہم ایک
دوسرے کو پسند کریں تو اپنی چاہت کا اظہار کر دیں، اور ہمارے بڑے ہمیں یکجا کر دیتے
ہیں۔ لیکن میں نے کسی کو اس قابل نہیں سمجھا تھا' بلکہ میں نے زندگی کے بارے میں یہ سوچا
تھا، کہ میرا باپ جموکا ہے' جو وہ فیصلہ کرے گا بلاشبہ وہ فیصلہ سب سے اہم ہو گا، اور میں اس
فیصلے کے سامنے سر جھکا دوں گی لیکن تمہیں دیکھنے کے بعد، اور آج تم سے گفتگو کرنے کے
بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے میں جموکا سے کچھ، اور کہوں گی، اور شاید جسے وہ پسند نہ
کرے۔

"میں نہیں سمجھا۔ سومی! نہ پسند کرنے والی بات تم نے کیوں کہی؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ جو عظیم مقصد جموکا کے ذہن میں ہے، اور جس کے تحت وہ تجھے استعمال
کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہاری حیثیت کو بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے، اور ان حالات میں جموکا نہیں
چاہے گا کہ کوئی عام لڑکی تمہاری منظور نظر بنے۔"

"لیکن اگر میں خود چاہوں تو؟"

"تو میں نہیں کہہ سکتی کہ اس کا کیا رویہ ہو گا۔ بہرصورت یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔"

"ہاں سومی! یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ میں نے جو تم سے اپنی مدد کیلئے کہا تھا وہ بات
ابھی تک تشنہ ہے۔"

"تم نے مجھے اس بارے میں مزید تفصیلات بتائیں ہی نہیں۔" سومی بولی۔

"ہاں...... سومی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ابھی تک اسی سوچ میں مبتلا ہوں کہ تم بھی مجھ
سے کچھ حدود باقی رکھو۔"

"کیسی حدود؟" سومی نے پوچھا۔

"دیکھو سومی! میں نہیں کہتا کہ یہاں میری حیثیت کسی قیدی کی سی ہے۔ تم لوگوں نے،
اور خاص طور پر جموکا نے، میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ بڑا دوستانہ ہے، اور جو بات تم کہہ
رہی ہو' ظاہر ہے وہ بھی دوستانہ انداز ہی میں ہو گی۔ لیکن میری جگہ کوئی بھی شخص ہو گا تو وہ یہ

ہی خیال کرے گا کہ اس کی حیثیت ایک قیدی کی سی ہے، اور چونکہ اسے کچھ نہیں معلوم لیکن اس کے بارے میں کچھ فیصلے کئے جا رہے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ وہ ان فیصلوں سے، اور اسے مجبور کیا جائے' کہ ان پر عمل ہی کرنا ہوگا' تو بھی سوچو دوستی کیا باقی رہ جاتی ہے؟''

''ٹھیک ہے لیکن میرا خیال ہے کہ جموکا پہلے تمہیں اس بارے میں بتائے گا، اور اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہو سکے گا۔'' سومی بولی۔

''بے شک لیکن اتنے دن تک میں جس الجھن میں رہوں گا۔ وہ مجھے پسند نہیں ہے سومی۔'' میں نے جواب دیا، اور سومی کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اب سے کچھ وقت پہلے کی بات دوسری تھی۔ عادل! اس وقت میرے بدن نے تمہارے بدن کی حرارت محسوس نہیں کی تھی۔ سو میرے اوپر وہ ذمہ داریاں عائد تھیں، جو جموکا نے میرے اوپر عائد کر دی تھیں۔ لیکن اب میں ان ذمہ داریوں سے آزاد ہوں۔ تم نزدیک آ کر جو بات میں نے اپنے دل میں سوچی ہے، اور جس انداز میں میں نے تمہیں خود سے قریب کیا ہے۔ اس کے بعد تم جموکا کے بعد سب سے بڑی شخصیت رکھتے ہو، اور کچھ عرصہ کے بعد شاید جموکا سے بھی بڑی حیثیت' یعنی وہ تمہیں مجبور نہیں کر سکے گا۔ میرے لئے میں تو ایسی حالت میں بے شک جموکا کا راز راز ہی رہے گا۔ لیکن میں تم سے کیوں چھپوں۔''

''میں نہیں سمجھ سکا سومی! تمہاری بات خاصی الجھی ہوئی ہے۔'' میں نے کہا۔

''نہیں عادل! میری بات الجھی ہوئی نہیں ہے۔ میں تو تم سے صاف صاف اس بات کا اظہار کر رہی ہوں کہ اب میں تمہیں اپنی زندگی میں بہت بڑا مقام دے چکی ہوں۔ بات، اور وہ مقصد جس کیلئے جموکا نے تمہیں یہاں بلایا ہے' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تمہاری آمد کی پیشن گوئی کی ہے۔ میرے علم میں ہے۔ مجھے اس کے لیے سختی سے منع کیا گیا تھا، کہ ضرورت سے زیادہ کوئی بات تمہیں نہ بتاؤں' نجانے اس میں جموکا کی کیا مصلحت تھی۔ لیکن اب جبکہ تم نے مجھ سے سوال کیا ہے، اور جس حیثیت سے کیا ہے تو بھلا میں کیسے خاموش رہ سکتی ہوں۔''

''شکریہ سومی! میں تمہارا بیحد شکرگزار رہوں گا۔ تم خود سوچو کہ میری یہ الجھن دور ہونی چاہیے۔ کام جو کچھ بھی ہوگا میرا خیال ہے میں جموکا جیسے آدمی سے انحراف نہیں کر سکوں گا۔''

''کرنا بھی مت عادل! میرا باپ برا آدمی نہیں ہے۔'' سومی نے کہا، اور پھر پرخیال لہجے میں بولی۔'' بات یہ ہے عادل! کہ ہماری بستی ان علاقوں کی سب سے بڑی بستی

تھی۔ دور دور تک پھیلی ہوئی چھوٹے چھوٹے بہت سے حصوں پر مشتمل ہم اس بستی کیلئے زمین کا سینہ چیر کر اناج اگاتے تھے، اور بڑے سکون کی زندگی گزار رہے تھے کہ ہمارے درمیان ایک مصیبت آ گئی۔ ہم دیوی، اور دیوتاؤں کو ماننے والے ہیں، اور کبھی ان سے انحراف نہیں کرتے۔ لیکن وہ چھوٹی دیوی بلاشبہ چھوٹی ہے' تو میں تمہیں تفصیل بتا رہی تھی کہ ہمارا سردار سادہ، اور مخلص سا انسان ہے۔ وہ کسی کو نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتا، اور وہ ہماری بہتری کیلئے ہمیشہ اچھی باتیں سوچتا ہے۔ لیکن پچھلے کچھ دنوں سے اس کی ذہنی حالت اچھی نہیں ہے، اور اس کی بنیاد وہ حالات ہیں، جو ہماری بستیوں میں رونما ہوئے ہیں۔ تھوڑے عرصے پہلے فضاؤں میں پرواز کرنے والے بھاری آوازوں والے جانوروں میں سے ایک جانور ہماری سرزمین پر اتر آیا۔

ہم ان جانوروں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ بس ہم نے انہیں فضاؤں میں دیکھا ہے، اور ہمارے اعلیٰ ترین لوگ ان کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے کہ وہ کیسے جانور ہیں۔ لیکن جب وہ جانور ہماری زمین پر اترا تو ہم سب اسے دیکھنے لگے۔ اس میں چند افراد بیہوش پڑے ہوئے تھے۔ بڑی حیرت ہوئی ہمیں' پہلی بار اس دھات کے بنے ہوئے جانور کو دیکھ کر' تب ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ جدید دنیا کے رہنے والوں کی کوئی سواری ہے، جو خلا میں پرواز کرتی ہے۔ ہمیں جتنی حیرت ہوئی کم ہے۔

بہرصورت ہم نے انسانی ہمدردی کے تحت ان لوگوں کو باہر نکال لیا۔ ان کی تعداد کافی تھی، اور پھر ہم نے انہیں اپنے درمیان رکھا۔ لیکن وہ لوگ ہمارے لئے زیادہ اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ وہ اپنی دنیا سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ اب کسی طور وہاں واپس نہیں جا سکتے' چنانچہ ہم ان کی مدد کریں، اور انہیں ہم اپنے درمیان رہنے کی تھوڑی سی جگہ دے دیں۔ جیسا کہ میں بتا چکی ہوں۔ ہمارا سردار ایک رحم دل انسان ہے۔ اس نے ان لوگوں کیلئے زمین کا ایک ٹکڑا مخصوص کر دیا، اور انہیں ہر سہولت بہم پہنچا دی۔

ابتداء میں وہ لوگ ہمارے ہمدرد رہے، اور ہمارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرتے رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی ذات کو محدود کر لیا، اور وہ جگہ جو ہم نے انہیں رہنے کیلئے دی تھی۔ اس طرح تعمیر کر لی گئی کہ اب ہم اس کے اندر نہیں دیکھ سکتے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ خاصہ بڑا علاقہ ہے وہ' لیکن ہماری نگاہوں سے پوشیدہ' تب انہوں نے ہمارے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی، اور جب اس میں ناکام ہو گئے تو پھر ایک دیوی کا ظہور ہوا۔ ایک خوبصورت دیوی، جو آسمان سے ایک ستارے کی شکل میں زمین پر اتری، اور دیکھنے والوں

نے اسے خود اپنی نگاہوں سے دیکھا۔ لیکن ہماری بستی کے سردار کا خیال ہے کہ وہ بھی ان ہی سفید لوگوں کی اختراع تھی۔

انہوں نے جس طرح اس خدائی سواری میں سفر کیا تھا۔ اسی طرح وہ مصنوعی دیوی آسمان سے ہم لوگوں کے درمیان اتری لیکن دیوی کے اترنے کے بعد ہمارے بے شمار ساتھی اس کے معتقد ہو گئے، اور پھر اس نے ایسے انوکھے کام کیے کہ ہمارے بے شمار ساتھی اس کے جال میں پھنس کر رہ گئے۔ تب اس علاقے کو انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ ہمارے سردار کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سردار کے حامیوں کی تعداد بہت بڑی تھی۔ جو سینہ سپر ہو گئی، اور اس نے ان لوگوں سے جنگ کی۔

جنگ کیلئے بھی انہوں نے وہ ہتھیار استعمال کیے، جو خاصے خطرناک تھے، اور ہم جن سے ناواقف تھے۔ چنانچہ ہمیں شکست ہوئی، اور ہم وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔ اس کے بعد ہم نے یہ بستی آباد کر لی۔ یہ بستی ان لوگوں کی ہے جو سردار کے حامی ہیں، اور دوسری طرف وہ حسین دیوی ہے جو اب اس علاقے پر بلکہ اس قرب و جوار کے تمام علاقے پر حکمران ہے۔ ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ ہماری کھڑی ہوئی فصلوں کو اکھاڑ کر لے جاتے ہیں، اور ہم اپنی زندگی گزارنے کیلئے جو بہتر انتظامات کرتے ہیں، وہ انہیں ملیامیٹ کر کے رکھ دیتے ہیں۔

ان کی خواہش ہے کہ ہم بھی ان کے فرماں بردار ہو جائیں۔ لیکن سردار، اور خود میرا باپ اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میرے باپ کا علم کہتا ہے کہ وہ دیوی جھوٹی ہے۔ عام افسانوں جیسی ایک عورت، اور اس نے ہم پر صرف تسلط جمانے کیلئے یہ ساری کارروائی کی ہے۔ اس کے بعد سے پھر کوئی جنگ تو نہیں ہوئی کیونکہ ہم لوگ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ان سے جنگ کر سکیں۔ لیکن ہمارے سینوں میں لاوا کھول رہا ہے۔ پھر میرے باپ جموکا کو علم ہوا کہ بالآخر ایک ایسا شخص یہاں ضرور آئے گا، جو ہم سب کو ان لوگوں سے نجات دلا دے گا۔

میرے باپ نے اس کا ذکر سردار سے کیا' تو سردار نے مایوسی سے گردن ہلا دی۔ اس نے کہا کہ اب کوئی ایک ایسا شخص پیدا نہیں ہو سکتا جو ان لوگوں کو شکست دے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ اپنی بستی میں محدود ہو جاؤ، اور ان لوگوں کے ظلم و ستم سہتے رہو۔ سردار نے تو کئی بار بددل ہو کر اپنی سرداری چھوڑنے کا اعلان بھی کیا۔ لیکن ہم لوگوں نے قبول نہیں کیا، اور ہم نے سردار سے کہا کہ ہم تو اس کے حامیوں کی حیثیت سے ذلیل و خوار ہوئے ہیں، اور وہ ہمیں چھوڑنا چاہتا ہے۔

تب سردار مجبور ہو گیا۔ لیکن وہ مایوس بھی ہے، اور یہ مایوسی ہم لوگوں کیلئے ایک عجیب سی یفیت اختیار کر گئی ہے۔ ہم کسی طور پر ان لوگوں میں شامل ہونا نہیں چاہتے۔ ہم اس دیوی ے پجاری نہیں بننا چاہتے' جو جھوٹی دیوی ہے۔ لیکن حالات یہ بتا رہے تھے کہ ہمیں اس کیلئے بجور ہونا پڑے گا۔ البتہ میرے باپ جموکا نے کہا کہ سردار کچھ انتظار کرے۔ وہ شخص آ جائے تو ہماری تقدیریں بدلنے والا ہو گا۔ اس کے بعد ہم فیصلہ کر لیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہیں تم سوچو کہ تم ہماری زندگی کیلئے کتنی اہمیت رکھتے ہو۔ ان حالات میں اگر میرے باپ کا لم سچا ہے، اور بے شک تم کچھ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمہاری حیثیت اس پورے لاقے میں نجات دہندہ کی سی ہو گی، اور بھلا سومی جیسی معمولی لڑکی اتنے بڑے نجات دہندہ ی منظورِ نظر کیسے بن سکے گی۔

◆ ◆ ◆

میں سومی کی یہ بات سن کر سوچ میں ڈوب گیا' جو کہانی اس نے سنائی تھی' بلاشبہ دلچسپ تھی۔ وہ کون لوگ تھے، اور کیا کر رہے تھے۔ اس کے بارے میں معلوم ہو ہی جائے گا. ویسے یہ سیدھے سادے لوگ واقعی مصیبت کا شکار تھے۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا، کہ میں ان کیلئے کیا کر سکوں گا۔ میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ بڑی عجیب بات تھی۔ بڑی عجیب کہانی تھی. لیکن جموکا کا علم۔

کیا واقعی اس کے علم میں کوئی سچائی ہے۔ بہر صورت میں یہاں تک پہنچ تو گیا، اور جس انداز میں پہنچا تھا۔ وہ اپنی سوچ کے مطابق بالکل ہی عجیب شکل تھی۔ لیکن ان لوگوں کیلئے پھر ممکن ہے کہ انہیں دھوکا ہوا ہو، اور وہ کوئی، اور شخص ہو جو ان کیلئے نجات دہندہ کی حیثیت رکھتا ہو۔ لیکن اگر انہوں نے مجھے اس کے لیے مجبور کیا تو میں کیا کر سکوں گا۔

پھر میں نے اپنے ذہن کو خود ہی جھٹک دیا۔ حالات میرے لئے جو راستہ متعین کریں گے۔ میں ان سے دور کیسے بھاگ سکتا ہوں۔ یہاں تک آنا بھی میرے بس سے باہر تھا، اس کے بعد جو کچھ ہوگا۔ وہ بھی میری تقدیر ہی کے لکھے ہوئے فیصلے ہوں گے۔ چنانچہ ان فیصلوں سے انحراف بے کار، اور بے مقصد ہے۔ میں نے گردن ہلا دی۔

سومی میری صورت دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر امید وبیم کے آثار تھے۔ پھر اس نے معصوم لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے بتاؤ عادل شاہ! کیا تم واقعی ہماری بستی کے لوگوں کو ان بڑے لوگوں سے نجات دلا دو گے۔"

"میں نہیں جانتا' سومی! لیکن تم جتنی اچھی ہو، اور جموکا نے میرے ساتھ جو اچھا سلوک کیا ہے بلکہ یوں کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اس نے میری زندگی بچائی ہے۔ اس کے تحت میں ہر وہ کام کرنے کیلئے تیار ہوں، جو جموکا چاہے۔ لیکن میں ان لوگوں سے کس طرح نمٹ

سکوں گا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"دیکھو عادل! میرا باپ بڑا علم والا ہے۔ پوری بستی کے لوگ اس بات کو مانتے ہیں بلکہ وہ بھی مانتے ہیں، جو ہمیں چھوڑ کر سفید دیوی کے پجاریوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ انہیں صرف خوف تھا تو بس جموکا کا' اگر جموکا ان لوگوں میں شامل ہو جاتا تو یقین کرو پھر اس بستی کا ایک بھی آدمی ایسا نہ ہوتا جو خوبصورت دیوی کا پجاری نہ ہوتا۔ لیکن میرے باپ نے اختلاف کیا، اور یوں کیا کہ اس کے خیال کے مطابق دیوی جھوٹی تھی۔ اگر دیوی سچی ہوتی تو میرا باپ بھی ان لوگوں میں شامل ہونا فخر سمجھتا۔ سو اگر اس نے پیشن گوئی کی کہ تم آؤ گے، اور ہمیں اس سے نجات دلاؤ گے تو تم اس بات کا یقین کر لو کہ یہ پیشن گوئی سو فیصدی درست ثابت ہوگی کیونکہ تم آ گئے ہو۔"

"میں نے کہا نہ کہ میں جموکا سے انحراف نہیں کروں گا۔ ہاں اگر میں کامیاب ہو گیا تو مجھے بے انتہاء مسرت ہوگی، اور اس کے بعد پھر میں جموکا سے تمہیں مانگ لوں گا۔ سومی کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی، اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میرے باپ نے میرے بارے میں پیشن گوئی نہیں کی یا پھر اس نے میری لکیریں ہی نہیں دیکھیں۔ اسے یہ بات معلوم نہ ہوگی کہ مجھے بھی یعنی اس کی بیٹی کو بھی اتنا بڑا منصب مل جائے گا کہ وہ اس کی عورت ہوگی جو اس بستی کا نجات دہندہ ہوگا۔ آہ..... عادل! میں کتنی خوش ہوں۔" وہ پھر میرے سینے سے لپٹ گئی، اور چاند آہستہ آہستہ اپنے راستے پر سفر کرتا رہا۔

پھر جب روشنی ماند پڑی تو سومی میرے سینے سے الگ ہو گئی۔ "اب ہم واپس چلیں عادل صبح ہونے والی ہے۔"

"ہاں' سومی...... لیکن مجھے شدت سے دوسری رات کا انتظار رہے گا۔ تم آؤ گی ناں؟"

"اب تو میں خود بھی ایک ایک لمحہ گن گن کر گزاروں گی۔ عادل! بھلا تمہارے پاس آئے بغیر مجھے چین کہاں ملے گا۔ سومی نے اٹھتے ہوئے کہا، اور پھر ہم دونوں واپس غار میں آ گئے۔ جہاں سومی نے مجھے چھوڑا، اور پھر غار کے دروازے کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔

"اچھا شاہ عادل میں چلتی ہوں۔" دن میں آنے کیلئے میں تم سے وعدہ نہیں کر سکتی ہوں۔ اگر بابا نے بھیجا تو ضرور آؤں گی۔ لیکن رات کی آزادی ہے۔ تم بھی بابا سے اسی بات کا اظہار کرنا۔ رات کی ہوا خوری کر کے طبیعت کو فرحت محسوس ہوئی تاکہ وہ مجھے روزانہ تمہاری تیمارداری کرنے کی اجازت دے دے۔ دن کی روشنی میں تو ابھی اس وقت تک تمہارا

نکلنا مناسب نہیں ہے۔ جب تک بابا تمہیں سردار کے سامنے لے جانے کا فیصلہ نہ کرے۔''

'' ٹھیک ہے سومی! تم بے فکر رہو۔ میں پوری پوری کوشش کروں گا، اور اب تو میں بھی تمہارے بغیر سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔'' میں نے جواب دیا، اور وہ مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے احساسات میں بڑا سکون محسوس کیا۔ میں نے سوچ لیا تھا، کہ میں تہذیب کی دنیا سے کٹ گیا ہوں۔ لیکن معصوم لوگوں کی یہ بستی بھی بری نہیں ہے، اور یہ وحشی جنہیں وحشی کہنا اب ان کے ساتھ ناانصافی ہوگی' اتنے برے نہیں ہیں کہ ان کے درمیان رہنے کے سلسلے میں خوف کھایا جائے۔ جہاں تک رہا ان لوگوں کی مدد کا تعلق تو کیا حرج ہے۔ میں جو کچھ ان کیلئے کرسکتا ہوں' ضرور کروں گا۔ کم از کم زندگی کا کوئی مقصد تو ہوگا۔ اگر اس سلسلے میں کام آ گیا تو اس سے بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ یوں بھی میری زندگی کیلئے رونے والا کون ہے۔

سو اس روز جموکا مجھے نہ ملا۔ البتہ سومی حسب معمول آ گئی، اور رات بھی چاندنی رات تھی، اور چاند کی شہزادی میرے سامنے مسرت سے رقص کر رہی تھی۔ سبزہ زار پر اس کے تھرکتے ہوئے قدم ایک وحشیانہ رقص پیش کر رہے تھے، اور میں اس کے رنگ رنگ سے ٹپکتی ہوئی مستی میں ڈوب گیا تھا۔ فضا کی مسحور کن خوشبو مجھے ہوش وحواس سے بیگانہ کر رہی تھی۔ جب سومی کا بدن پسینے میں ڈوب گیا۔ اس کا انگ انگ تھک گیا تو وہ میری آغوش میں آ پڑی، اور میں نے اسے خود میں سمیٹ لیا۔ یوں کئی راتیں گزر گئیں۔ یہاں تک کہ جموکا نے محسوس کیا کہ اب میں بالکل چاک و چوبند، اور ٹھیک ہو گیا ہوں۔

تب وہ ایک دن میرے پاس پہنچ گیا۔ دن کا وقت تھا۔ جموکا کے چہرے پر بے حد سنجیدگی کے آثار تھے۔ اس نے مجھ سے کچھ اس انداز میں گفتگو شروع کی کہ میں متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

'' ذہانت کی وادیوں سے آنے والے میں شاید تجھے بتا چکا ہوں کہ مجھے تیرا انتظار تھا، اور ہم پہاڑوں کے رہنے والوں کے پاس کچھ علوم ایسے ہوتے ہیں، جن کے سہارے ہم اپنی زندگی بسر کر لیتے ہیں، اور بلاشبہ ہمارے مسائل اتنے اہم، اور پیچیدہ نہیں جتنے تمہاری دنیا کے مسائل ہوتے ہیں۔ کیونکہ تمہارا واسطہ ان تمام تر ذہین لوگوں سے پڑتا ہے جو کہ تم جیسے ہوتے ہیں۔ لیکن تم خود سوچو کہ تم جیسے ذہین لوگ اگر ہم سادہ لوگوں کو اپنا غلام بنا کر ہماری روایات کو قتل کرنے کے درپے ہو جائیں تو کیا ہمارا دکھ یقینی نہیں ہے؟ مجھے اس بات کا جواب دو۔''

'' تم ٹھیک کہتے ہو جموکا' بلاشبہ تم معصوم ہو، اور تمہاری بستی سکون کی بستی ہے۔''

'' ہماری بستی سکون کی بستی تھی' ہے نہیں'' کیونکہ تمہاری تہذیب، اور تمہاری دنیا سے آنے والوں نے ہمارا سکون ہم سے چھین لیا ہے۔ ہم ان پہاڑوں میں پرسکون، اور خاموش زندگی بسر کرنے کے عادی اگر تمہاری ہوس کا شکار ہو جائیں تو سوچو کیا ہمارے ساتھ انصاف ہے؟''

'' ہرگز نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

'' تو پھر بتاؤ ہم تمہاری اس ذہانت کو کہاں سے لائیں کہ تم سے مقابلہ کریں؟''

'' میں جاننا چاہتا ہوں جموکا کہ تمہیں کس نے تکلیف پہنچائی ہے، اور کیا تکلیف پہنچی ہے تمہیں؟''

'' بات یوں ہے کہ ہم نے تم جیسے کچھ لوگوں کو سہارا دیا۔ اس اچھے خیال کے تحت کہ بہرصورت تم تمدن کی دنیا سے آئے ہو۔ ہمارے ہی جیسے انسان، اور انسانوں کی مدد کرنا اچھی بات ہے۔ کیونکہ یہ اصول انسانیت ہے۔ لیکن اگر ہم تمہیں اپنے سینے پر بٹھائیں، اور تم ہمارے سینے میں سوراخ کرنے لگو تو کیا یہ بات جائز ہے۔''

'' ہرگز نہیں۔''

'' لیکن ایسا ہوا ہے۔ ہم دادرسی چاہتے ہیں۔ ہم تمہارے سامنے فریاد کر رہے ہیں۔ اس لئے، اور اس تصور کے ساتھ کہ تمہاری ذہانت ان کی ذہانت سے ٹکرا سکتی ہے۔ ہم شانہ بشانہ تمہارے ساتھ رہیں گے لیکن تم ان کے خلاف ہماری مدد کرو، اور اگر تم بھی انسانیت کے باغی ہو تو ہمیں صاف جواب دے دو۔ ہاں ہم یہ درخواست تم سے ضرور کریں گے کہ کہیں تم ان میں نہ جا ملنا، اور ان کے ساتھ مل کر ہمیں ہی تباہ کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ ہم تم سے خوف کھائے ہوئے لوگ ہیں۔''

جموکا کے لہجے میں ایسی مایوسی، اور ایسی بے چارگی تھی کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ تب میں نے جموکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

'' جموکا میرے دوست! بلاشبہ جس طرح تمہاری دنیا میں اچھے، اور برے لوگ ہیں۔ اسی طرح ہماری دنیا میں بھی ہیں۔ بیشک تمہارے مسائل محدود ہیں' لیکن اس کے باوجود تم اپنے مسائل رکھتے ہو، اور ان مسائل کو پیدا کرنے والا بھی تم ہی میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا۔ اسی طرح تمدن کی دنیا میں بھی اچھے، اور برے ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی انسانیت کا وجود ہے، اور ہم بھی اچھے لوگوں کی مانند زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ برے لوگوں نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے تو یقین کرو میں اس میں شامل نہیں ہوں۔''

’’ بے شک تم اس میں شامل نہیں ہو، اور مجھے اس سلسلے میں کوئی یقین دلانے کی کوشش مت کرو‘ کیونکہ میں اپنے علم کے ذریعے اس بات سے واقف ہوں لیکن اپنی درخواست تم تک پہنچانے کیلئے ایک مؤثر ذریعہ یہی اختیار کیا جا سکتا تھا، کہ میں اپنے، اور ان کے بارے میں بتاؤں، اور اس کے بعد تمہاری مدد طلب کروں۔‘‘

جموکا میں ایک بے وسیلہ آدمی ہوں۔ تم جانتے ہو کہ تم مجھے سمندر سے نکال کر لائے تھے، اور میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ میں اپنی قوت سے کام لے کر تمہاری مدد کر سکوں لیکن اس کے باوجود اگر تمہارا علم یہ کہتا ہے کہ میں تمہاری مدد کرنے کے قابل ہوں، اور تم یہ محسوس کرتے ہو کہ میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں تو میں پورے خلوص، اور اعتماد کے ساتھ انسانیت کے واسطے کے تحت تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تمہارے لئے کر سکتا ہوں‘ ضرور کروں گا‘ رہی ان لوگوں میں شامل ہونے کی بات تو یقین کرو جموکا! تم نے میرے ساتھ جو اچھا سلوک کیا ہے۔ تم نے جس انداز میں میری زندگی بچائی ہے۔ اس کے صلے کے طور پر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں کبھی ان لوگوں کا ہمنوا نہیں بنوں گا۔ جنہوں نے تمہیں غلام بنانے کی کوشش کی ہے۔‘‘

’’ آہ میرے دوست تمہاری یہ یقین دہانی میرے لئے زندگی کی علامت ہے۔ میرا سردار تم سے مل کر یقینی طور پر یہ بات سوچے گا کہ تم ہمارے نہیں ہو سکتے لیکن میں اپنے علم کی روشنی میں اپنی علم کی پوری پوری قوت، اور اس کے حوالے سے اسے یہ بتا باور کرائی کہ تم ہمارے ساتھی ہو، اور یقیناً ہماری مدد کرو گے‘ تو اب میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے سردار کے پاس لے چلوں۔ بولو کیا تم میرے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہو؟‘‘

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے جموکا! تم جب، اور جس وقت کہو میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میں نے جواب دیا، اور جموکا کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

’’بس تب پھر تیاریاں کر کے کل تمہارے ساتھ سردار کی جانب روانہ ہو جاؤں گا۔‘‘ جموکا نے کہا، اور پھر وہ مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔

’’ یہ رات سومی کے ساتھ آخری رات تھی۔ جب وہ میرے پاس آئی تو اس کے چہرے پر بھی گہرے رنج وغم کے تاثرات تھے۔ آج وہ ہمیشہ کی طرح مسکرا نہیں رہی تھی۔ میرے نزدیک آ کر اس نے میرے سینے سے سر لگا دیا۔‘‘، اور کہنے لگی۔

’’ تو اب تم چلے جاؤ گے عادل شاہ؟‘‘

’’ ہاں‘ سومی لیکن تم اداس کیوں ہو؟‘‘

’’ تمہاری وجہ سے۔‘‘ اس نے جواب دیا۔

’’ لیکن میں تو تمہارے ہی کام سے جا رہا ہوں‘ واپس آ جاؤں گا۔ اس میں اداس ہونے کی کیا بات ہے؟‘‘

’’ ہاں عادل شاہ! مجھے اداس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میری یہ اداسی ایک طرح کی خودغرضی ہے۔ تم باہر کی دنیا سے آنے والے ہمارے لئے ایک ایسا کام کر رہے ہو جس میں تمہاری زندگی بھی خطرات میں پڑ سکتی ہے، اور تمہیں بے شمار مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس لئے ہمیں صرف تمہارا شکر گزار ہونا چاہیے کہ تم ہمارے اس کام کیلئے آمادہ ہو گئے لیکن عادل شاہ! دل کے معاملات کچھ، اور ہوتے ہیں۔ دل کی طلب بعض اوقات خودغرضی کی حدوں تک پہنچا دیتی ہے، اور وہی کیفیت اس وقت میری ہے۔‘‘ سومی نے جواب دیا۔

میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

’’ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں سومی! میں اپنا کام کر کے جلد واپس لوٹ آؤں گا، اور سومی اس کے بعد میں اپنی باقی زندگی یہیں تمہارے ساتھ گزار دوں گا۔ سچ سومی! تمہاری قربت میں‘ میں اپنی پچھلی زندگی کو بھول چکا ہوں، اور اب میں خود کو تمہیں میں سے ایک پاتا ہوں۔ تم بالکل فکرمند مت ہو۔ اگر تم اداس ہو جاؤ گی تو میں سکون کے ساتھ اپنا کام نہیں کر سکوں گا۔ تم ہمیشہ مجھے یاد آتی رہو گی، اور میرا دل تمہارے لئے پریشان رہے گا۔‘‘

’’ نہیں عادل شاہ! تم ایسا مت کرنا۔ میں تو عورت ہوں، اور عورت کمزور ہوتی ہے۔ بہرصورت کہیں بھی مصروف ہو جاؤ۔ مجھے بھولنا نہیں۔‘‘، اور میں نے سومی کو یقین دلایا کہ وہ اب میرے ذہن سے محو نہیں ہو سکے گی، اور اس وقت میں اپنے اس قول میں صادق تھا۔ لیکن حالات ہمیشہ وہ کرتے ہیں، جو انسان کے ذہن کے گوشوں سے دور کی بات ہوتی ہے۔ رات بھر سومی حسب معمول میرے ساتھ رہی۔ میں کوشش کے باوجود بھی اس کی ذہنی کیفیت بحال نہیں کر سکا تھا۔ پھر وہ دیوانہ وار مجھے چومتی ہوئی مجھ سے رخصت ہوئی تھی۔ اس نے سورج کی روشنی کو بہت برا بھلا کہا تھا۔ ہر چیز سے لڑنے والا انداز تھا، اور میں اس کی اس کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ دن کی روشنی میں جموکا دس افراد کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا اور یہ دس افراد حیران تھے۔ یقیناً انہیں میرے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ تب جموکا غار کے اندر آیا، اور میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ وحشیوں نے مجھے سلامتی دی۔ وہ مجھ سے خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ میں پرانے سپاہ گری کے اصولوں سے ناواقف تھا‘ مگر میں خوفزدہ تو کسی چیز سے نہیں ہوتا تھا۔ لیکن بہرصورت ان سارے معاملات میں ناواقفیت سے مجھے جھجک

سی محسوس ہورہی تھی۔

بہرحال میں جموکا کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا، اور اس حسین ماحول کو دیکھتا
ہوا آگے بڑھتا رہا۔ جموکا، اور اس کے ساتھی خاموش تھے۔ جموکا کا گھوڑا میرے گھوڑے کے
برابر چل رہا تھا، اور اس کے ساتھی پیچھے تھے۔ راستے میں جموکا نے مجھ سے کہا'' ایک بات
بتاؤ دوست۔''

'' ہاں۔''

'' کیا تم فنون سپہ گری سے واقف ہو؟'' میرا مطلب ہے کسی جنگ میں بغیر کسی ڈر
سے لڑ سکتے ہو؟''

'' نہیں جموکا' میں جنگ وجدل سے ناواقف ہوں لیکن خوفزدہ نہیں ہوتا۔''

'' خیر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سردار تمہیں تربیت بھی دے سکتا ہے۔'' جموکا نے
کہا، اور خاموش ہو گیا۔

میری زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا، اور بعض اوقات تو خود پر ہنسی آتی
تھی۔ شاعر کی اولاد کہاں آ پھنسی تھی۔ بھلا میں ان ایڈونچر کے قابل تھا۔ میں اپنے آپ
سوچتا تو مجھے ہنسی آنے لگتی تھی۔ لیکن تقدیر بعض اوقات ایسے ایسے گل کھلاتی ہے کہ انسان
کے علاوہ، اور کچھ کر نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک اچھا خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد بالآخر ہم ایک
بستی کے نزدیک پہنچ گئے جو اس بستی سے زیادہ بہتر تھی۔ پہاڑوں کے درمیان اونچے اونچے
جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ بڑے چھوٹے، اور بلندی سے دیکھنے پر کافی خوبصورت نظر
آتے تھے۔ بلندی پر ہمیں بستی کے محافظ ملے، جو جموکا کو پہچان کر سجدے میں گر پڑے۔
ان کا اظہار عقیدت تھا۔

جموکا ان گرے ہوئے لوگوں کے درمیان سے اپنا گھوڑا گزارتا ہوا بالآخر بستی میں داخل
ہو گیا، اور چند ساعت کے بعد وہ ایک بڑے جھونپڑے کے سامنے کھڑا تھا۔ جھونپڑے کے
سامنے کھڑے ہوئے وحشی بھی اس کے سامنے اسی انداز میں سربسجود ہو گئے تھے۔ تب جموکا
نے بھاری آواز میں کہا۔

'' میں سردار شیلا سے ملنے آیا ہوں۔ اسے میری آمد کی اطلاع دو، اور گرے ہوئے
لوگ اٹھ کر بڑے جھونپڑے میں داخل ہو گئے۔ چند ساعت کے بعد ہی ایک بھاری بھرکم
اور چہرے سے ذہین نظر آنے والا طویل القامت شخص بڑے جھونپڑے کے دروازے پر
وہ لوگ جو اسے بلانے گئے تھے اس کے پیچھے تھے۔

'' آہا'' بھاری بدن والے آدمی کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ جب ان لوگوں نے بتایا کہ
مدبر جموکا آیا ہے تو مجھے یقین نہیں آیا۔ لیکن میری آنکھوں نے تجھے دیکھ لیا ہے۔ جموکا میرا
سلام قبول کر۔

جموکا گھوڑے سے نیچے اتر آیا، اور میں نے اپنے گھوڑے کی پشت چھوڑ دی۔

'' میرے ساتھ آ عظیم مدبر'' میرا جھونپڑا تیرے قدموں کی برکت سے منور ہونا چاہتا
ہے۔''

'' آؤ..... آبونا...... جموکا نے مجھے ایک نئے نام سے مخاطب کیا، اور سردار شیلا پہلی بار
میری طرف متوجہ ہوا۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا، اور میں نے محسوس کیا کہ
وحشیوں کی بستی میں رہنے والے اس شخص کے دیکھنے کے انداز میں خاصی گہرائی، اور ذہانت
ہے۔ گویا وہ ذہنوں میں اترنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔'' تب اس نے آگے بڑھتے ہوئے
جموکا سے پوچھا۔

'' تیرے ساتھ یہ کون ہے' عظیم مدبر؟ میں نے پہلے اسے ان بستیوں میں نہیں دیکھا۔
کیا میں ان کے بارے میں جان سکتا ہوں؟''

'' یوں سمجھ سردار شیلا! کہ میں اسی کی وجہ سے اس وقت تیرے پاس آیا ہوں۔ لیکن اندر
چل' پہلے ہمارے لئے نشست کا بندوبست کر، اور اس کے بعد میں تجھے اس کے بارے میں
تفصیل سے بتاؤں گا۔'' جموکا نے کہا۔

اور سردار نے گردن جھکا دی۔

'' میں جانتا ہوں عظیم جموکا کہ تو جب بھی آتا ہے، میرے لئے اہم خبر لاتا ہے' تو یقیناً
ایسی ہی کوئی بات ہوگی' اور میں نے یقین کر لیا ہے۔ اس پر وہ آگے بڑھتا ہوا جھونپڑے
کے اندرونی حصے میں پہنچ گیا۔ جہاں بیٹھنے کیلئے نشستیں بنائی گئی تھیں، اور پھر اس نے جموکا کو
بیٹھنے کی پیشکش کی۔ جموکا پتھر کی چٹان پر جس پر کھال منڈھ کر اسے بیٹھنے کے قابل بنا دیا گیا
تھا' بیٹھ گیا۔ اس کے نزدیک ہی میں بھی بیٹھ گیا، اور ہم سے تھوڑے ہی فاصلے پر سردار شیلا'
تب سردار شیلا نے تالیاں بجائیں، اور ایک دیوقامت شخص اندر داخل ہو گیا۔''

'' حد برادر اس کے مہمان کیلئے دودھ، اور پھل لے آ' سردار نے حکم دیا، اور وہ شخص
باہر نکل گیا۔ تب سردار جموکا کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس دوران اس نے کئی بار میری صورت
بھی غور سے دیکھی تھی۔

'' میں اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہوں عظیم جموکا۔'' شیلا میری جانب

دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ آبونا ہے...... وہ جو دو قوموں کو نجات دلاتے ہیں، اور میں نے پیشگوئی کی تھی۔"

سردار شیلا شاید تجھے یاد ہو کہ وہ وقت دور نہیں ہے۔ جب ہم ان چالاک لوگوں کے پنجے سے آزاد ہو جائیں گے' یعنی ہم انہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے۔ جنہوں نے قبضہ کیا ہماری بستیوں پر، اور بنا لیا ہے' ہمارے لوگوں کو غلام' لیکن لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ چنانچہ سفید فاموں کے لوہے کو کاٹنے کیلئے میں نے آبونا کا بندوبست کیا، اور تو دیکھے گا کہ یہ ہماری بستیوں کو ان سے آزاد کراوے گا۔" جموکا نے بھاری لہجے میں کہا۔

، اور سردار شیلا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ چند ساعت وہ گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے مجھے دیکھا، اور اس کے بعد جموکا کو۔

"لیکن عظیم جموکا تو کیا اب بھی ایسا کوئی خطرہ لینے کیلئے تیار ہے؟ کیا تو اب بھی بھروسے کی بات کرتا ہے۔ پہلے یہ سوچ کہ یہ کون ہے؟، اور میں نے جو کہا تھا' وہ غلط تو نہیں تھا، کہ میں نے اس سے پہلے کبھی اسے ان بستیوں میں نہیں دیکھا۔ لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا تعلق بھی انہی لوگوں سے ہو، اور یہ ہمیں آخری ضرب لگانے کیلئے آیا ہو' یعنی ہماری یہ بستیاں جو ان لوگوں کے چنگل سے بچ گئی ہیں۔ ان کی نگاہوں میں چبھتی ہوں، اور بالآخر وہ ہمیں بھی اپنا غلام بنانے کیلئے کوئی کارروائی کر رہے ہوں۔"

" جموکا کی آنکھوں میں ایک لمحہ کیلئے سرخی نظر آئی۔ اس نے گہری نگاہوں سے سردار شیلا کو دیکھا"، اور بولا۔

"سردار شیلا تیرے خیال میں جموکا کی قوتیں سوچکی ہیں۔ کیا اب تجھے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ تیرا ڈچ ڈاکٹر اب اپنے علم سے ناکارہ ہو گیا ہے۔ کیا اب وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اگر ایسی بات ہے شیلا تو پھر بہتر ہے کہ میں بھی تیری اس بستی کو چھوڑ دوں' کیونکہ میں کسی پر بوجھ بن کر رہنا نہیں چاہتا' تو نے اس تشویش کا اظہار کر کے میرے علم کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے، اور میں اس کوشش کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تجھے میرے اس فعل پر کوئی شک ہے تو مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے اپنی بستی سے یہاں تک کا سفر کیوں طے کیا۔ لیکن یہ اچھا ہی ہو گیا مجھے معلوم تو ہوا کہ اب سردار شیلا، اور دوسرے لوگوں کی نظر میں میری کیا وقعت ہے۔ گویا میری باتوں کو بے علم سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے اجازت دیں۔" جموکا کھڑا ہو گیا' اور سردار شیلا کا چہرہ خوف سے تاریک ہو گیا۔

"نہیں...... نہیں' عظیم جموکا نہیں۔ میں نے تیرے علم پر تیری لازوال ذات پر کوئی

نہیں کیا' تو جانتا ہے کہ میں شک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" ہاں' میری الجھنیں، نی بستیوں سے میری محبت مجھے قدم قدم پر محتاط رہنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ یہ شخص اگر ہم ے کوئی ہوتا تو یقین کر عظیم جموکا کہ اس بارے میں سوچنا بھی پسند نہیں کرتا۔ لیکن بس ں کی تلخیوں نے مجھے اتنی سی بات کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہاں تو اس بات کو دل سے جانتا کہ میں ان بستیوں کا وفادار ہوں۔ میں ان مرنے والوں میں سے ہوں جو اپنی سرزمین پر بان ہو جاتے ہیں، اور عظیم جموکا تو میری ذات پر اگر ایسا شک کرے تو یہ میرے لئے موت مقام ہے۔ اگر تو کہتا ہے تو بے شک یہ شخص وہی ہو گا، جو تو نے کہا، اور اگر تیری یہ ہی ہش ہے کہ میں اس پر اعتماد کر لوں تو جا میں نے اس پر اعتماد کیا۔" سردار شیلا نے کہا، اور کا کی آنکھوں میں غصے کے تاثرات کچھ کم ہو گئے۔

"یہ بات تو بھی جانتا ہے۔ سردار شیلا کہ جموکا نے بھی ہمیشہ خود کو بستیوں کیلئے مصروف ما ہے، اور اس کی ہمیشہ یہ ہی خواہش رہی کہ بستی والے سکون و اطمینان کی زندگی گزاریں۔ لیے اس نے اپنے علم میں اس شخص کو تلاش کیا، اور بالآخر ڈھونڈ نکالا اس کو تو میں اس کے لئے کوئی سفارش لے کر نہیں آیا' کیونکہ وہ کام جو اسے انجام دینا ہے۔ اس کا نہیں بلکہ ہمارا ہے' تو سن سردار شیلا میرے کہنے سے نہیں بلکہ ایک ٹھوس جان کر اس سے تعاون کر، اور اس کی توں پر عمل کر، اور میں اپنے علم کے سہارے تجھ سے کہتا ہوں کہ یوں سمجھ لے کہ بستیوں کی بجات کا وقت قریب آ گیا ہے۔" سردار نے گردن جھکا دی۔ جموکا نے میری جانب دیکھا، در کہنے لگا۔

"عظیم آبونا! میں نے اپنے علم کے سہارے جو فرض تجھے سونپا ہے مجھے امید ہے کہ تو اس کی ادائیگی کیلئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دے گا، اور میری لاج رکھ لے گا۔"

میں نے آگے بڑھ کر جموکا کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ٹھیک ہے جموکا' تم بالکل بے فکر رہو۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ وہ ضرور پورا کروں گا۔"

"مجھے یقین ہے' میرے دوست! تم ہمارے لئے نجات دہندہ ثابت ہو گے۔ جموکا نے کہا، اور پھر وہ لوگ اندر آ گئے، جنہیں سردار نے دودھ، اور پھل کیلئے بھیجا تھا۔ کئی آدمی تھے' جو طرح طرح کی چیزیں اٹھائے ہوئے تھے۔ جنگلی پھل، اور دودھ سے ہماری تواضع کی گئی۔ جموکا نے مختصر سا کھایا، اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو جانتا ہے سردار شیلا کہ میں اپنے علم میں مست رہنے والا آدمی ہوں۔ اگر بستی کا کام میرے سپرد نہ ہوتا تو مجھے کہاں فرصت کہ میں سفر کروں، اور اپنے علم کی جگہ سے دور

رہوں۔ چنانچہ میں چلتا ہوں، اور ہاں میری یہ امانت تیرے سپرد ہے۔ اس کی بہتری کیلئے
کچھ بھی ہو سکے کرنا، اور شکایت نہ ہونے پائے اسے تم سے کہ بعد میں تم محسوس کرو
جموکا کا علم لافانی تھا' لافانی ہے، اور لافانی رہے گا۔ جموکا جھونپڑے سے باہر نکل گیا۔
جھونپڑے کے دروازے تک اسے چھوڑنے گیا تھا، اور پھر واپس آ گیا۔ لیکن اس کے چہرے
پر الجھن کے آثار بدستور تھے۔ تب اس نے میری آنکھوں میں دیکھا، اور پھر اس کے ہونٹوں
پر مصنوعی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تیری اصلیت سے واقف نہیں ہوں۔ آبونا، اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ تو
کس طرح ان لوگوں سے مقابلہ کرے گا' جو بے پناہ ذہانت رکھتے ہیں، اور جنہوں نے ہماری
بستیوں پر قبضہ کر رکھا ہے، اور یوں لگتا ہے کہ تم بھی انہی میں سے ایک ہو۔ لیکن جموکا نے
اور ہمیں ماننا پڑا کہ وہ صدیوں سے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ ہمارا محافظ رہا ہے۔ لیکن
ان باتوں کو چھوڑو، اور مجھے بتاؤ کہ ابتدائی طور پر میں تیرے لئے کیا کروں؟"

ہاں یوں سوچ کہ میں ایک محتاط آدمی ہوں۔ بے اعتماد اٹھ گیا ہے۔ ہم نے انہیں
دی، اور وہ ہم پر ہی قابض ہو گئے، اور پھر تم اسی شکل میں آئے جو نجانے کیوں میرا دل
ساری باتیں تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن جموکا کے ذریعے بستیوں کا اختتام ہے تو پھر ٹھیک ہے
سہی۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے اس الجھے ہوئے انسان کو دیکھا۔ بڑا عجیب سا احساس
ہوتا تھا۔ وحشیوں کا یہ سردار خاصی عمدہ شخصیت کا مالک تھا۔ حالانکہ ان میں سے ایسے شخص
تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ تب میں نے مسکرا
ہوئے اس سے اس کی زبان میں کہا۔

سردار شیلا میں تمہاری اس الجھن سے اختلاف نہیں رکھتا۔ تم جن حالات کا شکار ہوئے
ہو۔ بلاشبہ اس کے بعد تمہیں احتیاط کرنی ہی چاہیے لیکن ہر انسان ایک جیسا نہیں ہوتا
ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بات کو تمہارا دل تسلیم کرے یا نہ کرے، رہی جموکا کی بات
سنو وہ باعلم آدمی اگر کوئی پیشن گوئی کرتا ہے تو میں اس کے بارے میں تمہیں اتنا بتا دوں کہ
تو میں اس کے علم کی پیداوار ہوں، اور نہ ہی اس کا غلام' گویا میں انحراف بھی کر سکتا ہوں
جموکا سے جبکہ تم نہیں کر سکتے' تو کیوں نہ ہم لوگ کچھ ایسی باتیں کر لیں، جو صاف
ہوں، اور تمہاری ذہنی الجھن کو ختم کرنے کا باعث بن جائیں۔"

"بیٹھو بیٹھو آبونا! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ سردار شیلا نے مجھے نشست کی طرف

کے کہا، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بیٹھ گیا۔"

"میں تمہارا مقصد جاننے کا خواہش مند ہوں سردار شیلا بولا۔"

"میں نے تم سے ایک صاف بات کہی ہے۔ میں جن حالات کے ذریعے تمہاری بستی
میں پہنچا ہوں اس میں میرے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ میں یہاں آیا لیکن جموکا نے کہا کہ اس
علم مجھے یہاں لایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ علم کیا صداقت رکھتا ہے۔ بہرصورت میں اس
لئے تیار ہو گیا۔ میں جنگ و جدل سے واقف نہیں ہوں، اور نا ہی میں یہاں کے حالات
جانتا ہوں۔ بڑی مشکل سے میں نے تو لوگوں کی زبان سیکھی ہے، اور اس سلسلے میں بھی جموکا
نے میری مدد کی۔ اب اگر تم اس بات پر الجھن کا شکار ہو کہ میں کہیں تم لوگوں کو نقصان نہ
پہنچا دوں تو میری پیشکش ہے کہ تم جموکا کی بات پر عمل نہ کرو، اور مجھے ان جگہوں تک پہنچانے
کا بندوبست کر دو۔ جہاں سے میں اپنی دنیا میں واپس چلا جاؤں۔ مجھے نا تو تمہاری ان
بستیوں سے دلچسپی ہے' نہ تمہارے ان مسائل سے میں تو حالات کے تحت یہاں آ گیا ہوں،
اور اب اگر تم مجھے یہاں سے نکالنے میں میری مدد کرو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

شیلا کے چہرے پر سخت پریشانی کے آثار پھیل گئے تھے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے
ہوئے کہا۔

"بہرحال یہ تمہارے سوچنے کی بات ہے۔ شیلا میں خود اپنی کسی غرض سے تمہارے
درمیان نہیں آیا۔ جموکا سے میں نے ایک وعدہ کیا ہے، اور چونکہ اس نے مجھ سے آس لگائی
تھی اس لئے میں نے اسے پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں اس سلسلے میں کوشش کروں گا۔
اگر تمہارے لئے کچھ کر سکا تو مجھے خوشی ہو گی لیکن اسی شرط پر کہ تم مجھ سے بھرپور تعاون کرو
گے۔ اگر تم مجھ سے تعاون نہ کرنا چاہو تو بہتر یہ ہی ہے کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو' کیونکہ
میں کوئی خطرہ مول لینے سے پہلے یہ جان لینا چاہتا ہوں کہ جس کیلئے میں خطرہ مول لے رہا
ہوں۔ وہ بھی مجھ سے متفق ہے یا نہیں۔" میری اس صاف صاف گفتگو نے شیلا پر کافی اثر کیا،
اور اس کے چہرے پر کسی قدر نرمی کے آثار پھیل گئے۔

"ہاں میرے دوست میں جانتا ہوں۔ اگر جموکا کا علم درست کہتا ہے تو بے شک تم
صرف ہماری مدد کرنے والوں میں سے ہو۔ بہرصورت میں تمہیں اپنی بستی میں خوش آمدید کہتا
ہوں۔ تم تھوڑی دیر یہاں قیام کرو اس وقت تک میں تمہارے لئے قیام کا بندوبست کر کے
آتا ہوں۔" شیلا نے کہا، اور باہر نکل گیا۔

میں شیلا کی اس جھونپڑی میں نشست گاہ پر بیٹھا بیٹھا ان سارے معاملات کے بارے

میں سوچنے لگا۔ کبھی کبھی تو ذہن بری طرح الجھ جاتا، اور میں سوچتا تھا، کہ آخر میں ان ہنگاموں
میں کیوں پھنس رہا ہوں۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ وحشیوں کے اس گروہ کیلئے اپنی زندگی خطرے
میں ڈالوں، جن لوگوں نے ان پر قبضہ کیا ہے ظاہر ہے وہ بھی کچھ نہ کچھ تو ہوں گے ہی۔
ممکن ہی نہیں ہے کہ میں ان سب سے زیادہ ذہین ہوں، اور ان کے مقابلے میں آ کر انہیں
نقصان پہنچا سکوں۔ ممکن ہے خود میری زندگی اس سلسلے میں کام آ جائے۔ لیکن مجھے اس سے
فائدہ؟ میں نے سوچا، اور اس سلسلے میں بھی میں نے سردار سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
سردار کافی دیر کے بعد واپس آیا تھا۔ آنے کے بعد اس نے خاصے بدلے ہوئے انداز میں
مجھ سے کہا۔

''آؤ...... آبونا! میں تمہارے لیے رہائش کا بندوبست کر آیا ہوں۔ میں نے تم سے جو
باتیں کی تھیں، ان کیلئے مجھے معاف کر دینا۔ میں بتا چکا ہوں کہ میں ایک الجھا ہوا انسان
ہوں۔''

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ جس جھونپڑے میں میری رہائش کا بندوبست کیا
گیا تھا وہ بھی خاصا بڑا تھا، اور عام جھونپڑوں سے ذرا مختلف' یہاں میرے دو خدمت گار بھی
موجود تھے، جنہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ مجھے ہر ممکن آسائشیں فراہم کرنے کی کوشش کی
جائے، اور مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

لیکن بات وہی تھی۔ اب تو میں خاص طور پر سوچنے لگا تھا، کہ ان حالات میں زندگی
گزارنا تو مشکل کام ہے۔ خود میری اس تگ و دو کا کوئی مقصد بھی ہونا چاہیے۔ لیکن دوسری
بات بھی تھی۔

بوڑھے جموکا نے میری زندگی ہی اس لئے بچائی تھی کہ میں اس کے وطن کو آزادی دلا
سکوں۔ اگر سمندر کی لہروں کے ذریعے بہہ کر ساحل پر آنے والے پاش پاش بدن پر وہ توجہ
نہ دیتا تو ظاہر ہے میری زندگی ہی ممکن نہیں تھی۔ ان حالات میں مجھے کم از کم یہی سمجھنا چاہیے
کہ وہ میرے محسن ہیں۔

◆◆◆

اپنی اس نئی رہائش گاہ میں' میں کشمکش کا شکار تھا۔ لیکن بہرحال میرے ساتھ اچھا سلوک
کیا جا رہا تھا، اور سردار نے میرے اوپر اعتماد کیا تھا یا نہیں' لیکن اس نے میرے لئے آرام
کا خاص طور سے بہترین بندوبست کیا تھا۔

دو تین دن تک میں اسی طرح گزارا کرتا رہا۔ پھر جب میں اس ماحول سے اکتا گیا۔
تب میں نے سردار شیلا کو طلب کر لیا۔ میں نے اس کے لوگوں سے کہا تھا، کہ میں سردار سے
ملنا چاہتا ہوں۔ اسے فوراً میری اس خواہش کی اطلاع دی گئی، اور تھوڑی دیر کے بعد سردار شیلا
میری جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ویسے ہی سنجیدگی کے آثار تھے۔ میں نے
شیلا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''سردار شیلا میں نہیں جانتا کہ مجھے یہاں کیوں قید کر رکھا ہے۔''

''قید۔'' سردار شیلا تعجب سے بولا۔

''ہاں...... اس جھونپڑے میں اس طرح پڑا رہنے کو میں قید ہی سمجھتا ہوں۔ میں تم سے
پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اگر تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تم مجھ سے کوئی کام لو تو میں خود بھی اس کیلئے
تیار نہیں ہوں' بلکہ تم جموکا کو خوش ہی کرنا چاہتے ہو، اور اسے یہ بتانا نہیں چاہتے کہ تم میری
طرف سے مطمئن نہیں ہو، اور اس کے علم کو نہیں مانتے تھے تو میں تمہیں ایک تجویز پیش کرتا
ہوں۔'' میں نے کہا، اور سردار شیلا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن
ہلاتے ہوئے کہا۔

''کیا تجویز ہے؟''

''تجویز یہ ہے' سردار شیلا کہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس علاقے سے
کوئی دلچسپی نہیں رہی' نہ ہی میں خود یہاں تک آیا' بلکہ حالات مجھے یہاں لے آئے۔ اس کے
بعد سے اب تک میں نے خود کو ایک قیدی ہی تصور کیا ہے، اور خوشی سے یہاں رہنا یا تمہارے

اس مسئلے میں ٹانگ اڑانا پسند نہیں کیا ہے۔ سو اگر تم محسوس کرتے ہو کہ میں تمہارے لئے مشکل کا باعث ہوں تو یہ کرو کہ مجھے یہاں سے فرار ہونے میں مدد دو۔ مجھے اس علاقے سے نکال دو تاکہ میں اپنی دنیا میں چلا جاؤں۔ جموکا سے تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ میں یہاں سے فرار ہو گیا، اور کہیں، اور چلا گیا ہو، اور بلکہ تم اپنے اس خدشے کا اظہار بھی کر سکتے ہو کہ تم نے درست کہا تھا، کہ میں سفید فاموں کا آدمی ہوں، اور انہی کے ایماء پر یہاں آیا تھا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ سردار شیلا دوبارہ اس طرف نہیں آؤں گا۔

"اور میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں اپنی پسند یا مرضی سے یہاں نہیں آیا تھا۔" سردار شیلا میری گفتگو سن رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ تم یہ بات ناراض ہو کر کہہ رہے ہو"۔

"میں بالکل ناراض نہیں ہوں' تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں اپنی خوشی سے یہاں نہیں آیا۔ پھر ناراض کیوں ہوں گا۔"

"میرا بھی خیال ہے۔" سردار بولا۔

"اس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ میں خود جموکا سے یہ بات کہہ سکتا ہوں۔" میں نے کہا

"نہیں آبونا! نہیں میں کسی طور جموکا سے انحراف نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ بات میں تم سے بار بار کہوں گا کہ میرا ذہن تمہاری جانب راغب نہیں ہوتا، اور یہ بات تسلیم کرنے میں مجھے بڑی دقت پیش آ رہی ہے کہ تم ہمارے ہمدرد ہو سکتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود میں وہ نہیں کر سکتا جو تم نے کہا ہے' یعنی جموکا سے جھوٹ نہیں بول سکتا، اور نہ ہی میرے دوست! تم اپنے آپ کو یہاں قید سمجھو۔ جب میں جموکا سے انحراف نہیں کر سکتا تو پھر تمہارے خلاف فضول حرکتیں بھی نہیں کرنا چاہتا۔ تم آج سے اس بستی کے ہر حصے میں آ جا سکتے ہو۔ یہاں کے لوگ تمہاری پذیرائی کریں گے۔ ہاں' میں نے اس کے علاوہ انتظام کیا ہے کہ تمہیں اپنے علاقے کی جنگی تربیت بھی دی جائے۔ جیم ہمارا اعظیم جنگجو ہے، اور وہی ہمارے فوجیوں کو جنگی تربیت دیتا ہے بلکہ اس طرح سے سمجھو کہ وہ ہماری فوج کا نگران ہے۔ چنانچہ وہی تمہیں بھی جنگی تربیت دے گا۔ آج ہی سے تم اس کے پاس جا کر اپنا کام شروع کر دو۔"

"ٹھیک ہے سردار شیلا' اگر تم یہی مناسب سمجھتے ہو تو یہی ٹھیک ہے۔" میں نے کہا، اور سردار شیلا مجھے تسلیاں دیتا ہوا چلا گیا۔ لیکن میں نے یہ بات صاف صاف محسوس کر لی تھی کہ شیلا خلوص دل سے میری جانب آمادہ نہیں ہے۔ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے صرف جموکا کے کہنے

کر رہا ہے۔ بہرصورت دو پہر کے بعد مجھے جیم کے پاس بلایا گیا۔ وہ ایک تنومند، اور وحشی صفت انسان تھا۔ ہاتھ میں لمبا نیزہ تھامے وہ شکاری کتے کی طرح مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دانت نکال لئے۔

"آؤ...... میرے دوست! کیا تم بھی مجھ سے نیزہ بازی، اور شمشیر زنی سیکھنا چاہتے ہو؟"

"ہاں...... جیم' سردار شیلا نے مجھے یہ ہی ہدایت کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر ٹھیک ہے' آ جاؤ' لو یہ نیزہ سنبھالو۔" اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا نیزہ میری جانب اچھال دیا، اور میں نے نیزہ زمین پر گرنے دیا' کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا، کہ نیزہ کافی تیز رفتاری سے میری طرف آیا ہے۔ بہرصورت نیزہ اٹھا کر میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ جیم نے خود دوسرا نیزہ طلب کر لیا۔ پھر وہ نیزہ بازی کے گر مجھے سکھاتا رہا۔ میں نے محسوس کیا تھا، کہ وہ فطرتاً وحشی آدمی ہے۔ اگر میں پوری مہارت سے کام نہیں لیتا تو یقینی طور پر گر کر زخمی ہو جاتا لیکن یہاں نیزہ بازی سیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ جان بچانے کا معاملہ تھا۔ چنانچہ میں بڑی مہارت سے بچتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کہ یہ کیسی مشق ہے۔

لیکن اسی رات میرے علم میں ایک، اور بات آئی۔ یہاں اس بستی میں میں قید نہیں تھا، اور مجھے ہر جگہ گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ چنانچہ رات کو آوارہ گردی کر رہا تھا، کہ غیر ارادی طور پر سردار کے جھونپڑے کی طرف جا نکلا۔

میں نے سردار کو جھونپڑے کے باہر خاموش کھڑے دیکھا، اور خیال تھا، کہ اس کی جانب بڑھوں کہ سامنے سے جیم آتا ہوا نظر آیا، اور پھر سردار کی آواز سنی۔

"آؤ...... جیم میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ آبونا کے سلسلے میں مجھے سخت پریشانی ہے"، اور سردار کے ان الفاظ نے میرے قدم اپنی جگہ روک دیئے۔ میں نے تعجب سے اس کے الفاظ سنے تھے، اور پھر میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ دیکھوں تو سہی سردار، اور جیم میرے بارے میں کیا گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ حیرت انگیز ہے' سردار' انتہائی حیرت انگیز۔" جیم کی آواز ابھری۔ "کہیں وہ حیرت انگیز آدمی ہمارے لئے مصیبت نہ بن جائے۔" سردار پریشانی سے بولا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں سردار' سردار کی نگاہیں خود گہرائیوں میں جھانکتی ہیں۔" جیم نے کہا۔

"لیکن جیم ہماری مجبوریاں تو دیکھو' جموکا نے ہمیں نجانے کس منزل پر لا کر کھڑا کیا

ہے۔"

"تعجب کی بات یہ ہے سردار حالانکہ جموکا ہمیشہ ہمارا وفادار، اور ہمارا محافظ رہا ہے ہمیں اس کی ذات سے کبھی نقصان نہیں پہنچا تو آج ہم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے کوئی مصیبت بن جائے گا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو جیم لیکن یہ سفید بدمعاش' ان سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھا سردار۔" جیم نے کہا، اور سردار چند ساعت کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"یہ سفید چالاک لوگ کیا جموکا کو دھوکہ نہیں دے سکتے؟"

"اوہ...... تو کیا تمہارا خیال ہے۔ سردار کہ اس نے جموکا سے بھی جھوٹ بولا ہے؟ اور جموکا اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے۔

"میرا خیال ہی نہیں بلکہ میرا یقین ہے۔" سردار نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"تب تو بڑی پریشانی کی بات ہے' یعنی سفید فام ہم میں داخل ہو کر ہمارے آدمیوں بیوقوف بنا کر بلکہ ان لوگوں کو، جن پر ہم بھروسہ کرتے ہیں ہماری ان بستیوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔" جیم نے کہا۔

"ہاں...... بالکل یہ ہی بات ہے۔ حالانکہ میں نے کبھی جموکا سے انحراف نہیں کیا۔ میں اس کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے یقین کرتا رہا ہوں' لیکن وہ بھی انسان ہے۔"

"سردار کیا جموکا کے علم نے اسے یہ نہیں بتایا ہوگا کہ یہ لوگ میرا مطلب اسی شخص سے ہے۔ جسے ہم آبونا کہتے ہیں۔ لٹیروں سے تعلق رکھتے ہیں، اور ہمارے پاس اسی نظریئے کے تحت آئے ہوں گے۔"

"میں نہیں کہہ سکتا' میں نہیں کہہ سکتا۔" سردار نے دونوں ہاتھوں سے پیشانی پکڑتے ہوئے کہا، اور کافی دیر تک وہ اسی انداز میں کھڑا رہا۔ جیسے سخت پریشانی کا شکار ہو۔ پھر اس نے جیم کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہارا سارا علم' تمہارا سارا ہنر کہاں گیا۔" جبکہ وہ فنون سپاہ گری سے ناواقف بھی ہے۔"

"سردار آپ بھروسہ کریں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ فنون سپہ گری سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اتنا پھرتیلا' اتنا چالاک' اتنا طاقتور ہے کہ میرا ہر وار بچا گیا۔ جیسے بظاہر میں نے مشق کیلئے استعمال کیا تھا۔ لیکن میرا مقصد یہی تھا، کہ اسے

دوں۔ اس نے انتہائی مہارت سے میری ہر کوشش کو ناکام بنا دیا ہے' سردار، اور اگر فنون سپہ گری سے ناواقف نہ ہوتا تو شاید اس کا کوئی بھی جوابی حملہ میرا کام تمام کر دیتا۔"

"یہ...... یہ تم کہہ رہے ہو جیم۔" سردار نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں سردار' میں پورے وثوق، اور بھروسے سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔" جیم نے جواب دیا۔

"سردار پریشان نگاہوں سے جیم کو دیکھتا رہا"، اور پھر پریشان لہجے میں بولا۔

"تو کب؟" آخر کوئی ترکیب تو ایسی ہو کہ ہم اس سے جان بچا سکیں۔

"صرف ایک ہی ترکیب ہو سکتی ہے سردار۔"

"کیا...... بتاؤ؟" سردار نے کہا۔

"آپ جموکا سے صاف کہہ دیں کہ آپ اس اجنبی پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"بس پھر کیا ہوگا سردار' جموکا اسے واپس بلا لے گا، اور ہم کسی الجھن میں گرفتار نہیں ہوں گے۔"

"یہ جواب حماقت آمیز ہے۔" سردار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا تو جموکا جیسے مدبر سے ہمیں محروم کرانا چاہتا ہے جیم" تو سوچ کیا جموکا اس بات کو پسند کرے گا۔

"پسند تو نہیں کرے گا سردار۔"

"، اور اگر ہم نے اسے ناخوش کر دیا تو اس کے بعد ہماری ان بستیوں کیلئے ایک، اور مصیبت نہ کھڑی ہو جائے گی۔"

"ہو جائے گی سردار۔" جیم نے مایوس لہجے میں کہا۔

"ان حالات میں' ان حالات میں۔" سردار خاموش ہو گیا پھر تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس کا حل صرف تیرے پاس ہے جیم۔"

"میرے پاس سردار؟"

"ہاں صرف تیرے پاس۔"

"کیا سردار......؟" جیم نے تعجب سے پوچھا، اور سردار کے انداز میں جھنجھلاہٹ نمودار ہو گئی۔

''احمقانہ الفاظ مجھے ہمیشہ سے ناپسند رہے ہیں۔ یہ پوچھنے کی بات ہے۔ کیا کل مشق نہ ہوگی، کیا کل تو اسے تربیت نہ دے گا۔ کیا تیری تلوار کی نوک اس کے حلق میں پیوست نہیں ہو سکتی، کیا تیرے گرز کا ایک وار اس کا بھیجہ پاش پاش نہیں کر سکتا۔ کیا تیرا نیزہ اتنا ہی بیکار ہے؟''

''نہیں سردار'' جیم آزردہ لہجے میں بولا۔

''پھر تو یہ سوال کیوں کر رہا ہے؟''

''صرف ایک خوف سے سردار۔''

''خوف کیسا خوف؟'' سردار چونک کر بولا۔

''کیا اس کے بعد میں جموکا کا مجرم نہیں بن جاؤں گا۔'' جیم نے کہا، اور سردار چند ساعت خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر نرم لہجے میں بولا۔

''لیکن اس کے علاوہ چارۂ کار بھی تو نہیں ہے۔ جیم، تو سوچ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ دوران تربیت وہ ناتجربے کاری کا شکار ہو گیا، یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کو نقصان وہ سمجھ کر قتل کر دیا گیا۔''

''میں کل پوری پوری کوشش کروں گا سردار'' جیم نے کہا۔

''ہاں، جیم میرے دوست! میرے عزیز دوست، یہ ضروری ہے، یہ ضروری ہے۔ یہ بات صرف میری نہیں، پوری بستی کے لوگوں کی بھی یہ ہی بات ہے۔''

''ٹھیک ہے سردار۔''

''بس جیم۔'' میں نے اسی لئے تجھے بلایا تھا۔ میں تجھے یہ ہی کہنا چاہتا تھا۔ میری مدد کر جیم! بستی پر ایک مصیبت آ پڑی ہے۔ سردار نے کہا، اور جیم اسے سلام کر کے رخصت ہو گیا۔ لیکن میرے بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگی تھیں۔ میں تھوڑی دیر کیلئے ساکت ہو گیا تھا۔ میرے خلاف یہ سازشیں ہو رہی ہیں۔ مجھے قتل کرنے کی ترکیبیں کی جا رہی ہیں، اور دن کی مشق مجھے یاد آ گئی۔ جیم کا وحشیانہ انداز ایک مقصد لئے ہوئے تھا۔ اس نے تربیت کی آڑ میں مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

لیکن عجیب بات یہ ہے یعنی وہ کام جو میں نے خوشی سے نہیں کیا، مجھ سے زبردستی کرایا جا رہا ہے، اور اس سے یہ لوگ بھی خوش نہیں ہیں۔ جموکا اگر اس کیلئے محترم ہے تو میرے لئے تو نہیں ہے۔ میرا کیا قصور ہے۔

اپنے جھونپڑے میں واپس آ کر دیر تک میں ان عجیب وغریب حالات کے بارے میں

سوچتا رہا۔ بے چارہ شاہ عادل شاعر کی اولاد کہاں آ کر پھنس گیا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ ان لوگوں کی مدد کے بغیر یہاں سے نکلنا بھی ممکن نہیں تھا۔

''پھر......؟ ایک نہیں کئی سوالیہ نشان میری نگاہوں کے سامنے آ گئے، اور میں ان نشانات کو توڑنے کی کوشش میں مصروف رہا، اور تھوڑی دیر کے بعد میرے وجود میں ایک جھلاہٹ ابھر آئی۔ میں نے سردار سے اتنی صاف گفتگو کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ میری طرف سے مطمئن نہیں ہوا تھا بلکہ دوسرے طریقوں سے مجھ سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ کیوں نہ اس کا دماغ درست کروں، اور اس کی کوششوں کو ناکام بناؤں۔

اور پھر میں نے بہت سے فیصلے کئے۔ اب میرے اندر وحشیانہ جذبہ ابھر رہا تھا، اور یہ جذبہ ان حالات میں ابھرتا ہے، جب انسان اپنی تمام تر پرخلوص کوششوں میں ناکام ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد میں آرام سے سو گیا۔

دوسری صبح میرے ذہن پر کوئی غبار نہیں تھا بلکہ میری آنکھوں میں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میرے پورے وجود میں ایک خوفناک جذبہ کارفرما تھا۔ دوسری تمام ضروریات سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا، کہ جیم میرے پاس آ گیا، اور بولا۔

''کیا خیال ہے آبوتا؟ کیا سپہ گری کی مشق کرنے چلو گے؟'' جیم نے سوال کیا۔

''ضرور چلوں گا جیم'' ظاہر ہے مجھے جو کام انجام دینا ہے، اس کیلئے تو یہ مشق ضروری ہے، اور پھر تم جیسے مخلص لوگوں کے درمیان رہ کر تو تمہاری بہتری کیلئے سوچنا ہی چاہیئے' چلو' میں اٹھ گیا، اور جیم مسکراتا ہوا میرے ساتھ باہر نکل آیا۔

''آج تو سردار شیلا بھی ہمارے ساتھ مشق دیکھنے چلے گا۔'' جیم نے کہا۔

''اوہو...... یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔'' کم از کم وہ اس بات کا اندازہ کرے گا کہ میری حیثیت آئندہ کیا ہو جائے گی۔''

''ہاں...... ہاں بہت بہت۔'' جیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے طور پر کچھ سوچ رہا تھا، اور میں اپنے طور پر یہاں تک کہ ہم اس میدان میں پہنچ گئے۔ جہاں سپہ گری کی مشق ہوتی تھی۔ دوسرے چند لوگ بھی فنون سپہ گری میں مہارت حاصل کرنے میں مصروف تھے۔ جوان ایک دوسرے پر نیزوں سے حملہ کر رہے تھے۔ کہیں تلوار بازی ہو رہی تھی، اور کہیں وزنی گرز ایک دوسرے پر برسائے جا رہے تھے۔ جیم چونکہ ان سب کا تربیت کنندہ تھا، اور ان سب کی نگرانی کرتا تھا اس لیے اسے آتا دیکھ کر سب رک گئے۔ سامنے ہی میں نے سردار شیلا کو دیکھا جو چند افراد کے ساتھ اسی جانب آ رہا تھا۔

سردار شیلا بھی ایک طرف کھڑا ہو گیا، اور جیم نے اس کے نزدیک پہنچ کر پوچھا۔

"کیا حکم ہے معزز سردار! کیا میں اپنے معزز دوست کو میدان میں لے جاؤں؟"

"ہاں...... ہمیں اپنے اس معزز دوست سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ چنانچہ جیم اسے پوری طرح تربیت میں طاق کر دو۔"

"ایک بات میں بھی پوچھنا چاہتا ہوں سردار شیلا" میں نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا کیا پوچھو ضرور پوچھو۔" شیلا مسکراتا ہوا بولا۔

"اس مشق کے دوران لوگ زخمی بھی ہو جاتے ہوں گے۔"

"مر بھی جاتے ہیں۔" سردار نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"، اور سردار وہ شخص جو اناڑی ہو اس پر تو اس کا اطلاق بھی نہیں ہوتا کہ اس نے وار کرنے میں غلط طریق کار کیوں اختیار کیا؟"

"میں نہیں سمجھا' سردار شیلا ایک دم پریشان ہو گیا؟"

"کچھ نہیں سردار بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔" میں نے کہا، اور آگے بڑھ گیا لیکن سردار شیلا کے چہرے کی الجھن صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔ البتہ جیم نے شاید میری بات پر مکمل غور نہیں کیا تھا۔ وہ دو نیزے لے کر سامنے آ گیا، اور پھر اس نے اپنے مخصوص وحشیانہ انداز میں ایک نیزہ میری جانب اچھالا۔

لیکن آج دوسری بات تھی۔ آج تو میرے بدن میں سیماب دوڑ رہا تھا۔ میں کچھ، اور ہی سوچ چکا تھا۔ ان لوگوں کی گفتگو سننے کے بعد سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے ان سے کوئی خاص ہمدردی نہیں رہ گئی تھی۔ چنانچہ میں نے نیزے کو درمیان سے پکڑ لیا، اور اس طرح نیزے کو درمیان سے پکڑنے کا مظاہرہ خاصا تحیر خیز تھا ان لوگوں کیلئے، بہر صورت میں، اور جیم نیزہ لے کر میدان میں آ گئے۔ تب جیم نے کہا۔

"وار کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ آبونا' حالانکہ میں تمہارا تربیت کنندہ ہوں' لیکن اس کے باوجود تمہیں اس بات کیلئے تیار رہنا چاہیے کہ میں تم پر کوئی بھی خطرناک وار کر سکتا ہوں، اور اگر دوران تربیت ہی تم ان خطرناک حملوں سے محفوظ رہنے کی مشق نہ کر سکے تو پھر آئندہ بھی جھجکتے رہو گے۔"

"ٹھیک ہے جیم۔" لیکن جوابی حملہ بھی اسی انداز میں ہونا چاہیے نا۔"

"ہاں...... میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم جس طرح چاہو نیزہ میری طرف اچھال سکتے ہو۔ میں اسے روکوں گا، اور یہی تربیت ہوتی ہے۔" جیم نے پراعتماد انداز میں کہا۔

نے بگڑے ہوئے انداز میں گردن ہلا دی۔ میں اپنے اندر چھپے ہوئے نفرت کے احساس نہیں سکتا تھا۔

تب ہم دونوں نیزہ لے کر مقابل آ گئے۔ جیم نیزے کی انی میرے چہرے کے نزدیک رہا تھا۔ پھر اس نے وحشیانہ انداز میں نیزے کی انی کو میرے چہرے کی جانب دھکیلا، میں نے نہایت پھرتی سے خود کو اس کے وار سے بچاتے ہوئے اپنے نیزے کی انی کو اس کی ران میں پیوست کر دیا۔

جیم کے ہونٹوں سے ایک دھاڑ نکلی تھی۔ اس کی ران شدید زخمی ہو گئی تھی، اور پھر وہ بری طرح زمین پر گر پڑا۔ تب میں نیزہ اس کی ران سے نکال کر پیچھے ہٹ گیا۔

سردار شیلا چیخ پڑا تھا، اور جیم کے وہ جوان، جو اس سے تربیت حاصل کرتے تھے حیرانی سے میری شکل دیکھ رہے تھے۔ بہت سے آدمی میدان کی طرف دوڑ پڑے۔

زخمی جیم کو اٹھایا گیا۔ میں نیزہ لئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ میرے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ نیزے کی انی سے جیم کا گاڑھا گاڑھا خون قطروں میں گر رہا تھا۔ تب سردار شیلا نے وحشیانہ انداز میں میری جانب دیکھا، اور بولا۔

"یہ تم نے کیا کیا آبونا؟" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"کیا تمہارے اس احمقانہ سوال کا جواب دینا لازمی ہے سردار؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ سردار کے دل میں چور تھا۔ اس لئے ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکل سکا۔ وہ بس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر رہ گیا۔

البتہ شام کو اس نے مجھے اپنے جھونپڑے میں طلب کر لیا، اور میں اس کے جھونپڑے کی طرف چل پڑا۔

◆◆◆

سردار کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی، اور پھر اس نے ترش لہجے میں کہا۔
"جیم کو زخمی کرنے میں تمہاری کوشش شامل تھی؟"
"ہاں۔" میں نے بے خوفی سے جواب دیا۔
"کیوں؟"
"کیا اس سوال کا بھی کوئی جواب ہو سکتا ہے۔ سردار شیلا' میدان میں اتر کر اس نے
تھا۔ وار کرنے میں کسی بزدلی یا احتیاط کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے۔"
"اس نے یہ کہا تھا؟"
"ہاں...... سردار شیلا"، اور کیا اس وقت تم موجود نہیں تھے۔ جب اس نے مشق کرا
کیلئے مجھ پر پہلا حملہ کیا تھا۔ کیا اس وار میں یہ خیال رکھا گیا تھا، کہ میں زخمی نہ ہونے پاؤں
"جیم تجربے کار ہے۔ وہ تمہیں زخمی نہ ہونے دیتا۔"
"دیکھو سردار شیلا! پانی اب سر سے گزر چکا ہے۔ میں تم سے صاف بات کرنا چاہتا
ہوں" میں نے کہا، اور سردار چونک پڑا۔
"کیا مطلب؟"
"تم جانتے ہو مجھے جموکا نے بھیجا تھا۔"
"ہاں۔"
"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ جموکا عجیب و غریب علوم کا ماہر ہے؟" میں نے سوال کیا
اور سردار پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولا۔
"ٹکڑوں میں گفتگو نہ کرو۔ پوری بات کرو۔"
"شیلا! جموکا نے چند علوم سے مجھے بھی نوازا ہے" اس نے کہا تھا، کہ یہ علوم میری مدد
کریں گے، اور ان میں پہلا علم یہ ہے کہ میں لوگوں کو جان لوں۔"

"تمہاری بات اب بھی تشنہ ہے۔" سردار غرایا۔
"میں نے تمہیں بھی جان لیا ہے سردار۔" میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جیم کو تم نے
صرف اس بات پر مامور کیا تھا، کہ وہ دوران تربیت مجھے قتل کر دے، اور جیم کو میں نے اسی
بات کی سزا دی ہے۔"
سردار کا چہرہ خوف سے سکڑ گیا۔ وہ کچھ نہ بول سکا۔ تب میں نے کہا۔
"میں نے تم سے پہلے بھی یہ بات کہی تھی سردار کہ میں خوشی سے تمہارے لئے مصیبت
میں پڑنا نہیں چاہتا بلکہ صرف مجبوری ہے لیکن تم نے یہ بات نہیں سنی۔ اگر تم جموکا سے ڈرتے
ہو تو یہ تمہارا معاملہ ہے، میرا اس میں کیا قصور ہے۔"
"فضول بکواس کر رہے ہو۔" شیلا بولا۔
"تم جموکا کے دیئے ہوئے علم کو چیلنج کر رہے ہو۔"
"میں کچھ نہیں کر رہا۔"
"سنو سردار۔" مجھے بھی اب غصہ آ گیا ہے، اور اب میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں
گا۔ مجھے کسی تربیت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب جلد از جلد اپنا کام انجام
دوں، اور تمہارے بارے میں اب جموکا کو ساری تفصیل بتانا بھی ضروری ہے۔"
سردار کی حالت دیکھنے کے قابل تھی، اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر وہ
ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"اوہ...... سنو آبونا؟" میرے لئے موت کا پیغام مت بنو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"
"مجھے تمہاری پریشانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے شیلا۔" "اب یہ بتاؤ میرا کام کب شروع
ہو رہا ہے؟"
"تم جموکا سے کچھ نہیں کہو گے۔"
"کیا مجھے روکا جائے گا' شیلا۔"
"نہیں...... یہ میری درخواست ہے۔"
"کیا میں اسے ماننے کیلئے مجبور ہوں؟"
"اوہ...... تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔"
"کیا سمجھوں شیلا...... بتاؤ...... مجھے کیا سمجھوں میں...... تم میرے قتل کی سازش کرو، اور
میں تمہارے ساتھ تعاون کروں۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا، کہ مجھے یہاں سے واپس
بھیج دو۔ تمہاری اس پریشانی کو دیکھتے ہوئے میں آج بھی تمہارے سامنے چند شرائط رکھتا

ہوں۔"

"کیسی شرائط؟"

"میری یہاں سے واپسی کا بندوبست کرو، اور مجھے مہذب آبادیوں تک پہنچا دو۔ مجھے ہیروں کا ایک بڑا ذخیرہ دو، اور اسے بھی میرے ساتھ آبادیوں تک پہنچانے میں مدد کرو۔ میں خاموشی سے یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اس کے بعد تم جانو، اور جموکا۔"

"اوہ..... یہ بھی نہیں کرسکتا میں تو یہ بھی نہیں کرسکتا۔" سردار بے بسی سے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"پھر کیا کرسکتے ہو سردار......؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں کرسکتا میں...... کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ جموکا نے مجھے موت کی دہلیز تک پہنچا دیا ہے۔ اس نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ میں زندگی سے نفرت کرنے لگوں۔ میں اس کی کسی بات سے بھی متفق نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس کا علم مجھے جینے نہیں دے گا۔"

"تم بے وقوف ہو سردار' تم نے جیم سے یہ بات کہی کہ وہ تربیت کے دوران مجھے قتل کر دے، اور تم یہ اعلان کردو گے کہ میں تربیت کے دوران مارا گیا ہوں۔ کیا تمہیں جموکا کے علم سے اس بات کا خوف نہیں ہوا کہ وہ تمہاری اس سازش کو پکڑ لے گا۔"

"سردار چونک پڑا...... اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھکا لی، اور بولا۔

"شاید میری تقدیر ہی خراب ہے۔" بہرحال نوجوان میں تمہارے ساتھ اس فوج کو جلد از جلد روانہ کردوں گا۔ جو تجویز کرلی گئی ہے۔ بس میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ باقی رہا تمہارا معاملہ تو اگر تمہارے ہاتھوں ہی میری موت لکھی ہے تو میں تیار ہوں۔ میں جموکا کے علم سے نہیں ٹکرا سکتا۔ میں خود اعتراف کرلوں گا کہ میں نے پریشان ہوکر یہ کوشش کی تھی۔ بس جو تمہارا دل چاہے وہ کرو۔"

سردار اٹھ کر کھڑا ہوگیا، اور میں مسکراتا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا۔

سردار کے خلاف جو کچھ میں نے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ انتہائی کامیابی سے عمل پذیر ہوگیا تھا، اور اب میرے ذہن میں جو جھنجھلاہٹ، اور انتقامی جذبہ ابھر آیا تھا۔ اس کے نتیجے میں سردار پر کوئی رحم کھانے کیلئے تیار نہیں تھا۔ جہاں تک جموکا کا مسئلہ تھا تو اس سے بھی مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔ یہ ضروری نہیں تھا، کہ میں سردار کی باتیں جموکا کو بتا دوں۔ بھلا مجھے کیا دلچسپی تھی اس بات سے' لیکن اسی رات اچانک میرے ذہن میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔

افراد جموکا کی بیٹی سومی کو میرے پاس پہنچا گئے تھے۔

سومی حسین مسکراہٹیں اپنے ہونٹوں پر سجائے' میری جھونپڑی میں آ گئی، اور میں اسے دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔

"اوہ...... سومی تم۔" میں نے مسرت بھرے لہجے میں کہا، اور وہ میرے بالکل نزدیک آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"ہاں آبونا...... اب تو تمہیں آبونا ہی کہا جاتا ہے۔ میں ہوں۔"

"لیکن تم کیسے آ گئیں سومی؟"

"بس تمہاری محبت، اور تمہارا پیار کھینچ لایا۔" سومی نے جواب دیا، اور میں مسرت بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے اس کی آنکھوں کو چوم لیا۔

"تمہارے آ جانے سے زندگی میں کوئی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ سومی ورنہ جموکا نے مجھے مصیبت ہی میں پھنسا دیا ہے۔"

میں بھی تمہارے آنے کے بعد سے سخت پریشان ہوگئی تھی۔ بہرصورت مجھے تھوڑی سی مہلت ملی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی میں نے بہت سے فیصلے کرلئے ہیں۔

"کیسی مہلت؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے پاس آنے کی۔" سنا ہے اس کے بعد تم بہت جلد فوج کشی کرنے کیلئے روانہ ہو جاؤ گے۔"

"ہاں سومی! یہ ہی میرا ارادہ ہے۔"

"کب تک جا رہے ہو؟" سومی نے سوال کیا۔

"میں نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ اب سردار شیلا زیادہ دن نہیں لگائے گا۔"

"، اور کوئی پریشانی تو نہیں ہے تمہیں یہاں؟" سومی نے سوال کیا۔

"نہیں سومی! کوئی پریشانی نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ سردار شیلا جموکا کی اس تجویز سے متفق نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کون سی تجویز؟"

"فوج کشی کی۔"

"ارے کیوں؟"

"بس اسے میرے اوپر اعتماد نہیں ہے۔"

"اسے جموکا پر تو اعتماد ہونا چاہیے۔" سومی غصیلے انداز میں بولی۔

"ہاں...... اسے جموکا پر اعتماد ہے' لیکن اس کا خیال ہے کہ جموکا یہاں پر دھوکہ کھا گیا ہے۔"

"کیا یہ الفاظ تم سے سردار شیلا نے کہے؟" سومی نے سوال کیا۔

"نہیں سومی! لیکن بس میرا یہ خیال ہے۔"

"سردار شیلا کی ایسی کوئی ہمت نہیں پڑ سکتی کہ وہ ایسی بات سوچے۔" بہرصورت اگر تمہارا یہ خیال ہے تو میں تمہارا یہ خیال جموکا تک پہنچا دوں گی۔

"نہیں سومی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سردار شیلا کو تو میں خود ہی ٹھیک کرلوں گا۔ لیکن سومی بڑی عجیب وغریب صورت حال ہے۔ میں ان لوگوں کیلئے کچھ کرنے آیا ہوں لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا وجود ان کی ذات پر بوجھ ہے۔"

"تعجب کی بات ہے آبونا' ممکن ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔" بہرصورت اگر کوئی ایسی بات ہے تو تم مجھے جموکا سے یہ بات کہنے سے کیوں روک رہے ہو۔"

"اس لئے سومی کہ ابھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو، میں خود ہی سب کچھ ٹھیک کرلوں گا۔"

"تم یہاں کتنے وقت رہوگی؟"

"زیادہ نہیں' بس آج کی رات' تمہارے ساتھ رہوں گی، اور کل روانہ ہو جاؤں گی۔"

"جموکا سے کہہ کر آئی ہو؟"

"ہاں میں اس سے پوچھ کر آئی ہوں۔ اس نے بھی تمہارے لئے یہ ہی سوال بھیجا ہے کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں' اسے جواب دینا کہ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے، اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں اسے بیان کر دوں گا۔" میں نے جواب دیا، اور پھر سومی اس رات میرے ساتھ رہی، اور کافی دن کے بعد ایک حسین رات سومی کے ساتھ گزاری گئی۔ رات کو اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"کیا بستی کی لڑکیاں تمہاری جانب متوجہ نہیں ہوئیں؟"

"نہیں...... میرا خیال ہے کہ مجھے شروع ہی سے ایک دشمن کی حیثیت دی گئی ہے۔"

"اوہ...... تم آہستہ آہستہ کھل رہے ہو۔" سومی ہنس کر بولی۔ پھر میری نگاہوں میں دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "تم نے اس دشمنی کو کس طرح محسوس کیا؟"

"چھوڑو سومی! ان باتوں کو' میں خود بھی الجھا ہوا ہوں۔ تمہیں نہیں الجھانا چاہتا۔" میں

نے جواب دیا، اور سومی پُرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے' میں تمہاری ان مشکلات کا حل تلاش کرلوں گی۔"

"میری مشکلات کا حل؟"

"ہاں۔" سومی مسکرائی "میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں تو کیا تمہاری ان چھوٹی چھوٹی مشکلات کے حل بھی تلاش نہیں کر سکتی۔"

"لیکن سومی! حالات میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"، اور میں سن چکی ہوں۔ لیکن میں تمہیں یہ ہی مشورہ دیتی ہوں کہ تم جموکا کو ساری باتیں بتا دو۔"

"چھوڑو ان باتوں کو سومی۔"

"تو پھر دوسری بات میں نے کہہ دی ہے۔" سومی نے کہا۔

"جو تمہارا جی چاہے کرنا میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا، اور پھر دوسرے دن سومی نے مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔

"میں جا رہی ہوں۔ آبونا! ایک آدمی تمہارے پاس آئے گا، اور تمہارے لئے کچھ لائے گا۔ براہ کرم اسے قبول کر لینا، اور اس کی ہدایت پر عمل کرنا۔"

"کیا لائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تمہیں اسی وقت معلوم ہو جائے گا۔" پراسراریت کی اس پراسرار حسینہ نے کہا، اور پھر یہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ یہ سب اتنے پراسرار کیوں ہیں۔ ان کی شخصیت میں اتنی گہرائی کیوں ہے۔ سومی مجھے اس قدر قریب ہو گئی تھی لیکن......

دیر تک میں اس بارے میں سوچتا رہا۔ دوسرے دن اس وقت جب سورج چھپ چکا تھا۔ ایک شخص مجھے تلاش کرتا ہوا آیا۔ اس کے کاندھے پر شکاری سامان تھا۔ سفید بلی عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"میں سومی کا قاصد ہوں۔" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "اوہ کیا پیغام ہے' میرے لئے؟" میں نے پوچھا، اور شخص نے بلی کی جانب دیکھا۔ بلی اس کے کندھے پر سے اتر کر میری گود میں آبیٹھی۔

"میرا خیال ہے تم پیغام سمجھ گئے ہوگے۔" وہ شخص مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"یہ بلی تمہاری محافظ ہے۔ قدم قدم پر تمہاری رہنمائی کرنے والی' مجھے یقین ہے یہ تمہیں بہت سی آفات سے محفوظ رکھے گی۔"

"یہ......" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں گرینی دیوتاؤں کی غلام ہے۔ اس کا مذاق مت اڑانا۔ اس کی کسی حرکت پر ناراض مت ہونا۔ اوّل تو یہ تمہارے قریب رہے گی۔ دور ہو جائے تو خیال نہ کرنا یہ تمہارے لئے بہتری تلاش کرے گی۔" اس قاصد نے کہا، اور جانے کیلئے مڑ گیا۔ پھر رک کر بولا "سوی کیلئے تو کوئی پیغام نہیں ہے؟"

"نہیں...... اس کا شکریہ ادا کر دینا۔" میں نے کہا، اور وہ شخص گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ پر اسرار سفید بلی میری نظروں سے نظریں ملائے ہوئے تھی، اور اس کی آنکھوں سے سرخ چنگاریاں سی نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے گردن جھٹک دی، اور خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اب جن حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ ان سے تو نمٹنا ہی پڑے گا۔

سردار شیلا نے بالآخر وہ فوجی پلان میرے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے تین سو جوان میرے سپرد کئے تھے، اور یہ سارے کے سارے جوان بہترین ہتھیاروں سے آراستہ تھے لیکن میں نے سردار شیلا کی پیشانی پر وہ تاثرات پڑھ لئے تھے۔ جس سے اظہار ہوتا تھا، کہ وہ اس مہم سے ناخوش ہے۔ یہ احمق سردار کیا چاہتا ہے۔ مجھے اس سے سخت جھلاہٹ محسوس ہوتی تھی۔ اس کی فضول باتوں نے مجھے جھلا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن بہرصورت اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل تو تلاش کرنا ہی تھا۔ میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا، کہ اس مسئلے کو آخری حد تک پہنچا کر رہوں گا۔ چنانچہ اپنی اس فوج کے ساتھ میں اس طرح روانہ ہو گیا جس طرح نشاندہی کی گئی تھی۔ کم از کم کچھ جمود تو ٹوٹے۔ میں نے سوچا۔ ورنہ یہ بوڑھا سردار میرے لئے باعث مصیبت بن چکا تھا۔

فوجی جوان جن میں بیشتر گھوڑوں پر سوار تھے، اور باقی پیدل چل رہے تھے۔ میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہے تھے۔ لیکن میں نے اس امکان کو بھی نظرانداز نہیں کیا تھا، کہ ممکن ہے۔ ان ہی میں سے کچھ جوان ایسے ہوں، جو میرے دشمن ہوں، اور سردار شیلا نے انہیں ہدایت کی ہو کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔

میں اس کیلئے بھی تیار تھا۔ سفید بلی میرے شانوں پر سوار میرے محافظ کی حیثیت رکھتی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا، کہ یہ بلی میرے کس کام آ سکتی تھی۔ لیکن میں اس کا ایک مظاہرہ

دیکھ چکا تھا، کہ اس بلی کے ذریعے میرے، اور ان کے درمیان ترجمانی ہوئی تھی۔ بہرحال یہ کس کام آ سکتی تھی یہ تو بعد میں سوچنے کی بات تھی۔ اس وقت میری نگاہوں کے سامنے میرا اپنا مشن تھا، اور منازل طے ہو رہی تھیں۔

ریگزاروں، اور مرغزاروں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے، جو سرسبز و شاداب تھا، اور یوں لگتا تھا جیسے یہ سب انسانی ہاتھوں کا کارنامہ ہو۔ بڑے بڑے حسین قطعات چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ باغ لگے ہوئے تھے۔ ان کی ترتیب بالکل مہذب آبادیوں کی سی تھی۔ حالانکہ پھلوں کے قطعات تو یہاں بھی تھے۔ لیکن ان میں کوئی ترتیب نہیں تھی۔ لیکن میں اس علاقے میں ایک مخصوص ترتیب دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ یہ بات یوں قابل تعجب نہیں تھی کہ اس ترتیب میں مہذب لوگوں کا ہاتھ تھا جو کچھ مجھے لوگوں نے سنایا تھا۔ اس کے تحت اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا، کہ اس علاقے میں آنے والے سفید فام کسی مخصوص ارادے کے تحت آئے تھے، اور وہ اس علاقے کو ہرصورت میں اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہتے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر راہبری کرنے والوں نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا، اور میں رک گیا۔

"عظیم سالار! اس جگہ کے آگے ممنوعہ آبادیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک بوڑھے نے مجھے بتایا۔"

"ہوں۔" اس کا مقصد ہے، یہاں سے ہمیں اپنی مہم کا آغاز کرنا ہے۔"

"ہاں عظیم سالار۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"لیکن مجھے تعجب ہے۔ ان سرحدوں کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔"

"خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو سالار! سفید لوگ بے حد چالاک ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا ہوگا، اور نا ہی وہ اس امکان کو نظرانداز کر سکتے ہیں کہ کوئی فوج ان پر حملہ آور ہو رہی ہے یا ہونے والی ہے۔ وہ ہر طرح سے ہوشیار ہوں گے، اور ہم نہیں جانتے کب، اور کہاں سے ان دیکھے تیر ہماری طرف پھینکیں، اور ہمیں فنا کر دیں۔"

بوڑھے نے جواب دیا۔ بوڑھے کے الفاظ نے میرے قدم روک دیئے۔ زبردستی کی اس مہم کے بارے میں میری معلومات محدود تھیں، اور بلاوجہ کا سالار ان دیکھے تیروں کو نہیں روک سکتا تھا۔ میں تو اس پوری مہم جوئی کے خلاف تھا۔

چنانچہ میں نے یہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ تین سو جوانوں کی اس فوج کو کس کس سلسلے میں استعمال کیا جا سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا۔ بوڑھے راہبر میرے ساتھ تھے، اور میں قرب و

جوار کا جائزہ لے رہا تھا۔ میری ذہنی کیفیت جو کچھ تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ میں ایک
عجیب سی پریشانی کا شکار تھا۔

بظاہر یہ علاقے سنسان تھے، اور دور دور تک پھیلے آثار نظر نہیں آ رہے تھے کہ انسان
وجود تصور کیا جائے۔ رات کو میں نے بوڑھے راہبر سے پوچھا۔ "تمہارے خیال میں ا
لوگوں کی آبادی کتنی دور ہے۔"

"ان پہاڑوں کے دوسری طرف وہی آباد ہیں۔" اس نے ایک پہاڑی سلسلے کی طرف
اشارہ کیا۔

"گویا اصل سرحد یہ پہاڑ ہیں۔"

"ہاں...... لیکن وہ غافل نہ ہوں گے۔ وہ غافل نہ ہوں گے۔" بوڑھے نے خوف
لہجے میں کہا۔

"تم ان سے خوفزدہ ہو؟"

"شیطانوں سے کون خوفزدہ نہیں ہوتا۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"تب پھر تم ان کی اطاعت کیوں قبول نہیں کر لیتے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔" راہبر نے جواب دیا، اور میں خاموش
گیا۔ بہرحال اب میں سوچ رہا تھا، کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس چھوٹی سی فوج کے ساتھ ا
لوگوں کا کیا بگاڑ سکتا ہوں۔ کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سچی بات یہ ہے کہ ا
میں ان سے مخلص نہیں تھا، اور بعض اوقات تو یہ سوچنے لگتا تھا، کہ کس طرح ان لوگوں
چنگل سے نکل جاؤں بلکہ کوشش کروں کہ انہیں سفید لوگوں سے جا ملوں۔ ان کے ساتھ ر
ممکن ہے کوئی کام بن جائے۔"

رات خاصی گزر چکی تھی۔ مجھے نیند آنے لگی، اور میں پریشانیوں کے ہجوم سے تنگ آ
سونے کیلئے لیٹ گیا۔ پھر آدھی رات کے قریب اچانک بلی کی کریہہ چیخ میرے کان
قریب گونجی، اور میں اچھل پڑا۔

سفید بلی میرا لباس کھینچ رہی تھی۔ لیکن اس سے قبل کہ میں کچھ سمجھ سکوں اچانک چار
طرف سے چیخیں ابھرنے لگیں۔ لوگ موت کے خوف سے چیخ رہے تھے۔ میں پریشان ہو
باہر نکل آیا، اور باہر کا منظر دیکھ کر میری آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

میرے ساتھ آنے والے ان مشعل برداروں کا شکار ہو رہے تھے۔ جو وحشی ہی تھے،
رات کی تاریکی میں ہم پر آ پڑے تھے۔ گویا راہبروں کا خیال درست تھا۔ ہم بے دست و

گئے تھے، اور اس چھوٹی سی فوج کو کوئی حملہ کرنے سے پہلے ہی ہزیمت اٹھانی پڑی تھی۔

لیکن اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھ تک پہنچ جائیں گے، اور پھر
میرا حشر بھی دوسروں سے مختلف نہیں ہوگا۔ اس لیے جان بچانے کی کوشش کرنی چاہیے،
اور دوسرے لمحے میں نے ایک تاریک راستے کا انتخاب کیا، اور دوڑ پڑا۔ اس طرف حملہ
آوروں کی توجہ نہیں تھی۔

رات کی تاریکی میں، میں بے تحاشہ دوڑ رہا تھا، اور میرے پیچھے بھیانک چیخیں ابھر رہی
تھیں لیکن اب صرف میرے ذہن میں جان بچانے کا بھوت سوار تھا۔ میں ان ہنگاموں سے
دور نکل جانا چاہتا تھا۔

اور پھر اچانک میری نگاہ اپنے ساتھ دوڑتی ہوئی ایک شئے پر پڑی۔ بس ایک یہی
جاندار میرے ساتھ تھا، اور یہ وہی سفید بلی تھی۔

سفید بلی کی رفتار بیحد تیز تھی' نہ جانے کیوں خوف کے اس ماحول میں مجھے اس کے
قرب سے ایک تقویت سی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ خوف شاید اس اچانک ہنگامے کی وجہ سے
تھا۔ میں نے جو یہ مناظر دیکھے تھے۔ ان کی بناء پر یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی
کہ میرے ساتھ آنے والے یقینی طور پر موت کا شکار ہو گئے ہوں گے۔

لیکن اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس وقت تو زندگی بچانے کی فکر تھی۔ اس جنگ
میں شریک ہونے کیلئے مجھے بھی مقامی وحشیوں کا روپ اختیار کرنا پڑا تھا۔ میرے بدن میں بھی
اس وقت ہڈیوں کی مالائیں، اور سر پہ پرندوں کے پروں کا تاج تھا۔ بدن پر رنگین مٹی کے
نقش و نگار بنائے گئے تھے، اور چہرے پہ ایک ایسا روغن ملا گیا تھا، جو میرے چہرے کو سیاہ تو
نہیں کر سکا تھا لیکن اس کے باوجود میں مہذب دنیا کا کوئی فرد معلوم نہیں ہوتا تھا۔

رات کے نجانے کون سے پہر تک میں دوڑتا رہا۔ کئی جگہ ٹھوکریں کھائیں، اور زخمی
ہوتے ہوتے بچا۔ لیکن سب سے حیرت ناک بات یہ تھی کہ جب بھی میں نے اپنے دائیں
طرف نگاہیں دوڑائیں۔ سفید بلی کو اپنے نزدیک پایا۔

حالانکہ میں اپنی انتہائی جسمانی قوتوں سے کام لے کر دوڑ رہا تھا، اور جیسا کہ میرے
جاننے والوں کا خیال تھا، کہ میں جسمانی طور پر عام لوگوں سے بہت مختلف ہوں یعنی وہ حیرت
انگیز قوتیں رکھتا ہوں جو کسی مافوق الفطرت انسان میں ہونی چاہئیں، اور اسی قوت سے کام
لیتے ہوئے میں نے سردار شیلا کی سازش ناکام بنائی تھی۔ یعنی خود کو قتل کرنے کی سازش، اور
صرف اپنی پھرتی، اور تیزی سے کام لیتے ہوئے جیم کو ناکام بنا دیا تھا۔

لیکن یہ ایک چھوٹا سا جانور سفید رنگ کا یہ خوبصورت جانور میرے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ میری ساتھی' میری ہمدرد' نجانے کیوں مجھے اس کے اس طرح دوڑنے پر پیار آ گیا۔ حالانکہ اس وقت ذہنی کیفیت ایسی نہیں تھی کہ کسی ایک چیز کے بارے میں انفرادی طور پر سوچ رہوں۔ لیکن سفید خوبصورت بلی میرے ساتھ دوڑ رہی تھی، اور مجھے اس پر بے پناہ پیار محسوس ہو رہا تھا۔

صبح کی روشنی پھوٹنے لگی، اور اب میرے پیر بے جان ہوتے جا رہے تھے۔ میری قوتیں ختم ہوگئی تھیں۔ جن کی وجہ سے میں اب تک دوڑتا رہا تھا۔ تاریک راتوں میں انجانے راستوں پر، اور راستے بھی ایسے، جہاں قدم قدم پر موت سے ملاقات ہوسکتی تھی۔ میرے دوڑنے کی رفتار سست ہوگئی، اور آہستہ آہستہ میں رک گیا۔ میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا۔

جس جگہ میں تھا، وہاں سے صرف چند گز کے فاصلے پر ایک گھنے جنگل کا آغاز ہوتا تھا۔ درختوں کے آپس میں جڑے ہوئے جھنڈ بہرصورت میرے چھپنے کی بہترین جگہ ثابت ہوسکتے تھے۔ ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو پایا تھا، کہ حملہ آوروں نے مجھے دیکھ لیا ہے یا نہیں، اور اگر انہوں نے مجھے دیکھ ہی لیا تھا تو اس سے قبل ممکن ہے دیکھا ہی نہ ہو۔ بہرصورت چونکہ یہ سارا ماحول میرے لئے اجنبی تھا۔ یہ راستے یہ زمین سب کچھ اجنبی تھا۔ اس لئے اپنے طور پر تو میں اپنا بندوبست کر لینا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں رک گیا، اور رکنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پھیپھڑے پھٹ جائیں گے۔ سانس تھی کہ سینے میں سما ہی نہیں رہی تھی۔ میں نے بمشکل تمام اپنے دائیں سمت دیکھا سفید بلی میرے سامنے ہی موجود تھی، اور میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

پراسرار جانور ایک انوکھا ساتھی۔

ان بستیوں کے رہنے والے پراسرار علوم کے پجاری تھے۔ اگر مہذب دنیا کا ایک فرد ہونے کی بناء پر میں ان علوم کو تسلیم نہ بھی کرتا تو پھر ان سارے واقعات کو کیا کہتا یہ تو سب بعید از عقل تھے۔

میں دور دراز کی دنیا کا انسان تھا۔ ان بستیوں کی زبان کی ابجد سے بھی ناواقف لیکن جونہی گرینی کی پراسرار نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکرائیں، میں ان کی زبان بولنے، اور سمجھنے لگا تھا۔

◆ ◆ ◆

آخر کیوں' بہرحال تھکن کی وجہ سے میرا انگ انگ ٹوٹ رہا تھا۔ میں اندازہ نہیں لگا [illegible] تھا، کہ کتنی دیر دوڑتا رہا ہوں، اور کتنا سفر طے کیا ہے۔ میں زمین پر بیٹھ گیا۔ اتنے عرصہ [illegible] دن میں رہنے کی وجہ سے مختلف جانوروں کی آوازوں سے آشنا ہوگیا تھا۔ اس لئے [illegible] کانوں میں آوازیں آ رہی تھیں، اور کہیں گیدڑ رو رہے تھے' کبھی کبھی شیر کی غراہٹ بھی [illegible] دے جاتی تھی۔ شیر کی آواز نے کسی قدر سراسیمہ کر دیا تھا۔

حالانکہ آنکھوں میں اس قدر نیند ٹوٹی تھی کہ پلکیں کھل بھی نہیں رہی تھیں۔ لیکن جب بھی [illegible] کی آواز سنائی دیتی' میں چونک پڑتا۔ شاہ عادل ایک نڈر، اور بے خوف، نوجوان جس نے [illegible] خطروں سے لڑنا سیکھا تھا لیکن اس وقت میں اپنے آپ کو اس ماحول کا قیدی محسوس کر رہا

میری حالت غیر ہونے لگی۔ ان حالات کو ذہن میں ذرا سی جگہ دیتا تھا' تو حواس [illegible] نے لگتے تھے۔ دل چاہ رہا تھا، کہ نیند آ جائے۔ سانسیں اعتدال پر آتی جا رہی تھیں۔ لیکن [illegible] یوں لگ رہا تھا، جیسے اب کبھی اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہوسکوں گا۔ لیکن انسان [illegible] ب و غریب کیفیات کا حامل ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ خود اپنی ذات کو بھی نہیں سمجھ پاتا کہ [illegible] کیا سوچ رہا ہے' کیا چاہتا ہے۔ ان پہاڑوں میں آنے کے بعد، اور ان بستیوں کا باسی بننے [illegible] بعد میں نے بارہا اپنے بارے میں سوچا تھا، اور جب کبھی سوچا عجیب سی گھٹن محسوس ہوئی۔

میرے ذہن میں یہی خیال آیا تھا، کہ اچھی خاصی زندگی چھوڑ کر میں کن مصیبتوں میں [illegible] گیا۔

بات نجانے کہاں سے کہاں پہنچتی تھی۔ میں نے دولت کی تمنا کی تھی' دولت مل گئی لیکن [illegible] بھی انسان اپنی تقدیر کے ہر پہلو سے آگاہ نہیں ہوتا۔ مجھے وہ مل گیا، جس کی مجھے خواہش [illegible] لیکن اس کے بعد میں جس جنجال میں آ پھنسا تھا وہ عجیب و غریب تھا۔

دولت کسی کام نہ آ سکی، اور اب عجیب وغریب زندگی گزر رہی تھی۔ زبردستی ایک
بڑی ذمہ داری میرے سپرد کر دی گئی، اور بیچارے وحشی صرف میرے اعتماد کی بناء پر مارے
گئے۔ غور کرتا تو قصور سردار شیلا کا ہی نکلتا تھا۔ میں نے ان وحشیوں کی زندگی سے کھیلنے کی
کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے تو سردار شیلا سے کہا تھا، کہ میں پہلے تنہا جا کر سفید دیوی کے
علاقے کا، اور ان کی تیاریوں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں، اور اس کے بعد میں کوئی عملی قدم
اٹھاؤں گا۔ لیکن سردار شروع ہی سے میرا مخالف تھا۔ اس نے صرف میری مخالفت کی بناء پر
ان بیچاروں کو بھی موت کے گھاٹ اتروا دیا۔

بہرحال اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اب تو صرف مجھے اپنا خیال تھا۔ میں
حالات میں جس ویرانے میں آ پڑا ہوں۔ اب ان کے تحت میرا دوسرا قدم کیا ہونا چاہیے
اسی سوچ و بچار میں ڈوبا ہوا تھا میں' لیکن نیند نہیں آ رہی تھی۔

حالانکہ سونے کا وقت نہیں تھا۔ لیکن اس وقت شدید خواہش تھی کہ نیند آ جائے، اور
یہ خواہش پوری ہو گئی۔ پلکیں جڑ گئیں، اور میں سارے جہان سے بے خبر ہو گیا۔ بلاشبہ قدرت
نے انسان کیلئے چند چیزیں ایسی بنائی ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

خواب میں سوچا، اور پھر شاید ابھی نہ جاگتا لیکن ایک عجیب سی آواز سنائی دی تھی
چیز کے زمین پر گھسٹنے کی آواز۔ آنکھ کھل گئی' آواز میرے سرہانے کی سمت سے آ رہی تھی۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا، اور دوسرے لمحے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ فاصلہ زیادہ نہ
تھا۔ میرے سر سے صرف چند گز کے فاصلے پر...... صرف چند گز کے فاصلے پر ایک خوفناک
کشمکش ہو رہی تھی۔ ایک انتہائی بھیانک سانپ بلی کے منہ میں دبا ہوا تھا، اور بل کھا رہا تھا
اس کی لمبائی کوئی تین گز کے قریب ہو گی۔ پورے بدن پر سیاہ و سفید دھاریاں پڑی ہوئی
تھیں۔

لیکن اسکا پھن بلی کے منہ میں تھا، اور بلی اسے بری طرح زمین پر رگڑ رہی تھی
صورتحال سمجھنے میں مجھے زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ وہ یقیناً مجھ پر حملہ آور ہوا ہو گا، اور میری
دوست' میری محافظ نے اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔

میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ بے اختیار دل چاہا تھا، کہ بلی کی مدد کروں، اور کسی طرح
سانپ کو مار دوں لیکن ان دونوں کے بارے میں میں نے بہت سی روایات سنی تھیں
ہے میری کوئی کوشش بلی کیلئے ضرر رساں بن جائے۔ اس لیے میں دور ہی رہا، اور پھر بلی نے
فتح حاصل کر لی۔ اس نے سانپ کا پھن اس کے بقیہ بدن سے الگ کر دیا، اور سانپ

بل کھانے لگا۔ اس کے بدن کے دونوں حصے زمین پر پڑے الگ الگ تڑپ رہے تھے، اور
بلی اپنے منہ سے لگا ہوا خون صاف کر رہی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی، اور تحسین آمیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست! میری جان بچانے کا شکریہ۔"، اور مجھے اپنے عقب سے ایک قہقہے
کی آواز سنائی دی۔

یہ ایک نسوانی قہقہہ تھا۔ میں چونک کر پلٹا۔ لیکن دور دور تک پہاڑیوں کے سوا، اور کچھ
نہ تھا۔ قہقہے کی آواز میں نے صاف سنی تھی، اور یہ میری سماعت کا دھوکہ نہیں ہو سکتا تھا۔
متجسس نگاہیں چاروں طرف دوڑائیں۔ لیکن ہنسنے والے کا کوئی وجود سامنے نہ آ سکا۔

تب میں نے سوچا کہ بعض پرندے ایسی آوازیں نکالتے ہیں کہ ان پر انسانی آوازوں
کا گمان ہوتا ہے۔ اس خیال کے تحت میں نے تجسس کو ختم کر دیا، اور پھر سانپ کی جانب
دیکھا۔ جواب بھی تھوڑے تھوڑے بل کھا رہا تھا، اور بلی تھوڑی دور کھڑی تھی۔ تب میں نے
اوپر غور کیا۔ آسمان پر ابر چھا گیا تھا۔ سورج یقینی طور پر اپنے سفر کی آخری منازل طے کر
رہا تھا۔ گویا میں اتنا سویا کہ پورا دن گزر گیا۔ دھوپ بھی مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکی تھی۔ یہاں
تک کہ شام ہو گئی تھی، اور یہ ٹھیک بھی تھا۔ جس قدر میں تھک گیا تھا۔ اس کے بعد ایسی ہی نیند
آنا چاہیے تھی۔ لیکن تعجب خیز بات یہ تھی کہ میں اس جنگل میں موجود جانوروں سے محفوظ رہا
تھا۔ ممکن ہے یہ بھی اسی پراسرار بلی کی حفاظت کا نتیجہ ہو، اور اس کے علاوہ ایک بات، اور بھی
کہی جا سکتی تھی کہ تمام جاندار' درندے، اور حشرات الارض رات کی تاریکی میں شکار کیلئے
نکلتے ہوں، جبکہ دن کی روشنی میں آرام کرتے ہوں۔ ممکن ہے سورج نکل آنے کی وجہ سے
میری جان ان سے محفوظ رہی تھی۔

بہرصورت یہ بعد کی باتیں تھیں۔ اب میں سوچ رہا تھا، کہ کیا کیا جائے۔
اب کیا کرنا چاہیے۔ ویسے پورا دن سونے کی وجہ سے تھکن دور ہو گئی تھی۔ اعضاء
بحال ہو چکے تھے، اور کسی خاص تکلیف کا احساس نہیں تھا۔

تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا، اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ ابھی کیونکہ رات ہونے
والی ہے۔ اس لئے جنگل میں داخل ہو کر کچھ ایسے جنگلی پھلوں کو تلاش کروں، جنہیں کھا کر
پیٹ کی آگ بجھ سکے۔ حالانکہ میں ان درختوں سے واقف نہیں تھا لیکن جناب عادل کو اپنی
زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر کوئی زہریلا پھل کھا ہی لیا جائے، اور موت آ ہی جائے تو
کیا مشکل پیش آ جائے گی۔ ان جنگلوں میں تقدیر کھینچ لائی ہے تو اب تقدیر جو کچھ کرے گی

اس کے مطابق ہی کچھ کیا جا سکتا ہے۔ میں اگر کچھ سوچوں تو ظاہر ہے یہاں بے
ہوں۔ البتہ جان بچانے کی ایک خواہش ہر شخص کے دل میں فطری طور پر ہوتی ہے۔

بہر حال وقت ضائع کئے بغیر میں آگے بڑھ گیا۔ میں تاریک رات میں کسی جنگلی
کا شکار ہونا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں جنگل میں پہنچ گیا۔

جنگل اس قدر گھنا تھا، کہ درخت آپس میں ملتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ ان
درمیان رخنے تو تھے لیکن ان رخنوں میں بھی جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے
جنگل میں کبھی انسانی قدموں کا گزر نہ ہوا ہو۔''

میں چند ساعت تو سوچتا رہا۔ اس لمبی لمبی گھاس میں داخل ہونے سے بڑا خوف
ہوتا تھا۔ لیکن دفعتاً میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ ہرے ہرے پتوں میں چھپے ہوئے
پیلے پھل، بالکل مصنوعی معلوم ہوتے تھے۔ بہرصورت پھلوں کی شکل تھی۔ اس لئے میں
کے خوف کو بھول گیا۔

بھوک کی شدت نے مجھے پھلوں تک پہنچنے پر مجبور کر دیا، اور میں اس گھاس کے
سے گزرتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا۔ لٹکے ہوئے پھل میری بھوک کو، اور بڑھا رہے
چنانچہ مجھ سے مزید انتظار نہ ہو سکا، اور میں درخت کے نیچے پہنچ گیا۔

درخت زیادہ اونچا نہیں تھا، یعنی میرے ہاتھوں کی پہنچ، ان پھلوں تک ہو سکتی تھی۔
سے پہلے میں نے ایک پھل توڑا، اور بغیر کسی تکلف کے اسے دانتوں سے کتر لیا۔
گیا تھا۔ اتنا شیریں، اور لذیذ پھل تھا، کہ میں آج تک یاد کرتا ہوں۔

اس پھل کے مزے کو میں کسی پھل کے مزے سے تشبیہ نہیں دے سکتا۔ بس یوں
کہ اتنا میٹھا سیب جس میں سیب کی خوشبو نہیں تھی لیکن اس کا گودا انتہائی نرم تھا، اور
مقدار اس میں اتنی زیادہ تھی جو پیاس کو بھی بجھا سکتی تھی۔

اتنی عمدہ چیز مل جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں جس قدر پھل
تھا جلدی جلدی توڑ کر میں نے ذخیرہ کر لئے، اور پھر اتنی پھرتی سے گھاس کے میدان
نکل آیا۔

بلی اب میرے قریب موجود نہیں تھی۔ میں نے اس کی تلاش میں چاروں طرف
دوڑائیں، اور اس کو آوازیں بھی دیں۔

''گرینی..... گرینی۔'' میں اس کے نام سے واقف تھا۔ لیکن اب گرینی کا کوئی
نہیں تھا، ممکن ہے وہ بھی شکار کی تلاش میں ہی نکل گئی ہو۔ حالانکہ اس پراسرار وجود

میں نے دوسری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ لیکن یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا، کہ اس کی اصلی ہیئت کیا
ہے، اور اس قسم کے پراسرار جانور کو شکار کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ پھلوں کو دانتوں سے
کاٹ کاٹ کر میں حلق میں اتارنے لگا۔ بڑی تقویت بخش چیز تھی یہ۔''

اب پیٹ بھر گیا تھا، اور بدن میں توانائی پیدا ہو گئی تھی۔ شام جھک آئی تھی، اور اندھیرا
پھیلتا جا رہا تھا۔ میں جہاں تھا، وہیں رُکا رہا، حالانکہ اب یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا، نہ ہی
میں کاہل الوجود تھا، کہ جہاں پڑ گیا، پڑ گیا لیکن یہ سوچ کر وہاں رک گیا تھا، کہ ایک رات
سکون سے گزر چکی ہے جبکہ نئی جگہ کی تلاش خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ کل دن میں یہاں سے
آگے بڑھوں گا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا۔

سانپ اپنی جگہ پڑا ہوا تھا لیکن میری دوست کا نام و نشان نہیں تھا۔ میں اس جگہ سے
ہٹ گیا۔ یہاں رکنا مناسب نہیں تھا، اور پھر اس وقت اس بات کا موقع تھا، کہ میں اپنے لئے
مناسب جگہ تلاش کر لوں۔

جونہی جگہ میں نے تلاش کی وہ ایک کافی اونچا ٹیلا تھا، جس کے سر پر بہت صاف ستھری،
اور ہموار جگہ موجود تھی۔ ایسی کہ میں سکون سے سو سکوں۔ میں نے وہاں سے باریک کنکریاں
صاف کیں، اور ایک چھوٹے پتھر کو تکیے کی شکل میں سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔

آسمان اب بالکل تاریک ہو گیا تھا۔ فضا خاموش تھی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی جبکہ
پچھلی راتوں کو ہواؤں کا کافی شور رہا تھا، اور وہ درختوں سے ٹکرا کر عجیب سی آوازیں منتشر کر
رہی تھیں، لیکن آج سکون تھا، پھر تارے نکل آئے۔ میں ساکت و جامد پڑا رہا۔ آج آنکھوں
میں نہ تو نیند تھی، نہ بدن میں تھکن کا کوئی احساس تھا اور میں بیحد پرسکون تھا۔ دل میں ایک
ٹھہراؤ سا آ گیا تھا۔ حالانکہ ان حالات میں انسان کو شدید ترین مایوسی کا شکار ہو جانا چاہیے۔
لیکن میرے دل میں کوئی احساس نہیں تھا۔

اور غالباً اس کی وجہ یہ ہی تھی کہ میرے سامنے اب کوئی، اور مسئلہ نہیں تھا جو کچھ تھا، یہ ہی
ماحول تھا، اور اب میں اس ماحول کا ایک فرد۔

آسمان کا شہنشاہ پورے کروفر کے ساتھ نمودار ہوا اور اس کی رعایا سمٹ گئی۔ اس کے
بعد چراغوں میں روشنی رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ زمین منور ہو گئی، اور چاروں طرف
روشنی پھیل گئی۔

یہ بھیانک ماحول اس قدر خوبصورت ہو گیا کہ میں بے اختیار اٹھ بیٹھا، پورا دن سویا
تھا۔ اس لئے بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے درختوں کے جھنڈ کی جانب دیکھا، یوں لگ رہا

تھا جیسے کہ برسوں کے فراق کے بعد ساری دنیا کے عاشق و معشوق گلے مل گئے ہوں۔ شاخیں
بانہوں کی طرح ایک دوسرے کی گردن میں لپٹی ہوئی تھیں۔

لیکن آج ایک انوکھی بات میں نے محسوس کی تھی' وہ یہ کہ نہ تو حشرات الارض کی
آوازیں سنائی دے رہی تھیں' نہ درندوں کی' نہ جانے کیوں' کل چاندنی بھی نہیں تھی۔ غالباً
گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ لیکن آج کا ماحول مختلف تھا۔ میں دیر تک سوچتا رہا تھا۔

اور پھر دفعتاً میری نگاہ عقب میں پڑی۔ سونے کی جھیل پوری طرح چمک رہی تھی۔ ہاں
ٹیلے کے عقب میں تقریباً سو گز دور ایک جھیل نظر آ رہی تھی۔ کوئی تصویری جھیل، جسے مصور نے
ابھی ابھی بنایا ہو۔ اس سے قبل اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ
میں نے ٹیلے کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"کمال ہے۔" میں نے سوچا' ساری انہونیاں ہو رہی تھیں۔ پھل کھانے سے پیاس
بھی بجھ گئی تھی لیکن پانی کی بات ہی کچھ، اور ہوتی ہے۔ حالانکہ خوف دامن گیر تھا لیکن پانی کی
طلب سے خود کو نہ روک سکا۔

چند لمحات کیلئے میرا ذہن وسوسوں کا شکار رہا۔ ایسے ویران جنگل میں ایسی جھیلیں
درندوں کی ملکیت ہوتی ہیں۔ حالانکہ اس وقت جھیل کے کنارے سنسان نظر آ رہے تھے۔
لیکن ممکن ہے جس وقت میں جھیل کے نزدیک پہنچوں، کوئی درندہ آ ہی نکلے۔ کافی دیر تک میں
جھیل پر نگاہیں جمائے بیٹھا رہا، اور پھر جب وسوسے ذہن سے نکل گئے تو میں اپنی جگہ سے
اٹھ کر ٹیلے کی دوسری جانب اترنے لگا۔

میں نے جھیل تک فاصلہ کافی سہمے ہوئے انداز میں طے کیا تھا۔ اب ان جنگلوں کی
کہانیوں سے کسی حد تک واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے محتاط تھا۔ یہاں تک کہ جھیل کے کنارے
پہنچ گیا۔ شفاف پانی لہریں مار رہا تھا۔

دور دور تک کوئی وجود نہیں تھا۔ میں نے پانی میں ہاتھ ڈالا' ایسی سرور انگیز خنکی تھی کہ دل
مچل کر رہ گیا، اور میں سب کچھ بھول گیا۔ پہلے میں نے جھک کر پانی پیا، اور خوب سیر ہو گیا۔
اس کے بعد بے اختیار دل چاہا کہ پانی میں اتر جاؤں۔ پسینے، اور گرد سے بدن کی عجیب
حالت تھی۔ اس سے قبل دوسری پریشانیوں کی وجہ سے یہ احساس نہیں ہوا تھا مگر اب دل بے
اختیار ہو گیا، اور میں اپنے بدن پر جو کچھ پہنے ہوئے تھا۔ نوچ کر پھینک دیا پھر یہ سوچے بغیر
کہ پانی کی گہرائی کیا ہے، اور کیا خطرات پیش آ سکتے ہیں، پانی میں اتر گیا۔

کافی فرحت بخش کیفیت طاری ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے شراب کے حوض میں

اتر گیا ہوں۔ ذہن و دل پر ایسا ہی سرور طاری تھا۔

"نہ جانے کب تک نہاتا رہا۔ جھیل سے نکلنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ میں اس کے
عین درمیان نہا رہا تھا۔ پھر کافی دل بھر گیا تو واپس کنارے کی طرف چل پڑا' نیچے نیچے تیرتا
ہوا میں بالآخر کنارے پر پہنچ گیا۔

اور جونہی کنارے سے سر ابھارا۔ اچانک اچھل پڑا۔ چاندنی میں کوئی شے مبہم نہیں تھی۔
اگر تاریکی ہوتی تو شاید میں کسی جانور کے وجود پر غور کرتا لیکن وہ روشنی میں نمایاں تھی۔

ایک حسین صورت' جنگلوں کی وحشت انسانی وجود میں سمٹ گئی تھی، اور اس نے ایک
حسین دوشیزہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ حالانکہ اس ویران جنگل میں کسی پرسکون وجود کا تصور
بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

بیٹھنے کا انداز بڑی ہی ہیجان خیز تھا، اور جو لباس اس کے بدن پر تھا وہ جنگلی لباس تھا یعنی
چیتے کی کھال کا ایک ایسا ٹکڑا، جو اس کے زیریں بدن کو چھپائے ہوئے تھا، اور ویسا ہی ایک
ٹکڑا اس کے اوپری بدن پر تھا۔ باقی بدن برہنہ تھا۔ سیاہ لمبے لمبے بال' زمین پر بکھرے ہوئے
تھے، اور ان بالوں کے اوپر سفید جنگلی پھولوں کا تاج بنا ہوا تھا۔

بڑی بڑی گہری سیاہ آنکھیں' چاندنی میں چمک رہی تھیں، اور ان آنکھوں میں ایک
عجیب سی کیفیت تھی۔ ہونٹوں پر ایک حسین مسکراہٹ تھی۔ اتنا سکون' اتنا اطمینان تھا۔ اس کے
اندر کہ میں ششدر رہ گیا۔ ہاں یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا، کہ وہ اس ویرانے میں آئی کہاں سے۔

اس وحشت خیز ماحول میں کسی انسانی وجود کا احساس جس قدر خوش کن ہو سکتا تھا۔ اسے
صرف میں محسوس کر سکتا تھا، اور وہ خوشی میرے دل میں سرایت کر گئی تھی لیکن دوسرے لمحے
بہت سارے خیالات نے مجھے آ لیا، اور وہ خیالات اسی کے بارے میں تھے۔

"آخر وہ کہاں سے آئی؟ کیا واقعی وہ کوئی انسان ہے' یا کوئی ایسا کردار، جسے ہم توہمات
کا پرتو سمجھتے ہیں؟ میں کنارے پر نکلنا بھول گیا، اور پانی میں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ تب وہ
آہستہ سے ہنس دی، اور یہ ہنسی' اس کی ہنسی نے مجھے ایک دم ششدر کر دیا تھا۔

جس وقت میں نے اپنی دوست سفید بلی کا شکریہ ادا کیا تھا تو اس وقت بالکل ایسی ہی
ہنسی کی آواز سنائی دی تھی۔ ہاں میں اس کو نہیں بھول سکتا تھا۔ اس وقت میں نے یہ ہی سوچا
تھا ممکن ہے یہ کسی جانور کے بولنے کی آواز ہو۔

میں اسے دیکھتا رہا، اور پھر آہستہ آہستہ کنارے پر پہنچ گیا۔

اس نے تھوڑا سا رخ بدل دیا تھا۔ وہ گردن گھما کر مجھے دیکھتی رہی پھر میں نے اپنے

لباس کا وہ ٹکڑا اٹھا کر اپنے بدن سے لپیٹ لیا، اور پوری طرح تیار ہو گیا۔

ایک اچنبھا تو تھا لیکن خوف اس حد تک نہیں تھا جتنا ہونا چاہیئے تھا۔ میں نے اس کے پاؤں دیکھے لیکن ٹھیک تھے۔ اپنے علاقے میں چڑیلیں پچھلی پیریاں عام تھیں۔ لیکن اگر وہ اتنی حسین ہوتی ہیں تو پھر انسان نجانے کیوں ان سے خوف کھاتا ہے۔ بہر حال آہستہ آہستہ میں اس کے سامنے آ گیا۔

"کون ہو تم؟" میں نے بے اختیار پوچھا لیکن وہ میری شکل دیکھتی رہی۔

"کون ہو تم؟" اس پر مجھے خیال آ گیا، اور میں نے افریقی زبان میں پوچھا۔

"گلوریا۔"

"یہ تمہارا نام ہے؟"

"ہاں......، اور تم کون ہو؟"

"آبوتا۔" میں نے بھی اپنا افریقی نام بتایا۔

نجات دلانے والے' مگر کیسے؟"

"یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا۔"

"مجھے نجات دلا دو۔" وہ ہنس پڑی، اور میں اس کی ہنسی پر غور کرنے لگا۔ اس کی ہنسی بے حد حسین تھی۔

"لیکن یہاں اس ویران جنگل میں۔" تھوڑی دیر کے بعد اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"میں یہاں رہتی ہوں۔" وہ بولی۔

"یہاں اس ویرانے میں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں تمہارے لئے یہ ویرانہ ہو گا مگر میرے لئے نہیں۔"

"لیکن تم ہو کون؟"

"اب یہ ساری باتیں اسی جھیل کے کنارے بیٹھ کر کر لو گے۔ کیا یہاں سے آگے نہیں بڑھو گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ...... کہاں لے جا رہی ہو مجھے؟"

"بس یہاں سے تھوڑی دور۔"

"تو چلو۔" میں نے کہا۔

"آؤ...... اس نے مجھے اشارہ کیا، اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ مجھے شدید حیرت

نمی۔ لڑکی کا انداز اتنا ٹھوس تھا، کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا، کہ وہ یقینی طور پر کسی ٹھوس شخصیت کی مالک ہو گی۔ وہ مجھے اس جھنڈ کی جانب لے جا رہی تھی، جہاں سے تھوڑے فاصلے پر میں نے قیام کیا تھا۔

بہر صورت اس ویرانے میں ایک چراغ کی ٹمٹماتی لو دیکھی میں نے' لڑکی اسی طرف جا رہی تھی۔ میں یہی سوچ رہا تھا، کہ چلو اس خطرناک ماحول میں کوئی انسان تو میرا ساتھی بنا، اور پھر ایک جھونپڑی، جسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ درختوں کے ایک غول کے درمیان سے اس طرح تراش دیا گیا تھا، کہ اس میں ایک اچھی خاصی جگہ بن گئی تھی۔ چھوٹا سا دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا، اور اسی سے روشنی کی رمق باہر آ رہی تھی۔

دروازے پر رک کر اس نے پلٹ کر میری جانب دیکھا، اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"آؤ ناں رک کیوں گئے؟"، اور پھر خود اندر چلی گئی۔

"میں جانتا تھا، کہ میں کسی مصیبت میں پھنسنے جا رہا ہوں لیکن اب تو مجھے ان مصیبتوں سے ہی محبت ہو گئی تھی، اور میں ہر لمحہ انہیں گلے لگانے کیلئے تیار رہتا تھا۔ میں جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔"

"جھونپڑی اندر سے اسی طرح تھی، جیسی جنگلیوں کی رہائش گاہیں ہوتی ہیں۔ نیچے پیال کے ڈھیر تھے، جو آرام کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ ایک طاق پر ایک چربی سے جلنے والا چراغ جل رہا تھا۔"

"یہ سب کچھ دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔" گلوریا نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

اس کے بالوں میں لگے ہوئے پھولوں کی مہک عجیب تھی لیکن بہت دلکش محسوس ہو رہی تھی۔

"بیٹھو۔" اس نے بڑی انسانیت سے کہا۔

"میں تمہیں یہاں دیکھ کر سخت حیران ہوں۔" میں ایک جگہ بیٹھ گیا۔

"کیوں؟"

"سوچ بھی نہیں سکتا تھا، کہ اس وحشت خیز ماحول میں کوئی ایسا وجود بھی ہو سکتا ہے۔"

"یہ ماحول تمہارے لئے وحشت خیز ہے میرے لئے نہیں۔"

"آخر کیوں؟"

"کیونکہ میں نے اسی ماحول میں پرورش پائی ہے۔"

"اوہ...... گویا...... یہ تمہاری مستقل رہائش گاہ ہے۔"

"ہاں۔"

"کتنے عرصے سے یہاں ہو۔"

"جب سے پیدا ہوئی ہوں۔"

"دوسرے لوگ؟"

"میں کسی کو نہیں جانتی۔"

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں...... ہوش آیا تو خود کو تنہا پایا۔ البتہ جنگل میں بکھرے ہوئے جانور میرے ساتھی ہیں۔"

"اوہ...... گویا تم ان کے درمیان زندگی گزار رہی ہو۔"

"ہاں۔"

"لیکن کیا وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاتے؟"

"وہ میرے لئے انہی درختوں کی مانند ہیں' بے ضرر، اور محبت کرنے والے' میں ان کے ساتھ زندگی گزارتی ہوں، اور وہ میرے دکھ درد کے ساتھی ہیں۔"

"میرا دل نہیں مانتا"

"کیوں؟"

"یہ ناممکنات میں سے ہے۔ بھلا درندے بھی کسی کے دوست ہوتے ہیں۔"

"میں تمہیں یقین دلا دوں گی۔"

"کس طرح؟"

"رات پڑی ہے۔ ابھی وقت ہی کتنا گزرا ہے۔" وہ ہنس پڑی، اور میں اسے دیکھتا رہا۔ صورت حال پر غور کرتا تو اوسان خطا ہونے لگتے، اور وہ غول بیابانی سے ہی معلوم ہوتی تھی۔ بھوت یا چڑیل یا اس سے بھی کوئی پراسرار ہستی' جس کا تعلق ویرانوں سے ہوتا ہے"

"لیکن اس کے باوجود اس کا وجود ایک عجیب سی لذت سے ہمکنا کر رہا تھا۔ تب اس نے پیار بھرے لہجے میں مجھے پکارا۔"

"آبونا۔"

"ہاں۔"

"اپنے ذہن کو وسوسوں کا شکار کر کے تم اس حسین موسم، اور حسین رات کے حسن کو نظر انداز کر رہے ہو۔"

"کیا تمہاری جوانی فطری نہیں ہے' گلوریا!" میں نے سوال کیا۔

"ہاں...... تم کہہ سکتے ہو......، اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ تمہارا تعلق ان جنگلوں سے ہی نہیں ہے۔" گلوریا نے کہا، اور میں حیران رہ گیا۔

"لیکن تعجب کی بات یہ ہے گلوریا کہ تم مجھے دیکھ کر بالکل حیران نہیں ہوئیں۔" میں نے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کیوں' میں کیوں حیران ہوتی۔"

"گلوریا! تمہاری معلومات بھی کافی وسیع ہیں۔"

"مثلاً......" گلوریا شرارت آمیز انداز میں بولی۔

"دیکھو ناں...... تم نے یہ بات تک معلوم کر لی کہ میرا تعلق ان جنگلوں سے نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ کیا ان سفید پہاڑوں کے پیچھے تمہاری آبادی نہیں ہے' کیا تم ان میں سے نہیں ہو، جو آہنی گھوڑے فضاؤں میں دوڑاتے ہیں، اور عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں۔ تمہارا چہرہ انہی کی طرح ہے۔ اگر تم ہمارے جیسے ہوتے تو ظاہر ہے تمہارا چہرہ، اور یہ رنگ و روپ نہیں ہوتا، اور میں تم جیسے سفید فاموں سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"اوہ......" میں نے گردن ہلائی، اور اس کے اشارے کی جانب دیکھا، اور دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

◆◆◆

جنگلوں کے دوسری طرف سفید پہاڑوں کی چوٹیاں چاندنی میں اب بھی چمک رہی تھیں۔ غالباً وہ مجھے ان سفید فاموں میں سے سمجھ رہی تھی' جن کے خلاف جنگ کرنے میں آیا تھا' بلکہ بھیجا گیا تھا۔ لیکن مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ میں ان کے اتنے قریب آ گیا ہوں۔ گلوریا نے جن پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ اتنے دور نہیں تھے کہ وہاں تک پہنچ ممکن ہی نہ ہوتی۔ چند ساعت میں خاموش رہا' پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں گلوریا تمہیں حیرت ہوگی کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟" گلوریا نے تعجب سے کہا۔

"میں تو وہ ہوں، جو ان کے خلاف جنگ کرنے آیا تھا۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ان سفید فاموں کے خلاف۔" گلوریا نے تعجب سے کہا۔

"ہاں"

"لیکن تم...... تم ان سے کیوں جنگ کرنے آئے تھے۔"

"میں بستیوں کے سردار شیلا کی جانب سے یہاں بھیجا گیا ہوں۔"

"اوہ...... تم شیلا کے ساتھی ہو۔"

"ہاں۔"

"مگر کیسے...... تمہارا تعلق تو ان لوگوں سے معلوم ہوتا ہے۔"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے گلوریا۔"

"تو کیوں نہ ہم یہ رات کہانیوں کی رات پر گزار دیں۔" گلوریا نے مسکراتے ہوئے کہا، اور میں گردن ہلانے لگا۔

یہ لڑکی جس قدر تیز طرار، اور گفتگو میں جس قدر آگے نظر آ رہی تھی۔ وہ میرے لئے مزید حیرانی کا باعث تھا۔ اس کے انداز میں کوئی جھجک نہیں تھی۔ ویسے حسین لڑکی تھی، اور اس

کی قدبت سے مجھے ایک ایسا نشہ چھا رہا تھا، کہ میں بے خودی محسوس کر رہا تھا۔

"ٹھہرو' میں تمہارے لئے کوئی بندوبست تو کروں۔" گلوریا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا بندوبست گلوریا؟"

"کھانے پینے کا۔"

"اوہ...... کیا بندوبست کر سکتی ہو۔"

"میں جانتی ہوں بلکہ محسوس کر رہی ہوں کہ تم بھوکے بھی ہو، اور پیاسے بھی۔" گلوریا نے کہا۔

"تمہارے محسوسات بڑے دلکش ہیں لیکن تم بھی یہاں جنگلی پھلوں پر ہی گزارہ کرتی ہوں گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اور مسکراتی ہوئی جھونپڑے سے باہر نکل گئی۔ تیرا تعلق اگر اس بیابان سے بھی ہے گلوریا تو اب مجھے اس کی بھی پروا نہیں ہے۔ وہ ویرانوں میں رہنے والی، اور اتنی معلومات رکھنے والی کوئی عام لڑکی تو نہیں ہو سکتی۔ میں تو سمندر ہی میں موت کا شکار ہو چکا تھا۔ اب موت جتنی بار آئے مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ شیلا کے لئے جنگ کرتے ہوئے یا تیرے ہاتھوں۔"

میں سوچتا رہا، اور پھر گلوریا کی خوشبو لہرائی۔ وہ بہت سی چیزیں سنبھالے آ رہی تھی۔ لیکن ایک بڑے پتے پر گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

"یہ...... یہ گوشت ہے" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن گلوریا۔"

"اور یہ دودھ ہے۔"

"دودھ کہاں سے آیا؟"

"پہلے پیو اس کے بعد سب کچھ بتا دوں گی۔"

"خوب گویا' اس میں بھی کوئی راز ہے۔"

"ہاں۔"

"بہرحال ایک بھوکے کے سامنے جب اتنا گوشت، اور دودھ ہو تو سارے راز راز ہی رہنے چاہئیں۔ تم بھی آؤ۔"

"نہیں' میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔"

"اوہ' کیوں' میں نے اس کی بات کا برا مانے بغیر گوشت کے ٹکڑے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا، اور پھر لذیذ گوشت حلق میں اتارنے لگا۔

"اس لئے کہ میں' رچی کے ساتھ کھاؤں گی۔"

"رچی' لیکن تم نے تو کہا تھا، کہ یہاں تمہارے علاوہ، اور کوئی نہیں ہے۔"

"باتیں کرنے والے لوگ مجھے پسند ہیں کیونکہ یہاں ایسے لوگ نہیں ہیں، جو اتنی باتیں کریں۔ لیکن اس کے باوجود میرا مشورہ ہے کہ تم کھاؤ' کھالو اس کے بعد ساری باتیں کریں گے۔"

"شکریہ گلوریا۔" میں نے کہا، اور پھر جو کچھ میرے سامنے تھا۔ میں نے اسے معدے میں اتارلیا۔ بہت بھوکا تھا' گلوریا خاموشی سے میرے سامنے بیٹھی مسکراتی رہی۔ کھانے کے بعد میں نے ایک لمبی ڈکار لی۔

"ویسے تمہارے جیسے لوگ تمہاری طرح بہادر نہیں ہوتے۔"

"کیا مطلب؟"

"میری مراد سفید رنگ والوں سے ہے۔"

"کیا تم ان سے ملتی رہتی ہو۔"

"اکثر۔"

"وہاں تمہارے دوست بھی ہوں گے۔"

"اوہ...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ان کی لاعلمی میں ان کی بستیوں میں جاتی ہوں۔ البتہ کبھی کبھی ان میں سے کوئی ادھر آ نکلتا ہے تو رچی کی آواز سن کر بھاگ ہی جاتے ہیں۔"

"ہاں...... رچی کی بات تو رہ ہی گئی۔" میں نے کہا، اور گلوریا مسکرانے لگی۔

"پہلے یہ بتاؤ...... آرام کروگے' نیند تو نہیں آرہی؟"

"قطعی نہیں...... میں بالکل پرسکون ہوں، اور تمہارے بارے میں سب کچھ جان لینے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب آؤ' میں تمہیں رچی سے ملاؤں۔" اس نے کہا، اور میں اس کے ساتھ جھونپڑے سے باہر نکل گیا۔ درختوں کے جھنڈ سے دوسری جانب ایک اچھا خاصا گھاس کا قلعہ تھا، جو اس طرح درختوں کے درمیان گھرا ہوا تھا، کہ باہر سے نظر نہیں آتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی، اور ترشی ہوئی لگ رہی تھی۔ لیکن میری نگاہ درختوں کے آخری سروں پر پڑی، اور میرا خون میری رگوں

میں منجمد ہونے لگا۔

یہاں خونخوار شیروں کا ایک جوڑا موجود تھا۔ قوی ہیکل ببر شیر' جس کا چہرہ چوڑا تھا، اور جسم اس کے لحاظ سے تندرست وتوانا، اور ساتھ ہی اس کی مادہ شیرنی اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، اور شیر کھڑا ہوا تھا۔ میری آواز حلق میں پہنچنے لگی لیکن پھر میں نے گلوریا کے ہاتھ کا لمس اپنے بازو پر محسوس کیا۔

"وہ رچی ہے، اور وہ اس کی مادہ' تم نے ابھی دودھ پیتے ہوئے پوچھا تھا کہ میں نے جانور بھی پال رکھے ہیں تو دیکھو یہ میرے پالتو جانور ہیں۔"

"ک...... کون۔" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"آؤ' تمہیں نزدیک سے دکھاؤں۔" گلوریا نے کہا، اور میرا بازو پکڑ کر مجھے آگے گھسیٹنے لگی۔

ایک لمحے کیلئے میں شدت سے ہچکچایا تھا لیکن دوسرے لمحے میرے اندر وہی قوت عود کر آئی جو ہر مرد کے سینے میں موجود ہوتی ہے، اور جس کی بناء پر وہ عورت کے سامنے جانے کیا سے کیا بن جاتا ہے، اور اس بات پر اگر میں جھجکتا تو یقینی طور پر یہ بات میرے لئے قابل شرم تھی جبکہ وہ جنگلی لڑکی ان جانوروں سے قطعی خوفزدہ معلوم نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب جو ہوگا سو دیکھا جائے گا۔ چنانچہ میں آگے بڑھ گیا۔

"وہ دودھ رچی کی مادہ ہی کا تھا۔" گلوریا نے بتایا، اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"گ...... گویا شیرنی کا دودھ۔"

"ہاں......، اور یہ دودھ صرف شیر کے بچے ہی کو نصیب ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی شخص ہے جو اس بات کا دعویٰ کر سکے کہ اس نے شیرنی کا دودھ پیا ہے۔"

"واقعی...... واقعی تعجب کی بات ہے۔"

"تو رچی میرے بچپن کا ساتھی ہے۔ اتنا پرانا دوست کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ میرے لئے شکار کر کے لاتا ہے۔ اپنا حصہ وہ نکال لیتا ہے، اور میں اپنا حصہ نکال لیتی ہوں اور میں مختلف طریقے سے کھاتی ہوں۔"

"م...... مگر یہ جانور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔"

"تمہیں بھی نہیں پہنچائے گا...... آؤ...... اس کے نزدیک آؤ......" گلوریا نے کہا، اور ہم دونوں شیر کے نزدیک پہنچ گئے۔

شیر اسی طرح خاموش کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نرم تاثرات تھے لیکن مجھ پر
ہیبت طاری ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے خود پر قابو پائے رکھا تھا۔ پھر ہم وہاں سے چل
پڑے۔

"یہ وہ جگہ ہے، جہاں میں آرام کرتی ہوں۔" گلوریا نے گھاس کے ایک قطعہ کی
جانب اشارہ کیا۔

"بڑی عجیب وغریب زندگی ہے، تمہاری گلوریا۔ کیا تم اس زندگی سے اکتاتی نہیں ہو"
میں نے سوال کیا۔

"کیوں اکتانے کی کیا بات ہے۔ جنگل میں بے شمار جانور ہیں۔ چرند پرند، حشرات
الارض، یہ سب میرے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ ایک طرح سے میں انکی حکمران ہوں
پھر اکتاہٹ کا کیا سوال۔"

"تمہاری ساری ضروریات یہاں پوری ہو جاتی ہیں؟"

"تقریباً۔" گلوریا نے جواب دیا۔

"گویا کوئی ضرورت باقی بھی رہ جاتی ہے۔" میں نے سوال کیا۔ گلوریا وہاں سے چل
پڑی۔ اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔

درختوں سے باہر چاندنی چھن رہی تھی۔ اتنا خوبصورت ماحول تھا، کہ نظر نہیں ٹھہر
تھی، اور اس ماحول میں گلوریا کی موجودگی نے، اور چار چاند لگا دیئے تھے۔ حالانکہ میں
کے وجود سے اب بھی مطمئن نہیں تھا۔

ٹہلتے ہوئے اسی ٹیلے کے نزدیک پہنچ گئے۔ جہاں سے پہلی بار میری نگاہ اس جھیل
پڑی تھی۔ ہم دونوں اوپر پہنچ گئے۔ "تھوڑی دیر قبل میں یہیں تھا۔"

"اوہ...... یہ تمہارے آرام کی جگہ ہے۔"

"ہاں......گلوریا" یہیں سے تو میں نے اس جھیل کو دیکھا تھا۔

"عمدہ جگہ ہے۔" گلوریا نے غمزدہ لہجے میں کہا، اور اس چٹان پر لیٹ گئی، جس پر
لیٹا ہوا تھا۔

"یہاں سے چاند کا نظارہ، اور خوبصورت ہو جاتا ہے۔"

"ہاں......گلوریا" تمہاری وجہ سے چاند، اور خوبصورت ہو جاتا ہے۔

"واقعی۔"

"ہاں...... میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"بیٹھ جاؤ' آرام نہیں کرو گے۔" گلوریا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، اور مجھے نیچے بٹھا دیا، اور
میری کھوپڑی میں خون جوش مارنے لگا۔

میں اس کے بدن سے مس ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ گلوریا کے بدن سے اٹھنے والی خوشبو چاند
میں گھل رہی تھی، اور سنہری ہوائیں اسے چاروں طرف بکھیر رہی تھیں۔

"تم نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی' آبونا" وہ مخمور لہجے میں بولی۔

"کیا؟"

"تم نے پوچھا تھا کہ یہاں میری ساری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔"

"ہاں۔"

"اور میں نے تمہیں اس کا جواب نہیں دیا تھا۔"

"اب جواب دے دو۔" میں اس کے انداز کو صاف محسوس کر رہا تھا۔ وہ عورت تھی، اور
جذبات کا شکار ہو گئی تھی۔

"نہیں' آبونا' کبھی کبھی تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہے۔ ایک ایسے ساتھی کی ضرورت
محسوس ہوتی ہے جو ان چاندنی راتوں میں روح سے قریب ہو۔ اتنا قریب کہ کوئی دوری نہ
رہے۔ ہاں' آبونا! یہ احساس کچھ روز ہوئے جاگا ہے۔ اس وقت جب میں نے رچی، اور اس
کی محبوبہ کو چاندنی رات میں اٹکھیلیاں کرتے ہوئے دیکھا، اور اسی وقت جب بستی کے سفید
مردوں کو چھپ چھپ کر پہاڑوں کی آڑ میں آ کر محبت کے بول کہتے سنا۔"

تب میرے بھی دل میں امنگیں جاگیں۔ آبونا!، اور اس وقت سے مجھے ایک ایسے
ساتھی کی ضرورت محسوس ہوئی جو میری ان تنہائیوں کو دور کر دے۔

"میں نے تمہیں جھیل میں نہاتے ہوئے دیکھا۔ چاندنی ویسی تھی، اور رچی اپنے محبوب
کے ساتھ اٹکھیلیاں کر رہا تھا۔ تو آبونا میں خود کو نہ روک سکی، اور تمہارے پاس پہنچ گئی۔ وہ
تھوڑی سی کھسکی، اور اس نے میری آغوش میں سر رکھ دیا۔

تب میں نے محسوس کیا آبونا کہ چاندنی رات کے ساتھی تم بھی تو ہو سکتے ہو۔ بولو کیا
تم نے غلط محسوس کیا۔" اس نے سوال کیا، اور میرے بدن میں سنسنی، اور گہری ہو گئی۔ جنگل
کے ویران ماحول میں ملنے والی جل پری' عورت کا رخ اختیار کر گئی تھی، اور اس روپ سے
مجھے سوی! نے پہلے ہی روشناس کر دیا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل کی زندگی نہایت خشک گزری
تھی۔ لیکن سوی کا قرب مجھے جنگل کے اس حسین ماحول کا حسین روپ بتا چکا تھا، اور اب میں
اس حسین روپ سے اچھی طرح واقف تھا، اور یہ ہی روپ اس وقت گلوریا کی آنکھوں میں

جوانی بن چکا تھا۔ چاندنی اس کے چہرے پر سمٹ آئی تھی۔

اس نے جس انداز سے میری آغوش میں سر رکھا تھا۔ اس میں خود سپردگی کا احساس تھا، اور اس کے بعد کسی مرد کیلئے بڑی مشکل ہوتی ہے کہ اس خود سپردگی کو ٹھکرا دے، اور اس کے بعد نہ میں نے کچھ کیا، اور نہ اس نے، اور چاندنی ہمارے گرد احاطہ کیے ہوئے تھی۔

گلوریا میری آغوش میں سما گئی تھی اس کی وہ طلب مٹ گئی تھی کہ جسموں کا احساس ختم ہی کر دیا جائے۔ ہم دونوں ساری دنیا کو بھول گئے تھے۔ دور سے رچی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ شاید وہ ہمیں رات کے گزرنے کا احساس دلا رہا تھا' یا پھر ہمیں دیکھ کر خود اس کے جذبات ابھر رہے تھے۔

یوں رات بہتی رہی' چاند ہمارے اوپر بادلوں کے چھوٹے چھوٹے سائے ڈالتا ہوا گزرتا رہا، اور پھر نجانے ان میں سے ایک سایہ کہاں سے میری آنکھوں میں رینگ آیا، اور چاندنی مدھم پڑ گئی۔ میں سو گیا تھا حالانکہ اس رات سونا' جنگلوں کے اس حسن کی توہین تھی۔ لیکن نجانے کیوں یہ چاندنی کا سایہ میری آنکھوں میں گھس آیا تھا، اور پھر یہ کمبخت سایہ اسی وقت چھٹا جب سورج کی کرنوں نے میرے حواس درست کرنے کی کوشش کی تھی۔

''رات کا حسین تصور گلوریا کے بدن کی مہک' چاندنی کا کھیت' میرے ذہن میں ایک خوشگوار تاثر لے کر جاگا تھا، اور میں نے کروٹ بدل کر گلوریا کو اپنی آغوش میں سمیٹنے کی کوشش کی۔ اب تو تکلف کی کوئی دیوار ہمارے درمیان نہیں تھی۔''

لیکن وہ میرے دونوں سمت نہیں تھی۔ تب میں نے سورج کی کرنوں کی تڑپ میں پانی میں ایک کنول کو تیرتے دیکھا، جس کے بالوں میں لگے پھول پانی پر بہہ رہے تھے، اور اس کا چندن سا بدن پانی میں آگ لگا رہا تھا۔

اس منظر کو جیتا جاگتا دیکھنے کیلئے میں نے آنکھیں کھول دیں، اور گردن اٹھا کر اس طرف دیکھا جدھر جھیل تھی۔ لیکن شاید غلط ہو گیا۔ سوتے میں رخ بدل گیا تھا۔ تب میں نے دوسری طرف دیکھا لیکن لیکن جھیل اس طرف بھی نہیں تھی۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ البتہ میں ٹیلے کی اس چٹان پر موجود تھا۔ ایک دم سے یوں لگا جیسے کوئی چیز سینے سے نکل گئی ہو۔ ایک دھکن کا احساس ہوا۔

''خواب۔'' میں نے ڈوبتے دل سے کہا' کیا میں خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن یہ اس حالت میں ممکن تھا جب میں خود کو پاگل تصور کرتا۔ سامنے ہی درختوں کے جھنڈ موجود تھے۔ صرف ایک چیز جو میں نے عالم خواب میں دیکھی تھی۔

گلوریا درختوں کے درمیان چلی گئی تھی۔ لیکن جھیل کہاں گئی۔ لیکن جھیل کہاں غائب ہو گئی جبکہ سارا کھیل ہی جھیل کے کنارے سے شروع ہوا تھا۔ نہیں...... نہیں ناممکن...... کون...... کون سی چیز کو خواب سمجھوں۔ سب کچھ تو خواب نہیں ہو سکتا۔

میں پہلے پیاسا تھا۔ لیکن اب میرے لبوں کو تشنگی کا احساس تک نہیں تھا۔ میں بھوکا تھا لیکن اب پیٹ بھرا ہوا تھا، اور سب سے بڑی چیز گلوریا کے بدن کی خوشبو تھی جو اب بھی میرے بدن سے اٹھ رہی تھی۔ یہ طلسم تھا' سب کچھ وہی تھا لیکن...... اور پھر میں اچھل گیا۔ مجھے اس جھونپڑی کا خیال آیا جو ان درختوں کے درمیان تھی۔ آخری تلاش کیلئے میں اس طرف چل پڑا۔

گو مجھے شیروں کا جوڑا بھی یاد تھا۔ لیکن گلوریا کی محبت میرے دل میں کچھ اس طرح موجزن ہوئی تھی کہ میں سب کچھ بھول گیا، اور دوڑتا ہوا درختوں کے درمیان پہنچ گیا لیکن درختوں کے درمیان نہ وہ میدان تھا، اور نہ وہ جھونپڑی۔

میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ دل کی عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی۔ گلوریا یاد آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات بیحد عجیب تھے۔ چاندنی رات کا منظر اس طرح ذہن پر طاری ہوا تھا کہ بھولے نہ بھول رہا تھا۔

دفعتاً میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی، اور پھر ذہن کو ایک بیزاری کا سا احساس ہوا۔ میری محافظ سفید بلی تھوڑے فاصلے پر ایک درخت کے تنے کے نزدیک بیٹھی مجھے گھور رہی تھی۔

اور اسی وقت میرے ذہن میں ایک، اور خیال آیا۔ گلوریا کا سحر ٹوٹنا چاہیے، جو کچھ ہوا ایک طلسم تھا۔ اگر وہ خواب ہوتا تو اس طرح ذہن پر مسلط نہ ہوتا، اور خواب کا احساس بھی ہوتا۔ لیکن یہ خواب نہیں طلسم تھا۔ میرے ذہن پر خوف کا شائبہ بھی تھا۔ تب میں محافظ بلی سے مخاطب ہوا۔

''گرینی''، اور بلی اس طرح میری طرف متوجہ ہو گئی جیسے اپنا نام پہچانتی ہو۔ ''تو میری محافظ ہے۔ لیکن میں جس طرح اس طلسم کا شکار ہوا ہوں' اس کا کوئی توڑ بھی ہے تیرے پاس۔''

بلی خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی۔ تب میں نے نفرت بھرے انداز میں ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا'' بھاڑ میں جائے جموکا'، اور چولہے میں جائیں سردار شیلا کی نوازشات' جموکا نے اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے مجھے استعمال کیا تھا۔ اس نے میری جان بچائی تھی۔ لیکن میں اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا' کیونکہ میں قلاش ہوں۔ چنانچہ اب مجھے پورا حق ہے کہ اب میں

صرف اپنی جان بچانے کے بارے میں سوچوں۔''

وہ سفید پہاڑ اب بھی نظر آ رہے تھے۔ جن کی طرف گلوریا نے اشارہ کیا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن انہیں دیکھ کر ایک خیال میرے ذہن میں ابھرا کیوں نہ میں ان سفید فاموں کی بستی کی طرف جاؤں، اور ان سے مل کر کوشش کروں کہ وہ مجھے میرے وطن بھجوا دیں۔ میں نسلاً تو افریقی نہیں ہوں، وہ لوگ مجھے اپنے عتاب کا نشانہ کیوں بنائیں گے۔ چھوڑو ان جنگلیوں کی مصیبت کو۔

یہ خیال میرے ذہن میں جم گیا۔ میں نے بلی پر ایک نگاہ ڈالی'' میں جموکا کیلئے کچھ نہیں کر سکتا اسے بتا دینا، اور میں وہاں سے چل پڑا۔ بلی نے اس بار میرا تعاقب نہیں کیا تھا۔

اور پھر میں درختوں کے اس سلسلے میں کافی دور نکل آیا۔ سفید پہاڑوں کے بارے میں میرا خیال تھا، کہ وہ زیادہ دور نہیں ہیں۔ لیکن دوپہر تک میں چلتا رہا، اور سفید پہاڑ اتنی ہی دور نظر آتے رہے۔ یہاں تک کہ میں تھک گیا۔

سورج سر پر تھا اور دھوپ کی تمازت شدید تھی۔ میں کسی سایہ دار درخت کی تلاش میں تھا، کہ اچانک دور دھماکے سنائی دیئے۔ میرے کانوں نے صاف پہچان لیا کہ یہ بندوق کی آواز تھی۔

◆◆◆

اور پھر چند گز کے فاصلے پر مجھے ایک خوبصورت ہرن اچھلتا ہوا نظر آیا۔ بڑا طاقتور ہرن تھا، دو گولیاں لگنے پر بھی دوڑ رہا تھا۔ لیکن چند ساعت بعد وہ اچھل کر گر پڑا۔ اس کی قوت جواب دے گئی تھی۔

وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا، اور میں چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہا تھا، کہ اس کا شکار کس نے کیا ہے۔ ویسے میرا ذہن انہی سفید فاموں کی طرف گیا تھا۔

پھر میں نے ایک دبلے پتلے بوڑھے، اور ایک لڑکی کو دوڑتے ہوئے دیکھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں، اور وہ اسی طرف دوڑ رہے تھے۔ بوڑھا کافی پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ نوجوان لڑکی سے زیادہ تیز دوڑ رہا تھا۔

شاید انہوں نے ابھی تک مجھے نہیں دیکھا تھا۔ ویسے ہرن ان کی نگاہوں میں تھا۔ اس لئے وہ اس طرف دوڑ رہے تھے، اور پھر جونہی ان کی نگاہ مجھ پر پڑی، وہ دونوں ٹھٹک گئے۔ بوڑھا ایک دم رک گیا تھا۔ لڑکی اس کے نزدیک آ گئی۔

اب دونوں ہرن سے دور کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ میرے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ پھر بوڑھا آگے بڑھا، اور لڑکی اس کے پیچھے جھجکتی آ رہی تھی۔ بوڑھا میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر بچوں کی سی خوشی تھی۔

''ٹارزن۔'' اس نے میری طرف انگلی اٹھا کر سوالیہ انداز میں پوچھا، اور مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ لیکن میں سنجیدہ ہی رہا تھا'' جنگل بوائے۔'' بوڑھا پھر ایک قدم آگے بڑھا۔

لڑکی بھی گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ سفید رنگ، اور بھورے مٹی میں اٹے ہوئے بال، لمبا قد، اور بھرا بھرا بدن لباس بوسیدہ تھا۔ لیکن دلکش لگ رہی تھی۔ خاص طور پر اس کی آنکھیں کافی حسین تھیں۔

''شکار، شکار'' بوڑھے نے پھر کہا، اور ہرن کی طرف اشارہ کیا۔'' ہم نے کیا ہے' اسے

اٹھالیں؟'' وہ سہمے ہوئے انداز میں پوچھ رہا تھا۔ جیسے مجھ سے خوفزدہ ہو۔ ویسے میرا حلیہ
ایسا تھا۔ گورنگین مٹی کے نقوش مٹ گئے تھے، اور چہرہ بھی جھیل میں نہانے سے صاف
تھا۔ لیکن بدن پر وہی مختصر سا لباس تھا، اور پھر جسامت جس کی وجہ سے مجھے ٹارزن سمجھ
تھا۔

بوڑھا شکار کی جانب ایک ایک قدم بڑھ رہا تھا، اور وہ کبھی مجھے، اور کبھی شکار کی طرف
دیکھنے لگتا تھا۔ پھر اس نے غصیلے انداز میں کہا۔

''بولتے کیوں نہیں...... اٹھالوں یا یہ تمہاری ملکیت ہے۔''

''اوہ...... مسٹر...... مسٹر شیل آزر' درشت لہجے میں بات نہ کریں۔'' لڑکی نے بڑھ کر
سے بوڑھے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''اٹھالیں مسٹر شیل آزر' میں نے آپ سے کچھ کہا ہے۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا۔
بوڑھا اچھل پڑا۔

''شیل آزر بول پڑا' تم انگلش بول سکتے ہو؟'' اس نے قلقاری ماری۔

''بدقسمتی سے بول سکتا ہوں۔''

''اٹھالوں' ذبح کرلوں اسے۔''

''دم توڑ دے گا تب ذبح کرو گے۔'' میں نے کہا، اور بوڑھے نے چھرا نکال کر
پر چھلانگ لگا دی۔ تھوڑی دیر میں اس نے ہرن کی گردن ذبح کر دی تھی۔ لڑکی اب
دونوں ہاتھ رکھے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''کیا آپ مجھے ٹارزن یا جنگل بوائے کہیں گے۔''

''حلیے سے آپ وہی لگتے ہیں' لیکن میں بچپن کی حدود سے نکل چکی ہوں۔''

''ہاں مجھے بوڑھے بچے پر حیرت ہے۔ اس کے انداز میں ایسی خوشی، اور حیرت
جیسے اس کی ملاقات سچ مچ ٹارزن سے ہوگئی ہو۔''

''مسٹر شیل آزر بچکانہ فطرت کے مالک ہیں۔'' لڑکی مسکرا کر بولی اس کی مسکراہٹ
دلچسپ تھی۔

''آپ کے کون ہیں؟''

''بس اب تو سب کچھ ہیں لیکن آپ کون ہیں' مسٹر...... افریقی تو نہیں معلوم ہوتے
لیکن مغرب سے بھی تعلق نہیں رکھتے۔''

''آپ کا خیال درست ہے۔''

''تب پھر؟'' اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''میرا تعلق ایشیا سے ہے۔''

''یہی میرا اندازہ تھا'' وہ مسکرا کر بولی ''لیکن ایشیا کے کون سے ملک سے؟'' اس نے
سوال کیا، اور میں نے اپنے وطن کا نام دہرا دیا۔

''میں جا چکی ہوں۔''

''آپ لوگ؟''

''یہ ایک طویل کہانی ہے۔ لیکن آپ یہاں ٹارزن بنے کیا کر رہے ہیں؟ اس نے بے
تکلفی سے سوال کیا۔

''زندگی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔''

''اوہ...... بھٹکے ہوئے ہو۔''

''ہاں...... یہ ہی سمجھ لیں۔''

''، اور لوگ بھی ہیں۔ آپ کے ساتھ۔''

''نہیں' کوئی بھی نہیں۔''

''ہمارے ساتھ بھی کوئی نہیں ہے۔ کیوں نہ آپ ہمارے ساتھ ہی آ جائیں۔''

''میں تو جانداروں کی تلاش میں تھا۔ اگر آپ پر گراں نہ گزرے تو'' میں نے کہا، اور
لڑکی خوش ہوکر بولی۔

''اوہ یہ تو میری خوش بختی ہے۔ لیکن آپ کے ساتھی' غالباً وہ آپ کے پاپا ہیں۔''

''خدا کے واسطے' خدا کے واسطے آہستہ بولیں۔'' لڑکی آواز دبا کر بولی، اور بوڑھے کی
طرف دیکھنے لگی جو ہرن کی کھال ادھیڑنے میں مصروف ہوکر سب کچھ بھول گیا تھا۔

''کیوں؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''اگر آپ نے یہ بات مسٹر شیل آزر کے سامنے کہہ دی تو آپ سے دشمنی ہو جائے گی،
اور یہ شخص بڑا کینہ پرور ہے۔''

''آپ کے کون ہیں؟''

''کہہ تو رہی ہوں' اب تو سب کچھ ہیں۔''

''لیکن بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''ابھی سمجھنا ضروری ہے۔ افوہ کتنی شدید دھوپ ہے۔ میرے پاس ہلکا سا خیمہ ہے لیکن
دھوپ، اور شبنم سے بچانے کیلئے مؤثر پہلے وہاں چلیں لیکن پلیز میری ایک بات سن لیں۔''

لڑکی لجاجت سے بولی۔

"جی۔"

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"عادل شاہ۔"

"میرا نام' جوزی ہے' مسٹر عادل' پلیز مسٹر شیل کو ہینڈل کرنے کیلئے آپ کو مسخرہ بننا پڑے گا۔"

"اوہ وہ کس طرح؟"

"یوں سمجھ لیں کہ مسٹر شیل سے ہینڈسم نوجوان اس روئے زمین پر، اور کوئی نہیں ہے"

"خوب۔" میرے ہونٹوں پر بے اختیار ہنسی آ گئی، اور شاید میری آواز پر بوڑھے نے میری طرف مڑ کر دیکھا تھا۔

اور پھر اس کا ہاتھ چلتے چلتے یوں رک گیا، جیسے کوئی مشین رک گئی ہو۔ اس نے غصیلے انداز میں میری طرف دیکھا اور پھر جوزی کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے چھری پھینکی، اور ہماری طرف بڑھ آیا۔

"دھوپ بہت تیز ہے۔" وہ نزدیک آ کر غرایا۔

"لیکن آپ کے انداز سے تو یہ لگ رہا ہے۔ مسٹر شیل آزر کہ دھوپ آپ پر اثر انداز ہی نہ ہو رہی ہو۔"

"تم ہنس کیوں رہے تھے؟" بوڑھے نے غصیلی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں آپ کی ساتھی کو بتا رہا تھا، کہ مسٹر شیل آزر ہرن کی کھال اس طرح اتار رہے ہیں جیسے شیر اپنے شکار کو جھنجوڑتا ہے" میں نے کہا۔

"ایں۔" بوڑھے نے احمقانہ انداز میں جوزی کی طرف دیکھا، اور جوزی نے گردن ہلا دی۔

بوڑھا مرغے کی طرح اکڑ گیا تھا۔ "شکاری ہوں کوئی گھسیارہ نہیں ہوں' مگر تم کون ہو دوست؟"

"شاہ عادل ہے میرا نام۔"

"دھوپ بہت ہے کیوں نہ ہم اسے خیمے کی طرف لے چلیں جوزی۔" بوڑھے نے میرے جواب کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"یہ ہی تو میں کہنے والی تھی۔ مسٹر آزر' آپ تو فولادی انسان ہیں نا' لیکن مسٹر عادل

دھوپ میں کھڑے نہیں ہو سکتے ہیں، اور نہ میں۔"

"اوہ...... تو پہلے کیوں نہیں کہا۔" بوڑھے نے کہا، اور وہ پھر تیزی سے ہرن کی طرف بڑھا۔ اس نے اس طرح ہرن کی ٹانگیں پکڑ کر اسے جھٹکا دیا جیسے اٹھا کر کندھے پر ڈال لے گا۔ لیکن ٹانگیں تو چھوٹ گئیں، اور خود کئی چکر کھائے، اور گرتے گرتے بچا۔ ہرن کا وزن ایک ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا۔ نہایت تندرست جانور تھا۔

جوزی نے بے اختیار رخ بدل دیا لیکن میں دوڑتا ہوا بوڑھے کے نزدیک پہنچ گیا۔

"اوہ مسٹر شیل آزر براہ کرم۔"

"کیا بات ہے؟" بوڑھے نے نروس لہجے میں کہا۔

"میری موجودگی میں آپ یہ کام نہ کریں' غلام کس لئے ہوتے ہیں۔"

"غلام" بوڑھے نے حیرت سے کہا۔

"ہاں مجھے آپ سے بڑی عقیدت ہوگئی ہے۔ براہ کرم یہ خدمت مجھے انجام دینے دیں۔" میں نے جھک کر ہرن کو اٹھایا، اور کندھے پر ڈال لیا۔

"شرمندہ کر رہے ہو...... شرمندہ کر رہے ہو' چلو ٹھیک ہے۔ تمہاری یہی مرضی ہے تو ٹھیک ہے تو آؤ۔ جوزی۔"

اور ہم تینوں چل پڑے، اور ایک ٹیلے کی آڑ میں پلاسٹک کا ایک خیمہ ایستادہ تھا، اور چھاؤں میں تھا۔ خیمے کے باہر بھی ایک چٹان کے سائے نے چھاؤں کر رکھی تھی۔ خیمے کے قریب پہنچ کر میں نے ہرن زمین پر ڈال دیا۔ اس کی آدمی کھال ادھیڑ ڈالی گئی تھی۔

"بھئی عمدہ انسان ہو' بہت مہذب' لیکن تمہارا لباس" بوڑھے نے نرم انداز میں کہا۔

"بس ینگ مین میں اس افریقہ کے حالات کا شکار ہوں"، اور لفظ ینگ مین نے بوڑھے کو، اور خوش کر دیا۔

"بیٹھو بیٹھو' تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی، اور مایوسی بھی۔"

"اوہ مایوسی کیوں مسٹر آزر۔"

"ایک نگاہ میں تم ٹارزن معلوم ہوئے تھے۔ لیکن تم ٹارزن کے بجائے عادل نکلے۔ تمہارے کپڑے کہاں گئے؟"

"ادث کا شکار ہوگئے۔" میں نے بیچارگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں' ہمارے پاس کئی لباس پڑے ہیں۔ جوزی ان میں سے ایک اس نوجوان کو دے دینا۔"

"یہ کام تو بعد میں بھی ہوتے رہیں گے مسٹر آزر' کیا ہرن کو بھوننے کا کوئی بندوبست نہیں ہوگا۔ بھوک کے مارے جان نکل رہی ہے۔" جوزی نے کہا۔

"اوہ...... ابھی ڈارلنگ' ابھی لو۔" بوڑھا پھر اچھل کر بولا۔ اسے بات بات پر اچھلنے کی عادت تھی۔ پھر وہ باقی کھال بھی اتارنے لگا۔ لڑکی ایک ٹینکی خیمے سے نکال لائی، اور اس کے نیچے آگ روشن کی جانے لگی۔

"میں جاؤں مسٹر شیل؟" میں نے پوچھا۔

"کہاں؟" وہ چونک کر بولا۔

"بس ایسے ہی میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"کچھ، اور لوگ بھی ہیں تمہارے ساتھ؟"

"کوئی نہیں ہے۔"

"تنہا ہو۔"

"جی۔"

"پھر کہاں جاؤ گے' رکو' گوشت تیار ہو رہا ہے' مل کر کھائیں گے۔ تمہاری شخصیت مجھے پسند آئی ہے۔"

"، اور مسٹر آزر' شخصیت کی بات کرتے ہیں تو یقین کریں طویل عرصے سے افریقہ میں گھوم رہا ہوں۔ بیشمار سیاحوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ لیکن آپ جیسی شخصیت سے آج تک نہیں ملا۔ ایک نگاہ دیکھنے سے ہی لگتا ہے جیسے شیر گرج رہا ہو۔" میں نے چمچہ گیری شروع کر دی، اور آزر کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا۔

"ارے نہیں نہیں' اب ایسا بھی نہیں ہے۔ بس میں نے خود کو چاق و چوبند رکھنے کیلئے سخت محنت کی ہے۔"

"اندازہ ہوتا ہے' اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"جوزی پلیز' اسٹول نکال لاؤ...... بھئی کیا نام بتایا تھا تم نے؟"

"عادل شاہ۔" میں نے جواب دیا، اور جوزی کی طرف دیکھا۔ جوزی نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ جیسے بہت مطمئن ہو۔ پھر وہ خیمے میں داخل ہو کر دو اسٹول نکال لائی۔ ایک اسٹول اس نے مجھے پیش کر دیا، اور دوسرے پر خود بیٹھ گئی۔ آزر گوشت بھون رہا تھا۔ اس نے واقعی بڑی پھرتی سے ہرن کی کھال اتار کر اس کی آرائش صاف کر دی تھیں۔

"تفصیلی گفتگو کھانے کے بعد کریں گے' شیر جس وقت بھوکا ہو، اسے کچھ بھی اچھا نہیں

لگتا۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہاں شیر کی یہ ہی شان ہے۔" میں نے کہا، اور بوڑھا چور نگاہوں سے جوزی کو دیکھنے لگا۔ اس کے انداز میں بڑی شرارت تھی۔

"تم کب سے افریقہ میں بھٹک رہے ہو؟"

"تقریباً ایک سال سے۔"

"اوہ ایک سال تو بہت ہوتا ہے۔ بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا ہوگا۔ ویسے کیا تم تنہا ہی تھے یا تمہارے، اور بھی ساتھی تھے۔" بوڑھے نے کہا۔

"نہیں' دوسرے لوگ بھی تھے۔ لیکن سب حادثوں کا شکار ہو گئے۔"

"ہم بھی اسی دور سے گزر رہے ہیں میرے دوست' اگر میں ہمت سے کام نہ لیتا تو جوزی تو ہمت ہار بیٹھی تھی۔"

"مس جوزی خوش نصیب ہیں، جو انہیں آپ جیسا ساتھی حاصل ہے۔"

"ہاں ہم دونوں ہی خوش نصیب ہیں۔"

بوڑھے نے پر عاشقانہ انداز میں جوزی کی طرف دیکھا، اور جوزی مسکرا دی۔ میں کسی حد تک تو اندازہ لگا چکا تھا لیکن اب میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی تھی' کوئی چکر تھا' شاید لڑکی کا کوئی نہیں تھا، اور اس نے بوڑھے کے دم کو غنیمت جانا تھا، اور اسے اس کی نطرت کے مطابق ہی ڈیل کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد گوشت تیار ہو گیا۔ واٹلنگر کے انداز میں گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا، اور اسے دانتوں سے ادھیڑنے لگا۔

"کھاؤ...... عیش کرو۔" اس نے وحشیانہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا، اور جوزی چھری لے کر آگے بڑھی پھر اس نے گوشت کے دو بڑے ٹکڑے کاٹے ایک مجھے دیا، اور دوسرا خود لے لیا۔

میں نے اس وقت ان لوگوں کا ساتھ غنیمت جانا تھا۔ بڑا ہی دلچسپ جوڑا تھا، اور میری خوش قسمتی تھی کہ یہ دونوں مل گئے تھے۔ پہلے میں نے انہیں ان سفید فاموں میں سے سمجھا تھا، جو پہاڑوں کی دوسری طرف آباد تھے۔ لیکن اب ان کی کہانی کسی حد تک سمجھ گیا تھا، اور اس بات سے خوش تھا۔

بوڑھے نے گوشت کھا کر پانی پیا، اور کچھ کہے بغیر اندر خیمے میں چلا گیا۔ میں باہر ہی تھا، اور جوزی اب بھی بیٹھی آہستہ آہستہ دانتوں سے گوشت نوچ رہی تھی۔ وہ کافی دیر میں

فارغ ہوئی، اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

"سوری عادل! میں آہستہ آہستہ کھانے کی عادی ہوں۔"

"مہذب لوگوں کی مانند" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہو' بس بس میرے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے" وہ ہنس پڑی۔

"کیا مطلب؟"

"یہ انداز اس کیلئے کافی ہے' میں نہیں جانتی تمہیں اپنی طبیعت پر کس قدر جبر کرنا پڑا ہوگا" اس نے کہا۔

"ارے نہیں' ویسے دلچسپ انسان ہے۔"

"ایسا ویسا دلچسپ۔" جوزی دانت پیس کر بولی، اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"آپ کچھ بیزار معلوم ہوتی ہیں۔"

"زندگی سے بیزار ہوں۔"

"کیوں؟"

"ارے' وہ انسان ہے۔ گدھوں کی بدترین نسل۔" جوزی نے کہا، اور میں نے ایک دم اسے اشارہ کیا کیونکہ اس کی آواز کافی بلند ہوگئی تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ میرا اشارہ نہیں سمجھ سکی تھی۔

"مسٹر آزر سن لیں گے۔" میں نے آواز دبا کر کہا۔

"آؤ۔" جوزی اچانک اٹھ گئی، اور چونکہ اس نے مجھے بھی اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس لئے میں بھی پھرتی سے اٹھ گیا۔ جوزی مجھے لے کر خیمے کے دروازے پر آئی، اور پھر اس نے اطمینان سے خیمے کا پردہ ہٹایا۔

اندر آزر شیل اوندھا پڑا ہوا تھا، اور اس کے خراٹے نشر ہو رہے تھے۔ "ارے انہیں کیا ہوا" میں نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے کہا ناں' وہ گدھوں کی بدترین نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ پیٹ میں کھانا بھر جائے تو اس کے بعد سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اگر طوفان بھی آ جائے تو بھی اسی طرح سوتا رہے۔"

"تعجب ہے' بغیر کچھ کہے سنے اندر آ گئے تھے۔"

"وہی وحشت کا شوق۔"

مجھے سخت حیرت ہے۔ خاتون لیکن اب یہ سوال میرے ذہن کو، اور پریشان کر رہا ہے کہ آخر آپ کا ان سے کیا تعلق ہے۔"

"میں نے کہا ناں...... بدبختی...... ہم گیارہ افراد تھے۔ میرا باپ بچپن ہی میں مر گیا تھا۔ چچا نے پرورش کی۔ وہ مہم جو فطرت رکھتا تھا، اور اکثر مہمات پر جاتا رہتا تھا۔ اس دفعہ میں بھی اس کے ساتھ آ گئی تھی، اور میری بدقسمتی میرے ساتھ آئی تھی۔ ہم سب ایک ایسے حصے میں داخل ہوئے، جو آدم خوروں کا علاقہ تھا۔

ہمارے تو ساتھی کام آ گئے۔ صرف ہم بچے وہ بھی اس طرح کہ اچانک بستی میں آگ لگ گئی تھی، اور آدم خور ہمیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس وقت آزر نے میری جان بچائی، اور اس وقت سے میں اس کے احسان کا شکار ہوں۔

"اوہ بڑی تعجب خیز کہانی ہے۔"

"دردناک یوں نہیں کہ میرا چچا بھی ایک مطلب پرست انسان تھا، اور اسے مجھ سے صرف اس لئے دلچسپی تھی کہ وہ میرے باپ کی دولت پر عیش کر رہا تھا۔"

"اوہ۔"

"میں نے کہا ناں کہ یہ کہانی دردناک نہیں ہے۔ صرف ایک پہلو سے۔" جوزی نے دلچسپ انداز میں کہا۔

"وہ پہلو کیا ہے؟"

"آپ کچھ اندازہ نہیں لگا سکے مسٹر عادل۔"

"کس بارے میں؟"

"دراصل میں سمجھ نہیں سکا ہوں۔" میں نے اعتراف کیا۔

"مسٹر شیل آزر کی عمر کیا ہوگی؟"

"ان کی عمر تقریباً پچپن یا ساٹھ سال ہوگی۔"

"میں آپ کو ایک سو بیس سال کی نظر آتی ہوں۔"

"اوہ نہیں" میں ہنس پڑا۔

"مسٹر شیل آزر مجھ سے عشق کرتے ہیں' سمجھے آپ' وہ ایک سند یافتہ عاشق ہیں، اور بقول ان کے صرف میرے لئے زندہ ہیں۔"

"خدا کی پناہ کیا واقعی۔"

"یا تو آپ واقعی معصوم ہیں یا پھر بن رہے ہیں۔" جوزی ناک چڑھا کر بولی۔

'' دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے' جوزی' لیکن میں اس انداز میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔''

'' اسی لئے تو میں نے کہا تھا، کہ آپ ان کی جوانی کے گن گا کر انہیں موم کر سکتے ہیں، اور وہ بھی میرے سامنے' خون بڑھتا ہے ان کا یہ احساس ان کیلئے بڑا روح فرسا ہے کہ کوئی انہیں بوڑھا سمجھے۔''

'' پر آپ کیا کرتی ہیں۔''

'' گزارہ۔'' اس نے جواب دیا۔

'' کیا مطلب؟''

''، اور کیا کروں' اس سنسان صحرا میں اسے بوڑھا کہہ کر اس کی اوقات بتا کر بالکل تنہا رہ جاؤں۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا، کہ یورپ واپس جا کر اس سے شادی کر لوں گی۔''

'' خدا کی پناہ۔'' میں نے سر پکڑ لیا۔

'' یقین کریں کئی بار خودکشی کے بارے میں سوچ چکی ہوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکی۔ یہاں سے نکل جاؤں تو اس کمینے کو ٹھیک کروں۔''

'' واقعی یہ بڑا دردناک پہلو ہے۔'' میں نے کہا، اور ہنس پڑا۔

'' آپ ہنس رہے ہیں۔'' جوزی آنکھیں نکال کر بولی۔

'' سوری' مس جوزی! لیکن کیا یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ وہ آپ سے اظہار عشق کرتا ہوا کیسا لگتا ہوگا۔''

'' بھنگی معلوم ہوتا ہے۔ بالکل' بھکاری کہیں کا۔'' جوزی بلبلا کر بولی۔

'' کیسی گزارتی ہیں مس جوزی۔''

'' رو...... رو کر...... خدا کی قسم رو رو کر' ویسے وہ میرا بڑا خیال رکھتا ہے۔ تم نے دیکھا نہیں اس عمر میں کس طرح اپنی ہڈیاں تجتا ہے' خبط یہ ہی کہ بس میں اسے ایک اسمارٹ نوجوان سمجھوں، اور اسی انداز میں اسے پیار کروں۔ اب تم مل گئے ہو' کم از کم اس وقت تک تو گزارا ہو جائے گا جب تک یورپ نہ پہنچ جاؤں۔

'' میں نے آپ کی کہانی کو دردناک تسلیم کر لیا۔'' میں نے کہا، اور ہنس پڑا۔

'' نہ ہنسو' خدا کی قسم نہ ہنسو' اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔''

'' بالکل ایسی ہی کہانی ہے۔ اپنی بھی سوائے اس کے کہ کوئی عاشق ٹائپ چیز نہیں ہے۔ میرے ساتھی بھی حادثات کا شکار ہو گئے، اور میں اس جنگل میں بھٹک رہا ہوں۔''

'' اور یہ حلیہ۔''

'' لباس وغیرہ پھٹ چکا ہے۔ اس سے کام چلا رہا ہوں۔''

'' اوہ......'' لڑکی نے گردن ہلائی۔'' اب کیا ارادہ ہے۔''

'' کس بارے میں۔''

'' یورپ چلو گے؟''

'' ضرور چلوں گا'' نجانے کس طرح ان وحشت زدہ جنگلوں میں وقت گزارا ہے۔ تمہارے ساتھ کم از کم ایک عاشق تو تھا۔ یہاں تو کپڑے بھی نہیں' میں نے مسخرے پن سے کہا، اور جوزی ہنس پڑی۔

'' خدا کرے تمہیں بھی کوئی ایسی بڑھیا مل جائے، جو دن رات جوان بن کر تمہیں پھنسانے کی کوشش کرے۔''

'' خدا کرے۔'' میں نے ہنس کر کہا، اور جوزی ہنستی رہی پھر بولی۔

'' آدم خوروں کی بستی سے بھاگتے بھاگتے ہم نے تھوڑا سا سامان لیا تھا۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ اس سامان میں دوسروں کے کچھ لباس بھی تھے۔ جن کی اس وقت کاٹ چھانٹ نہیں کی گئی تھی۔ وہ لباس اب تمہارے کام آ جائیں گے۔''

'' اوہ شکریہ، میں انکار یا تکلف نہیں کروں گا۔''

'' کرنا بھی نہیں چاہئے۔ لیکن پلیز ابھی نہیں دوں گی۔ وہ جاگ جائے، اور دوبارہ کہے ٹھیک ہے سخت احساس کمتری کا شکار ہے، اور ہمیشہ اس بات پر نظر رکھتا ہے کہ کہیں میری توجہ کم تو نہیں ہو گئی۔''

'' تم تیار کس طرح ہو گئی تھیں۔''

'' اس سے عشق کرنے کیلئے۔''

'' ہاں۔''

'' کیا کرتی عادل شاہ! وہ مریل گدھے کی مانند تھا۔ میں نے سوچا اگر اس میں زندگی نہ ڈالی گئی، تو ہم کہیں نہ پہنچ سکیں گے، اور یہیں مرکھپ جائیں گے۔ اس لئے جب اس نے محرومی کے قصے سنائے تو میں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا، اور وہ غلط فہمی کا شکار ہو گیا، اور اب اس نے میری ناک میں دم کر دیا ہے۔ ویسے میں تشویش زدہ بھی ہوں۔''

'' کیوں؟''

'' تمہاری وجہ سے۔''

"میں نہیں سمجھا۔"

"اگر اس نے ذرا بھی میرے اور تمہارے درمیان التفات یا یگانگت پائی، تو تم سے اکھڑ جائے گا۔ فطرتاً زیادہ اچھا انسان نہیں ہے۔"

"تب ہمیں احتیاط رکھنا ہوگی۔"

"میں بھی یہ ہی کہنا چاہتی تھی۔ وہ کوئی نشہ نہیں کرتا۔ بس پیٹ بھر جائے تو اسے نشہ ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد اسے کوئی پروا نہیں ہوتی۔" جوزی نے کہا، اور میں اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا۔ عجیب سے الفاظ تھے۔ بہرحال وہ یورپ کی پروردہ لڑکی تھی۔ گو میرا ان سے سابقہ تو نہیں پڑا تھا۔ لیکن بہت کچھ سن چکا تھا۔ تاہم میرے لئے بھی وہ دونوں غیر تھے۔ دونوں یورپ ہی کے کسی ملک جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس وحشت خیز ماحول سے نکلوں تو سہی۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ خواہ جیل ہی میں زندگی گزارنا پڑے وہ کم از کم مہذب دنیا کی جیل تو ہوگی۔"

"کیا سوچنے لگے؟" جوزی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"انہی حالات کے بارے میں جوزی۔"

"تمہاری اس مہم کا کوئی مقصد تھا۔"

"مقصد۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔

"کچھ سوچ رہا ہوں جوزی"

"کیا؟"

"یہ ہی کہ تمہارے ساتھ یورپ جاؤں تو بہتر ہے۔ وہاں پہنچ کر تم میری تھوڑی سی مدد کردو گی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ ہم اگر وہاں پہنچ گئے تو میں تمہارا ایشیا جانے کا بندوبست کردوں گی۔" جوزی نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں ان راستوں کے بارے میں معلوم ہے؟"

"افسوس نہیں۔ ہم بھٹک رہے ہیں۔ لیکن اب میں کچھ پُرامید ہو گئی ہوں۔ کم از کم بھٹکنے والے تین ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کچھ کام بن جائے۔"

"ہاں مایوسی کفر ہے۔"

"تم مسلمان ہونا۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"یقین کرو۔ تمہارے مل جانے سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے۔ ویسے تمہاری شخصیت واقعی شاندار ہے۔ تم غیر معمولی طور پر توانا انسان ہو۔"

"شکریہ جوزی! لیکن اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، جوزی میرا مقصد نہیں سمجھی۔ لیکن اب بھی تو ہنس پڑی۔

"اوہ۔ نہیں جھوٹ نہیں بول رہی تمہاری شخصیت متاثر کرتی ہے۔" لیکن تم میرے سوال کو بڑی ہوشیاری سے گول کر گئے۔"

"کون سا سوال؟"

"تمہاری اس مہم کا مقصد کیا تھا؟"

"جھوٹ تے نہیں سمجھوگی جوزی۔" میں نے کہا۔

"نہیں ایسی کیا بات ہے۔" جوزی نے اپنائیت سے کہا۔

"کم از کم افریقہ کے خزانوں کی تلاش نہیں۔ میں نے اپنی کہانی میں تھوڑی سی ردوبدل کردی تھی۔ صرف اس مقصد کے پیش نظر کہ اصل کہانی پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

"اصل کہانی؟"

"ہاں جوزی اصل کہانی۔"

"جو تم نے سنایا۔ وہ اصل کہانی نہیں تھی؟"

"ہاں وہ اصل کہانی نہیں تھی۔"

"بہرحال میرے لئے تمہاری شخصیت زیادہ اثرانگیز ہے۔ اگر تم خود کو چھپانا چاہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

"نہیں جوزی لیکن ممکن ہے کہ میری داستان تمہارے لئے حیران کن ہو۔"

"ان جنگلوں میں ایسے ایسے واقعات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے، کہ کوئی چیز حیران کن نہیں ہوتی۔ لیکن اب میں تم میں بے حد دلچسپی محسوس کر رہی ہوں۔ براہِ کرم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"تو مس جوزی! یوں سمجھ لیں کہ میں اپنی مرضی سے افریقہ نہیں آیا ہوں، بلکہ حالات کے بے رحم تھپیڑوں نے مجھے یہاں دھکیل دیا ہے۔"

"براہِ کرم تفصیل بتائیں۔" جوزی نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

اور میں اسے تفصیل بتانے لگا اور جوزی تجسس آمیز نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

◆◆◆

تفصیل کچھ خاص نہیں ہے مس جوزی۔ بس یوں سمجھ لیں کہ میں ایک تفریحی سفر کر رہا تھا، کہ جہاز تباہ ہوگیا، اور پھر سمندر کی لہریں مجھے گھسیٹ کر یہاں تک لے آئیں۔ یہاں حیرت انگیز حالات میرا انتظار کر رہے تھے۔ مجھے جس شخص نے نکالا وہ ایک بستی کا ڈاکٹر تھا۔

''افریقی بستی کا۔'' جوزی نے پوچھا۔

''ہاں اس ایک افریقی بستی کا۔''

''اچھا تو پھر کیا ہوا تھا۔'' جوزی دلچسپی سے میری صورت دیکھتے ہوئے بولی۔

''تو پھر جوزی اس شخص نے میرے زخمی جسم جو جگہ جگہ سے چُور چُور تھا۔ ٹھیک کر

کیلئے مخصوص قوتوں کا سہارا لیا، اور بالآخر میں تندرست ہوگیا۔ اس نے جب مجھے یہ بتایا کہ میرا انتظار کر رہا تھا تو میں حیران رہ گیا، کیونکہ ان لوگوں کے پراسرار معاملات وہی بہتر جا سکتے تھے۔ لیکن حالات نے یہ بات ثابت کردی کہ بلاشبہ جموکا میرا انتظار کر رہا تھا۔ تب ا نے اس انتظار کی وجہ بتائی۔ اس نے بتایا کہ کچھ غیر ملکی لوگوں نے ان کے علاقے پر قبضہ کر کے انہیں اپنا مطیع بنا لیا ہے، اور ان پر غلامی مسلط کردی ہے، اور جموکا اپنے علم کے ذر یہ معلوم کر چکا ہے کہ ان لوگوں کو غلامی سے نکالنے کیلئے میں معاون ثابت ہوں گا۔ اسی اس نے مجھے سمندر سے نکالا تھا، اور پھر اس نے مجھے اس کام کیلئے روانہ کردیا۔ لیکن سردا شائد مجھ سے متفق نہیں تھا۔ اس نے کوشش کی کہ جموکا اس سے باز آجائے۔ لیکن جموکا ا علم سے مطمئن تھا۔

میں ایک چھوٹی سی فوج لے کر چل پڑا۔ لیکن ہم غفلت میں مارے گئے۔ سفید فام نے حملہ کردیا اور سردار شیلا کے تمام ساتھیوں کا خاتمہ کردیا، اور میں فرار ہوکر یہاں تک گیا۔

''اوہ۔'' جوزی کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

''ہاں جوزی یہ ہے میری کہانی۔

''ہماری کہانی سے بالکل مختلف' اور پراسرار پھر اب؟''

''سردار شیلا مجھ سے اختلاف رکھتا ہے۔ لیکن جموکا کی وجہ سے مجبور تھا، اور اسی لئے اس نے مجھ سے تعاون نہیں کیا۔ میری کوئی ذاتی دلچسپی نہیں۔ میں نے بھی سوچا کہ فرار حاصل کرلوں۔''

''یہاں تم تنہا جو رہ گئے تھے۔'' جوزی بولی۔

''ہاں جوزی میں نے سوچا کہ میں انہیں سفید فام لوگوں سے مدد لوں اور اپنے وطن تک پہنچنے کی کوشش کروں۔''

''اوہ ان کے دشمن سفید فام ہیں؟''

''ہاں جوزی۔''

''کیا تمہیں ان کے ٹھکانے معلوم ہیں۔''

''پہلے معلوم نہیں تھے، لیکن اب معلوم ہو چکے ہیں۔ وہ ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں۔'' میں نے کہا، اور جوزی اچھل پڑی۔

''کیا مطلب؟''

''وہ سفید پہاڑیاں دیکھ رہی ہو، اس کے پیچھے ان لوگوں کا مسکن ہے۔'' میں نے پہاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ تم کس قدر پراسرار انسان ہو۔ کتنے عجیب۔ میں سخت حیران ہوں' لیکن یہ تو ہمارے لئے اور آسانی فراہم ہوگئی۔ اگر وہ مغربی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں، تو ہماری ضرور مدد کریں گے، اور مزید آسانیاں فراہم ہوجائیں گی۔''

''نہیں جوزی میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔'' میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

''کیا؟'' جوزی نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب تم لوگ مل گئے ہو تو اب نہ تم تنہا رہے ہو اور نہ میں۔ ہمیں ان لوگوں کی طرف جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہمیں اپنی منزل کی تلاش جاری رکھنی چاہئے۔ ممکن ہے ہم لوگ اپنی منزل پالیں۔ تین آدمی مل کر تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ان کی طرف نکل گئے تو ان کی ذہنیت کے بارے میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہو۔''

''تو تمہاری مراد ہے کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کریں گے۔'' جوزی نے سوال کیا۔

''یہ نہیں کہا جا سکتا جوزی کہ وہ کس فطرت کے مالک ہیں۔ ہم بہرحال انہیں جانتے تو

نہیں ہیں ناں۔

''ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔'' جوزی نے پُرخیال انداز میں کہا، اور پھر چونک کر بولی۔

''کافی دیر ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں آرام کرلینا چاہئے۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔''

''دیکھو محسوس نہ کرنا، جس قسم کے حالات ہیں۔ ان کے تحت میں چند بداخلاقیوں پر مجبور ہوں۔''

''نہیں جوزی فکرمت کرو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوزی مجھے خدا حافظ کہہ کر خیمے میں چلی گئی۔ میں بھی چھاؤں غنیمت سمجھ کر یہیں لیٹ گیا۔ لیکن میرے ذہن میں خیالات آ رہے تھے، اور انہی خیالات کے ہجوم میں مجھے نیند آ گئی۔ پھر جب میں جاگا تو شام کے سائے پھیل چکے تھے۔ سورج چھپ گیا تھا، اور افق پر سرخی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے ماحول کا جائزہ لیا تھوڑے ہی فاصلے پر کینوس اسٹول پر وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ تب جوزی کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔

''اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے۔ مسٹر شیل؟''

''عادل کے بارے میں؟''

''ہاں۔''

''اچھا انسان ہے۔ پسندیدہ شخصیت کا مالک ہے۔'' آذر نے کہا۔

''اوہ لیکن مجھے ایک آنکھ نہیں بھایا۔''

''اوہ کیوں......؟''

''بس فضول سی شخصیت کا مالک ہے۔'' آذر نے کہا۔

''اوہ بات کچھ اور ہے۔'' آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا......؟''

''دراصل میرے بعد کوئی تمہاری نگاہ میں جچتا نہیں۔ تم ہر ایک کو میرے معیار پر رکھتی ہو۔ ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ جوزی۔ میں اس کی سفارش کرتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''اسے ساتھ ہی رہنے دیا جائے۔ اچھا بھی ہے۔ ہم دو سے تین ہوئے۔ سامان وغیرہ اٹھانے میں مدد کرے گا، اور پھر ممکن ہے کہ راستہ ہی مل جائے۔'' آذر نے کہا اور جوزی برا سا منہ بنانے لگی۔

''تمہاری مرضی ہے آذر۔ اگر تم پسند کرتے ہو تو ٹھیک ہے۔'' جوزی نے کہا۔

''اوہو تم نے اسے لباس نہیں دیا جوزی۔''

''بس میں نے بتایا ناں۔ مجھے پسند ہی نہیں آیا تھا یہ شخص اس لئے میں نے توجہ بھی نہیں دی، اور اندر پہنچ کر تمہارے نزدیک لیٹ گئی۔''

''ارے ارے چھوڑو ان باتوں کو بیچارہ اچھا آدمی ہے۔ پڑا رہنے دو تمہارا کیا جاتا ہے۔'' ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔ جاؤ تم اس کیلئے لباس نکال لاؤ۔ میرا خیال ہے۔ اس جگا دیا جائے۔''

''اوکے مسٹر شیل۔'' جوزی نے کہا، اور اندر خیمے میں چلی گئی۔ میں ایک طویل انگڑائی لے کر سمجھ گیا تھا۔ جوزی کی گفتگو کا مقصد میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ چالاک لڑکی تھی، اور ڈھے کو بیوقوف بنا رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جوزی لباس لے کر آ گئی۔ اس نے لباس میری جانب بڑھا دیا، اور ڈھے نے مجھے دیکھا اور مسکرانے لگا۔

''اوہو...... اوہو اٹھ گئے۔ نوجوان' خوب جی بھر کے سوئے۔ دراصل ہرن کا گوشت ب گہری نیند لاتا ہے، اور پھر افریقہ کے ان جنگلوں میں تو شکار ہی شکار ہے۔ صرف کھیلنے چاہئے۔ میرے ہاتھ میں اگر بندوق ہو تو مجال ہے کہ کوئی جانور میرے سامنے سے نکل کر سکے۔ ارے ہاں تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔''

''نہیں مسٹر آذر! میں تو بڑی کسمپرسی کی زندگی گزار رہا تھا۔ یقین کریں نجانے کتنے مے کے بعد آپ کے ساتھ گوشت کھایا۔ ورنہ اس سے قبل تو جنگل کے پھلوں پر ہی گزارا رہا تھا۔''

''ہونہہ۔'' جنگلی پھل' بھلا وہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم ہمارے ساتھ ہو۔ ہم راستہ تلاش کریں گے، اور میری پیشکش تو یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ہی یورپ چلو۔ سے تم جہاں جانا چاہوگے، میں تمہاری مدد کروں گا۔''

''بہت بہت شکریہ شیل آذر۔ آپ تو فرشتہ صفت ہیں۔''

''یوں لگتا ہے جیسے ساری انسانی خوبیاں آپ کے اندر جمع ہوگئی ہوں۔ ایسی عمدہ شخصیتوں سے مل کر روح باغ باغ ہوجاتی ہے۔'' میں کہہ رہا تھا اور آذر کی آنکھیں خوشی سے ہی تھیں۔ پھر جوزی لباس لے آئی، اور اس نے میری جانب بڑھا دیا۔

"شکریہ مس جوزی۔" میں نے لباس لیا اور خیمے کے عقب میں چلا گیا۔ ج
صاف کر کے میں نے لباس پہن لیا۔ کافی عرصہ کے بعد مہذب دنیا کا لباس پہنے
بڑی فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔

پھر میں خیمے کے عقب سے نکل آیا۔ پہلی بار جوزی نے ہی مجھے دیکھا تھا،
سے انداز میں دیکھتی رہ گئی تھی۔ یہ لباس میرے بدن پر بالکل فٹ آیا تھا۔ جوزی
خیال رکھا تھا۔

پھر شیل آذر گھوما اور بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ اس کا منہ تعجب سے پھیل گیا۔ پھر
گھبرائی ہوئی آنکھوں سے جوزی کی طرف دیکھا، اور جوزی نے برا سا منہ بنا لیا۔
کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آؤ عادل بیٹھو۔ میرا خیال ہے کہ آج یہیں آرام کیا جائے۔ کسی مناسب
انتخاب کر کے ہم سفر شروع کر دیں گے۔ کیا خیال ہے۔"

"میں تو خادم ہوں مسٹر آذر۔ جب آپ پسند کریں۔" میں نے مسکین صور
کہا، اور جوزی مسکرانے لگی۔ پھر رات کے کھانے کا بندوبست ہونے لگا۔ شکار کا گو
مقدار میں موجود تھا۔ رات کے کھانے پر میں نے جوزی کی آنکھوں میں عجیب سی م
تھی، اور میں اس کے بارے میں سوچتا رہ گیا، اور پھر رات ہو گئی۔

بوڑھا عاشق شیل آذر۔ حسب معمول گہری نیند سو گیا، اور اس کے خراٹے گونج
جوزی کی آنکھوں میں مستی مجھے یاد تھی، لیکن میں محتاط تھا۔ ان حالات نے ذہن
خیالات کو تو فنا ہی کر دیا تھا، اور پھر افریقہ کے پراسرار ماحول سے بھی خوفزدہ تھا۔ پرا
اب بھی میرے حواس پر سوار تھی۔ اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کس قدر حسین
لیکن وہ صرف ایک دھوکہ تھے، صرف ایک دھوکہ۔

"کاش ایسا ہی کوئی دھوکہ پھر ہو جائے۔ جوزی حسین تھی۔ نوخیز تھی۔ لیکن ا
بات کہاں، جو افریقہ کے جنگل میں کھلنے والے ان پراسرار پھولوں میں تھی۔ عادل
شخصیت بھی ایک معمہ بن کر رہ گئی تھی۔ خود اس کی اپنی نگاہ میں بھی۔

آسمان پر چاند نکل آیا تھا، اور چاندنی نے پچھلی رات کا سا سماں بیدار کر دیا تھا
حسب معمول بوڑھے شیل کے ساتھ خیمے میں سوئی ہوئی تھی، اور میں باہر کروٹیں بدل
شیل نے سونے کا پروگرام پہلے ہی طے کر لیا تھا۔ بوڑھا عاشق یقینی طور پر مجھے اپنے
دخل انداز ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے کہا تھا، کہ میں خیمے

وں، اور اگر کوئی بات ہو تو انہیں آواز دے لوں۔ اس طرح اس بوڑھے سانڈھ کو ایک
ت کا چوکیدار بھی مل گیا تھا۔ لیکن اس کے خراٹوں کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔
اور میرا خیال تھا کہ جوزی سو نہ سکی ہو گی۔ پھر میں نے خود ہی اپنے اس خیال کی تردید
کردی تھی۔

نجانے وہ کتنے دن سے ان خراٹوں کی عادی ہو گئی ہو گی۔ وقت گزرتا رہا۔ پہلے میرا
یال تھا کہ جوزی کی آنکھوں کی مستی کچھ رنگ ضرور لائے گی۔ لیکن جب کافی دیر گزر گئی، تو
نے خود ہی اپنے اس خیال کو خیرباد کہہ دیا، اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

اس جنگل میں جہاں چاروں طرف دہشت خیز ماحول تھا۔ اگر سوتا نہ تو اور کیا کرتا۔
اہر ہے خوف کی بنا پر نیند تو آ نہیں سکتی تھی۔ لیکن جس ماحول میں ایک طویل عرصہ گزر
ائے، وہ بہر صورت اتنا خوفناک نہیں رہتا۔ چنانچہ میری آنکھیں نیم خوابیدہ ہو گئیں۔ تب ہی
ھے جوزی کی آواز اپنے بالکل قریب سنائی دی۔

"سو گئے عادل۔" اور میں بھی چونک پڑا۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔
وزی کی آنکھوں میں وہی پراسرار چمک تھی۔ جو میں نے کھانا کھاتے ہوئے محسوس کی تھی۔

"ہاں۔ ابھی ابھی میں سونے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"خراٹوں کی آواز تو یہاں تک پہنچ رہی ہو گی۔"

"ہاں مجھے تعجب ہے کہ ان خراٹوں کے درمیان آپ کیسے سوئی ہوں گی۔"

"کہاں سوئی۔ ویسے بھی نہیں سوئی۔ اس شخص کی اس بدعادت کے بارے میں تو بتا ہی
چکی ہوں کہ کھانا کھاتے ہی اس پر نیند کا ایسا غلبہ طاری ہوتا ہے، جیسے شراب کی کئی بوتلیں
چڑھا لی ہیں۔ اس کے بعد کم بخت کسی حقے کی طرح گڑگڑاتا رہتا ہے۔" جوزی نے کہا، اور
میں ہنس پڑا۔

"اٹھو عادل بلاشبہ جنگل کے یہ خوفناک منظر ہمارے لئے اتنے دلکش نہیں ہو سکتے، جتنے
کہ یہاں کے باشندوں کیلئے، لیکن اب تک میں اس کی اس طرح عادی ہو گئی ہوں کہ کوئی
احساس ہی نہیں ہوتا۔"

"بالکل یہی کیفیت میری بھی ہے مس جوزی۔ میں نے کہا، اور اٹھ گیا، اور ہم دونوں
تھوڑے سے آگے بڑھ گئے۔ خیمے سے کچھ دور چل کر ہم ایک جگہ بیٹھ گئے۔

"اگر مسٹر شیل جاگ گئے تو؟"

"میں اس سلسلے ہی میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔" جوزی نے کہا۔

"میں ہاں کہو کیا بات ہے۔" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا۔
"بات صرف اتنی ہے کہ اب میں عاجز آ گئی ہوں۔ خودکشی کی حد تک عاجز آ گ
ہوں، اور آپ یقین کریں مسٹر عادل شاہ اگر آپ نے مجھے سہارا نہ دیا، تو پھر میں زندہ رہنے
کا تصور ہی ذہن سے مٹا دوں گی۔"
"کیوں...... کیوں مس جوزی۔"
"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ کیا انسان کسی مضبوط سہارے کے بغیر زندہ رہ سکتا
ہے، اور پھر جسے شیل آذر جیسے انسان کا ساتھ مل جائے، وہ بھی اس انداز میں تو اس سے ا
سوال کی گنجائش رہ جاتی ہے؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"ہاں شیل کا عشق تو آپ سے برداشت نہیں ہوتا ہوگا۔" میں ہنس پڑا۔
"براہِ کرم آپ سنجیدگی سے غور کریں۔ آپ میری بے بسی پر ہنس رہے ہیں۔"
"تو پھر میں آپ کی کیا مدد کروں۔"
"مسٹر عادل میں جس حالات کا شکار ہوئی ہوں۔ آپ کو ان کے بارے میں کسی حد
تک بتا چکی ہوں۔ مجھے اس شخص کی معیت صرف اس لئے قبول تھی کہ میں تنہا تھی، اور کسی
طرح اس جنگل سے نکل جانا چاہتی تھی۔ آپ کا بھی یہ ہی مقصد ہے۔"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"پھر میں اس جھجک کا شکار کیوں رہوں؟"
"اوہ۔ لیکن پھر ہم کیا کریں؟"
"کچھ نہیں بس۔ میں اسے یہ احساس دلا دوں کہ اب۔ اب میں اس کے احکامات کی
اتنی محتاج نہیں رہی ہوں۔"
"اسے دکھ ہوگا۔" میں نے ہنس کر کہا۔
"اور مجھے جو دکھ ہے۔ آپ کو مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔" اس نے شکایتی انداز
میں کہا، اور اس کی آواز میں محبوبیت ابھر آئی۔
"آپ سوچ لیں مس۔ جوزی۔ کہیں یہ بات آپ کیلئے ہی دردسر نہ بن جائے۔
"میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ اس کے اظہار عشق سے میں مرجانے کی حد تک بو
ہو چکی ہوں۔ میرا دل خون ہو جاتا ہے، جب وہ خود کو میرا اجارہ دار بتاتا ہے۔ آپ نے
تھا۔ مسٹر عادل شاہ کہ آپ کا اپنا بھی کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ آپ بھی
اس ویرانے سے نکل جائیں۔ میں آپ کو دعوت دیتی ہوں کہ میرے ساتھ یورپ چلیں۔

گی گزارنے کیلئے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ میں ساری زندگی آپ کو تکلیف نہ ہونے
ں گی۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"اوہ مس جوزی! آپ نے اتنی جلدی مجھ پر اتنا بھروسہ کرلیا۔"
"ہاں۔" اس نے گردن جھکا لی۔
"کیا یہ نادانی نہیں ہے۔"
"اگر نادانی بھی ہے تو مجھے قبول ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں مسٹر عادل شاہ کہ اگر آپ
نے یورپ پہنچ کر مجھے ساری زندگی کیلئے قبول نہ بھی کیا، تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی، اور
یک اچھے دوست کی حیثیت سے ہم دونوں جو قیمتی وقت گزاریں گے، اسے غنیمت سمجھوں
ی۔"
یں سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "لیکن اب مجھے کیا کرنا ہے؟ مس جوزی!"
"بس کل اسے اس کی حیثیت کا احساس دلا دیا جائے۔ مجھ سے کہے گا، تو صاف کہہ
وں گی کہ کسی گندے نالے میں اپنی صورت دیکھے۔ اس کے بعد بات کرے۔"
"وہ ہم دونوں کو گولی مار دے گا۔"
"خوفزدہ ہو تم اس سے۔ یقین کرو صرف میرے سامنے اکڑتا ہے، زیادہ چل لیتا ہے تو
ردے کراہتا رہتا ہے۔" جوزی نے ایسے لہجے میں کہا کہ میں بے اختیار ہنس پڑا۔
"ٹھیک ہے جوزی۔ جیسی تمہاری مرضی۔"
"میرا ساتھ دینے کیلئے تیار ہو۔"
"ہاں مجبوری ہے۔ تمہیں پریشان بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ میں نے یہ جملے یونہی بے تکلفی
ے کہہ دیئے تھے، لیکن جوزی کو تو کسی ایسی ہی بات کا سہارا درکار تھا۔ وہ آگے بڑھی اور اس
نے نہایت بے تکلفی سے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔"
"میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں عادل۔ یقین کرو ساری زندگی تمہارے ساتھ تعاون
کروں گی۔ اور کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے سینے پر سر رکھ
دیا، اور پھر آہستہ آہستہ گردن اٹھائی، اور مجھ سے لپٹ گئی۔
"عادل! عادل! اس جنگل میں، میں نے جس وحشت خیز ماحول میں زندگی گزاری
ہے" اس نے مجھ سے میرے حواس چھین لئے ہیں۔ مجھے سکون چاہئے۔ عادل! مجھے سکون
چاہئے۔" میں اپنے اس ذہنی انتشار کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔ میری مدد کرو۔"
اس نے گردن اٹھائی اور اپنا چہرہ میرے چہرے کے اتنا نزدیک کر دیا کہ مجھے اپنے جسم میں

عجیب سی بے چینی کا احساس ہوا۔

حالانکہ پچھلی رات کے تجربے نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا۔ جنگل کا وہ حسین پھول گلو
میرے رگ و پے میں اس وقت بھی بجلی بن کر سرایت کر رہا تھا، لیکن اس وقت اس کا
وجود نہیں تھا، اور گلوریا مجھے ایک خواب کی حیثیت سے یاد رہ گئی تھی۔ جوزی کے قرب نے
یاد تازہ کر دی تھی، اور نجانے کس طرح میرے ہاتھ جوزی کی کمر کے گرد مائل ہو گئے۔

چاندنی رات تھی، اور ہم دونوں بے قابو ہو رہے تھے۔ ہمارے اندر اپنائیت کے
روشن ہو گئے تھے۔ لیکن عین اس وقت جب ہم عالم ہوش سے عالم دیوانگی میں جانے والے
تھے۔ ہمیں اپنے سروں پر کوئی آہٹ محسوس ہوئی، اور اس کے ساتھ ہی جوزی کی دلخراش چیخ
فضا میں گونج گئی۔

◆◆◆

کیا بات ہے جوزی!" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن جوزی شدت خوف
سے بے ہوش ہوتی جا رہی تھی۔

"وہ...... وہ۔" اس کے بھینچے ہوئے دانتوں سے آواز نکلی، اور میں نے پلٹ کر دیکھا
اور میرے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

فاصلہ زیادہ نہیں تھا، اور اس مختصر سے فاصلے پر سیاہ رنگ کا ایک چیتا اپنی تیز آنکھیں
چمکا رہا تھا۔ اس کے حلق سے غراہٹیں خارج ہو رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے وہ ہم پر حملہ
ہی کرنے والا ہو۔ اس وقت ہم دونوں نہتے تھے۔ پُرسرور ماحول کے سحر میں گم ہو کر ہم جنگل
کے ماحول کو فراموش کر بیٹھے تھے، اور اب یہ ہی چیز ہماری موت کا باعث بننے والی تھی۔

تب اسی وقت بوڑھا شیل اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر
ہمیں دیکھ کر ہماری طرف لپکا۔ لیکن ابھی چند ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ اس کی نگاہ بھی شاید
اس چیتے پر پڑ گئی۔ میں نے سوچا کہ دوسرے ہی لمحے بوڑھا بندوق نکال لائے گا، لیکن وہ خیمے
سے باہر ہی نہ نکلا۔

چیتا چند لمحات کھڑا غراتا رہا۔ ویسے مجھے تعجب تھا کہ اس نے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش
نہیں کی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کی نگاہ ہم دونوں پر جمی ہوئی
تھی۔ تھوڑی دور پہنچ کر وہ دوڑنے لگا، اور میں متحیر رہ گیا۔ نجانے اس خوفناک چیتے کے ذہن
میں کیا آئی تھی کہ اس نے ہمیں اس طرح چھوڑ دیا تھا۔

میری سمجھ میں کوئی بات نہ آسکی تھی۔ ویسے اس وقت جان بچ جانے پر دل ہی دل میں
خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ اگر یہ چیتا ہم پر حملہ کر دیتا، تو اب میں سچ مچ کا ٹارزن بھی نہیں تھا۔
کہ اس سے نہتا ہی مقابلہ کر لیتا۔ اس جنگل میں ہر وقت ہتھیار ساتھ رکھنا بے حد ضروری تھا۔
تب میں نے جوزی کو دیکھا۔ وہ مزے سے بے ہوش پڑی تھی۔ بے وقوف بزدل لڑکی۔ خواہ

مخواہ مجھے بھی بھٹکا دیا تھا۔ اس وقت تو میں موت کے منہ میں ہی چلا گیا تھا۔ سچ کہا جاتا ہے
کہ عورت کی قربت بڑے سے بڑے ہوش مند کو ہوش وحواس سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ پھر مجھے
بوڑھے شیل کی فکر ہوئی۔

بوڑھے نے یقیناً ہمیں اچھی طرح دیکھ لیا تھا، خیر کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچا اور اس
کے بعد ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ جوزی نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ وہ بوڑھے پر اس بات
کا اظہار کر دے گی کہ وہ بوڑھے سے متنفر ہے۔ حالانکہ اس سے صورتحال اچھی خاصی بگڑ
جاتی۔ بوڑھا جس قدر جھکی تھا۔ اس کا اندازہ مجھے پہلے ہی ہو چکا تھا، اور اس وقت اگر چیتا نہ
ہوتا، تو وہ یقینی طور پر ہنگامہ کھڑا کر دیتا۔ لیکن اب تو شاید وہ باہر نکلنے کی ہمت بھی نہیں رکھتا
تھا۔ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ پھر جھک کر جوزی کو بازوؤں میں اٹھا لیا، اور نیچے کی طرف
چل پڑا۔

خیمے کا پردہ ہٹا کر میں اندر داخل ہوا، تو بوڑھا عجیب سی آواز میں چیخا۔ بندوق اس کے
ہاتھ میں تھی۔

"کھا گیا..... کھا گیا کیا؟"

"آپ بندوق لئے یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ مسٹر شیل؟"

"کک..... کیا یہ زندہ ہے؟"

"ہاں میں نے تو سوچا تھا کہ آپ بندوق لینے گئے ہیں۔ لیکن آپ تو۔ کیا آپ کا
خیال تھا کہ وہ خونخواہ چیتا ہم دونوں کو چٹ کر کے آپ کی طرف بھی آئے گا۔"

"کیا بکواس ہے۔ فضول بکواس مت کرو۔ وہ۔ وہ کہاں گیا؟"

"باہر موجود ہے۔" میں نے ہنسی روک کر کہا۔

"ارے مار ڈالا۔ ارے دیکھو۔ یہ لو۔ یہ لو بندوق ہلاک کر دو اسے اب پردہ بند کر دو۔"
بوڑھا اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اچھلنے لگا۔

"وہ خیمے کے بالکل نزدیک ہے۔ مسٹر شیل! اس وقت باہر نکلنا بہت خطرناک ہے۔"
میں نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"میرے..... میرے بب کیا ہوگا۔ یہ سب۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے۔" بوڑھے
نے آگے پیچھے جھولتے ہوئے کہا، اور پھر وہ اوندھا گر پڑا۔ مجھے اس حد تک امید نہیں تھی۔

اور بوڑھا تو واقعی بزدل نکلا۔ میں نے اسے جھنجھوڑا لیکن بے سود۔ اپنی دانست میں وہ
چیتے کے پیٹ میں چلا گیا تھا۔ دونوں ہی بے ہوش ہو گئے تھے، اور میں خود کو گدھا محسوس کر رہا

تھا۔ لیکن چیتے کا خوف مجھے بھی تھا، ممکن ہے وحشی جانور دوبارہ پلٹے۔ نجانے اس کی کون سی
وحشت اسے واپس لے گئی تھی۔ اگر اس بار وہ پلٹا تو یقینی طور پر کسی خوفناک ارادے سے
آئے گا۔ چنانچہ میں نے دونوں کو وہیں چھوڑا، اور باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے وقت میں نے
بندوق اٹھا لی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے تک میں باہر رہا۔ لیکن چیتے کا وجود دوبارہ نظر نہیں آیا۔ پھر مجھے خیمے سے
جوزی کی سہمی سہمی سی آواز سنائی دی۔

"عادل! عادل شاہ تم کہاں ہو؟"

"باہر موجود ہوں آ جاؤ۔" میں نے ہانک لگائی، اور جوزی سہمی ہوئی باہر نکل آئی، اور
متوحش نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"کیا تم نے اسے ہلاک کر دیا؟"

"تیر نظر سے مرنے کا قائل ہوتا کمبخت تو ضرور مار دیتا۔ بشرطیکہ مادہ ہوتی۔" میں نے
ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اوہ ہاں۔ اس وقت بندوق بھی نہیں تھی۔ لیکن پھر کیا ہوا۔ ہم کیسے بچ گئے؟"

"اسے ہم پر رحم آ گیا۔ ورنہ واقعی موقع تو نہیں تھا۔"

"پلیز مجھے بتاؤ۔ اوہ۔ کیا خوفناک بلا تھی، میں نے بہت چیتے دیکھے، لیکن ایسا منحوس۔
خدا کی پناہ کتنا خطرناک تھا۔"

"سچ جوزی خود ہی واپس چلا گیا۔ ویسا تمہارا یہ احمق عاشق بہت ہی بزدل ہے۔ جانتی
ہو کیا ہوا؟" میں نے کہا اور اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔ پھر میں نے اسے پوری تفصیل
سنائی۔

اور جوزی کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن وہ اب بھی سخت خوفزدہ تھی۔

"اگر چیتا نہ ہوتا، تو شاید وہ بندوق لے کر ہم دونوں کو گولی مار دیتا۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوتا، لیکن عادل اب تم ایک کام کرو۔ یہ بندوق اسے واپس نہ کرنا۔ اس
کے علاوہ آپ کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

"اور اگر اس نے مانگی تو؟"

"کچھ بھی ہو، اسے واپس نہ کرنا۔"

"اب ایک کام کریں گے جوزی۔"

"وہ کیا؟"

"صبح کو جب وہ بیدار ہوگا، تو ظاہر سی بات ہے کہ چڑا غبار ہوگا، اور ہم دونوں سے باز پرس بھی کرے گا۔ اس وقت کیوں نہ ہم یہ ظاہر کردیں کے رات کو اس نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" جوزی نے جواب دیا۔ اب ہم اس تفریح کا ذریعہ بنا سکتے ہیں، لیکن اس سے زیادہ اور کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔"

رات کا پچھلا پہر چل رہا تھا۔ لیکن خوف سے جوزی کا بھی برا حال تھا، اور میں بھی محتاط تھا۔ اس وقت ہم جذبات میں نہیں ڈوب سکتے تھے۔ چنانچہ جوزی نے بھی کسی خاص جذبائیت کا مظاہرہ نہیں کیا، اور خاموشی سے میرے ساتھ بیٹھی رہی۔ باقی رات ہم نے آنکھوں ہی میں گزار دی تھی۔ پھر صبح ہونے سے تھوڑی دیر قبل جوزی خیمے میں چلی گئی۔ کچھ بھی تھا۔ لیکن اب بھی وہ شیل سے تھوڑی سی خوفزدہ تھی۔

صبح ہوئی تو شیل غراتا ہوا خیمے سے باہر نکل آیا۔ اس کے انداز میں کسی خونخوار کتے کی سی کیفیت تھی۔ میں اطمینان سے گردن کے نیچے ہاتھ رکھے سو رہا تھا۔ البتہ بندوق میں نے خیمے کے ایک سرے پر چھپا دی تھی۔

"اٹھو اٹھو۔ اٹھو۔ تم سے نبٹنا ہے۔ جلدی اٹھو۔" اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مجھے جھنجھوڑا اور میں متحیرانہ انداز میں آنکھیں کھول دیں۔"

"کیا بات ہے۔ مسٹر شیل!"

"بات ہے، ارے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کچا چبا جاؤں گا تمہیں آخر نکلے ناحرام خور یہ دور ہی شرافت کا نہیں ہے۔ اٹھ جاؤ۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ سوتے میں وار نہیں کرنا چاہتا۔ آجاؤ میدان میں مقابلہ ہوجائے۔"

"لیکن کیا ہوا مسٹر شیل؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"کیا ہو رہا تھا رات کو وہ کیوں گئی تھی تمہارے پاس؟"

"کون؟" میں نے پہلے سے زیادہ متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"جوزی! جوزی!" اس نے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ لگتا ہے۔ آپ نے رات کو کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔ مسٹر شیل" میں نے بڑے ادب سے کہا۔

"خواب...... ہاں پاگل ہوں ناں میں۔ دیوانہ ہوں...... کیوں؟"

"لیکن مسٹر شیل میری سمجھ میں تو ابھی تک یہ نہیں آیا۔ کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"ارے میں تمہیں گولی مارنا چاہتا ہوں۔ قتل کردینا چاہتا ہوں تمہیں۔"

"تو کردیں۔ اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔ لیکن قتل کرنے سے قبل میرا قصور تو بتا دیں۔"

"قصور۔ تم وہاں کیا کر رہے تھے۔ میں نے تم دونوں کو قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا، اور" شیل خاموش ہوگیا۔

"اور اس طرح دیکھنے کے باوجود آپ ساری رات آرام سے سوتے رہے کیوں؟"

"ارے وہ کمبخت چیتا۔ چیتا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو۔"

"چیتا کہاں گیا۔ مسٹر شیل! میں ہنس پڑا۔ کیا کوئی چیتا بھی آ گیا تھا۔ لیکن پھر وہ چیتا گیا کہاں مسٹر؟" میں نے سوال کیا۔

"ایں۔" شیل کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ اب وہ پریشان نظر آنے لگا تھا۔ پھر وہ گردن جھکا کر بولا۔"

"لیکن وہ خواب...... خواب۔"

"سو فیصدی خواب۔" میں نے پرزور لہجے میں کہا، اور شیل کے چہرے پر بے حقیقتی کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ پیشانی مسل رہا تھا۔ تو کیا یہ سب کچھ خواب تھا۔ اس نے جیسے خود سے کہا، اور جوزی خیمے سے باہر نکل آئی۔ "سنا جوزی مسٹر شیل مجھے گولی مار رہے ہیں۔ یہ بہت بری باتیں کر رہے ہیں۔"

"کیوں؟" جوزی نے تیکھے انداز میں شیل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بس انہوں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے، اور اس خواب کو دیکھنے کے بعد وہ اس کا انتقام مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔"

"کیوں مسٹر شیل یہ کیا حماقت ہے؟" جوزی نے تمسخرانہ لہجے میں کہا، اور شیل چلانے لگا۔

"کیا...... کیا......؟ تم مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کر رہی ہو۔ بے وقوف لڑکی کیا تمہیں میرا مرتبہ، میری عظمت نہیں معلوم۔" شیل نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں سب معلوم ہے، لیکن آپ کہہ کیا رہے تھے۔"

"کیا رات کو تم اس کے ساتھ نہیں تھیں۔"

"کہاں......؟ کس جگہ......؟"

''وہاں اس جگہ جہاں رات کو چیتا آ گیا تھا۔''

''یوں لگتا ہے مسٹر شیل کہ آپ بالکل ہی مخبوط الحواس ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ کو برداشت کرنا اب میرے لئے ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔'' جوزی نے کہا۔

''جوزی! جوزی کیا تم نے بھی کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔ میں تو خواب کا شکار ہوں۔ لیکن تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم نے مجھ سے پہلے کبھی اس لہجے میں گفتگو نہیں کی۔'' شیل اپنا سر کھجاتا ہوا بولا۔

''آج کر رہی ہوں۔ مسٹر شیل کان کھول کر سن لیں آپ کی بدتمیزیاں اب بے حد بڑھ گئی ہیں۔'' جوزی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''ہوں تو تم اب اس طرح ہر کسی کے سامنے میری توہین کرو گی۔ میں تم سے اس بے عزتی کا انتقام لوں گا۔''

''میں آزاد ہوں۔ تمہاری غلام نہیں ہوں سمجھے۔ تم مجھے انتقام کی دھمکی دے رہے ہو۔ مسٹر عادل کیا آپ اس دھمکی کا نوٹس نہیں لیں گے۔''

''آئندہ وہ چیتا آیا، تو اس کا رخ مسٹر شیل کی طرف کر دوں گا۔''

''بکواس بند کرو۔'' شیل ایک دم کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

''لیکن تم نے چیتے کا تذکرہ کیوں کیا تمہیں کیا معلوم۔''

''اس لئے بھی کہ میں نے بھی رات کو ایک خواب دیکھا تھا، ایک چیتا تھا۔ بھیانک سیاہ چیتا۔''

''سیاہ چیتا تو تم دونوں مجھے بے وقوف بنا رہے تھے اب تک۔ سارا حساب کتاب کرلوں گا، ٹھہرو۔'' شیل نے خیمہ کے اندر چھلانگ لگا دی، اور چند منٹ کے بعد سر کھجاتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس کے انداز میں بدحواسی تھی۔

''بندوق کہاں گئی؟''

''سوتے میں چبا گئے ہوں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں کہتا ہوں میری بندوق کہاں گئی؟'' شیل دھاڑا اور گھونسہ تان کر میری طرف بڑھنے لگا۔

''بندوق ہی لے کر بھاگا تھا وہ کمبخت چیتا۔ اب بات سمجھ میں آئی۔'' میں نے جھکائی دے کر شیل کا وار خالی دیا اور شیل جھلاہٹ میں ناچنے لگا۔ ''آپ بلاوجہ ناراض ہو رہے ہیں مسٹر شیل آخر بات کیا ہے۔ سنجیدگی اختیار کریں، ورنہ مجھے احسان فراموش بننا پڑے گا۔'' میں

نے کہا، اور شیل کو کسی قدر ہوش آ گیا۔ وہ رک کر مجھے گھورنے لگا۔

''ہاں اب بتایئے کیا بات ہے؟'' میں نے رک کر پوچھا۔

''صرف ایک بات تم۔ تم فوراً یہاں چلے جاؤ۔ ایک منٹ کے اندر چلے جاؤ اتنی دور کہ تمہارا سایہ بھی نظر نہ آئے۔''

''اوہ بس اتنی سی بات۔ بہتر ہے آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔'' میں نے کہا۔

''کب ہو گی، فوراً چلے جاؤ۔''

''ٹھیک ہے۔ مسٹر عادل آیئے چلیں۔'' جوزی نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور بوڑھا پھر اچھل پڑا۔

''ارے ارے تم کہاں چلیں۔''

''مسٹر عادل کے ساتھ۔''

''قدم بڑھا کر دیکھو۔ ٹانگیں توڑ دوں گا۔ جیتا نہیں چھوڑوں گا ہاں۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو۔ شیل۔ ہوش میں آؤ۔ کیا میں تمہاری ملازم ہوں۔ تمہاری غلام ہوں۔ تمہاری اوقات کیا ہے۔ تم مجھے کیسے روکو گے۔''

''اور میں جو اب تک تمہاری حفاظت کرتا رہا ہوں، تمہارے لئے سپر مین بنا رہا ہوں۔''

''اس کیلئے شکریہ۔ آؤ عادل۔'' جوزی نے کہا، اور میں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ لیکن وہاں سے چلتے ہوئے بندوق اٹھانا نہیں بھولا تھا۔ شیل پر جوزی کے الفاظ کا کچھ ایسا اثر ہوا تھا کہ وہ بندوق کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔

ہم لوگ سست روی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ''کہیں وہ سچ مچ نہ رک جائے۔''

''نہیں رکے گا، بزدل ہے۔'' جوزی نے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''بہرحال ہم اسے تنہا تو نہیں چھوڑیں گے۔''

''دیکھ لو خیمہ اکھاڑ رہا ہے۔'' جوزی بولی۔ شیل جلدی جلدی خیمے کی میخیں اکھاڑ رہا تھا۔ پھر اس نے اسی سمت کا رخ کیا، جدھر ہم جا رہے تھے، اور تھوڑی دیر میں ہمارے قریب پہنچ گیا۔ لیکن منہ بدستور پھولا ہوا تھا۔ ہم نے اس کیلئے رفتار سست کی، تو اس نے بھی کر دی۔ گویا وہ ہمارے قریب نہیں آنا چاہتا تھا۔

''خوب شے ہے یہ بھی۔''

''بڑھاپے میں بھٹک جانے والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نہ جانے لوگ خود کو اس طرح خوار کیوں کر دیتے ہیں۔'' جوزی بولی۔

''اس میں، تمہارا ہاتھ بھی تو ہے جوزی۔''

''تم ہی بتاؤ کیا کرتی اس کے علاوہ۔ اگر وہ کوئی سنجیدہ قسم کا بزرگ ہوتا تو میں اسے کبھی یہ فریب نہ دیتی۔ لیکن مجھے بھی اپنی زندگی پیاری تھی۔'' جوزی نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، اور ہم لوگ آگے بڑھتے رہے۔ ہم نے سفید پہاڑوں سے اجتناب برتا تھا، اور ان سے دور کا رخ اختیار کیا تھا۔ لیکن بہرحال کسی سمت کا تعین نہیں تھا۔ پیچھے کی طرف جانا حماقت ہوتی، بس ان سے بچ کر ہم کسی سمت نکلنا چاہتے تھے۔

پورے دن کا سفر طے ہوگیا۔ سورج چھپنے لگا تھا۔ شیل ہم سے بدستور دس بیس گز پیچھے چل رہا تھا۔ ویسے اب اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ میں نے درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف دیکھا اور پھر جوزی کی طرف دیکھنے لگا۔

''جوزی!'' میں نے اسے آواز دی۔

''ہوں۔'' وہ چونک پڑی۔

''کیا بات ہے۔ بہت خاموش ہو۔''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔''

''پھر بھی۔''

''میں تھک گئی ہوں۔''

''کیا خیال ہے، اب آرام کی سوچی جائے۔''

''میں بھی یہ ہی کہنے والی تھی۔'' جوزی نے ایک تھکی تھکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

ہم دونوں سے زیادہ بیچارے شیل آذر کی حالت خراب ہے۔ ''گو خیمے کا وزن کچھ نہیں ہے، لیکن اس جیسے ٹٹی مرنے کیلئے کافی ہے۔'' انسے ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ہم نے اسے بندوق کے بوجھ سے نجات دلا دی ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور جوزی بھی ہنس لگی۔ پھر بولی۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں ان درختوں تک ضرور چلنا چاہئے، درختوں میں شکار بھی مل سکتا ہے اور ممکن ہے جنگلی پھل بھی مل جائیں۔''

''اول تو رات کے وقت شکار کا تصور ہی غلط ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں صرف پھلوں پر گزارا کرنا ہوگا، بلکہ اگر مل گئے تو پھلوں کا ذخیرہ بھی کرلیں گے۔''

''کیوں؟'' جوزی نے پوچھا۔

''پہاڑوں کے عقب کی وادی سے بچنا جو ہے۔''

''اوہ۔'' جوزی نے کہا، اور کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔

''میں ایک بات سوچ رہی ہوں عادل۔''

''کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں نہ ہم ادھر ہی کا رخ کریں۔ وہ سفید فام ہیں۔ جنگلیوں کی طرح غیر مہذب نہیں ہوں گے۔ ان کا کام ان کا مقصد کچھ بھی ہو۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ ہماری مدد کریں گے۔ اس طرح ہم بھٹکنے سے بچ جائیں گے۔''

''سوچ لو جوزی! اگر وہ اتنے مہذب نہ ہوئے تو؟''

''تب بھی کچھ نہ کچھ صورت نکل ہی آئے گی۔''

''آؤ رات کو بیٹھ کر سوچیں گے۔'' میں نے کہا۔ ہم تیزی سے درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھ رہے تھے، تاکہ جلد از جلد وہاں پہنچ جائیں۔ ہمارے ساتھ ہی شیل کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ گو اس کی کیفیت یہ تھی کہ اب گرا کہ تب گرا۔ اس بدحواسی میں اس نے درمیانی فاصلہ بھی کم کرلیا تھا، اور پھر ہم درختوں کے جھنڈ کے قریب پہنچ گئے۔ بے حد اونچے درخت تھے، اور اسی لحاظ سے گھنے بھی۔ ان کے نیچے گھاس بھی موجود تھی۔ شیل اب شاید کچھ خوفزدہ بھی تھا۔ چنانچہ وہ ہمارے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ لیکن یہاں ایک اور دلچسپی حادثہ ہمارا منتظر تھا۔

جونہی ہم نے گھاس میں قدم رکھا دفعتاً یوں محسوس ہوا کہ جیسے پیروں سے زمین نکل گئی ہو، اور ہم فضا میں بلند ہوتے جا رہے ہوں۔ شیل کی بدحواس آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں بھی نہیں سمجھ سکا تھا، کہ یہ سب کچھ کیا ہوا تھا۔ لیکن چند ساعت کے بعد جب ہم کسی بلندی پر پہنچ کر فضا میں معلق ہوگئے، تو مجھے احساس ہوا کہ ہم کسی جال میں پھنس گئے ہیں۔

جال کسی تھیلے کی مانند تھا، اور لوہے کی باریک تاروں سے بنا ہوا تھا۔ جسے چاقو وغیرہ سے کاٹا نہیں جا سکتا تھا۔ ہم تینوں سمٹ کر ایک جگہ آگئے، اور شیل بری طرح مجھ سے ٹکرایا تھا۔ یہاں بھی اس نے اپنی کمینگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یعنی جال میں ہی مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے دھکیلنے لگا، اور میں حیرانی سے اس بدخصلت آدمی کو دیکھنے لگا۔ یقینی طور پر ایسی حرکت وہی کرسکتا تھا۔ میں نہیں۔''

''دور ہٹو۔ دور ہٹو۔'' اس نے نہایت کمینے پن سے مجھے دھکیلتے ہوئے کہا، اور میں اور جوزی ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔

فضا میں کافی بلندی پر ہم جھولتے رہے۔ شیل نیچے دیکھتا، تو اس کی بدحواس آوازیں پھر سے بلند ہونے لگتیں۔ جوزی بالکل خاموش تھی، اور میں حیرانی سے اس جال کو دیکھ رہا تھا۔

جال ٹٹول کر میں نے اندازہ کرلیا کہ اس سے نکلنا ناممکن ہے۔ اگر رسی یا کسی اور ایسی چیز سے بنا ہوتا، جسے ہم آسانی سے کاٹ سکتے تو ہم کسی طور پر کوشش کرتے۔ لیکن لوہے کے تاروں کو کاٹنا ممکن نہیں تھا۔

تھوڑی دیر تک ہم فضا میں جھولتے رہے، اور پھر آہستہ آہستہ ہمارے حواس واپس آنے لگے۔

"کیسے حال ہیں مسٹر شیل!" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بکواس بند کرو۔ بکواس بند...... بالکل بند۔ میں تم سے مخاطب نہیں ہو رہا۔"

"ہوں۔" شیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نا ہوں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے لیکن ہم خلائی سفر پر تو روانہ ہو ہی چکے ہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عادل تم ایسے وقت میں بھی مذاق کر سکتے ہو۔" جوزی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا، اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کے علاوہ کیا کیا جائے۔ مس جوزی۔ بہرصورت آپ کی خواہش پوری ہوگئی۔"

"کون سی خواہش؟"

"یہ ہی کہ آپ سفید فاموں کی بستی کے قریب پہنچ گئی ہیں۔"

"سفید فاموں کی بستی۔" جوزی نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ ظاہر ہے یہ جال افریقہ کے جنگلی وحشیوں نے نہیں بچھایا ہوگا، کیونکہ اسے جس انداز میں تیار کیا گیا ہے۔ وہ یہاں کے لوگوں کیلئے ممکن نہیں ہے۔"

"اوہ۔ ہاں یہ بات تو درست ہے۔ ان حالات میں بھی تمہارا ذہن اتنی تیزی سے کام کرتا ہے۔"

"ہاں...... ہاں تعریفیں کئے جاؤ اس کی۔ وہ تو آسمان سے اترا ہوا ہے ناں بالکل سپرمین۔" شیل کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں آپ سے گفتگو نہیں کر رہی ہوں۔ مسٹر شیل آذر!"

"تو میں تم سے کون سی گفتگو کر رہا ہوں۔" تم گاؤ۔ خوب گاؤ قصیدے اس کے، پھر چھوڑ کر بھاگے گا تو پتہ چلے گا۔ میرا کیا ہے۔ اتنا عرصہ برباد کیا ہے۔ تمہارے لئے۔ ہونہہ

ہوا وقت ضائع کیا۔" شیل نے غرائی ہوئی آواز میں کہا، اور جوزی اسے گھورنے لگی۔ مجھے ہنسی آگئی تھی۔

"آپ بے وجہ ناراض ہو رہے ہیں۔ مسٹر شیل۔ حالانکہ مجھے آپ سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"اب تمہیں کیا اختلاف ہوگا۔ ایک تو اسے لے بھاگے ہو، اور دوسرے اختلاف کی باتیں کر رہے ہو۔ اختلاف بھی تم ہی کرو گے کیا؟" شیل نے سخت ناگواری سے کہا، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کہاں سے بھاگا اس وقت تو ہم تینوں یکجا ہیں، اور خلائی سفر پر ہیں۔" میں نے کہا اور جوزی اس خطرناک پوزیشن کے باوجود ہنس پڑی۔

"خدا کیلئے عادل خاموش ہو جاؤ۔ وہ تو نیم دیوانہ ہے۔ تم بھی اس کے ساتھ دیوانے ہو رہے ہو۔"

"اے...... اے لڑکی دیکھو۔ زبان سنبھال کر بات کرو۔ دیوانی تم خود ہوگی۔ میں سخت شرمندہ ہوں کہ میں نے تمہاری مدد کی۔ حالانکہ مجھے چاہئے تھا کہ میں تمہیں انہی وحشیوں کے نرغے میں چھوڑ دیتا۔ میں بھی بالکل ہی گدھا سا ہوں۔ بالکل ہی بے وقوف۔ مجھے تمہاری مدد کرنی ہی نہیں چاہئے تھی۔"

"یہ بات آپ نے بالکل درست کہی مسٹر شیل۔ واقعی آپ یہی دونوں ہیں۔" جوزی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا، اور شیل نے ہونٹ بھینچ لئے۔

رات کی تاریکی اب اس قدر گہری ہوگئی تھی۔ کہ ہم لوگ اب ایک دوسرے کی شکلیں آسانی سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن فاصلہ ہی کتنا تھا۔ ہم تینوں غباروں کی شکل میں ایک جگہ اور فضا میں جھول رہے تھے۔ پھر کافی دیر ہوگئی۔ شیل کا خیمہ جوزی کے اوپر آیا، تو جوزی نے غرا کر اسے دھکا دے دیا۔

"اے۔ اے۔ اپنے آپ پر قابو رکھو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ جوزی غصیلے لہجے میں بولی، شیل نے جلدی سے خیمہ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ لیکن ان حالات میں یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ بے چینی کا شکار نظر آنے لگا۔

"جوزی میرا خیال ہے کہ ان حالات میں مسٹر شیل سے دوستی کر لینی چاہئے۔"

"جیسے میں تم دونوں کی دوستی کیلئے مرا جا رہا ہوں۔" شیل کا انداز کسی قدر فوخیائی ہوئی مرغیا کا سا تھا۔

"فائدے میں رہو گے مسٹر شیل۔"

"فائدہ تو اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا جب تم سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"تمہاری مرضی۔ لیکن اگر تم نے جوزی کے اوپر آنے کی کوشش کی تو بندوق کی نال تمہارے سینے پر رکھ کر گولی چلا دوں گا۔"

"گولی۔" شیل کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی، اور وہ خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک خاموش رہا پھر اندھے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ابے اب میری انگلیاں جواب دینے لگی ہیں۔"

"انگلیاں۔ انگلیوں سے تم کیا کر رہے ہو؟"

"تاروں میں پھنسا کر خود کو روکے ہوئے ہوں۔ ورنہ تمہارے اوپر آ پڑوں۔" شیل نے بے بسی سے کہا اور میں سوچنے لگا! یہ تماشہ نہیں تھا۔ لوہے کے جال میں ہم اس طرح نہیں پڑے رہ سکتے۔ کچھ کرنا ہوگا۔ چنانچہ میں نے جوزی سے کہا۔

"جوزی جال لوہے کا ہے۔ لیکن تم ان تاروں میں لچک محسوس کر رہی ہو۔"

"ایں...... ہاں۔" جوزی نے جواب دیا۔

"ان کے سہارے ہم ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ تھوڑا سا کھسکا جائے۔ لچک کی بناء پر ہمارے لئے جگہ بن جائے گی۔ دیکھو میں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور تاروں میں ہاتھ پھنسا کر اوپر کھسکنے لگا۔

اس طرح میں جوزی سے تھوڑا سا دور ہو گیا، اور جال میں میرے لئے جگہ بن گئی۔ جوزی بھی میری ترکیب سمجھ گئی۔ مسٹر شیل نے بھی ازراہِ کرم یہی عمل کیا تھا۔ چنانچہ اب جال ایک مثلث سا بن گیا تھا۔

"مگر۔ یہ ہے کیا۔ یہ تو کوئی جال ہے۔" شیل کا دماغ شاید ٹھنڈا ہوتا جا رہا تھا۔

"شکر یہ آپ کی سمجھ میں آ گیا مسٹر شیل۔"

"ابے تو کب تک یہاں پھنسے رہیں گے۔"

"جب تک آپ کا دل چاہے۔ آپ کو کون روکے گا۔" میں نے جواب دیا اور جوزی بے اختیار ہنس پڑی۔

"میرے ساتھ تو کبھی اس طرح نہیں ہنسی تھیں۔ اب بات بات پر دانت باہر آ جاتے ہیں۔" شیل بھی جل گیا۔

"اس کی وجہ ہے مسٹر شیل۔ مجھے آپ کے بہادرانہ کارناموں سے نجات جو مل گئی ہے۔" جوزی نے جواب دیا، اور شیل خاموش ہو گیا۔ دیر تک ہم میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔

جوزی نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ممکن ہے یہ جال جنگلیوں کیلئے بنایا گیا ہو۔"

"ہاں ممکن ہے۔ ویسے کوئی بھی اس میں پھنس سکتا ہے۔"

"دونوں بے وقوف ہو۔" شیل بھی خاموش نہ رہ سکا۔

"کیوں مسٹر شیل۔"

"یہ شکاری جال ہے۔ شکار کا بہترین طریقہ۔ شیر بھی پھنسے تو بے بس ہو جائے۔ لیکن شکاری شاید سو رہے ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔ مسٹر شیل۔ بہتر یہ ہے کہ آپ بھی سو جائیں۔ ورنہ صبح کو اونگھتے رہیں گے۔"

"پھر تم نے مجھے غصہ دلایا۔ ابے یہ کوئی سونے کی جگہ ہے۔" شیل نے غصیلے انداز میں کہا۔

"مجبوری ہے۔ مسٹر شیل! ویسے رات کا کھانا بھی گیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ اب صبح کو ہی ادھر کا رخ کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔ جوزی بھی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ پھر وہ بولی۔

"واقعی تمہارا خیال درست ہے۔ عادل! وہ لوگ رات کی تاریکی میں نہیں آئیں گے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں خبر نہ ہو۔"

"ہاں۔ عین ممکن ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہم نے اپنے حواس قائم رکھے تھے۔ ورنہ صورتحال کافی تکلیف دہ تھی ایک شدید ذہنی انتشار تھا۔ نہ جانے اب کیا ہوگا۔ اگر واقعی وہ لوگ اس طرف سے بے خبر ہوتے کہ یہ جال ہمارے لئے موت کا جال بھی بن سکتا ہے۔ یہاں لٹکے لٹکے ہم مر بھی سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود رات کی تاریکی میں اور کیا ہو سکتا تھا۔

وقت گزرتا گیا۔ نیند کا سوال ہی کیا تھا۔ ویسے شکر کی بات یہ تھی، کہ کسی درندے کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ حالانکہ ہم خلاء میں تھے، اور زمین سے اتنے اونچے تھے، کہ کوئی عام آدمی یا درندہ ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شیر پہنچ جاتا تو وہ چھلانگ لگا کر بآسانی ہم تک پہنچ جاتا۔ حالانکہ لوہے کے اس جال میں وہ بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ سوائے ہمیں زخمی کرنے کے۔ لیکن کم از کم جوزی اور شیل کا تو دم ہی نکل جاتا۔

لیکن یوں لگتا تھا۔ جیسے جنگل کو درندوں سے پاک کر دیا گیا ہو۔ وہ بھی سفید فاموں نے اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ تو ضرور کیا ہوگا۔ میں نے سوچا۔

اس بار ہماری خاموشی بے حد طویل رہی تھی، اور جب چاند نکل آیا، اور چاند کی روشنی درختوں کے پتوں سے چھن چھن کر ہم پر پڑنے لگی، تو میں نے جوزی کی جانب دیکھا۔ جو درختوں کو دیکھ رہی تھی۔ ویسے ہم نے پیروں کے انگوٹھے اور انگلیاں اس طرح جال میں پھنسا رکھے تھے، کہ ہم لوگ لڑھکنے نہ پائیں اور یہ ہی بچت تھی۔ لیکن اس طرح انگوٹھے اور انگلیاں کا جو حال ہوتا، وہ سب سمجھ سکتے ہیں۔''

''جوزی کیا تم اس طرح سو سکتی ہو۔'' میں نے جوزی سے پوچھا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ عادل! ویسے میں سوچ رہی ہوں کہ یہ صورتحال تو ہمیشہ سے زیادہ خطرناک ہے۔''

''سوچ کر اپنے ذہن کو پریشان مت کرو جوزی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں ظاہر ہے۔ اس سے کچھ نہیں ملے گا۔''

''مسٹر شیل! شاید سو گئے۔'' میں نے پھر شیل کو چھیڑا، اور بہرصورت وہ مزے کی چیز تھی کہ کم از کم اس کی بکواس سے زندگی کا احساس تو ہوتا تھا۔ میرے اس جملے پر وہ پھر چراغ پا ہو گیا۔

''شیل تو جیسے چوپایہ ہے ناں۔'' اس نے وہیں پڑے پڑے کہا، اور میں ہنسنے لگا۔ جوزی بھی ہنسنے لگی تھی۔

''اوہو جاگ رہے ہیں۔ مسٹر شیل۔''

''دیکھو تم یہاں تو میرا پیچھا چھوڑ دو۔ تم لوگ مسلسل میرا انداق اڑا رہے ہو۔''

''حالانکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ میں نے تو جوزی کی مدد کی تھی۔ اب اگر اسے تمہاری مدد مل گئی ہے تو ٹھیک ہے۔ کیا کیا جائے۔''

''نہیں مسٹر شیل۔ دراصل آپ خوامخواہ چراغ پا ہو رہے ہیں۔ ہمارے دل میں تمہارے لئے کوئی بری بات نہیں ہے۔ ہم دونوں آپ کی عزت کرتے ہیں۔''

''ہم دونوں۔ ہائے ہم دونوں۔ ارے اس سے پہلے ہم دونوں تھے سمجھ گئے۔ ناں تم۔ سمجھے تم، اور آج تم دونوں ہو گئے۔ ہائے ہائے۔'' شیل نے ناک چڑھا کر کہا۔ وہ مجھے بے انتہا ہنسی آ گئی۔

''چاہے ہم تینوں ہی سہی۔ مسٹر شیل۔''

''خبردار۔ خبردار۔ مجھے اپنے آپ میں شامل نہ کرنا۔ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔'' شیل نے غرا کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کم از کم لعنت ہی بھیجتے رہیے۔ لیکن بولنا تو مت چھوڑیئے۔'' میں نے

''پاگل ہوناں۔ فضول بکواس کرتا رہوں۔'' بس خاموش رہو مجھ سے بولنے کی ضرورت نہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ بھی وعدہ کریں کے ہمارے درمیان نہیں بولیں گے۔''

''ہاں...... ہاں۔ میں تم دونوں سے اتنا متاثر نہیں ہوں کہ خوامخواہ بولنے کی کوشش تم لوگ جب غلط باتیں کرتے ہو۔ تو میں بولتا ہوں، اور کیا سمجھتے ہو تم خود کو۔ کیا میں ہوں۔ ارے جو حال تمہارا ہے، وہی میرا ہے۔ ارے دیکھ لوں گا۔ ان شکاریوں کے بھی، جنہوں نے یہ جال لگایا ہے۔''

''میری رائے ہے مسٹر شیل۔ جوں ہی آپ انہیں دیکھیں فوراً مار ڈالیں۔'' میں نے

''کیسے مار ڈالوں۔ بندوق تو تمہارے پاس ہے۔''

''اوہو۔ بندوق سے مارنا اچھا نہیں ہوگا مسٹر شیل۔ خوامخواہ دھماکہ ہوگا۔'' میں نے کہا، شیل مجھے گھور کر رہ گیا۔ جوزی تھکے تھکے انداز میں لیٹی ہوئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''عادل! نزدیک ہی آ جاؤ۔ کیا فائدہ اس جال میں بھی اتنی دور پڑے رہیں۔'' اس نے کہا، اور شیل گردن اٹھا کر دیکھنے لگا۔ غالباً اس سے یہ منظر برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھا، اور جوزی کے نزدیک پہنچ گیا۔

''عادل! کیا واقعی اس صورتحال سے چھٹکارا ممکن ہوگا؟''

''دن نکلنے دو جوزی! دیکھیں گے ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''لیکن اگر وہ یہاں نہ آسکے تو۔'' جوزی نے پریشان لہجے میں کہا۔

''کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا جوزی اور اگر نہ بھی آسکے تو بہرصورت تاروں کی جال کاٹی جا سکتی ہے۔ اب ایسا بھی نہیں کہ ہم اس میں بالکل ہی بے بس پڑے رہیں۔''

''ہوں، جوزی نے ایک گہری سانس لی، اور پھر بولی۔ ''تمہارا سہارا واقعی مضبوط ہے ورنہ میں تو بدحواس ہو گئی ہوں۔''

''بے وقوف بنا رہی ہے، تمہیں بھی بے وقوف بنا رہی ہے۔ اگر کل اسے کوئی اور سہارا نصیب ہو گیا، اور وہ تم سے بھی زیادہ مضبوط ہوا تو یقین کرو۔ یہ اس کی گود میں جا پڑے گی۔ ... کا کیا ٹھکانہ، ارے میں نے تو صرف قصے سنے تھے۔ آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔'' شیل

اوندھا پڑے پڑے بولا۔

ہم نے شیل کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی، سوائے ہنسنے کے۔ کم بخت عادت سے مجبور تھا۔ بولے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، اور پھر ہم پر غنودگی طاری ہوگئی۔

◆◆◆

لیکن یہ غنودگی رات کے کسی بھی پہر میں دیر تک طاری نہ رہی' ذرا بھی بے سدھ ہوتے تو لڑھک کر کہیں سے کہیں جا پڑتے۔ عجیب وغریب قید تھی۔ بہت ہی عجیب، بہت ہی ... یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

صبح تک ہمارے بدن بری طرح اکڑ گئے۔ پیروں اور ہاتھوں کے وہ حصے بری طرح سوج گئے تھے، جن سے ہم تاروں کو پکڑے ہوئے تھے۔ صبح ہوئی اور ہم سب نے اپنی ... چھوڑ دیں اور لڑھکتے ہوئے ایک دوسرے کے نزدیک آ گئے۔ ہمارا وزن زیادہ تھا۔ اس ... شیل اچھل کر ہمارے اوپر آ پڑا تھا۔

"دیکھو مسٹر شیل! تم نے پھر بدتمیزی شروع کر دی۔" میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا، اور شیل بے بسی سے مجھے دیکھنے لگا۔ غالباً رات بھر کی تھکن نے اس کے قویٰ ... کر دیئے تھے۔ اس کے اس طرح خاموش رہنے پر مجھے اس پر ترس آ گیا، اور میں نے ... سے اسے ایک طرف کر دیا۔

سورج آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔ اجالا پھیل گیا تھا۔ میں دن بھر اس سلسلے میں ... رہا تھا۔ میں نے کئی پہلوؤں پر غور کیا تھا، اور صبح اٹھ کر میں نے اپنی سوچ پر عمل شروع کر دیا۔

میں نے درختوں کی چوٹیوں کی طرف دیکھا۔ جن میں جال اٹکا ہوا تھا، اور مجھے کنڈے نظر آ گئے، جو ان درختوں میں باندھے گئے تھے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیا بندوق کی گولی سے یہ کنڈے متاثر ہو سکیں گے۔

بہرصورت میں نے عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے دوہرا فائدہ تھا۔ اگر جال ... سے ٹوٹ سکا، تو ہم آزاد ہو جائیں گے، اور اگر نہ ٹوٹ سکا تو فائر کی آواز سن کر کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا۔ کم از کم وہ لوگ، جنہوں نے یہ جال لگایا تھا۔ ہماری طرف ضرور متوجہ ہوں گے۔ یوں ہمیں نجات مل جاتی۔ چنانچہ میں سیدھا لیٹ گیا۔ میں نے جوزی اور شیل سے دور ہو جانے کیلئے کہا، اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر جوزی نے کہا۔

"کیا بات ہے عادل! کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"دیکھتی رہو جوزی' کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کوشش میں ضرور کامیاب ...

"کیسی کوشش۔ براہ کرم مجھے بھی بتاؤ، اور میں نے جوزی سے اپنا مقصد بیان کر دیا۔ ... توجہ سے سننے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بات تو عقل کی ہے، مگر تمہارے ذہن میں کیسے آ گئی؟"

"افسوس مسٹر شیل! آپ نے سوچنا چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے مجھے اپنے ذہن کو تکلیف دینا پڑی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا، اور پھر اس درخت کا نشانہ لینے لگا، جس میں کنڈے ... ہوئے تھے۔

تھوڑی دور تک نشانہ لینے کے بعد میں نے فائر کر دیا۔ گولی نشانے پر پڑی۔ لیکن جال ... نہیں تھا۔ دوسرا فائر' اور پھر تیسرا فائر بھی کیا۔ درخت کی شاخ میں گھرے گھرے ... ہو گئے تھے۔ لیکن وہ جال نہ کٹ سکا۔ جس میں' ہم پھنسے تھے۔ جوزی اور شیل پریشانی ... بری صورت دیکھ رہے تھے۔

"شیل نے جلدی سے اپنا سامان نکالا، اور اس میں سے کچھ کارتوس نکال کر میری ... بڑھا دیئے، اور میں نے شکریہ کے ساتھ انہیں قبول کر لیا۔ تب شیل نے کہا۔

"اگر تم کوئی خطرہ محسوس نہ کرو، تو لاؤ۔ بندوق مجھے دو۔ میرا نشانہ بہت اچھا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر شیل! اب آپ کوشش کریں۔" میں نے کہا، اور بندوق شیل کی طرف ... دی، حالانکہ جوزی نے اس بات پر احتجاجی نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔ اسے ... تھا کہ کہیں بدماغ شیل ہم دونوں کو نشانہ بنانے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن مجھے یقین تھا ... شیل جیسے آدمی میں اتنی ہمت نہیں ہوگی کہ وہ فوری طور پر کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔

یوں بھی میں تیار تھا۔ اگر شیل کوئی ایسی حرکت کرتا، تو میں اسے بآسانی سنبھال سکتا تھا۔ ... نے درخت کی چوٹی کا نشانہ لیا اور واقعی اس کا نشانہ بھی اچھا تھا۔ سب گولیاں لوہے کے کنڈے پر پڑیں۔ کنڈا کافی مضبوط تھا۔ بندوق کی گولی اسے توڑ نہ سکی۔ تب شیل نے ... کا اظہار کر دیا، اور بے بس نگاہوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ گولی سے نہیں ٹوٹ سکتا۔"

"تمہارا کیا خیال تھا مسٹر شیل! کیا میرے سارے نشانے خطا گئے تھے۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے تمہاری چلائی ہوئی گولیوں کو بھی اسی جگہ لگتے ... دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ دوسرا فائدہ ہمیں اس سے ضرور ہوگا۔"

’’دوسرا فائدہ۔ شیل نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

’’ہاں۔ وہ لوگ فائر کی آواز پر ضرور متوجہ ہوں گے۔‘‘ میں نے جواب دیا، اور شیل خاموش ہوگیا۔ ہم انتظار کرتے رہے، اور پھر مجھے اپنی کوشش بارآور ہوتی محسوس ہوئی۔ دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

پھر دس بارہ گھوڑے سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے، اور تھوڑی دیر کے بعد وہ جال کے نیچے پہنچ گئے۔ سب کے سب سفید فام تھے، اور ایک ہی طرز کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ وہ سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ میں نے انہیں بہت غور سے دیکھا تھا۔ وہ اب ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے ہنستے ہوئے کہا۔

’’کیا حال ہے دوستو؟‘‘

’’اللہ کا شکر ہے۔‘‘ اس نے بڑے خلوص سے کہا، اور وہ ہنس پڑے۔

’’کس وقت پھنسے تھے؟‘‘

’’رات کو۔‘‘

’’خوب سیر کی، لطف آیا۔‘‘

’’ہاں۔ بہت۔‘‘

’’اوہ تمہارے ساتھ کوئی خاتون بھی ہیں۔ افریقہ کے ہیرے سونے کی کانیں کس قدر دلکش ہوتی ہیں کیوں خاتون؟‘‘ وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولے۔ جوزی خاموش رہی۔

’’چلو اتارو انہیں۔‘‘ دوسرے نے کہا، اور تھوڑی دیر کے بعد جال آہستہ آہستہ نیچے آ گیا۔ ہمارے بدن بری طرح متاثر تھے۔ سب سے پہلے بندوق پر اور پھر بوڑھے شیل کے خیمے پر قبضہ کیا گیا۔ اس کے بعد وہ ہماری تلاشی لینے لگے۔‘‘

’’کھڑے ہو جاؤ۔‘‘ انہوں نے کہا۔

’’ہم کھڑے نہیں ہو سکتے۔‘‘ میں نے جواب دیا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں اتنا کمزور بھی نہیں تھا۔ لیکن ان لوگوں کے سامنے خود کو دلیر اور مضبوط ثابت کرنا مصلحت کے خلاف تھا۔

’’انہیں اٹھا کر گھوڑوں پر ڈال دو۔‘‘ اسی سفید فام نے حکم دیا، اور پھر ہمیں گھوڑوں پر ڈال دیا گیا۔ بیچاری جوزی کی اس وقت میں کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔‘‘

گھوڑوں کا سفر کافی طویل تھا۔ ہم قرب و جوار میں دیکھتے ہوئے جا رہے تھے۔ اس

جنگل کو کچھ کا کچھ بنا دیا گیا تھا۔ حالانکہ باہر سے یہ عام جنگل نظر آتا تھا۔ لیکن اندر کے حالات دوسرے تھے۔ وہ انتہائی نفاست سے تراشا ہوا جنگل تھا۔ چاروں طرف پھلوں کے باغات تھے، اور درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔

جنگل سے گزر کر ہم ایک پہاڑی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔ پہاڑ کے اندر اس محراب نما دروازے کو دیکھ کر ہم نے گہری سانس لی۔ پہاڑ کی دیوار کو دروازے کی مانند تراشنا معمولی بات نہیں تھی۔

بہرحال ہم اس کے اندر داخل ہوگئے، اور پھر میری آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئیں۔ دیوار کے دوسری طرف ایک حسین شہر آباد تھا، پھولوں سے لدا ہوا شہر، رنگین مکانات، پھولوں کے رنگوں سے ہم آہنگ تھے۔ ان کی ترتیب بے حد خوبصورت تھی۔ پلے گراؤنڈ اور تفریح گاہیں بھی تھیں۔ اس جنگل میں یہ سب کچھ اتنا تعجب خیز تھا، کہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بالکل الف لیلیٰ کی بستی معلوم ہوتی تھی۔

جوزی اور شیل کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ ہمیں لانے والے خاموشی سے آگے بڑھتے رہے، اور پھر ایک مکان کے قریب انہوں نے گھوڑے روک دیئے۔

’’کیا اب تم نیچے اترنے کے قابل بھی نہیں ہو۔‘‘

’’اوہ نہیں دوست تمہارا شکریہ، یہ دراصل جال میں کھڑے کھڑے ہمارے بدن اکڑ گئے تھے۔ لیکن اب ٹھیک ہوں۔‘‘

’’اس مکان میں جا کر آرام کرو، بھوکے ہو؟‘‘

’’ہاں سخت بھوکے ہیں۔‘‘

’’خوراک مل جائے گی، لیکن کوئی بھی بے تکی جنبش موت بن جائے گی، اس بات کا خیال رکھنا۔‘‘

’’ہم کوئی حرکت نہیں کریں گے، ہم تو تمہارے ممنون ہیں۔‘‘ میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ ان لوگوں سے نرم روّیہ اختیار کیا جائے۔‘‘

چند ساعت کے بعد ہم گرتے پڑتے اس مکان میں داخل ہوگئے۔ بے حد خوبصورت مکان تھا۔ اندر داخل ہو کر معلوم ہوا کہ لکڑی کے مکانات ہیں۔ لیکن ان کی تعمیر دلکش ترین تھی۔ ہم بستروں پر لیٹ گئے۔ شیل بے سدھ تھا۔ جوزی بھی خاموش تھی۔

’’حواس کو قابو میں رکھو جوزی۔‘‘

’’نہیں میں ٹھیک ہوں۔‘‘ جوزی نے جواب دیا۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سفید فاموں کی بستی اتنی دلکش ہوگی۔"

"کوئی بہت بڑا مشن کام کر رہا تھا۔ عادل شاہ! معمولی بات نہیں ہے۔ انہوں نے پورا شہر آباد کرلیا۔ تم نے دیکھا۔"

"ہاں۔"

"لیکن آخر کیوں؟"

"خدا جانے۔"

"ویسے ان کا رویہ ہمارے ساتھ برا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ ہماری مدد کریں تو ہم لوگ یہاں سے نکل سکتے ہیں۔"

"شاید۔" میں نے مختصراً کہا اور پھر ہم دونوں مسٹر شیل کی طرف دیکھنے لگے۔ شیل بھی عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہم سے نگاہیں ملیں، تو اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ "مسٹر شیل شاید ابھی تک ناراض ہیں۔"

"تمہارے خیال میں میری ناراضگی دور ہوسکتی ہے۔ کیا تم نے میری گردن پر چھری نہیں پھیری۔"

"آپ نے ہمیں بلاوجہ ہی قصوروار سمجھ لیا ہے مسٹر شیل! حالانکہ میں تو آپ کیلئے بڑے نیک جذبات رکھتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے علم ہے۔ اچھی طرح علم ہے۔ کسی طرح لندن پہنچ جاؤں، اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا شیل کیا ہے۔ حالات انسان کو بہت پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔"

"چلئے لندن کا معاملہ لندن چل کر دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا۔ لیکن پھر خاموش ہونا پڑا۔ کیونکہ کئی آدمی اندر گھس آئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹرے تھیں۔ جن میں کھانے پینے کی کچھ اشیاء موجود تھیں۔ ہمارے جسموں میں جان آ گئی۔

عمدہ سا ناشتہ اور خاص طور پر عمدہ کافی پی کر تو یوں محسوس ہوا، جیسے ہمارے ساتھ کوئی واقعہ ہی پیش نہ آیا ہو۔ شیل بھی چاق و چوبند ہوگیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر ہم بیٹھ گئے۔ شیل کے انداز میں اب بھی بیزاری تھی۔

لیکن اب ہم نے اسے تختہ مشق بنانا مناسب نہیں سمجھا۔ میں بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ دفعتاً شیل اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ میں اور جوزی چونک پڑے۔

"کہاں جارہے ہیں۔ شیل؟"

"جہنم میں۔" وہ غرایا۔

"اوہ ایسی جلدی کیا ہے۔ موت کا تو انتظار کرلیں۔ ویسے آپ کی کوئی حرکت ہم سب ئے نقصان دہ ہوگی۔"

"میں کوئی حرکت کرنے نہیں جارہا ہوں۔" شیل نے کہا، اور دروازے سے باہر نکل میں خاموشی سے جوزی کو دیکھتا رہا۔ شیل واپس نہیں آیا تھا۔ کافی دیر گزر گئی، تب مجھے ویش ہوئی۔

"کہیں وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہوگیا ہو۔"

"خدا جانے۔" وہ بھی تشویش سے بولی، اور پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر میں نے روازے سے باہر قدم رکھا، تو دو سفید فام نظر آئے۔ جو اسٹین گن لئے پہرہ دے رہے تھے۔ ہوں نے تیکھی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل ہمارا ایک ساتھی باہر آیا تھا۔ اس کے بارے میں ہم تشویش کا شکار یں۔ کیا تمہیں اس کا علم ہے کہ وہ کہاں گیا ہے؟" میں نے ایک شخص سے پوچھا، اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"ظاہر ہے اس دروازے سے نکلا تھا، تو کہیں گیا ہی ہوگا۔ ویسے اس نے کہا تھا کہ وہ رے کی سربراہ یا ایسے آدمی سے گفتگو کرنا چاہتا ہے، جو کسی خاص اہمیت کا حامل ہو۔ وہ کو ایک خاص اطلاع دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ ہم نے اسے مسٹر فلپائن کے پاس بھیج دیا، اور اس وقت سے وہیں ہے۔ ہمیں اس سے زیادہ اس کے بارے میں اور کچھ معلومات نہیں ہیں۔"

"ہمیں یہاں کب تک رہنا ہوگا۔" میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا کیا کسی باقاعدہ پروگرام کے تحت تمہیں یہاں لایا گیا ہے۔ ب تک اوپر سے حکم نہیں ملے گا، تمہیں یہیں رہنا پڑے گا۔" اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"لیکن ہمارا ساتھی، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر فلپائن اگر چاہتے تو اسے واپس بھجوا دیتے۔ لیکن انہوں نے اسے روکا ہے۔ اس مقصد ہے کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ تم لوگ اندر جاؤ اور آرام کرو۔ جس وقت مسٹر پائن کے پاس سے تمہارا آدمی واپس آئے گا، اسے تمہارے پاس واپس بھجوا دیا جائے گا، تو۔ خاموشی سے اندر قیام کرو۔ باہر بار بار آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی تک رے لئے ہمیں کوئی احکام نہیں ملے ہیں۔ سوائے اس کے کہ تمہیں مناسب قید میں رکھا

جائے۔'' اس شخص نے کہا، اور میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن میرے انداز میں تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ جوزی بھی میرے نزدیک آ گئی تھی، اور میری گفتگو سن رہی تھی۔

میں واپس پلٹا تو اس نے تشویش زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میرے انداز میں بھی تشویش تھی۔ بوڑھا شیل خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

''یہ کمبخت بوڑھا ہمارے لئے مصیبت نہ بن جائے۔ آخر وہ کیا کہنے گیا ہے۔ ان سے۔'' جوزی نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

''اس سے کسی بہتری کی توقع فضول ہے۔'' میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

''لیکن آخر آخر یہ کیا کرے گا۔ ممکن ہے ہمارے بارے میں زہرافشانی کر کے ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرے۔''

''ممکن ہے۔'' میں نے پرُخیال انداز میں کہا۔

ویسے میرے ذہن میں ایک خطرہ سر ابھار رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو اپنی داستان سنا دی تھی۔ گو اس وقت شیل موجود نہیں تھا۔ لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے شیل جوزی کو چھوڑنا تو نہیں چاہتا تھا ناں۔ البتہ وہ مجھے راستے سے ہٹانے کی ضرور کوشش کرے گا۔

''کس سوچ میں گم ہو گئے شاہ عادل؟''

''مجھے یقین ہے جوزی کہ شیل ضرور کوئی گل کھلائے گا۔''

''کمبخت کو گولی مار دینا چاہئے تھی۔'' جوزی نے غراتے ہوئے کہا۔

''نہیں جوزی ہم ایسا کسی قیمت پر نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اگر شیل نے ایسی کوئی سازش کی تو میں ضرور اسے سزا دوں گا۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا، اور جوزی تشویش سے گردن ہلانے لگی۔

''وقت گزرتا رہا، دوپہر ہو گئی۔ ہمارے لئے کھانا آیا، اور میں نے کھانا لگانے والوں سے پوچھا۔

''ہمارا ساتھی ابھی تک نہیں آیا۔''

''ہمیں اس سلسلے میں کوئی معلومات نہیں ہے۔''

''میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''تمہاری خواہش فلپ تک پہنچا دی جائے گی۔'' انہوں نے مشینی انداز میں کہا، اور باہر نکل گئے۔ میں نے جوزی کی طرف دیکھا اور جوزی نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

''جو ہوگا دیکھا جائے گا عادل آؤ کھانا کھائیں۔ بس ایک وعدہ تم سے ضرور کرنی

ہوں۔''

''کیا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''شیل جو حرکت کرے گا، میرے لئے کرے گا۔''

''ہاں، ظاہر ہے اس کے خیال میں میں نے تمہیں اس سے چھین لیا ہے۔''

''ٹھیک ہے اس کے بعد اگر وہ تمہیں راستے سے ہٹانے میں یا کسی جال میں پھنسانے میں کامیاب ہو گیا، تو وہ پھر میرا حصول چاہے گا۔''

''ظاہر ہے۔''

''عادل میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں گی۔ حضرت عیسیٰ کی قسم میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں گی۔''

''اوہ جوزی۔ جذباتی مت بنو، چلو آؤ کھانا کھائیں، لیکن جوزی دیر تک غصے کی شدت میں رہی۔ بمشکل میں نے اسے کھانے پر آمادہ کیا تھا۔ کھانے کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ جوزی میرے نزدیک ہی سو گئی تھی۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ الفت کا اظہار کر رہی تھی۔

''میں تمہیں بے حد چاہتی ہوں عادل! حالانکہ ہمیں ملے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ لیکن میں تم سے بہت متاثر ہوں۔'' وہ میرے بدن سے لپٹ گئی۔ اچانک اسی وقت ایک زوردار آواز آئی، اور ہم دونوں اچھل پڑے۔

میری نگاہ اوپر اٹھ گئی تھی۔ چھت کے قریب ایک تختہ تڑخا تھا، اور نیچے لٹک گیا تھا۔ لیکن اس سوراخ سے جو شے نکل کر روشندان میں داخل ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ مجھے صرف اس کا بدن نظر آیا تھا۔ جو دوسرے لمحے روشندان میں غائب ہو گیا تھا، اور یہ بدن سفید بل کا تھا۔ لیکن چھت کا تختہ کس طرح تڑخا یہ بات دنیا کا کوئی شخص نہیں بتا سکتا تھا۔''

''یہ...... یہ کیا ہوا؟'' جوزی خوفزدہ ہو گئی تھی۔

''پتہ نہیں۔'' میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''کوئی جانور تھا۔ شاید بلی۔''

''شاید۔'' میں نے کہا، اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ جو بڑی تیزی سے کھلا اور دونوں محافظ اندر گھس آئے۔ انہوں نے اسٹین گنیں سیدھی کر لی تھیں۔ وہ چاروں طرف کڑی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ پھر ان کی نظریں اوپر اٹھ گئیں اور وہ چونک پڑے۔

''ہوں...... فرار کی کوشش۔'' ان میں سے ایک غرایا۔

''کیا مطلب؟''

"تم نے چھت کا تختہ نکالنے کی کوشش کی تھی۔"

"تم دونوں مجھے خاصے بے وقوف معلوم ہوتے ہو۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا تم مجھے ایسی کوئی کوشش کر کے دکھا سکتے ہو۔"

"چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"گویا یہ تختہ نکالا گیا ہے۔"

"اس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔"

"کیا یہ مکان ایسے ہی کاغذی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم دونوں اپنی عقلوں کو آواز دو۔ اول تو وہاں تک پہنچنا۔"

"بکواس بند کرو۔ ورنہ تمہارا دماغ ٹھیک کر دیا جائے گا۔ وہ دونوں بھی چراغ پا ہو گئے، اور پھر ان میں سے ایک باہر نکل گیا، اور دوسرا میرے سامنے ہی اسٹین گن تان کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرا آدمی شاید میری اس حرکت کی اطلاع دینے چلا گیا تھا۔

◆◆◆

اور پھر جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے۔ سب کے سب کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"چلو۔" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا، اور میں باہر نکل آیا۔ جوزی بدستور میرے ساتھ تھی۔

لکڑی کے مکانات کی قطاروں سے گزرتے ہوئے، ہم کافی دور بنے ہوئے ایک بڑے مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ہمیں لانے والے بے حد محتاط تھے۔ مکان کے دروازے پر رک کر ہم ادھر ادھر دیکھنے لگے، اور صرف دو آدمی اندر داخل ہو گئے، اور اجازت طلب کر کے ہمیں بھی اندر لے گئے۔ مکان کافی بڑا تھا، جس میں ہمیں قید کیا گیا تھا۔ اس میں کئی کمرے تھے، اور درمیان میں ایک ہال کمرہ تھا۔ ہمیں اس کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں سفید لباس میں ملبوس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بال بھی سفید تھے، اور چہرے سے خاصا خرانٹ نظر آتا تھا۔ ناک طوطے کی چونچ کی طرح نیچے کو مڑی ہوئی تھی، اور آنکھیں کافی چھوٹی چھوٹی اور انتہائی تیز تھیں۔ اس نے ایک مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ ہماری طرف دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں اور جوزی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

"حالانکہ تم سے کہا گیا تھا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا، جس سے تمہاری ذات کو نقصان پہنچے۔ لیکن تم نے فرار ہونے کی احمقانہ کوشش کیوں کی۔" اس نے انتہائی بے تکلفی سے بدتمیز لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے ساتھیوں نے آپ کو اطلاع دی ہو گی جناب! لیکن براہ کرم آپ خود اس جگہ کا معائنہ کر لیجئے۔ اگر یہ ممکن ہوا کہ میں چھت سے اتنا بڑا شہتیر اکھاڑ سکتا ہوں تو میں اس الزام کو درست تسلیم کر لوں گا۔"

"اوہ گویا تم اس بات سے انکار کرتے ہو کہ تم نے ایسی کوئی کوشش کی تھی۔"

"میں نے عرض کیا ناں کہ اگر آپ اسے خود دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ صادر کریں گے کہ یہ کوشش میری ہے تو میں اسے تسلیم کرلوں گا۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو اگر تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتے بھی تو کہاں جاتے؟"

"اتنا ہوش مند میں بھی ہوں۔ میں اس جال کو کس طرح بھول سکتا ہوں، جس میں میں رات بھر لٹکا رہا۔ چنانچہ یہ حماقت مجھ سے منسوب کرنا دوسری حماقت ہے۔"

"اچھا بول لیتے ہو۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"شاہ عادل۔"

"لڑکی کا نام کیا ہے؟"

"جوزی۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال میں نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا کہ تمہارے فرار کی کوشش پر باز پرس کروں، یوں بھی میں تھوڑی دیر میں تمہیں بلانے والا تھا۔ تم افریقہ کے ان علاقوں میں کیوں نکل آئے۔"

"مہم جوئی کے شوق میں۔"

"ہیروں اور سونے کی تلاش؟" وہ مسکرایا۔

"ہاں دولت کی ہوس بھی عام طور پر انسان کی موت کا سبب بنتی ہے۔"

"ان کی موت جو اپنی اوقات سے زیادہ سوچتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"شاید۔"

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"ایشیا سے۔"

"لڑکی یورپین معلوم ہوتی ہے۔ یہ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگ گئی۔"

"بس افریقہ ہی میں ہمارا ساتھ ہوا۔ ہمارا ایک اور ساتھی بھی ہے، لیکن براہِ کرم کیا آپ اپنا تعارف بھی کرائیں گے۔"

"میرا نام فلپائن ہے۔" لیکن عام طور پر فلپ کہا جاتا ہے۔

"مسٹر فلپ! ہمارا ایک ساتھی آپ کے پاس آیا تھا۔ وہ واپس نہیں پہنچا۔"

"مسٹر شیل خیریت سے ہیں، اور تم سے زیادہ ہوش مند ہیں۔ ویسے بھی ان کی رگوں میں مغرب کا خون ہے جبکہ تم ایشیائی ہو۔ صرف اندھے عمل کرنے والے۔

"انہوں نے یقیناً میرے خلاف زہر افشانی کی ہوگی؟"

"نہ بھی کی ہوتی تو تمہارا کیا خیال تھا۔ مسٹر عادل! اتنا بڑا کارخانہ چلانے والے اتنے ن ہیں کہ تمہاری اصلیت سے واقف نہ ہوتے۔ کیا تمہارا تعلق ان سیاہ فاموں سے نہیں، جو ہمارے خلاف بغاوت کر کے ہمیں یہاں سے یعنی اس سرزمین سے نکالنے کے ہشمند ہیں۔ کیا تم ان لوگوں کو لے کر ہمارے اوپر حملہ کرنے کیلئے نہیں آئے تھے، اور ہم ے انہیں بدترین شکست سے دوچار کیا تھا۔" فلپ نے زہریلے لہجے میں کہا، اور میں نے یک طویل سانس لی۔

"یقیناً یہ اطلاعات آپ کو میرے ساتھی نے بہم پہنچائی ہوں گی میں نے کہا۔" اور میرا ہن کھول رہا تھا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح شیل کی گردن دباؤں۔

"پھر وہی بے وقوفی کی بات۔ میں نے کہا ناں کہ اتنے بڑے کارخانے کو چلانے لے کیا اتنے احمق ہوتے ہیں کہ تم جیسے لوگوں پر نگاہ نہ رکھیں۔ اگر بوڑھا شیل ہمیں اس چیز ی نشاندہی نہ کرتا، پھر بھی جب تم میرے سامنے آتے تو میں تمہیں پہچان لیتا۔ میرے ہت میرے پاس ایسے ذرائع ہیں، جو ان وحشیوں کی بستیوں کو پوری طرح نگاہ میں رکھے ئے ہیں۔ جو ابھی تک ہمارے خلاف ہیں، اور ہمارے قابو میں نہیں آئے۔ مجھے علم ہے کہ م ایک بڑی حیثیت سے ان لوگوں کے درمیان رہے ہو، اور انہوں نے اپنے مقصد کیلئے ہیں استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اور تم ہی ان کی فوجوں کو لے کر یہاں آئے تھے۔ ان وں کو جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، اور جو بچے وہ بری طرح بھاگ جانے پر مجبور ہوگئے۔

"میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔ مسٹر فلپ۔"

"گویا یہ بات طے ہوگئی کہ تم ہمارے دوست نہیں دشمن ہو۔ رہا معاملہ مسٹر شیل اور ان کی ساتھی جوزی کا، تو ممکن ہے کہ مسٹر شیل کی ساتھی جوزی کو تم نے بہکا لیا ہو۔"

"لیکن مسٹر شیل ہمارے ساتھی ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا تھا کہ وہ مغرب سے تعلق تے ہیں، اور مغرب کیلئے جان کی بازی لگا دیں گے۔ وہ بھی ہماری طرح ان جنگلوں سے ت کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارا مشن خواہ کچھ بھی ہو، وہ ہم سے متفق ہیں۔ جبکہ تم ے تعلق رکھتے ہو اور ہمارے ہمدرد نہیں ہوسکتے۔" فلپ نے کہا۔

لیکن اس کے لہجے میں تمسخر تھا۔ پھر اس نے جوزی کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اور آپ مس جوزی۔ اس سیاہ فام کے ساتھ کیوں ہوگئیں۔"

"میری مرضی میں اس بوڑھے سؤر کی طرح تنگ نظر نہیں ہوں۔"

"اوہ مس جوزی! لیکن یہ ایشیائی ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"پڑتا ہے۔ بہرحال اس کا علم آپ کو بعد میں ہو جائے گا۔ بات یہ ہے مس جوزی کہ یہ تو ہمارا باغی بھی ہے۔ اسے تو ہم یوں بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کے علاوہ اب آپ یہاں تک آ ہی گئی ہیں تو ہمارے مشن کیلئے کام کریں۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں۔ یہ مشن اگر آپ اس کے بارے میں جان لیں گی، تو دل سے ہماری ساتھی بن جائیں گی۔ ہمیں عورتوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ جنگل کی اس زندگی میں اگر ہمارے ساتھیوں کیلئے عورتیں نہ ہوں تو وہ بھلا کس طرح گزارہ کریں گے۔"

"کمینے، ذلیل کیا بکواس کرتا ہے۔" جوزی بپھر گئی۔

"یہ باہر سے آنے والی ہر لڑکی کے آخری الفاظ ہوتے ہیں۔ خیر۔ تو عادل شاہ باغی کی سزا کیا ہوتی ہے۔ موت اور صرف موت۔ ہمارے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ دیکھو نا اس جنگل میں تفریح بھی ہونی چاہئے۔ آپ کو اس طرح مارا جائے گا کہ موت کے بعد بھی آپ ہماری کوشش سے لطف اندوز ہوں گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب ان لوگوں کے سامنے اس بات کا اظہار کہ میں ان کا مجرم نہیں ہوں، بلکہ حالات کا شکار ہوں بزدلی تھی، اور میں کسی طرح بزدلی کا مظاہرہ نہیں چاہتا تھا۔

چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

"انہیں لے جاؤ۔ چاند نکلے گا تو بھونکنے والے خوشی کا رقص کریں گے، سمجھ ہوگے۔"

فلپ نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے گردن ہلا دی۔ پھر جب مجھے وہاں سے لایا گیا تو جوزی نے میرے ساتھ آنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے وہاں پکڑ لیا گیا تھا۔ اس کی چیخ کی آوازیں مجھے دور تک سنائی دیتی رہی تھیں۔

لیکن میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔ اس بار مجھے کسی لکڑی کے مکان کے بجائے پہاڑی غار میں بند کیا گیا۔ ایک پتلی سی سرنگ سے داخل ہونے کے بعد ایک ایسے دروازے کے قریب لے جایا گیا، جہاں موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور ان سلاخوں کو نکالنا ناممکن تھا۔ تب وہ پہریدار آگے بڑھے، اور انہوں نے سلاخوں والا دروازہ کھول دیا۔

سلاخ دار دروازہ کھول کر مجھے اندر دھکیل دیا گیا، اور دروازہ دوبارہ بند کر دیا گیا۔ دروازے کے باہر سرنگ کے سرے پر دو محافظ جم گئے تھے۔ اپنے اس قید خانے میں آ کر میں نے سارے واقعات کے بارے میں سوچا، اور سخت پریشانی کا شکار ہو گیا۔ جو کچھ ہوا سخت پریشانی کا باعث تھا، اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے کہ میں اس قید سے آزاد ہو جاؤں۔ جو کچھ ہوا توقع کے خلاف ہی تو تھا۔ کمبخت بوڑھے شیل نے واقعی بہت برا سلوک کیا تھا۔

ممکن ہے فلپائن بکواس کر رہا ہو، اور وہ مجھے پہچان نہ پایا ہو۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو مجھے گرفتار کرنے والے بھی پہچان لیتے۔ لیکن انہوں نے مجھے عام آدمیوں کے انداز ہی میں گرفتار کیا تھا۔ لیکن اب صورتحال یہ تھی کہ اب بچاؤ کا کوئی راستہ نہ تھا، اور موت زیادہ دور نہیں رہ گئی تھی۔ جن بھونکنے والوں کا فلپ نے تذکرہ کیا تھا، وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکے تھے۔ لیکن اتنا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ چاندنی رات کی کوئی بات ہے۔

ویسے اس غار میں چاندنی رات کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ البتہ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

میں غار کی کھردری زمین پر لیٹ گیا، اور اپنی اس تھکا دینے والی زندگی کے بارے میں سوچنے لگا۔

اب تک جو کچھ ہوا تھا، اس میں دلکشی اور دلچسپی کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ بس مصیبتیں ہی مصیبتیں تھیں۔ جموکا کے ہاتھوں میں آ پڑا وہاں سے وحشیوں کی بستی میں، اور وہاں سے یہاں۔"

چند دلچسپیاں زندگی میں آئی تھیں، لیکن انہیں یاد کرنا بھی بے سود تھا۔ البتہ جو پراسرار واقعات میرے ساتھ پیش آئے تھے، وہ میرے لئے تعجب خیز تھے، اور غاروں کے اس تنہا ماحول میں میں انہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

مثلاً گلوریا! وہ جنگلی لڑکی صرف ایک فریب تھی۔ ایک خواب، بلاشبہ وہ خواب کی مانند میری زندگی میں آئی تھی، اور خواب ہی کی طرح نکل گئی تھی۔ حالانکہ اس کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات کی لذت اب بھی میرے ذہن میں زندہ تھی، اور میری رگ و پے میں شراب بن کر دوڑ رہی تھی۔

اس کے علاوہ جوزی تو میرا قرب ہی نہ پا سکی، اور دفعتاً میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس جاگا۔ یہ احساس اس سفید بلی کا تھا۔ گرینی جو میرے پاس موجود نہیں تھی۔ جسے میں نے یہاں بھی دیکھا تھا، اور مجھے یقین تھا کہ میری نگاہوں نے دھوکہ نہیں کھایا تھا۔ چھت کا

تختہ جس وقت ٹوٹا تھا، تو گرینی وہاں سے نکل کر روشندان میں گھس گئی تھی۔ گویا وہ مجھے اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتی تھی۔ تو کیا یہ پراسرار بلی یہاں بھی میری حفاظت کرے گی۔ میں نے سوچا۔ بہرحال دیکھنا یہ تھا کہ اب زندگی کون سا روپ اختیار کرنے والی ہے۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق رات قریب تھی۔ ورنہ غار کی تاریکی تو دن اور رات کا یقین ہی نہ ہونے دیتی تھی۔ البتہ گزرتے ہوئے وقت سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اب رات ہوگئی ہوگی۔

پھر اس وقت نجانے کیا بجا تھا۔ جب اچانک اس قید خانے میں گھڑگھڑاہٹ ہوئی، اور آہنی دروازہ میری طرف سمٹنے لگا۔ میں نے خوف کے عالم میں اس دروازے کو کھسکتے ہوئے دیکھا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی عقب میں ایک حیرت میری منتظر تھی۔ یعنی جس طرح دروازہ پیچھے ہٹ رہا تھا اسی طرح عقبی دیواریں پیچھے کھسک رہی تھیں۔

بہرحال یہ تقویت کی بات تھی، اگر دیوار نہ کھسک رہی ہوتی تو میں دروازے اور اس کے درمیان پس جاتا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دفعتاً دروازے سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر مجھے دو ننھی ننھی چنگاریاں پھوٹتی نظر آئیں۔ یہ چنگاریاں متحرک تھیں۔ پہلے تو میں نے انہیں نظر کا واہمہ سمجھا۔ لیکن پھر ایک سرسراہٹ میرے پورے بدن میں پھیل گئی۔ چنگاریوں کے پیچھے گرینی کا وجود تھا۔

ہاں سفید بلی اس تاریکی میں بھی میرے قریب موجود تھی، اور اس کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ پھر ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''تم خوفزدہ ہو۔'' میں نے چاروں طرف دیکھا۔ صرف اس ننھے سے وجود کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ تو کیا یہ آواز۔ یہ سرگوشی۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' آواز پھر ابھری۔

''تم...... تم کون ہو؟''

''تمہاری چاہت...... تمہاری پرستار۔''

''لیکن تم کہاں ہو؟''

''ہواؤں میں...... فضاؤں میں...... تمہارے وجود میں، میری آواز تمہارے انگ انگ سے پھوٹ رہی ہے۔''

''میرے سامنے آؤ۔''

''اس وقت نہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔''

''کیوں؟''

''حالات کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ میں تم سے ملوں گی بہت جلد ملوں گی۔ میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔''

''یہ دروازہ...... یہ دیوار مجھے اس سے وحشت ہو رہی ہے۔''

''جو ہو رہا ہے اسے ہونے دو۔ میرے اوپر بھروسہ رکھو۔ تم میرے محبوب ہو میں تمہیں چاہتی ہوں۔ جہاں جاؤ گے، جس جگہ موجود ہوگے، میں تمہارے ساتھ ہوؤں گی۔ لیکن میرے محبوب تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔'' آواز ابھری۔

''کیسا وعدہ؟''

''تم جہاں بھی ہوگے میری امانت ہوگے۔ اگر تم نے کسی اور سے التفات کا اظہار کیا، تو میں تمہاری یہ خواہش کو بھی پوری نہیں ہونے دوں گی۔ میں تمہیں چاہتی ہوں، بے پناہ چاہتی ہوں۔ تمہاری ہر سانس میرے لئے وقف ہے۔''

''لیکن میں موت کے قریب ہوں، ان دیواروں کو روکو۔ روکو انہیں۔''

''میری زندگی میں یہ ممکن نہیں۔''

''کیا ممکن نہیں؟''

''کہ تمہاری موت اس طرح آئے۔''

''وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔''

''میں انہیں ہلاک کردوں گی۔'' وہ اطمینان بھری آواز میں بولی۔

''آہ! لیکن میں خوفزدہ ہوں۔''

''تمہیں فولاد کا جگر رکھنا چاہئے۔ میں تمہاری ساتھی ہوں، میں ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گی۔ لیکن تم میری امانت ہو۔ سمجھے تم میری امانت ہو۔'' دروازے اور دیوار کی تحریک رک گئی۔

ننھی مشعلیں اب بھی میرے سامنے روشن تھیں۔ پھر اچانک عقبی دیوار ہٹ گئی اور چاندنی اندر گھس آئی۔ میں اچھل پڑا تھا۔ میں نے پلٹ کر ان چنگاریوں کی طرف دیکھا۔ وہ موجود نہ تھیں، اور نہ ہی کوئی اور دیوار، جبکہ اب سب کچھ صاف نظر آرہا تھا۔

میں نے ایک خوفزدہ سی سانس لی۔ بلی نے مجھ سے اظہار عشق کیا تھا۔ کیا ہے یہ سب۔ یہ سب کیا ہے؟ میں کب تک اس طلسم کا شکار رہوں گا۔ کبھی خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ ان حالات کا شکار ہوں گا۔ کوئی بات سمجھ نہیں آرہی تھی۔ میں ایک بلی کی امانت ہوں، ایک

جانور کی۔ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں نے اس طرف توجہ کی۔

چھوٹی سی پیالہ نما جگہ تھی۔ چاروں طرف پہاڑ کی پھسلواں دیواریں تھیں، سامنے ہی ایک سلاخوں والا دروازہ نظر آ رہا تھا، اور اس دروازے کے دوسری طرف بے شمار چمکدار آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

چھوٹی سرخ آنکھیں، جو مجھے تک رہی تھیں۔ پھر ان کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ آہ! وہ بھیڑیئے تھے۔ خونخوار بھوکے بھیڑیئے، اور فلپ کی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ مجھے ان بھیڑیوں کا شکار بنایا جانے والا تھا۔

پھر اچانک دروازہ کھل گیا، اور بھونکتے ہوئے بھیڑیئے میری طرف لپکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرا خوفناک واقعہ ہوا۔ جونہی ایک بھیڑیا مجھ پر اچھلا، اچانک درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ کسی نادیدہ قوت نے اسے درمیان سے دو حصوں میں چیر دیا تھا۔ بھوکے بھیڑیئے خون کی بو پا کر اپنے ساتھی پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن میں احمقانہ انداز میں کھڑا ان کی اس پراسرار موت کو دیکھتا رہا۔ ایک ایک کر کے تمام بھیڑیئے خون میں نہاتے جا رہے تھے لیکن وہ قوت نظر نہیں آ رہی تھی جو بھیڑیوں کو اس طرح درمیان میں سے چیر کر پھینک رہی تھی۔

آٹھوں بھیڑیئے موت کا شکار ہو گئے تھے، اور میرے جسم کو خراش تک نہیں آئی تھی۔

تب مجھے وہ پراسرار آواز یاد آئی۔ جو سفید بلی کی آنکھوں سے نکلتی ہوئی چنگاریوں کے ساتھ مجھے سنائی دے رہی تھی۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں تمہاری حفاظت کروں گی۔ ''میری نادیدہ محافظ۔'' میں نے پریشان ہو کر سوچا۔

بہرحال اس محافظ نے اپنا قول نبھایا تھا۔ لیکن اس کے بعد کیا ہوگا، یہ بات میرے قیاس سے باہر تھی۔

میں نے گھوم گھوم کر دیکھا جدھر سے میں یہاں تک آیا تھا، اور یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وہ دروازہ بھی اب بند تھا۔ گویا پیالے نما جگہ میں صرف یہ ایک جگہ تھی، جس سے بھیڑیئے نکل کر یہاں تک آئے تھے۔

تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا۔ پھر اسی سرنگ کی جانب بڑھ گیا۔ سلاخوں والا دروازہ کھلا ہوا تھا، اور اندر سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ یقیناً یہ بھیڑیوں کی قیام گاہ تھی۔ واپس پلٹ آیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔ اس پیالے نما کمرے کی دیواروں سے چھت تک پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ کیونکہ دیواریں پھسلواں اور سیدھی تھیں۔ بہرحال میں ایک دیوار سے ٹیک لگا

بیٹھ گیا۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا تھا۔ یہ رات بھی بڑی تکلیف سے گزری۔ صبح کی روشنی ابھری تو کچھ لوگ اوپر نظر آئے، اور پھر عجیب وغریب آوازیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اسی جگہ وہ دروازہ نمودار ہوا، جہاں سے میں یہاں تک آیا تھا اور بہت سے آدمی باہر نکل آئے، اور انہوں نے نزدیک آ کر بھیڑیوں کی لاشوں کو بغور دیکھا۔ ان میں فلپ بھی تھا۔ تب اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا، اور میرے بازوؤں کی مضبوطی کا اندازہ لگانے لگا۔ بلاشبہ میرے بازو بے حد طاقتور تھے۔

''کیا...... کیا تم واقعی انسان ہو؟'' اس نے متحیرانہ لہجے میں گردن ہلاتے ہوئے پوچھا۔ میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

''میں تمہاری اس قوت سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ ایسے لوگ میری سب سے بڑی کمزوری ہوتے ہیں۔ کمال ہے۔ تم نے انہیں اس طرح چیر ڈالا کہ کوئی دشمن کو بھی اس طرح نہیں مار سکتا۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔''

''اس کی کیا ضرورت ہے۔ فلپ! ظاہر ہے۔ آپ یہ دوستی نہیں نبھا سکیں گے۔''

''ہرگز نہیں فلپ کو بالکل ہی بے حیثیت مت سمجھو۔ میں یہاں ایک بڑی حیثیت رکھتا ہوں، اور کافی اختیارات کا مالک ہوں۔ تم آؤ میرے ساتھ آؤ۔''

''درحقیقت جیسے حالات یکسر بدل گئے۔ بھیڑیوں کو اول تو میں نے ہلاک نہیں کیا تھا، اور اگر میں انہیں خود ہلاک کر بھی دیتا، تو یہ کون سی ایسی بات تھی کہ وہ یکسر بدل جائے، لیکن فلپ نے میرے لئے بہترین سہولتیں فراہم کر دی تھیں، اور مجھے لکڑی کے مکان میں رکھا گیا تھا اور میرے آرام کا پورا بندوبست کیا گیا تھا۔

دوپہر کے کھانے پر فلپ میرے ساتھ تھا۔ ''تمہیں میری تبدیلی پر حیرت ہوئی ہوگی مسٹر شاہ عادل۔'' لیکن میں اسی قسم کا آدمی ہوں۔ بچپن ہی سے مجھے طاقتور لوگوں کے کارناموں سے دلچسپی رہی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے پہلوان میرا آئیڈیل رہے ہیں۔ تمہارا یہ کارنامہ میرے لئے بڑا دلکش ہے، اور یقین کرو کہ اس کے بعد سے میں صرف تمہاری حفاظت کے بندوبست میں مصروف ہوں۔ میں نے وہ اثرات کم کرنے کی کوشش کی ہے، جو تمہارے خلاف ابھرے ہیں۔''

''مجھے تعجب ہے۔''

''ہاں انسان میں بعض کمزوریاں ہوتی ہیں۔''

''تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں ان کے ہتھے کس طرح چڑھا فلپ؟'' میں نے

پوچھا۔

''کس کے ہتھے۔''

''انہیں سیاہ فاموں کے، جن کے سردار کا نام شیلا تھا۔''

''نہیں مجھے نہیں معلوم۔''

''تم نے میری کہانی سننے کی بھی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ اگر تم میری کہانی بھی سن لیتے تو مجھے مجرم نہ گردانتے۔'' میں نے کہا۔

''آہ! اگر یہ بات ہے تو مجھے افسوس ہے۔ مجھے یقیناً تمہاری کہانی سننی چاہئے تھی۔ خیر اب سہی، اور اب تو تمہاری یہ کہانی میرے مشن میں معاون بھی ثابت ہوگی۔'' فلپ نے کہا۔

''تمہارا مشن۔'' میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''ہاں دوست میں نے کہاں ناں۔ فلپ میں تمہیں ایک عجیب و غریب شے ملے گی۔ اس سے پہلے میں تمہارا دشمن تھا۔ بوڑھے شیل نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ تم ان سیاہ فاموں کے مددگار ہو۔ لیکن ہمارے ریکارڈ میں بھی یہ بات موجود ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ ریکارڈ کس طرح مرتب ہوتا ہے۔''

''نہیں۔ میں کیا جانوں۔'' میں نے کہا۔

''ایک مصنوعی سیارہ سیاہ فاموں کی بستی پر گردش کرتا رہتا ہے، اور وہ ان کی تمام کارروائیوں کی تصاویر ہمیں روانہ کرتا ہے۔ ان تصاویر میں تمہیں کئی بار دیکھا گیا، اور تمہارے بارے میں خاص تشویش رہی' ہم لوگوں کو کہ آخر تم کون ہو، اور ان کے مددگار کیوں بن گئے ہوے۔ پھر ہم نے یہ ہی سوچا کہ کوئی بڑا لالچ تمہیں اس کام کیلئے آمادہ کر چکا ہے، اور ہماری فہرست میں تمہیں دشمن قرار دیا گیا۔

''اوہ! تو یہ بات تھی۔''

''ہاں۔ حالانکہ ہمیں ان سیاہ فاموں سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بس ہم جس علاقے میں رہتے ہیں اس کے بعض حصے اب تک ہماری نگاہوں سے روپوش ہیں۔ اس لئے ہمیں ان سیاہ فاموں سے ہوشیار رہنا پڑتا ہے، اور اگر ان کے ساتھ کوئی مددگار بھی شامل ہو جائے تو ہمیں کافی نقصانات پہنچ سکتے ہیں۔'' فلپ نے کہا۔

''گویا مجھے صرف اس لئے تم لوگوں نے اپنا دشمن قرار دیا۔'' میں نے سوال کیا۔

''ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا بات ہوسکتی ہے۔''

''تب پھر میری کہانی کچھ یوں ہے۔ تم اپنے وسائل سے اس کی تصدیق بھی کر

میرا جہاز تباہ ہوگیا تھا، اور سمندر کی لہریں مجھے یہاں لے آئیں۔ اس کے بعد میں سیاہ فاموں کے قابو میں آ گیا۔ چونکہ جہاز کی تباہی کے بعد میں کافی زخمی ہوگیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے میرا علاج کیا، اور یوں میں ان کا احسان مند ہوگیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے اپنے احسان کا صلہ مانگا۔ میں جانتا تھا کہ اگر انکار کروں گا تو نقصان اٹھاؤں گا۔ چنانچہ یہ سب کچھ جان بچانے کیلئے کیا گیا تھا۔''

میں نے اسے تفصیل بتائی۔

''بہت عمدہ، تمہاری بچت کا ایک اور ذریعہ نکل آیا۔''

''کیا مطلب؟''

''میں تمہیں بچالوں گا۔ ضرور بچالوں گا۔''

''دوسری صورت میں کیا ہوتا فلپ۔''

''آہ! میرے دوست! اب ان باتوں کو چھوڑو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس کے علاوہ میں تمہیں ایک پیشکش بھی کروں گا۔''

''وہ کیا؟''

''ابھی نہیں، ابھی نہیں۔ تم یہاں آرام سے رہو، اور ہاں۔ اب یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ تم دشمنوں کے درمیان میں ہو۔''

''تمہاری یہ تبدیلی بھی میرے لئے حیرتناک ہے فلپائن۔''

''خود میرے لئے بھی۔''

''کیوں تمہارے لئے کیوں؟''

''تم نہیں سمجھ سکتے۔ جس حد تک میرے ذہن میں تمہاری عزت و توقیر بڑھ گئی ہے۔ [illegible] کیا تم اب بھی اعتراف نہیں کرو گے کہ چھت کا شہتیر تم نے ہی نکالا تھا۔ آسان بات تو نہیں تھی۔''

میں ایک طویل سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ میں اسے کیا بتاتا کہ چھت کا شہتیر ہی [illegible] بھیڑیوں کی موت سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر وہ غلط فہمی کا شکار ہو رہا تھا۔ تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ ہاں البتہ میری محسن، میری دوست، میری محبوبہ میری مددگار ضرور [illegible]

فلپ دوپہر کے کھانے کے بعد دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر چلا گیا۔

میں اس کے جانے کے بعد سوچنے لگا، کہ نجانے شیل اور جوزی کی کیا پوزیشن ہے۔

بہر صورت مجھے ان لوگوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ فلپ کی پر محبت گفتگو کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کیا وہ واقعی مجھ سے اس حد تک متاثر ہو گیا ہے یا یہ بھی کوئی چال ہے۔ ممکن ہے وہ مجھے کسی اور جال میں پھانسنے کی خواہش میں ہو۔ بہر صورت سکون سے وقت گزرا، اور رات کے کھانے پر فلپ مجھے ملا' اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔

"میرے دوست میں تمہاری گلوخلاصی کرا چکا ہوں۔ میں نے اور تمہارے بارے میں اطلاع بھجوادی تھی۔ تمہیں شاید یقین نہ آئے کہ ہم لوگ اعلیٰ کارکردگی کے حامل لوگوں کو بہت بڑی حیثیت دیتے ہیں۔ ہمیں بہت سے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمارے سامنے زندگی کا ایک اہم مشن ہے۔"

"خوب۔"

"لیکن اس سے پہلے ہمیں یہ بات ضرور معلوم کرنی ہوگی، کہ خود تمہارے ذہن میں ہمارے لئے کیا گنجائش ہے۔"

"میں سمجھا نہیں فلپ۔"

"سمجھ جاؤ گے۔ میں تم سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" فلپ نے کہا، اور میں سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں زندگی کے دوسرے مقاصد کیا ہیں؟" تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا۔

"کون سی زندگی کے مقاصد میری تو زندگی بھی میرے بس میں نہیں رہی۔"

"اب یوں سمجھو کہ تم آزاد ہو۔ اگر تم چاہو تو تمہیں تمہاری دنیا میں بھیجا جاسکتا ہے۔"

"فلپ اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ اگر مجھے اس جنگل کے ماحول سے الجھن نہ ہوتی، تو میں پوری زندگی یہاں بھی گزار سکتا تھا۔"

"اوہ گڈ۔ بہت ہی عمدہ یعنی اگر تمہیں زندگی گزارنے کا کوئی بہتر ذریعہ مل جائے تو تم اسے پسند کرو گے۔"

"ہاں شرط یہ ہے کہ وہ زندگی مجھے پسند ہو۔"

"سو فیصدی پسند آئے گی، اور اگر نہ پسند آئے تو تمہیں مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو میں تمہیں تمہاری زندگی کا سب سے حسین موقع فراہم کروں گا۔ لیکن ابھی توقف کرنا ہوگا۔"

"کیا میری حیثیت اب بھی قیدی کی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں اب نہیں ہے۔ تم یہاں آزادی سے گھوم پھر سکتے ہو۔ ہمارا علاقہ بہت بڑا ہے۔ ابھی باہر نکلو گے تو دیکھو گے۔ لیکن ایک گزارش ہے میرے دوست!"

"کیا؟"

"جب تک تمہیں اس زندگی سے مکمل واقفیت نہ ہو جائے، کوئی جارحیت نہیں کرو گے۔ تمہیں کسی کام کیلئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے کہا، اور پھر بولا۔

"شیل اور جوزی کہاں ہیں؟"

"بوڑھا ہماری پناہ حاصل کر چکا ہے۔ دلچسپ انسان ہے۔ رہ گئی جوزی تو وہ اس بات پر بضد ہے کہ تمہیں رہا کیا جائے۔"

"اوہ۔ مجھے اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ کوئی وحشیانہ سلوک نہ کیا جائے۔"

"بے فکر رہو۔ ہم اپنے دشمن کو یا تو ہلاک کر دیتے ہیں یا پھر دوست بنا لیتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس کا برین واش کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ ہماری دوست ہوگی۔" فلپ نے بتایا، اور میں اپنے ذہن میں سنسنی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ سلوک تو میرے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن میں نے ایسا کوئی اظہار نہیں کیا، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد فلپ چلا گیا، اور میں اس پورے ہنگامے کے بارے میں سوچتا رہا۔ لیکن اسی رات ایک بار پھر میری ملاقات اس پراسرار آواز سے ہوئی۔

"میں تم سے خوش ہوں۔ بالکل بے فکر رہو۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ لیکن اس وقت تک جب تک تم میری امانت میں خیانت نہیں کرو گے۔"

"تم کون ہو آخر، سامنے آؤ۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"کسی مناسب وقت پر۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں ان سیاہ فاموں کے مفادات کیلئے کام کروں۔"

"نہیں۔ یہ سب تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں تو صرف تمہیں چاہتی ہوں اور یہ بھی چاہتی ہوں کہ تم ہمیشہ میرے رہو۔ آواز میں بڑی معصومیت پیدا ہو گئی اور میں پریشانی سے گردن ہلانے لگا۔ بیچارہ شاہ عادل' بے شمار مصیبتوں کا شکار ہو گیا تھا۔

◆◆◆

ان لوگوں کا سلوک میرے ساتھ یکسر بدل گیا تھا۔ فلپائن عرف فلپ میرا دوست بن گیا تھا۔ لیکن ان خطرناک لوگوں کی دوستی میرا دل قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ حالانکہ میری زندگی بے مقصد تھی۔ خود میرے سامنے کوئی نظریہء حیات نہیں تھا۔ حالانکہ بھنور میں پھنس کر افریقہ کے اس تاریک براعظم کے ویران علاقے میں زندگی کی صعوبتوں سے دوچار بیچارہ شاہ عادل خوامخواہ اسے جنگلوں میں پھنس گیا تھا، کہ خود اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔

میں نے بار بار اپنے بارے میں سوچا تھا، اور ہمیشہ حسرتوں کا شکار ہو کر رہ جاتا تھا۔

زندگی بھی کیا چیز ہے۔ گوناگوں تعیشات کا انبوہ عظیم چند سانسوں پر بوجھ بن جاتا ہے۔

انسان سینے میں آنے والی ہر سانس پر لاکھوں بوجھ لاد دیتا ہے۔

خواہشات کا بوجھ ذمہ داریوں کا بوجھ ایسے ایسے انوکھے بوجھ جنہیں وہ اٹھا نہیں سکتا تھا۔ لیکن یہ بوجھ اس کے پسندیدہ بوجھ ہوتے ہیں۔ وہ ان ساری خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے جو اس کے سینے میں پیدا ہوں۔ میں اگر چاہتا تو اپنے ہی وطن میں ایک اچھی زندگی کے حصول کی کوشش کرتا رہتا، اور بالآخر کوئی نہ کوئی منزل ضرور پا لیتا، لیکن میری خواہشات بھی میرے سینے پر بار بن گئی تھیں۔

ایک دولت مند انسان بن کر میں وہ مقام اور سرخروئی چاہتا تھا، جو میرے اپنے سامنے بکھرے ہوئے دولت مند لوگوں کو حاصل تھی۔ لیکن ہر انسان کی زندگی کے راستے مختلف ہوتے ہیں۔ حالات نے میرے ساتھ وہ انصاف نہیں کیا تھا، جو میری خواہش تھی، اور پھر اس خواہش کی تکمیل کیلئے میں نے ہر جائز اور ناجائز بات کو اپنایا، لیکن تقدیر مجھ پر خنداں زن تھی۔

میں افریقہ کے ان ویران ساحلوں پر آ گیا۔ جہاں بے شمار دولت بکھری ہوئی تھی۔ لیکن میں اس ساری دولت کو سمیٹ کر اس جگہ تک نہیں لے جا سکتا تھا۔ جہاں تک میں جانا چاہتا تھا۔ میں اس زندگی میں واپس نہیں جا سکتا تھا۔ جہاں اس دولت کا صحیح لطف اٹھا پا

اور اس کے بعد میں حالات کے ہاتھوں تماشہ بن گیا تھا۔

پہلے وہ سیاہ فام حبشی جنہوں نے مجھے اپنایا، اور اس کے بعد اپنے مقصد کیلئے استعمال نے کا فیصلہ کیا، اور اب یہ سفید فام مہذب لوگ جن کا تعلق گو میرے وطن سے نہیں، لیکن دنیا سے ضرور تھا، اس آزاد اور مہذب دنیا سے جہاں تہذیب کے ہنگامے ہوتے ہیں۔ ترقی اپنے عروج پر پہنچ گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ان سیاہ فام وحشیوں سے بدتر زندگی کی ان کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں، اور یہ بھی اپنی ہوس پوری کرنے کیلئے بستیوں کو چھوڑ کر ویرانی میں آ بسے تھے، اور اب نجانے کیا چاہتے تھے۔

یہ ساری باتیں اپنی جگہ میں خود کو پھر سے بدل لیتا، اور ان کے ساتھ شریک ہو جاتا۔ وہ جو زندگی میں نیک ارادے اور نیک مقاصد رکھتے ہیں۔ ہمیشہ تکلیفوں اور تباہی سے چار رہے ہیں۔ میں کوئی انتہائی نیک انسان نہیں تھا، اور نہ ہی میرے ذہن میں ہمیشہ نیکیاں تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں یہ بھی چاہتا تھا کہ زندگی کے ایسے ہنگاموں میں نہ موں، جو خود ذہن و ضمیر کو داغدار کر دیں۔

لیکن انسان ضمیر کے ہاتھوں شکار کیوں ہو۔ وہ لوگ جو زندگی کو ایک حقیر سی شے سمجھ کر اس انداز میں بسر کرتے ہیں کہ ان کی اپنی خواہشات کی تکمیل ہوتی رہے۔ کامیاب ہے ہیں، اور میں بھی ہر قیمت پر یہ ہی چاہتا تھا۔ چنانچہ ان سفید فاموں کی پیشکش اور فلپ ملنے کے بعد چند لمحات میں نے یہ ہی سوچا تھا کہ کیوں نہ انہی لوگوں کے ساتھ گزارا کیا ئے، کم از کم بہتر زندگی تو مل ہی سکے گی۔

زندگی کے لوازمات ہی کیا ہیں۔ اچھی خوراک، اچھا لباس اور وہ تعیشات جو جوانی کا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بڑھاپا اور بڑھاپے کے بعد۔ لیکن ضروری تو نہیں کہ انسان ی انداز میں زندگی گزارے، بڑھاپے کی بڑھاپے میں سوچی جائے گی، اور پھر یہ بھی تو تا ہے کہ زندگی کا رخ اس طرح پلٹ جائے، جو عام لوگوں سے مختلف بھی نہیں ہوتا اور ہش کے مطابق بھی ہوتا ہے۔

لیکن ان ساری چیزوں کے ساتھ ایک خوفناک تصور میرے ذہن سے چمٹا ہوا تھا۔ اگر ری ہوتا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ لیکن اس سفید بلی نے میری زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں۔

میں کسی کا پابند نہیں تھا۔ جموکا نے بلاشبہ میری جان بچائی تھی۔ لیکن اس کا مقصد یہ نہیں میں ان سیاہ فاموں کا غلام بن کر رہ گیا تھا۔ سردار شیلا نے تو شروع ہی سے میرے اوپر

اعتبار نہیں کیا تھا، اور یہ اعتبار نہ کرنے کی ہی وجہ تھی، کہ میں آج خود بھی ان جنجھٹوں میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

بڑی الجھن، بڑی پریشانیاں تھیں، جو بلاوجہ مجھ پر مسلط ہوگئی تھیں۔ حالانکہ میری ذات، میری زندگی ہی کیا تھی۔ تنہا انسان تو تمام ہنگاموں سے مبرا ہوتا ہے، لیکن میرے ساتھ یہ سب کچھ نہیں تھا۔

بڑی دیر تک میں سوچتا رہا، اور پھر اس کے بعد اپنی رہائشگاہ سے واپس چلا آیا، میں نہیں جانتا تھا کہ اس پورے ماحول کا پس منظر کیا ہے۔ فلپ نے مجھے گھومنے پھرنے کی آزادی دے دی تھی، اور اب میرے ساتھ سلوک بھی اچھا ہونے لگا تھا، تھوڑی دیر کے بعد میرے ذہن میں دفعتاً جوزی کا خیال آیا، اور میں رک گیا۔ میں نے رک کر ادھر ادھر دیکھا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ یہاں تو ایک ایسے شہر کا سا سماں تھا۔ جو مصروف ترین زندگی گزارتا ہو۔ ہر شخص اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ چاروں طرف پہاڑوں میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی، اور لوگ اس دھوپ میں اپنی اپنی مصروفیات میں لگے ہوئے تھے۔ تب میں نے فلپ کے علاقے کا رخ کیا۔ فلپ اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔ لیکن کچھ دوسرے لوگ موجود تھے، جنہوں نے مسکرا کر میرا استقبال کیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"فرمایئے کوئی خاص ضرورت پیش آئی آپ کو؟"

"ہاں فلپ کہاں ہے؟"

"وہ تو موجود نہیں ہیں۔ غالباً پروجیکٹ کی جانب گئے ہیں۔"

"اوہ کیا تم میری مدد کرسکتے ہو۔"

"کیوں نہیں جناب! فرمایئے۔" اس شخص نے مستعدی سے کہا۔ جسے میں نے مخاطب کیا تھا۔

"میں اپنی ساتھی جوزی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"جی بہتر تشریف لایئے۔" اس نے نہایت سکون سے کہا، اور مجھے تھوڑی سی حیرانی ہوئی۔ ویسے مجھے یقین ہوگیا کہ فلپ نے مجھ سے متاثر ہوکر میرے لئے بہت سی مراعات فراہم کردی ہیں، اور یقینی طور پر دوسرے لوگوں کو بھی اس سے مطلع کردیا گیا ہے۔ بہرصورت میں اس شخص کے ساتھ چل پڑا، اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے ایک خوبصورت سے مکان کے باہر لاکر کھڑا کردیا۔

"اندر چلئے۔ آپ کی ساتھی مس جوزی یہاں مقیم ہیں۔" اس نے کہا اور میں نے اس کا

شریہ ادا کر کے گردن ہلا دی۔ پھر میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔

خوبصورت طرز کا ایک چھوٹا سا مکان تھا، جس میں ایک ہی کمرہ تھا۔ کمرے کا دروازہ کے دروازے سے مختلف تھا۔ چنانچہ میں نے اسے بھی کھولا، اور اندر داخل ہوگیا۔ جوزی صوفے پر دراز کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھی۔ اس کے چہرے پر سکون کے آثار غ، اور میری توقع کے برعکس وہ مسترد نہیں تھی۔

میرے قدموں کی چاپ پر اس نے نگاہیں اٹھائیں، اور پھر اس طرح اچھلی کہ کتاب کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ جلدی سے کھڑی ہوگئی تھی۔

"عادل تم؟"

"ہاں جوزی کیسی ہو؟"

"یہ تم ہی ہو عادل یہ تم ہی ہو؟ وہ کئی قدم آگے بڑھ آئی، اور پھر مجھ سے بے اختیار ٹ گئی۔

"اوہ عادل تمہارے بارے میں تو میں نے بہت سی بری بری خبریں [illegible] تھیں، اور تمہیں کر مجھے کتنی حیرت ہوئی ہے۔"

"کیا خبریں سنی تھیں تم نے؟"

"چھوڑو ان بری خبروں کو۔ تم میرے سامنے ہو، لیکن تمہیں میرے پاس آنے کی ازت کس طرح ملی اور تم۔"

"حالات بدل گئے ہیں جوزی۔"

"کیا مطلب......؟"

"اب وہ لوگ میرے دوست ہیں۔"

"کیا واقعی......مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ وہ تو...... وہ تو تمہارے سخت دشمن تھے۔"

"خودبخود دوست بن گئے۔"

"مجھے سخت تعجب ہوا، اور اس کے ساتھ ہی خوشی بھی، لیکن عادل! عادل تمہیں دیکھ کر تی مسرور ہوں، تمہیں بتا نہیں سکتی۔" جوزی پھر مسرور انداز میں مجھ سے لپٹ گئی، وہ اپنی یت بھول گئی تھی، اور بے خود ہونے لگی تھی۔ میرے بدن میں سنسناہٹ ہونے لگی، اور نے اسے بھینچ لیا۔ پھر جوزی بالکل ہی بے خود ہوگئی۔

"اور اسی وقت دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھل گیا، ہم دونوں خوامخواہ اچھل پڑے اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ہم منتظر تھے کہ کوئی آئے گا، لیکن کھلے ہوئے

دروازے سے کوئی اندر نہیں آیا تھا۔

"کون تھا؟" جوزی نے خواب آلود لہجے میں قابو پاتے ہوئے پوچھا، لیکن میرا ذہن الجھ گیا تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

"دروازہ اس طرح تو نہیں کھلتا۔ ممکن ہے کہ ہم دونوں کو اس طرح دیکھ کر چلا گیا ہو۔"

"تم خوفزدہ ہو؟"

"نہیں...... میں کیوں خوفزدہ ہوتی۔ عادل! تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"یہاں سے خاصی دور ہے۔ ویسے جوزی! تم سے ان لوگوں نے کیا گفتگو کی؟"

"ایک صاحب تھے مسٹر فلپ! انہوں نے مجھ سے میرے حالات پوچھے تھے، اور اس کے بعد مجھے لے کر یہاں آگیا۔"

"کیا تمہیں باہر جانے کی اجازت ہے؟"

"کسی نے منع بھی نہیں کیا۔ لیکن میں خود ہی باہر نہیں نکلی، نجانے کیا حالات پیش آئیں۔ مجھ خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"خوب، ویسے ان لوگوں کا روّیہ بظاہر تم سے برا نہیں ہے۔"

"ہاں۔ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ لیکن عادل! کیا میں تم سے ایک درخواست کرسکتی ہوں۔"

"کہو جوزی۔"

"اگر وہ لوگ تمہارے دوست بن چکے ہیں، تو تم ان سے میرے ساتھ رہنے کی اجازت حاصل کرلو۔ سچ مجھے تنہا بہت خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں قیام کروں گا، اگر کوئی منع کرے گا، تب دیکھا جائے گا۔"

"اوہ شکریہ اگر تم یہاں ہوگے تو مجھے کوئی تردد نہیں ہوگا۔" جوزی بہت خوش ہوگئی۔ لیکن میرے ذہن میں بس ایک الجھن تھی۔ دروازہ کیوں کھل گیا تھا۔ میں جہاں جاتا ہوں سفید میرے پیچھے ہوتی ہے۔ میں اس سے کس طرح نجات حاصل کروں۔"

نفرت کی ایک لہر میرے سینے میں اٹھی، اور مجھے شدید غصہ آگیا۔ اس بار وہ نظر آئے میں نے سوچا اور پھر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔ مجھے اس کی مدد کی ضرورت نہیں تھی مجھے کیا پڑی ہے کہ میں ان سیاہ فام لوگوں کیلئے خود کو خطرے میں ڈالوں۔ میں اس فاموں کا ساتھ کیوں دوں۔ وہ وحشی مجھے کیا دیں گے۔ چنانچہ میں اپنے فیصلے سے مطمئن ہوگیا۔

تب میں نے ایک گہری سانس لی اور مطمئن ہوگیا۔ جوزی سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"مجھے تھوڑی دیر کیلئے اجازت دو جوزی۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

بس چند منٹ کیلئے اس کے بعد واپس آجاؤں گا۔"

"میں بھی چلوں۔"

"ابھی نہیں۔ ویسے بعد میں ہم ساتھ ساتھ گھومیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن جلدی آجانا۔"

"تم بےفکر رہو۔" اس نے جواب دیا۔

اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ مجھے پستول کی ضرورت تھی، لیکن پستول کا حصول ممکن نہیں تھا۔ اگر میں کسی سے پستول طلب کرتا تو یہ حماقت ہوتی۔ اب کسی اور طریقے سے مجھے پستول حاصل کرنا تھا، اور اس کیلئے میں نے ایک محافظ کو تاک لیا۔ میں اس طرح ایک مکان کی آڑ میں چلنے لگا کہ محافظ کی نگاہ مجھ پر نہ پڑسکی، جونہی محافظ ایک مکان کی اوٹ میں پہنچا۔ میں عقب سے تیزی سے آگے بڑھا، اور اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر دیکھے، میں نے اس کی گدی پر ایک زوردار ہاتھ رسید کردیا۔ دوسری ضرب نے محافظ کے حواس چھین لئے، اور میں نے اطمینان سے اس کے ہولسٹر میں لگا ہوا پستول نکال لیا۔

میں نے پستول کے چیمبر چیک کئے، پستول بھرا ہوا تھا۔ میں نے اپنے لباس میں چھپایا، اور تیزی سے پلٹ پڑا۔ کسی کو اندازہ بھی نہیں ہوسکا تھا کہ محافظ پر کیا بیتی۔ میں اطمینان سے جوزی کی طرف واپس آگیا۔

جوزی کو میرے اتنی جلدی واپسی کی توقع نہیں تھی؛ وہ مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی، اور پھر بولی۔

"کہاں گئے تھے؟"

"بس ایسے ہی کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور جوتے اتار کر جوزی کے سامنے ایک کرسی پر دراز ہوگیا۔

"مسٹر شیل سے تو ملاقات نہیں ہوئی۔"

"اس نفرت انگیز بوڑھے کا نام نہ لو میرے سامنے۔ تم یقین کرو۔ مجھے اس کے تصور سے گھن آتی ہے۔" جوزی نے ناک سکوڑ کر کہا، اور میں مسکرانے لگا۔

"قصور اس بیچارے کا بھی نہیں تھا۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا، اور جوزی مجھے گھورنے لگی۔

"کیا مطلب؟"

"بس وہ رقابت کا شکار ہوگیا تھا۔ میں تو خوامخواہ ہی درمیان میں آٹپکا، ورنہ تم خود بتاؤ کیا تم اس کی ساری باتوں کو بلاچون وچرا نہیں مان رہی تھیں۔" میں نے کہا۔

"مان کیا رہی تھی۔ زندگی دھکیل رہی تھی۔ اگر کوئی ایسی آبادی ہوتی تو یقین کرو میں پتھر مار مار کر اس بوڑھے کو خود سے اتنی دور بھگا دیتی کہ مجھے اس کی شکل تک نظر نہ آتی۔"

"ارے ارے۔ یہ تو اس کے ساتھ سخت زیادتی ہوتی۔"

"کیوں۔" جوزی بدستور نفرت سے بولی۔

"دیکھو ناں اس نے تم پر کتنی محنت کی تھی۔ تمہارے لئے کس طرح اس نے ہر چیز کا بندوبست کیا ہوا تھا۔"

"بس تم اس کا ذکر مت کئے جاؤ۔ پلیز اپنی باتیں کرو۔" جوزی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"کیا باتیں کروں جوزی۔"

"ہاں۔ یہ بتاؤ وہ تمہارے دوست کیسے بن گئے۔"

"بڑی مشکلات کے بعد۔" میں نے کہا۔

"کیسے؟"

"انہوں نے اپنی دانست میں میرے خاتمے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن بس اتفاقات کے سہارے بچ گیا، اور جب بچ گیا تو انہوں نے یہ بات تسلیم کرلی کہ میں ایک مخصوص طاقت اور صلاحیت کا مالک ہوں، اور انہیں ایسے لوگوں کی تلاش ہے، جو عام لوگوں سے مختلف ہوں۔ انہوں نے اپنے دوست کی حیثیت سے میرا انتخاب کرلیا اور مجھے پیشکش کی کہ میں اگر چاہوں تو ان کیلئے کام کروں۔" میں نے کہا اور جوزی مسکرادی۔

"چلو اچھا ہوا۔ ویسے اس کا مقصد ہے کہ انہیں مزید آدمیوں کی ضرورت ہے۔" جوزی نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں جوزی۔"

"کیا تمہیں بھی اس بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔"

"نہیں کچھ بھی نہیں بس یہی جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔"

میں نے کہا، اور پھر بولا۔ "لیکن کیا جوزی تمہیں اس بارے میں کوئی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"نہیں میں تو بس ایک بیکار انسان کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہوں، اور یہ نہیں جانتی کہ آئندہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔"

"خیر سلوک جو کچھ بھی ہوگا بہتر ہی ہوگا۔ خاص طور سے اس لئے کہ اب وہ میرے بہت بن گئے ہیں۔ جہاں تک ان کے مقصد کا تعلق ہے، تو وہ مقصد بڑا خوفناک ہے جوزی۔"

"کیا مطلب؟"

"تفصیل تو مجھے بھی نہیں معلوم، لیکن بس یہی سنا ہے کہ وہ کوئی ایسا جال بچھا رہے ہیں جس سے دنیا کی جغرافیائی کیفیت ہی تبدیل ہوجائے۔"

"میں نے کہاں ناں مجھے تفصیل نہیں معلوم۔ لیکن آہستہ آہستہ بہت کچھ معلوم ہوجائے گا۔" میں نے کہا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔ افریقہ کے اس ویران اور تاریک علاقے میں بیٹھ کر وہ دنیا میں کوئی گڑبڑ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں جوزی اور بظاہر ان کے مقاصد بے حد خطرناک ہیں۔"

"تو پھر کیا ہوگا۔"

"کچھ نہیں جوزی۔"

"تو تم آئندہ کے بارے میں کچھ نہیں سوچو گے۔"

"سوچوں گا، کیوں نہیں جوزی! لیکن اپنے بارے میں ہی سوچ سکتا ہوں ناں۔ اب تم بھی ہوناں۔ مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو عادل شاہ۔"

"میں نہیں جانتا جوزی! کہ تمہارے اپنے ذاتی مقاصد کیا ہیں۔ میں مہذب دنیا سے ... کے روابط اور اصولوں سے تمہیں کس قدر اتفاق ہے۔ یہ بھی مجھے نہیں معلوم۔ تمہارے ... نامیں کیا ہے۔ میں اس بارے میں بھی نہیں جانتا۔ لیکن ایک صاف گو انسان کی حیثیت سے میں تمہیں بتادوں کہ مجھے اس دنیا سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔"

"کیوں عادل۔"

"جوزی میری زندگی عجیب وغریب حالات میں گزری ہے۔ تھوڑی سی تفصیل تو میں

تمہیں بتا ہی چکا ہوں، تم خود غور کرو۔ اس دنیا میں میرا کیا مقصد ہے۔ بیشمار لوگوں سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے بہت سے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن کوئی میرے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اس کے بعد تقدیر کا چکر چلا اور میری کوششیں بار آور ثابت ہوئیں، لیکن تقدیر نے مجھے یہاں دھکیل دیا، اور تقدیر ہی کے سہارے میں آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ میں اس دنیا سے محبت اور عقیدت کے اظہار کے طور پر ان لوگوں کو ٹھکرا دوں، اور ان کے مقاصد سے انحراف کروں، مجھے اس سے کیا ملے گا۔ مہذب دنیا میں مجھے کیا انعامات دیئے جائیں گے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ اگر میں ان لوگوں کے بارے میں کسی کو جا کر بتاؤں بھی تو میرا صرف مذاق اڑایا جائے گا۔ کوئی میری بات نہیں مانے گا، کہ میں درست کہہ رہا ہوں۔ تو پھر میں ان مذاق اڑانے والوں کے پاس کیوں جاؤں۔ ان سے دوستی کیوں کروں۔ بہتر یہی ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دوں، طاقت حاصل کروں، اور اس کے بعد مہذب دنیا میں ایک ایسا مقام جو میری مرضی کے مطابق ہو۔''

جوزی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی، پھر اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔

''ہاں عادل تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، اور اگر اس لئے تمہاری ذہنیت یہ کہہ رہی ہے تو بیشک یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بہرحال میرے بارے میں تم جان ہی چکے ہو۔ اب تو میں بھی ایک طرح سے بے سہارا ہوں۔ اپنی دنیا میں جا کر میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ بیشار لوگ میرے لئے چشم براہ ہوں گے۔ مجھے بھی زندگی گزارنے کیلئے شدید جدوجہد کرنا ہوگی کیونکہ اپنوں کو کھو چکی ہوں۔ لیکن عادل مجھے بھی کچھ مشورہ دو۔ اس کے بعد میں کیا کروں۔''

''مشورہ۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں عادل! میں تمہاری گائیڈنس چاہتی ہوں' پلیز مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔''

''کیا تم ان لوگوں کیلئے کام کرنا پسند کرو گی جوزی۔'' میں نے سوال کیا اور جوزی مجھے دیکھنے لگی۔

''کیا مجھے اس کا موقع ملے گا'' اس نے چند ساعت رکنے کے بعد پوچھا۔

''ہاں کوشش کروں گا۔''

''اگر یہ بات ہے تو یقین کرو کہ جو کچھ تم کہو گے، وہی کچھ میں کروں گی۔'' جوزی محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

''تم مجھ سے بہت متاثر ہو جوزی۔''

''ہاں عادل شاہ۔''

''اس کی وجہ۔''

''تم بہتر طور پر جانتے ہو۔ عادل! میں جن حالات کا شکار رہی ہوں، اور جن حالات میں مجھے تمہارا سہارا ملا ہے، اس کے بعد اس ساری دنیا میں مجھے تمہارے سوا اپنا کوئی سہارا نظر نہیں آتا۔''

''ٹھیک ہے جوزی! میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں دروازے کی جانب دیکھنے لگے۔ جہاں سے ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''کیا آپ بھی چائے یہیں پینا پسند فرمائیں گے جناب!'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں، اور رات کا کھانا بھی یہیں کھاؤں گا۔''

''جی بہتر۔''

''اور ہاں اگر کسی کو میری تلاش ہو، اور کوئی میرے بارے میں کچھ پوچھے تو مجھے یہیں سے طلب کر لیا جائے۔''

''بہت بہتر۔'' اس شخص نے ادب سے گردن جھکائی، اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چائے آ گئی۔

چائے بہت عمدہ تھی، اور اس کے ساتھ کچھ خشک میوے اور پھل وغیرہ بھی تھے۔ ہم لوگوں نے بڑی رغبت سے یہ سب کچھ کھایا، جوزی بڑی خوش نظر آ رہی تھی۔ پھر ہم لوگ باہر نکل آئے۔

ایک مخصوص حصے میں ہم لوگ چہل قدمی کرتے رہے۔ یقیناً ہماری حیثیت بھی اب انہی لوگوں کی مانند تھی، جو یہاں رہتے تھے۔ ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ہم اس وقت تک گھومتے رہے، جب تک رات نہ ہو گئی، اور رات کو میں اطمینان سے جوزی کی خوابگاہ کی طرف آ گیا۔

جوزی کے چہرے پر شفق کے سائے لہرا رہے تھے۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا کیا خیالات تھے۔ میں ان خیالات کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن خود میرے ذہن میں ایک تردد تھا۔ ایک کرید تھی۔

''میں لباس تبدیل کر لوں۔'' جوزی نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

''کر لو۔'' میں نے آہستہ سے جواب دیا، اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

پھر مسکراتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔

لباس تبدیل کر کے آئی تو بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''تم کچھ کھوئے کھوئے سے ہو عادل۔''

''ہاں، تم میں کھو گیا ہوں جوزی۔''

''مجھ میں۔''

''ہاں تم میں۔''

''ایسی بھی کیا بات ہے۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ زندگی میں بہت سی محرومیوں کا شکار رہا ہوں۔ اگر کوئی طلب پوری ہو جاتی ہے، تو بڑی حیرت ہوتی ہے۔'' میں نے کہا اور جوزی میرے بالکل قریب پہنچ گئی۔ پھر وہ بیٹھ گئی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی، اور جھکی ہوئی نگاہوں سے وہ بہت کچھ کہہ رہی تھی، اور پھر آگے بڑھ کر اس نے میرے سینے سے سر ٹکا دیا' اس کا چہرہ شدت جذبات سے سلگ رہا تھا۔ وہ مجھے چاہنے لگی تھی۔ اس کا اندازہ کئی بار ہو چکا تھا۔ میرا چہرہ بھی جذبات سے تمتما رہا تھا۔ پھر میرے دونوں ہاتھ آگے بڑھے، اور میں نے جوزی کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ جوزی بلاتعرض مجھ سے چمٹ گئی تھی۔

''لیکن آہ! وہ میرا پیچھا کیوں چھوڑنے والی تھی۔ جوزی جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ لیکن دفعتاً اس نے میرے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے، اور اس کی گھٹی گھٹی سی آواز ابھری۔ عادل۔ وہ...... وہ دیکھو۔ وہ کیا ہے۔''

''کہاں جوزی؟'' میں نے جذبات سے تڑپتے ہوئے پوچھا۔

''اور دیوار پر ایک سایہ...... وہ سایہ۔'' اور میں نے پلٹ کر دیکھا تو دل خون ہو گیا۔ سایہ کسی جانور کا تھا، اور جانور اس سفید بلی کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ بلی کے سر کے عقب میں روشنی تھی۔ اس لئے سایہ کئی گنا بڑا ہو کر دیوار پر پڑ رہا تھا اور بلاشبہ بے حد خطرناک نظر آ رہا تھا۔ میرے بدن میں غصے کی چنگاریاں بھر گئیں۔ میں شدت وحشت کا شکار ہو گیا۔

''کسی چیز کی پروا مت کرو۔ جوزی۔''

''لیکن۔ لیکن وہ کیا ہے؟''

''ایک وہم...... ایک فریب۔'' میں نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا، اور جوزی کو سینے سے بھینچ لیا، لیکن جوزی مطمئن نہیں ہو سکی تھی۔ وہ میرے سینے سے لگی ہوئی خشک ہونٹوں

رزبان پھیر رہی تھی اور پھر جونہی میں اس کے قریب پہنچا، ایک مکروہ چیخ سنائی دی اور جوزی کی چیخ بھی اس میں شامل ہو گئی۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔

''اوہ وہ دیکھو عادل! کوئی روشندان سے نیچے کودا ہے۔ آہ! وہ دیکھو سفید پنجہ وہ بلی کیسی خوفناک نظر آ رہی ہے۔'' جوزی نے اشارہ کیا، اور میری نگاہیں۔ کارنس کی جانب اٹھ گئیں۔ سفید بلی کارنس پر بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن آج میں نے اس کیلئے انتظام کیا تھا۔ میں غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے پستول نکالا اور دوسرے ہی لمحے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ میں نے لگا تار کئی فائر کارنس پر کئے اور کارنس پر رکھی ہوئی چیزوں کے پرخچے اڑ گئے۔ سفید بلی نے واپس روشندان میں چھلانگ لگا دی تھی اور پھر وہ غائب ہو گئی۔

◆ ◆ ◆

لیکن فائر کی آواز باہر سن لی گئی تھی۔ چند ساعت کے بعد زور زور سے دروازہ بجایا جانے لگا۔ جذبات کے سارے مناظر فنا ہو چکے تھے۔ منحوس بلی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی۔ لیکن اب میں اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ مجھے اس کی مدد درکار نہیں تھی۔ میں کسی کیلئے کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جوزی نے گھر کو درست کیا، اور دروازہ کھولنے چلی گئی۔

باہر پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔ ''کیا بات ہے۔ اندر سے فائرنگ کی آواز آرہی تھی۔'' ان میں سے ایک شخص نے پوچھا۔

''ہاں ایک سفید رنگ کی بلی روشندان سے اندر گھس آئی تھی۔ ہم نے فائرنگ کی اور وہ بھاگ گئی۔'' جوزی نے جواب دیا۔ لیکن پہرے دار مطمئن نہیں ہوا تھا، وہ مشتبہ نگاہوں سے جوزی کو دیکھ رہا تھا۔

''اندر کوئی اور ہے؟''

''ہاں۔ مسٹر عادل موجود ہیں۔''

''براہ کرم ہمیں اندر آنے کی اجازت دیں۔ اگر آپ محسوس نہ کریں تو ہم اندر کی تلاشی لے لیں۔ دیکھئے ناں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔''

''بلالوں عادل؟'' جوزی نے مڑ کر پوچھا۔

''بلالو۔'' میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا، اور تین پہرے دار اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے ایک ایک جگہ جھانک کر پورا اطمینان کیا اور کارنس کی ٹوٹی ہوئی چیزوں کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر چلے گئے۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جوزی بھی شدید حیران نظر آرہی تھی۔ وہ میرے نزدیک آ کر بیٹھ گئی، اور میرے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

''کیا بات ہے عادل! تم پریشان کیوں ہو گئے۔''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔''

''نہیں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ اس ننھے سے جانور پر فائرنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ویسے ہی بھگا دیتے۔'' جوزی نے کہا۔ لیکن میرے صبر کا پیمانہ لبریز تھا۔ چنانچہ میں پھٹ پڑا۔

''نہیں جوزی تم اس ننھے سے جانور کو نہیں جانتی، میں جانتا ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''سفید بلی ایک ننھا جانور نہیں۔ ایک بدروح ہے۔ ایک خوفناک بلا، جو مجھ سے چمٹ کر رہ گئی ہے۔ لیکن میں ہر قیمت پر اس سے اپنی جان چھڑاؤں گا۔ اب سب سے پہلے میں اپنے اس دشمن سے نمٹوں گا۔ تب ہی کوئی اور کام کروں گا۔''

''اتنا سا جانور۔ تمہارا دشمن؟'' جوزی تعجب سے بولی۔

''میں نے کہاں ناں کہ وہ ایک بدروح ہے۔''

''اوہ عادل! یہ کیسے ممکن ہے۔''

''میں جانتا ہوں جوزی۔ تم نہیں سمجھ سکو گی، وہ مجھ سے پیار کا دعویٰ کرتی ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مجھے چاہتی ہے۔ تمہیں سیاہ رنگ کا وہ بلا یاد ہے۔''

''وہ کس وقت نمودار ہوا تھا۔''

''مجھے یاد ہے۔''

''وہی تھی، وہی کم بخت بدروح۔ وہ کسی وقت میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ لیکن میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ میں اس سے پیچھا چھڑا کر رہوں گا۔''

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو عادل۔''

''ہاں جوزی میری بات پر یقین کرو۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔'' میں نے جواب دیا، اور جوزی کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔

''یہ تو بڑی خوفناک بات ہے عادل۔ لیکن یہ بدروح تمہارے پیچھے کہاں سے لگ گئی۔''

''انہی ویرانوں میں، کاش میں اس طرف نہ آتا۔''

''لیکن وہ تو ہم دونوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ہم کیا میں اس سے محفوظ رہ سکوں گی۔''

''میں اس کو نیست و نابود کردوں گا۔ اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہماری ذات پر اس

طرح مسلط ہوجائے۔ میں اس سے پیچھا چھڑانے کے بعد ہی کچھ سوچوں گا۔"

جوزی سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ وہ بہت خوفزدہ نظر آرہی تھی، اور اس کے بعد میں وہاں نہ رک سکا۔ جو کچھ ہو چکا تھا، اس کے بعد وہاں رکنا حماقت تھی، اور وہاں رکنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ ظاہر ہے وہ جذباتی موڈ ختم ہوگیا تھا۔ اپنی رہائشگاہ پر آکر میں دیر تک سلگتا رہا۔ رات بھر نیند نہیں آئی تھی۔ میری زندگی جن حادثات سے دوچار ہوئی تھی ان کے بارے میں سوچتا تو وحشت ہونے لگتی۔

ساری رات جاگتا رہا تھا۔ پھر صبح ہوگئی۔ میرے لئے ناشتہ آیا، اور میں ناشتہ کرنے بیٹھ گیا۔ جوزی کا رات کا روّیہ بھی کچھ عجیب تھا۔ کہاں تو اس نے مجھے بعد شوق وہیں قیام کرنے کی دعوت دی تھی، اور کہاں جب میں واپس آرہا تھا، تو روکنے کیلئے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ وہ اسے بے قصور سمجھتا تھا۔ اگر وہ بدروح سے خوفزدہ ہوگئی تھی، تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔

چنانچہ بہتر ہے اب اس سے ملا ہی نہ جائے۔ ہاں سفید بلی اب جہاں بھی نظر آئے اسے ٹھکانے لگا دیا جائے۔

دن کے تقریباً دس بجے ہوں گے کہ مسٹر فلپ کی طرف سے بلاوا آگیا، اور میں تیار ہوکر کھڑا گیا۔

مسٹر فلپ نے مسکراتے ہوئے اپنی رہائشگاہ پر میرا استقبال کیا تھا، اور پھر انہوں نے مجھے تکریم کے ساتھ بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں شکر ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"کیسے حال ہیں مسٹر عادل؟"

"ٹھیک ہیں جناب!"

"میں نے آپ کے بارے میں اوپر رپورٹ بھجوا دی تھی۔ منظوری مل گئی ہے۔ اب آپ سے آخری بات چیت کرنی ہے۔ اس کے بعد آپ ہماری تنظیم کے اہم رکن ہوں گے۔"

"جی میں حاضر ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اس وقت جوش انتقام مجھے ہر کارروائی پر مجبور کر رہا تھا۔

"شکریہ آپ نے ہمارے مقصد سمجھے۔"

"تفصیل نہیں معلوم ہوسکی۔" میں نے جواب دیا۔

"عالمی سیاست' ماحول پر ایک نگاہ ڈالیں ممکن ہے، آپ کو سیاست سے دلچسپی نہ ہو۔

لیکن عالمی حالات پر تو آپ کی نگاہ ضرور ہوگی۔"

"آپ کون سے حالات کا تذکرہ کر رہے ہیں۔"

"ہمارے خیال میں ساری دنیا کی پلاننگ بالکل غلط ہوگئی ہے۔ انسان جینے کی راہیں تلاش کرنے کے بجائے موت کے راستے تلاش کر رہا ہے۔ وہ مارنا اور مرنا چاہتا ہے۔ وفا ختم ہو گئی اور خود پرستی اتنی شدت اختیار کر چکی ہیں کہ اب انسانیت کا تصور ایک مضحکہ خیز خیال بن گیا ہے۔ آپ کسی محلے میں رہتے ہوں تو اپنے پڑوسیوں کا تجزیہ کرلیں، آپ بہتر حالات میں ہیں تو دوسرے حسد کریں گے۔ وہ آپ کے برابر پہنچنے کے بجائے آپ کو اپنے برابر لانے میں مصروف ہوجائیں گے۔ ملکی معاملات بھی اسی طور ہیں۔ آپ کے اپنے حکمران آپ کو نظرانداز کر چکے ہیں۔ وہ ملک گیر پیمانے پر صرف اپنی برتری کے خواہاں ہیں۔ یہی حالات عالمی سیاست کے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے مصائب کو بھول گئے ہیں۔"

آپ غور کریں بیماریاں' افلاس' بیروزگاری' جیسے مسائل نے انسان سے اس کی آدھی زندگی چھین لی ہے۔ زمین پر بسنے والے اگر ان وسائل کو انسان کی فلاح میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی فکر میں مصروف رہتے ہیں، تو زمین کا انسان سارے مصائب سے نکل آئے۔ جتنی حیات اسے قدرت کی جانب سے ملی ہے وہ سکون سے بسر کرے۔ لیکن تم بالکل نابینا نہیں رہو گے۔ تم دیکھ رہے ہوگے کہ زندگی کیلئے کتنی صعوبتیں تشکیل دی گئی ہیں۔ انسان سینکڑوں من وزن کے نیچے دبا ہوا کراہ رہا ہے۔ کیا یہ میں غلط کہہ رہا ہوں۔

"نہیں یہ درست ہے؟"

"ہمارا مشن اس سوچ کے خلاف ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم انسان کو وہ تمام سہولتیں دینے کے حق میں ہیں، جو اسے خدا کی طرف سے بخشی گئی ہیں۔"

"یہ تو بہت نیک کام ہے۔" میں نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں میرے دوست۔ لیکن نیکیوں کیلئے یہ زمین تنگ ہے۔ اس لئے ہمیں یہ پہاڑ اور ویرانے آباد کرنے پڑے ہیں۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو فلپ؟" میں نے پوچھا۔

"چند انسانوں نے سوچا اور اس کیلئے جدوجہد شروع کردی۔ لیکن ہماری اس جدوجہد کو پہاڑوں میں محدود نہ سمجھو۔ ہم عالمگیر پیمانے پر عمل کر رہے ہیں، اور سست روی سے سہی،

لیکن کامیابی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

"خوب لیکن مسٹر فلپ! ایک بات ضرور جاننا چاہوں گا۔"

"ہاں۔ سب کچھ پوچھو! جو کچھ تمہارے ذہن میں آئے، ضرور پوچھو میں سارے سوالات کے جواب دوں گا۔"

"آپ کی نگاہوں میں میری کیا اہمیت ہے؟"

"اچھا سوال ہے۔ اس تنظیم کا خفیہ نام "سفید بلی" ہے۔ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہمارے ممبران ایک دوسرے کو اسی نام سے پہچانتے ہیں۔" فلپ نے کہا اور میری آنکھیں حیرت سے ابل پڑی ہیں' اس جواب پر ششدر رہ گیا تھا۔

"سفید بلی تو اس تنظیم کی دشمن ہے۔ پھر یہ اتفاق کیوں۔ دوسرے لمحے میں ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ میں نے اس تنظیم سے منسلک ہونے کا فیصلہ کیا تھا، ناں اس لئے سفید بلی نے میرا پیچھا یہاں بھی نہیں چھوڑا۔ آہ! اس سے الگ ہونے کے باوجود اس کے خلاف کام کرنے کے باوجود وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا۔

میں سوچ رہا تھا، لیکن فلپ میری سوچ سے بے پروا ہو کر بول رہا تھا۔ تنظیم کی خواہش ہے کہ طاقتور اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگ اس کی سرپرستی کریں، اور اس کیلئے اپنی صلاحیتیں صرف کریں۔ لیکن پورے خلوص اور بغیر کسی دباؤ کے ساتھ۔ چنانچہ اہم ترین لوگوں کو اپنی تنظیم میں شامل کرنے سے قبل ہم انہیں مکمل اعتماد دیتے ہیں۔ پہلے انہیں خود سے اپنے مقاصد سے روشناس کراتے ہیں، تاکہ پھر جب وہ ہمارے لئے میدان عمل میں اتریں، تو ان کے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔"

"اوہ یہ بات ہے۔ لیکن میں۔"

"تمہاری اعلیٰ ذہانت اور صلاحیتوں کو تسلیم کرلیا گیا ہے، اور پر ہم تمہیں اپنا رکن بنانے کی طرف بڑھے ہیں۔ ابتدائی طور پر تمہیں پورے اعتماد میں لئے جانے کے احکامات ملے ہیں۔ اس کے باوجود اگر تم ہمارے لئے کام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو تم پر جبر نہیں کیا جائے گا۔!"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ تمہیں تنظیم کیلئے کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، بلکہ تمہاری مدد بھی کی جائے گی۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"تم دنیا کے جس ملک میں بھی کہو گے تمہیں پہنچا دیا جائے گا۔"

"لیکن کیا یہ بات تمہارے وقار کے خلاف نہیں ہوگی۔"

"نہیں ہم اتنے کمزور نہیں رہے۔ ہم نے اپنی حفاظت کیلئے تمام بندوبست کرلیا ہے۔ ہاری خواہش کے مطابق تمہیں تمہاری پسند کی جگہ چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن تمہارے ذہن کے ہوں سے وہ یادداشت چھین لی جائے گی، جس میں یہ پروجیکٹ محفوظ ہے۔"

"اوہ گویا برین واش کردیا جائے گا؟"

"ہاں ہماری بقاء کیلئے یہ ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن یہ اندازہ تم کس طرح لگاؤ گے فلپ کہ میں تنظیم سے مخلص ہوں اور وں دل سے اس کیلئے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے انتظامات بھی ہیں۔"

"خوب! تم نے کہا تھا کہ مجھے تنظیم کے کسی شعبے سے لاعلم نہیں رکھا جائے گا۔"

"ہاں تم سوالات کر سکتے ہو؟"

"خوب تم انسانیت کی اصلاح کس طرح کرنا چاہتے ہو۔"

"ان پہاڑوں کے درمیان تم یہ چھوٹا سا پروجیکٹ دیکھ رہے ہو۔ اسے تم دنیا کا محفوظ ترین نظام کہہ سکتے ہو۔ مزید کچھ کارروائیاں کرنے کے بعد یہ ایک ناقابل تسخیر نظام بن جائے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی سرسری کارروائیوں کا آغاز کریں گے۔ اوپری جگہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لیکن زیرزمین ہماری ایک وسیع تجربہ گاہ ہے۔"

"اوہ زیرزمین بھی ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں حقیقت تو زمین کے نیچے ہی پوشیدہ ہے۔" فلپ مسکرایا۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم طویل عرصے سے کام کر رہے ہو۔"

"ہاں۔ خاصا وقت ہوگیا ہے۔ ابتداء میں تو ہم نے ان افریقی باشندوں کو پچ بھی نہیں کیا تھا۔ ہم نے کوشش یہی کی تھی کہ ان سے دور رہیں، اور انہیں شک بھی نہ ہونے دیں۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ ہم تک پہنچ گئے، اور ہمیں ان کیلئے بندوبست کرنا پڑا۔ ہمارے سامنے ایک اہم ترین مشن تھا، اور اس مشن کی تکمیل کیلئے ہمیں جو کچھ کرنا پڑا ہم نے کیا، اور اس سلسلے میں ہم نے کسی حیل و حجت سے کام نہ لیا۔ اس کی بنیادی وجہ صرف یہی تھی کہ ہمیں اپنا مشن بے حد عزیز ہے۔"

"میرے ذہن میں بہت سے خیال ہیں فلپ، اور ان خیالات کو میں سوالات کی

صورت میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ لیکن کہیں تم اکتا نہ جاؤ۔"
"نہیں دوست! آج کا پورا دن تمہارے لئے ہے۔ ہم جب کسی کو اپنا ممبر بناتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں یہ ہی ہدایات ہوتی ہیں کہ اس شخص کو پوری طرح مطمئن کیا جائے۔ ایک اطمینان کیا ہوا شخص جس قدر کارآمد ہوسکتا ہے، اتنا کارآمد وہ نہیں ہوسکتا، جو بے اطمینانی کا شکار ہو۔"

"یہ تو درست ہے۔ گویا میں تم سے سارے سوالات کرسکتا ہوں۔" میں نے پوچھا اور اس نے مجھے ہاں میں جواب دیا۔"

"تب پھر میں نے اپنے ذہن میں کچھ سوالات ترتیب دیئے ہیں۔ مجھے یکے بعد دیگرے ان کا جواب دو۔"

"ہاں۔ ہاں۔ بالکل بے تکان اور بے تکلفی سے پوچھو۔" فلپ نے آمادگی سے کہا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے اس دوران کسی مشروب کا دور بھی چل جائے۔ کیا پسند کرو گے۔"
"اس کا فیصلہ بھی آپ کرلیں مسٹر فلپ۔" میں نے کہا اور فلپ نے گھنٹی بجائی۔ ایک شخص کے آنے پر اس نے کافی لانے کیلئے کہا، اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔
"مسٹر عادل! میں سوالات کا منتظر ہوں۔"
"مسٹر فلپ سب سے پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس تنظیم کا سربراہ کون ہے۔"
"تنظیم کا کوئی ایک سربراہ نہیں ہے بلکہ بے شمار ممالک کے ذہین ترین سائنسدان اس تنظیم کے سربراہ ہیں۔ وہ سب مل کر فلاح انسانیت کیلئے کوششیں کررہے ہیں۔ ان میں ہر ملک، ہر نسل اور ہر رنگ کے لوگ شامل ہیں۔"
"بہت خوب بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ واقعی یہ اعداد و شمار بڑے حیرت انگیز ہیں۔" میرا دوسرا سوال میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں...... ہاں...... پوچھو...... پوچھو۔"
"تنظیم کے ان اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے سرمائے کی ضرورت ہو تو پھر یہ سرمایہ کہاں سے فراہم کیا جاتا ہے۔"
"دیکھو میرے دوست! میں نے کہا ناں۔ نیک راستے سخت اور کٹھن ہوتے ہیں، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تنظیم کے افراد مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں جرائم پیشہ افراد بھی ہیں، اور ایسے افراد بھی جو کسی بھی ذریعے سے دولت حاصل کرنے کے خواہاں رہتے

سرزمین افریقہ معدنیات کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ ہمارے بے شمار نمائندے اس کے ویران علاقوں میں ایسی جگہوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں، جہاں سے سونا، اور دوسری معدنیات ہمیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ ان معدنیات کے ذریعے ہم بے شمار حاصل کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ تنظیم کے دوسرے افراد بھی تنظیم کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتے ہیں، اور ہمیں سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ اس تنظیم کے اغراض بھی پورے ہوتے ہیں اور تنظیم کو فروغ بھی حاصل ہوتا ہے۔
میرا خیال ہے تم میرا مقصد سمجھ گئے ہوگے۔ دنیا میں ہر جگہ ہمارے نمائندے ہیں، اور ہمیں کوئی ایسی جگہ نظر آجاتی ہے، جو ہمارے لئے کارآمد ہو تو ہم اسے نظرانداز نہیں کرتے۔"
"خوب، خوب گویا یہ کام بھی تنظیم کے ان چالیس ہزار افراد کے سپرد ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں بے شک" اور وہ اپنا کام بڑے خلوص کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں۔" فلپ نے بتایا۔
"بہت خوب" میں نے حیران ہو کر کہا۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان پہاڑوں میں ایسا عظیم راز پوشیدہ ہوگا۔" میں نے متحیرانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"اس دوران کافی کے برتن آگئے، اور خادم نے ہم دونوں کے آگے کافی بنا کر رکھ دی۔ فلپ نے میری کافی میرے سامنے سرکائی اور بولا۔
"تیسرا سوال؟"
"میں نے کافی کے چند گھونٹ لئے اور بولا۔" گویا تنظیم کا کام یوں چلتا ہے۔"
"ہاں۔"
"خوبصورت دیوی کیا ہے۔" میرے اس سوال پر فلپ مسکرا دیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"افریقہ کے سادہ لوح لیکن خونخوار لوگوں کو رام کرنے کی ایک کوشش۔"
"یعنی۔"
"سائنسی ذرائع سے ایک لڑکی کو خوبصورت دیوی بنا دیا گیا ہے۔" ہمیں اس تجربہ گاہ کی حفاظت کیلئے جفاکش سیاہ فاموں کی ضرورت بھی تھی، اور اس کے علاوہ ہم ان کا تعاون بھی چاہتے تھے، اور اس کیلئے ان کے توہمات کا سہارا لیا گیا۔"

"اوہ بہت خوب۔" میں نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔

"اور کوئی سوال؟"

"ابھی تو بہت سے باقی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلپ بھی مسکرانے لگا۔ تب اس نے کہا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ آج کا دن تمہارے سوالوں کی نذر۔"

"دو تہائی تسخیر اور اسے درست کرنے کیلئے تمہارے ارادے کیا ہیں۔"

"دیکھو دوست! اس کیلئے ایک پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔ ہم اس کے تحت اپنے پروگراموں میں ردوبدل کرتے رہیں گے۔ آبادیاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مسائل بھی بڑھ رہے ہیں۔ ہتھیاروں کی آمد طوفانی انداز اختیار کر چکی ہے، جو کچھ تیار ہو چکا ہے، وہ دنیا کی تقدیر ہے۔ بس ایک جنبش درکار ہے۔ ہم سرزمین افریقہ کو ایک پرامن علاقہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایسا علاقہ جہاں تیسری جنگ عظیم کی تباہ کاریاں نہ پھیل سکیں، اور اس سرزمین پر جو کوئی ہوگا، یوں سمجھو وہ ساری دنیا سے الگ ہوگا اور اس کے بعد صرف ایک ہی قوم ہوگی، صرف ایک ہی قوم۔"

"تو کیا تم باقی ساری دنیا کو تباہ کر دو گے؟" میں نے تعجب سے منہ پھاڑ کر پوچھا۔

"ہم نہیں بلکہ دنیا کے رہنے والے خود ایک دوسرے کو تباہ کر دیں گے۔ ہم تو صرف ایک علاقے کی حفاظت کے امین ہوں گے۔ یعنی وہ لوگ جو کہ ہم میں شامل ہوں گے سمٹ کر یہاں آ جائیں گے، اور اس کے بعد دنیا کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا جائے گا، اور جب وہ اپنا کھیل کھیل چکیں گے تو پھر ہم نئے سرے سے زمین پر زندگی کا آغاز کریں گے۔"

"کیا بڑے ممالک اور وہ ممالک، جنہوں نے ایٹمی ہتھیار بنائے ہیں ان ہتھیاروں کی تباہ کاری سے واقف ہیں؟"

"واقف ہیں۔"

"تب کیا وہ دنیا کو جنگ کی بھٹی میں جھونکیں گے؟"

"ضرور جھونکیں گے، اور اس کے آثار نمایاں ہیں، ہتھیاروں کی دوڑ کیوں ہو رہی ہے؟ کیا ہتھیار دنیا کی فلاح کیلئے بنائے جا رہے ہیں۔ آخر کیوں، لوگ پاگل تو نہیں ہیں۔"

"اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ ہیروشیما اور ناگاساکی کے حال سے سب واقف ہیں، اور اب وہ کوئی ایسا اقدام نہیں کریں گے۔"

"خام خیالی ہے۔" اور ضروری بھی ہے۔ سسکتے ہوئے لاتعداد انسانوں کے بجائے

انسانوں کی ایک محدود تعداد زندہ رہے۔ یہی مناسب ہے۔ مصائب و مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے، اور اس کے بعد جب یہ دنیا تباہی سے دوچار ہو چکی ہوگی، انسان انسان کی تباہی سے واقف ہو چکا ہوگا، تو جو نئی نسل ابھرے گی وہ ہتھیاروں سے واقف ہوگی۔ پھر کوئی ہتھیار نہیں بنایا جائے گا۔ یہ دنیا نئے سرے سے آباد ہوگی اور انسان صرف انسانیت کی بھلائی کیلئے سوچے گا۔"

"اور یہ نسل وہ ہوگی، جو اس تنظیم سے تعلق رکھتی ہوگی۔"

"ہاں یہ صرف انہی افراد پر مشتمل ہوگی۔"

"لیکن کچھ اور بھی باتیں ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"کیا یہ ضروری ہے کہ دنیا تیسری جنگ میں ملوث ہو جائے۔"

"نہیں ہوئی تو اسے کیا جائے گا۔ اس کیلئے تنظیم کے پاس ایک جامع پروگرام ہے۔"

"اوہ کیا مطلب؟"

"ہم دنیا کو تیسری جنگ کی طرف لے جائیں گے۔ ہم تیسری جنگ کیلئے اسے مجبور کر دیں گے۔"

"وہ کس طرح؟"

"اس لئے بھی کہ ہمارے پاس خوبصورت پروگرام ہیں۔ گنی چنی چند طاقتیں ساری دنیا پر مسلط ہیں، اور دنیا کا مزاج ان کے مزاج سے منسلک ہے۔ چھوٹے ممالک بھی وہی سوچتے ہیں، جو یہ طاقتیں سوچتی ہیں۔ مثلاً روس' امریکہ' چین اور پھر دوسرے نمبر پر آنے والے ممالک فرانس' برطانیہ کا بھی ایک علاقہ کسی ایٹمی تجربے کی بنیاد پر تباہ ہو جائے، اور بعد میں پتہ چلے کہ یہ روس کی طرف سے ہوا ہے تو کیا امریکہ خاموش رہے گا۔ لیکن احتجاج کے ساتھ ہی روس کا ایک علاقہ بھی اسی طرح تباہ ہو جائے گا، تو روس جو اس معاملے میں بالکل ملوث نہ ہوگا، چراغ پا نہ ہو جائے گا اور نتیجہ کیا ہوگا، یہ الجھ جائیں گے ایک طرف مصالحت کی بات چیت ہوگی، اور دوسری طرف ایٹمی حربے استعمال کئے جائیں گے' پھر ساری امن پسندی دھری رہ جائے گی، اور نتیجہ ہماری مرضی کے مطابق ہوگا۔"

میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ فلپ کے اس آخری جملے نے فلاح انسانیت تنظیم کی پول کھول دی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ترقی یافتہ ممالک نے چھوٹے چھوٹے ممالک کو ایٹمی امداد دے کر انہیں اس قابل بنا دیا تھا، کہ اگر ان کا کوئی ذاتی اختلاف

ہوتو وہ ایٹمی جنگ شروع کر دیں۔

دوسرے ممالک جو ایٹمی پروگرام میں اتنی کامیابی نہیں حاصل کر سکتے تھے، ان کی زندگی صرف اسی میں تھی کہ وہ خود بھی اپنے پڑوسی اپنے دشمن سے مقابلے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اگر وہ پیچھے رہ جاتے ہیں تو سیدھی بات ہے کہ انہیں پسماندہ سمجھا جاتا، اور ان کا پڑوس انہیں ہمیشہ آنکھیں دکھاتا رہتا۔ ایک طرح سے ایٹمی پروگرام ناگزیر تھا۔

لیکن بنیاد غلط تھی' ہتھیاروں کی بنیاد غلط بنیادوں پر ڈالی گئی تھی۔ بڑے ممالک اپنی دولت اپنے وسائل کے سہارے ترقیوں کی ان منازل تک پہنچتے جا رہے تھے، جہاں سے وہ ناقابل تسخیر بن جاتے۔

دوسرے ممالک کو بھی ان کے برابر آنے کیلئے یہ سب کوششیں کرنا تھیں۔ ایک عجیب جال بنا ہوا تھا، جس میں انسانیت سسک رہی تھی، اور سسکتی ہوئی انسانیت کو مناظر دینا تو دانشمندی نہیں تھی، فلاح و بہبود کیلئے دوسرے راستے بھی اختیار کئے جا سکتے تھے۔ ایسے طریقے جن سے یہ دنیا ہتھیاروں سے پاک ہو جاتی، اور انسان سکون کی سانس لے سکتے۔

چنانچہ یہ مسلح انسانیت تنظیم وہ سب کچھ کرنے کی خواہش مند تھی، جس کے بارے میں انسان نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تیسری جنگ عظیم شروع کرنے سے قبل اس میں ملوث ہونے والے انسان کے بارے میں ضرور سوچیں گے اور ممکن ہے یہ سوچ انہیں صحیح راستے پر لے آئے۔ لیکن ان کیلئے صحیح راستوں کو مسدود کر دینا بے حد خطرناک بات تھی، اور یہی کام اس تنظیم کے ذہن میں تھا۔

لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بڑی پریشان کن صورتحال تھی' میں بھی اگر انسانیت کی تباہی میں برابر کا ذمہ دار بن جاؤں، تو میں جانتا تھا کہ میری اپنی حیثیت کیا ہے۔ اگر میں ان سے انحراف کرتا تو میرا برین واش کر دیا جاتا، اور دنیا میں کسی دور افتادہ گوشے میں اجنبی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا جاتا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں ان لوگوں کا ساتھ دوں، اور سب کچھ بھول جاؤں۔ دنیا خود ہی اپنے دفاع کیلئے کچھ کرے گی، اور مگر میں تنہا ان لوگوں کے خلاف کچھ کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوتا تو کبھی کامیاب نہ ہوتا، اور دوسری بات یہ کہ میری آواز کہاں کہاں تک پہنچ سکتی تھی، چنانچہ میں اپنی جان کیوں گنواؤں۔ میں نے اس وقت ہی سوچا تھا، اور میں اپنی اس سوچ پر کاربند رہنا چاہتا تھا۔

◆◆◆

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ لوگ پراسرار قوتوں کے ساتھ ساتھ بے پناہ طاقت کے مالک تھے۔ چنانچہ میں نے یہ خیال اپنے ذہن سے خارج کر دیا، کہ میں ان لوگوں کے خلاف کام کروں، اور اگر کبھی یہ صورتحال پیش آ ہی گئی، جس کا تذکرہ فلپ نے کیا تھا، تو دیکھا جائے گا۔ اس وقت حالات کے تحت جو کچھ بھی ہوگا، کیا جائے گا۔ اس وقت کم از کم دل میں کھوٹ رکھ کر ہی سہی تنظیم کے اغراض و مقاصد سے متفق رہنا ضروری تھا، اور اس میں زندگی بھی تھی۔

لیکن سفید بلی، کم بخت اس تنظیم کا نام بھی سفید بلی ہی تھا۔ گویا اس سے جان بچنا مشکل تھی۔

بڑی پریشان کن بات تھی۔ اگر میں سفید بلی کے تصور کو اپنے ذہن سے ہمیشہ کیلئے خارج کرنا بھی چاہتا، تو نہیں کر سکتا تھا۔ خاص طور سے اس تنظیم میں رہنے کے بعد یہ سب کچھ اور بھی ناممکن تھا۔

''ہونہ ہو دیکھا جائے گا۔'' میں کیوں ان مصیبتوں کا شکار بنوں ویسے بھی میری زندگی ہی کتنی ہے۔ صرف چند سانسیں ہی تو ہیں۔ ان سانسوں پر بلاوجہ کے بوجھ کیوں برداشت کروں۔

میرے ذہن میں بغاوت کا جذبہ ابھرا۔ ہاں، ان لوگوں نے اس دنیا نے مجھے کیا دیا ہے، جو میں ان لوگوں سے الگ رہ کر دنیا کی فلاح و بہبود کے بارے میں سوچتا رہوں۔ میرا ذہن عجیب سے انداز میں الجھ گیا۔

فلپ میری مشکل دیکھ رہا تھا۔ ہمارے سامنے رکھی ہوئی کافی ختم ہو چکی تھی، اور ہم دونوں ہی خاموش تھے تب فلپ نے کہا۔ ''تمہیں سوچنے کی پوری پوری آزادی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا، اور میں ہنسنے لگا۔

''نہیں مسٹر فلپ اب میں کچھ نہیں سوچ رہا۔''

"پھر بھی کوئی فیصلہ تو تم نے کیا ہی ہوگا۔ یا پھر اگر نہ کرنا چاہو تو تم کو اس کیلئے وقت دیا جاسکتا ہے۔"

"نہیں مسٹر فلپ میں نہیں جانتا کہ میرے حالات زندگی آپ کو معلوم ہیں یا نہیں۔ آپ جیسے ذہین اور زیرک لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا سخت مشکل کام ہے۔ میں ایک ایسا انسان ہوں، جس کی زندگی کی ابتداء بالکل ہی مختلف انداز میں ہوئی تھی، اور پھر اسے دوسرے راستوں کو اختیار کرنا پڑا' دولت کے حصول کیلئے میں نے بے پناہ کوشش کی، اور اسی کوشش میں اس صحرائے اعظم میں آ پھنسا، اور اس کے بعد بھی میری تقدیر نے میرا ساتھ نہیں دیا، میں بھٹکتا رہا۔ دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا رہا۔ آخر میں کب تک کھلونا بنا رہوں گا۔

چنانچہ مسٹر فلپ تنظیم کے اغراض و مقاصد سے مجھے اتفاق ہے، اور میں اس کیلئے خلوص دل سے اس کیلئے کام کرنے پر رضامند ہوں۔"

فلپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بولا تنظیم میں شامل ہونے کے بعد تم خود کو دنیا کا طاقتور ترین انسان محسوس کرو گے۔

"مجھے یقین ہے۔"

"اور میرے دوست!" انسان پستیوں کی اس انتہا کو پہنچ گیا ہے، جب اس نے اپنی ذات کو بھول کر دوسری چند چیزوں کو برتری دی ہے۔ اس میں دولت سب سے عظیم ہے کیا تم میری بات محسوس نہیں کرتے کہ دولت کی چمک نے انسان سے اس کی بینائی چھین لی ہے۔"

"ہاں مجھے اعتراف ہے۔"

"تم خود کچھ بھی ہو۔ اس وقت تک بے حقیقت ہو جب تک تمہاری ظاہری حیثیت کچھ نہ ہو۔"

"بیشک۔"

"تب تم پسماندہ کیوں رہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے سامنے جو لوگ خود کو برتر و اعلیٰ ظاہر کرتے ہیں صرف اپنی دولت کے سہارے انہوں نے یہ دولت کہاں سے حاصل کی، انہوں نے دولت کے حصول کیلئے کیا کچھ نہیں کیا۔"

"مجھے اعتراف ہے۔"

"تنظیم تمہیں مہذب دنیا میں بھیجے گی۔ تمہارے سپرد کوئی بھی کام کیا جائے تم اس دنیا میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر کے رہو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"لیکن اس کے بعد کوئی شے تمہیں تنظیم سے بغاوت پر نہیں اکسا سکتی، تمہیں ہر حالت میں وفادار رہنا ہوگا۔"

"ایسا ہی ہوگا مسٹر فلپ۔"

"پورے وثوق سے کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"اس کے بعد اگر تم نے تنظیم سے بغاوت کی، اور اس کے اغراض و مقاصد سے انحراف کیا تو تمہیں عبرتناک سزا ملے گی۔ میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ اگر چاہو تو ہمارے درمیان دوستوں کی طرح رہ کر سوچ سکتے ہو۔ اگر تم اس کیلئے آمادہ نہ ہوئے، تب بھی ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔"

"میں فیصلہ کر چکا ہوں، اور اس میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔"

"گویا میں تمہارا فارم بھر لوں۔"

"ہاں۔"

"میری طرف سے اس عظیم مرتبے کی مبارکباد قبول کرو۔" فلپ نے کھڑے ہو کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

"شکریہ فلپ۔" میں نے بھی گرمجوشی سے اس کے تپاک کا جواب دیا' فلپ نے ایک فارم نکالا اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کی ہدایت کے مطابق فارم بھر کر اس پر دستخط کر دیئے، اور پھر فارم فلپ کے حوالے کر دیا۔

فلپ نے فارم لے کر ایک بار پھر مجھے مبارکباد دی۔

"میں یہ فارم اوپر پہنچا دوں۔ اس کے بعد تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا۔"

"بہتر۔"

"مجھے اجازت دیں۔"

"ہاں۔ اب آرام کرو، اور میں فلپ کی رہائشگاہ سے چلا آیا۔ لیکن میرا ذہن گھوم رہا تھا۔ فلپ سے جو گفتگو ہوئی تھی، اس نے میرے ہوش اڑا دیئے تھے۔ لیکن دنیا سے میں بھی اتنا بیزار تھا، کہ فلپ کی باتوں سے اختلاف نہیں کر سکتا تھا۔ بلاشبہ یہ خطرناک مجرموں کا گروہ تھا، جو کچھ انہوں نے سوچا تھا وہ بے حد خوفناک تھا۔ لیکن ان کی باتوں کا اعتراف بھی کرنا پڑتا تھا۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس سے کہیں بدتر ہے۔

بہرحال میں اپنے فیصلے پر شرمندہ نہیں تھا۔ ان لوگوں کا ساتھ دے کر میں کوئی غلطی نہیں

کر رہا تھا۔ اگر کسی طرح یہاں جان بچ جائے، اور میں ان لوگوں کے درمیان سے نکل جاؤں، تو کیا مہذب دنیا میری بکواس سنے گی اور سنے گی تو اسے اہمیت دے گی؟

''ہرگز نہیں' مجھے پاگل سمجھا جائے گا۔ سو ایسے لوگوں کیلئے کچھ کرنا بیکار ہے، اور میں مطمئن ہوگیا۔ دنیا نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے، اسے لوٹانے کا وقت آ گیا ہے۔ پھر میں نے بقیہ وقت سکون سے گزارنے کا فیصلہ کیا، اور اس فیصلے کے بعد مطمئن ہوگیا۔

ایک بار پھر جوزی کی یاد آئی، اور میں اس کی طرف چل پڑا' جوزی نے دروازہ کھولا اور مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پہ عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

''کیا حال ہے جوزی؟''

''ٹھیک ہوں۔'' اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

''کوئی خاص بات ہے؟''

''ہاں عادل۔''

''کیا بات ہے؟''

''عادل! میری خواہش ہے کہ اب تم مجھ سے نہ ملا کرو۔''

''اوہ کوئی خاص وجہ ہے؟''

''ہاں عادل میں انسانوں سے خوفزدہ نہیں ہوتی' لیکن اگر تم مجھ سے ملتے رہے تو وہ بدروح مجھے ٹھیک کر دے گی۔''

''کوئی آیا تھا؟''

''سفید بلی۔'' جوزی نے کہا اور میں ہونٹ بھینچ گیا۔

''کیا مطلب؟''

''تم یقین کرو پہلے وہ ایک چھوٹی سی بلی تھی، لیکن اس کے بعد اس کا جسم اتنا بڑا ہوگیا کہ وہ کسی بڑی نسل کا شیر ہو اور اس کے بعد۔ اس کے بعد جوزی نے خوف سے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔''

''اس کے بعد کیا ہوا؟''

''اس کے بعد مجھے ایک آواز سنائی دی۔''

''کیسی آواز؟''

''وہ...... وہ آواز کسی بدروح کی تھی۔'' ہاں وہ انسانی آواز نہیں تھی، ایک ایسی غیر انسانی آواز، جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ پھر اس آواز نے غراتے ہوئے لہجے میں مجھے

وارننگ دی۔''

''کیا وارننگ دی؟'' میں نے پوچھا۔

''اس نے کہا کہ عادل شاہ کا خیال چھوڑ دو۔ ورنہ مجھے شدید تکالیف کا شکار ہونا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے ہاتھ پاؤں سے معذور کردے گی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ عادل شاہ اس کا محبوب ہے، اور کسی بدروح کے محبوب کو اپنانا آسان کام نہیں ہوتا۔ وہ میری زندگی کو موت کی بدترین کیفیت سے دوچار کردے گی۔ تم نہیں جانتے شاہ عادل! کہ میری کیا کیفیت ہوگئی تھی' وقتی طور پر تو میں پاگل ہوگئی تھی، مجھے حیرت ہے کہ میرا ہارٹ فیل کیوں نہیں ہوا۔''

''ہوں۔'' میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا، اور اس کے بعد سے تم خوفزدہ ہو۔

''ہاں۔''

''تو پھر کیا چاہتی ہو؟''

''دیکھو شاہ عادل! میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہارا قرب بھی چاہتی ہوں، لیکن اس سے زیادہ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ عادل پلیز! تم آئندہ مجھے مت ملنا۔''

''ٹھیک ہے جوزی۔'' اگر یہ بات ہے تو میں تم سے آئندہ نہیں ملوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں تمہاری شکرگزار رہوں گی، اور میری بات کو محسوس نہ کرنا۔ میں بھی مجبور ہوں۔''

''ہاں...... ہاں...... زندگی سے سب مجبور ہوتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا، اور تیزی سے پلٹ پڑا۔ مجھے جوزی پر غصہ نہیں آیا تھا، لیکن یہ سفید بلی اس بلی نے تو میری زندگی حرام کردی تھی، اور میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ آئندہ اس سفید بلی سے کھل کر مقابلہ کروں گا۔ یوں بھی اب میرے مقاصد بدل گئے تھے۔

باقی وقت میں نے انتہائی کوفت کے عالم میں گزارا' کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ شام کو جب سورج ڈھل چکا تھا، اور فضاء پر گھرے گھرے بادل چھائے ہوئے تھے، اور موسم بے حد خوشگوار ہوگیا تھا۔ دفعتاً مجھے فلپ نظر آیا۔ اس کی جیپ میری ہی جانب آ رہی تھی۔ خوبصورت جیپ میرے دروازے کے سامنے روک کر وہ نیچے اتر پڑا، اور ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

''آہ میرے دوست عادل شاہ! کیا تم موسم کی دلکشی سے لطف انداز ہو رہے تھے۔''

''ہاں لیکن یہ موسم کی بے کیفی ہے فلپ۔'' میں ناخوشگوار انداز میں بولا۔

''کیا مطلب؟''

"مطلب یہ کہ تنہائی انسان کو راس نہیں آتی۔"

"تو پھر تنہا کیوں ہو؟" فلپ نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ تمہاری اس دنیا میں، میں اجنبی ہوں۔"

"ہرگز نہیں میں تمہاری اس تاویل کو قبول نہیں کرتا۔"

"کیوں؟"

"تم اب خود کو اجنبی کیوں سمجھتے ہو۔" ہم میں سے ہو۔ ہم میں شامل ہو جاؤ۔"

"خود بخود۔"

"نہیں آؤ میرے ساتھ آؤ۔ یہاں سب کچھ موجود ہے۔ میرے دوست! اور باہر کی دنیا میں بھی تمہارے اوپر پابندیاں نہیں ہوں گی۔"

"واہ کیا عمدہ بات ہے۔" میں فلپ کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گیا، اور فلپ نے جیپ آگے بڑھا دی۔

"عمدہ سوچ ضروری ہے۔" ہم نے انسان کی کمزوریوں کو پوری طرح محسوس کیا ہے۔ ہم اس پر بے جا بوجھ نہیں ڈالا کرتے۔ تم آزاد دنیا میں کام کرو گے۔ غلطیاں بھی کرو گے۔ لیکن ہم نے ان غلطیوں کیلئے کوئی سزا نہیں رکھی۔ ان غلطیوں کے سدباب کیلئے دوسرے ادارے موجود ہیں، جو تمہاری حفاظت کریں گے، یعنی تم کوئی کام کرو گے تو تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ اگر تم ناکام رہے تو تمہاری ذمہ داری نہ ہوگی۔ کیونکہ تمہاری ناکامیوں کو سنبھالنے والے دوسرے ہوں گے۔"

"واقعی یہ انتہا ہے۔"

"کس بات کی؟"

"عمدہ سوچ کی۔"

"بھائی ہمارے مقاصد بھی یہی ہیں۔" انسان تو ویسے ہی کمزور شے ہے۔ اس لطیف سے بوجھ کو مافوق الفطرت کیوں سمجھ لیا جائے۔ سب کچھ ممکن ہے۔ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ ہر طرح بے گناہ اور بے قصور ہے۔"

"خوب! میں دل سے قائل ہو گیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر پوچھا۔

"لیکن ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"حسین شہر۔"

"یہ کون سی جگہ ہے؟"

"حسینوں کا جھرمٹ، جہاں زندگی کی ہر الجھن سے نجات موجود ہے۔" فلپ نے جواب دیا، اور میرے حلق سے ایک ٹھنڈی سانس نکل گئی۔ میں نے سوچا کہ پتہ نہیں میری قسمت میں یہ سب کچھ ہے یا نہیں۔ میری قسمت سے تو ایک ایسی بدروح چمٹ گئی ہے، جو میرا پیچھا نہیں چھوڑتی ہے۔ اب تو یہ سفید بلی میری زندگی کیلئے ایک بہت بڑا روگ بن گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ بہرصورت فلپ کے ساتھ چلتے ہوئے اگلے حالات پر غور کر رہا تھا۔

حسین شہر اس پہاڑی دنیا کے آخری سرے پر واقع تھا۔ ایک انتہائی خوبصورت عمارت جو بہت نیچی تھی۔ لیکن جس کی بناوٹ بہت اعلیٰ طرز کی تھی۔ ہم اس عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ فلپ نے جیپ روک دی اور اسے دوسری گاڑیوں کے ساتھ پارک کر دیا۔ پھر وہ نیچے اتر آیا، اور میرا ہاتھ پکڑ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

تین چوڑی چوڑی سیڑھیاں اوپر کی طرف گئی تھیں۔ اوپر ایک طرف خوبصورت سا دروازہ بنا ہوا تھا۔ اس دروازے کے سامنے ایک دیوار تھی۔ دیوار کے دونوں جانب اندر جانے کیلئے راستہ بنا ہوا تھا۔ ہم ان راستوں سے اندر داخل ہو گئے۔ جہاں ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ بڑا ڈم سا ماحول تھا اور اس ڈم ماحول میں سامنے ہی ایک اسٹیج پر رقاصہ رقص کر رہی تھی۔ کوئی سیاہ فام لڑکی تھی، لیکن انتہائی پرکشش خدوخال کی مالک اس کا رقص بھی بڑا ہیجان خیز تھا۔ گو اس میں عریانی نہیں تھی۔ لیکن ایک ٹھنڈی ٹھنڈی آگ تھی، جو وجود کو پگھلائے دیتی تھی۔

درمیان میں نشستیں پڑی ہوئی تھیں، اور ان نشستوں کے درمیان شراب سرو ہو رہی تھی۔ بیشمار لڑکیاں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔ ان میں سیاہ فام بھی تھیں اور سفید فام بھی، فلپ مجھے لئے ایک نشست پر پہنچ گیا۔

"کیا پسند کرو گے؟"

"شراب کبھی نہیں پی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اور شباب۔"

"ہاں پینے کی ایک ہی چیز تو ہے دنیا میں۔"

"تو آنکھ اٹھاؤ اور جو پسند آئے اسے اشارہ کر دو۔"

"میرا خیال ہے۔ فلپ آج تم میری مدد کرو۔"

"عورت کی پہچان کیلئے کھلاڑی ہو۔"

"زیادہ پرانا بھی نہیں۔"

"سفید عورت پرجوش نہیں ہوتی۔ ہم نے ان کالی لڑکیوں کو دلبری سکھائی ہے، اور انہوں نے ہر شعبے میں سفید لڑکیوں کو مات دی ہے۔"

"خوب۔"

"اس رقاصہ کو دیکھو۔"

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔"

"کیسی ہے؟"

"لاجواب۔" میں نے رقاصہ کے نقوش دیکھے۔ اتنی پرکشش اور جاذب نگاہ تھی کہ نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ میں نے پسندیدگی سے گردن ہلائی۔

"یہ تمہاری۔"

"شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور فلپ ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"شراب کیوں نہیں پیتے؟"

"بس کبھی پی ہی نہیں۔"

"آج پی کر دیکھو۔"

"بہک گیا تو؟"

"بہک جانا، بہک جانے کیلئے ہی لوگ یہاں آتے ہیں۔ ہوش کی دنیا اس چاردیواری سے باہر ہے۔"

"مگر ٹھہرو۔" اس رقاصہ کو اپنے کام سے فارغ ہو جانے دو۔" فلپ نے کہا، اور ایک گزرتے ہوئے شخص کو اشارے سے قریب بلا لیا۔

"یس سر!"

"رقاصہ کو بھیج دینا۔"

"بہت بہتر جناب۔" اس نے کہا، اور آگے بڑھ گیا۔ موسیقی کی دھنیں کلائمکس کو پہنچ رہی تھیں، اور رقاصہ کے قدم بھی تیز ہو گئے تھے۔ پھر رقص کا آخری دور شروع ہوا، اور اس کے بعد موسیقی رک گئی۔

رقاصہ تھم گئی، اور یوں محسوس ہوا کہ جیسے پورا ماحول چند لمحات کیلئے ساکت ہو گیا ہو۔" اسٹیج کے ایک کونے کی جانب چلی گئی۔ جہاں اندر جانے کا راستہ تھا۔

فلپ مسکراتی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے چٹکی بجائی اور ایک

سفید فام لڑکی اس کے سامنے پہنچ گئی۔

"بیٹھو۔" فلپ نے کہا اور لڑکی بیٹھ گئی۔

"یہ ہمارے دوست عادل ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" لڑکی نے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اور مسٹر شاہ عادل، یہ شیرالیہ ہے۔ فرانس کی رہنے والی۔ بہت عمدہ رقاصہ ہے، اور بہت اچھی دوست۔"

"کیا مجھے مسٹر عادل کی ہم نشینی حاصل ہوگی۔" شیرالیہ نے پوچھا۔

"نہیں میں نے تمہیں اپنے پاس طلب کیا ہے، اور یہ بدذوقی ہے کہ تم مجھے ٹھکرا کر اپنی پسند کے شخص کو دیکھو۔" فلپ نے پرمزاح لہجے میں کہا، اور وہ ہنسنے لگی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی ہنسی بہت پیاری تھی۔

"نہیں جناب! بھلا میری یہ مجال۔" شیرالیہ نقرئی ہنسی ہنس دی، اور میں جھینپے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

بڑا بے باک ماحول تھا۔ کوئی تکلف کوئی عار نہیں تھا۔ ہر شخص خرمستیوں میں مصروف تھا اور کسی کی توجہ کسی کی جانب نہیں تھی۔ لیکن چند ساعت کے بعد ہمارے عقب میں کوئی آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا، اور پلٹ کر دیکھا وہی رقاصہ تھی۔ سیاہ فام حسینہ جو ابھی اسٹیج پر حسن کا جادو جگا رہی تھی۔

"اوہ آؤ بیٹھو۔" فلپ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا، اور لڑکی سکڑتی ہوئی میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

"یہ میرا دوست عادل شاہ ہے، اور تم؟"

"میرا نام نگینہ ہے۔"

"اور تم عادل شاہ کی دوست ہو۔"

"دل و جان سے۔" نگینہ نے گردن جھکا کر کہا۔ اس کے سیاہ لمبے لمبے بال کھلے ہوئے تھے۔ اس کے بعد سے ایک انوکھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ جو بڑی مسحور کن تھی۔ پھر وہ ہمارے نزدیک بیٹھ گئی۔ فلپ اب شیرالیہ کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

"کیا پئیں گے آپ۔" نگینہ نے پوچھا۔

"کوئی ایسی شے، جو خود کو بھلا دے۔"

"آپ خود کو بھول جانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"بس ایک تصور ہے جو مٹا دینے کا خواہشمند ہوں۔"

"میں آپ کی مدد کروں گی۔"

"کرو۔" میں نے کہا اور نگینہ نے کسی کو اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے خوبصورت جگ آ گئے اور اس کے ساتھ ہی کچھ دوسرے برتن بھی، نگینہ کے بدن کی مہک میرے اندر نہ جانے کون کون سے احساس جگا رہی تھی۔ لیکن کبھی کبھی دل یکبارگی دھڑکنے لگا تھا۔ وہ منحوس بدروح مجھے کہاں سکون لینے دے گی۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔

اور اس احساس کو فنا کرنے کیلئے میں نے اپنا جگ اٹھا لیا۔ نگینہ نے پھر کہا، اور آہستہ آہستہ چسکیاں لینے لگی۔ جبکہ میں نے اپنا جگ خالی کرلیا تھا۔ وہ مسکرائی اور میرا جام دوبارہ بھرنے لگی۔

"بہت پیاسے معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں۔"

"میں آپ کی پیاس بجھا دوں گی۔" اس نے بڑی لگاوٹ سے کہا، اور میں نے آنکھیں بند کرلیں۔

میں اس تصور کو ذہن سے فنا کردینا چاہتا تھا۔ جس نے میری روح کو مضطرب کردیا تھا۔ خوف کا وہ احساس، جو میری رگ رگ میں جاگزیں تھا مجھے پاگل کیئے دے رہا تھا۔

لیکن میں شراب کی بدمستی میں غرق ہوکر اس دنیا کے وجود کو فراموش کردینے کا خواہشمند تھا۔

اور شاید نگینہ اس میں کامیاب ہوگئی۔ میں پورے ہوش وحواس میں تھا اور اسٹیج پر رقص کرنے والی دوسری رقاصہ کے فن سے پوری طرح محظوظ ہو رہا تھا۔ لیکن اب میرے ذہن سے وہ خوف یکسر نکل گیا تھا، جس نے میری روح کو مضطرب کردیا تھا۔

نجانے ہم کب تک پیتے رہے۔ ہال میں اب چند لوگ رہ گئے تھے۔ کسی وقت قلب اٹھ کر جا چکا تھا۔ جسے میں نے محسوس نہیں کیا تھا۔ تب نگینہ نے اپنا خوبصورت ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"اب بس کرو، بہت پی چکے۔"

"لیکن میں پیاسا ہوں۔" میں نے کراہتے ہوئے کہا۔

"پیاس بجھانے کیلئے دنیا میں کچھ اور بھی تو ہے۔" نگینہ بولی۔

"مثلاً۔" میں نے شراب آلود نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں۔" وہ آہستہ سے مسکرائی، اور میں سرشار ہوگیا۔

"تو پھر میری روح کی پیاس بجھا دو۔"

"میں تمہارے جلتے ہوئے وجود کو سکون کے سمندر میں غرق کردوں گی۔"

"آہ۔ میں اس کا طلبگار ہوں۔"

"اٹھو۔" نگینہ نے میرے بازو کو اپنے نازک ہاتھ میں تھامتے ہوئے کہا، اور میں کسی ی کی طرح اٹھ گیا۔ وہ مجھے اس عمارت سے باہر لے آئی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے ے کے ساتھ کتنا فاصلہ طے کیا، اور وہ رہائش گاہ یہاں سے کتنی دور تھی۔ جہاں وہ مجھے لے کر ہوش وحواس پر برف نہیں جمی ہوئی تھی۔ یہ محسوس کرسکتا تھا، اور میں نے کمرے کے اس ب آور ماحول کو بڑا خوشگوار محسوس کیا۔ میری آنکھوں کے سامنے صرف ایک چہرہ تھا۔ نگینہ نشں چہرہ، اور ناک میں اس کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو مسلسل پہنچ رہی تھی۔ تب میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا تمہارا حصول میرے لئے ممکن ہے؟" میں نے سوال کیا اور نگینہ کی کھنکھناتی ہوئی میرے کانوں میں گونج اٹھی۔

"میری بات کر رہے ہو عادل۔"

"ہاں نگینہ تمہاری بات کر رہا ہوں۔"

"کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں ہے۔" اس نے پوچھا۔

"یقین آہ۔ میں یقین کرنا چاہتا ہوں۔" لیکن نجانے کیوں میری روح پر ایک خوف طاری رہتا ہے۔"

"روح کے اس خوف کو مٹانا بھی تو مشکل نہیں ہے۔"

"کس طرح مٹاؤں نگینہ۔"

"میں تمہاری مدد کروں گی۔" اس نے کہا، اور آگے بڑھ کر میرے نزدیک پہنچ گئی، اس گرم گرم سانسیں میرے وجود پر چھا رہی تھیں۔ تب میں نے اسے گھسیٹ کر خود سے لپٹا لیا۔

"نگینہ! کیا تم میرے وجود کی پیاس بجھا دوگی؟"

"ہاں وہ صرف میں ہوں۔ جو تمہاری روح کی پیاس بجھا سکتی ہے۔" اس نے میرے
وجود کو خود میں جذب کرتے ہوئے کہا، اور مجھے یوں لگا، جیسے میں زندگی میں پہلی بار سار
زندگی میں پہلی بار سیراب ہوا ہوں۔"

رات بہتی رہی۔ شراب زائل ہوگئی، اور جب میں نے محسوس کیا تو رات ابھی باقی تھ
اور نگینہ میرے پہلو میں موجود تھی۔ میں نے گردن اٹھا کر تعجب سے اسے دیکھا، اور خوشی او
مسرت کی ایک لہر میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔

"نگینہ؟" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔" وہ کسمسائی۔

"ایسی راتیں سونے کیلئے نہیں ہوتیں۔"

"کب تک جاگتی رہوں؟"

"جب تک یہ خوف میرے ذہن سے دور نہ ہو جائے۔"

"کیسا خوف..... تم کیسے خوف کی بات کر رہے ہو؟"

"میں تمہیں بتا نہیں سکتا نگینہ! لیکن میں ایک انوکھے خوف کا شکار ہوں۔" میں نے کہا۔

"دیکھو عادل محبت کرنا سیکھ لو۔ مٹ جانے والوں کی قدر کرنے لگو ہر خوف سے بیگانہ
ہو جاؤ گے۔"

"میں نہیں سمجھا نگینہ۔"

"میں سمجھا بھی نہیں سکتی۔"

"نہیں نگینہ مجھے سمجھا۔"

"کیا سمجھاؤں عادل شاہ۔" تم تو محبت ہی کو نہ سمجھے۔"

"بس میں کچھ نہیں جانتا نگینہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ کوئی میری زندگی کو اس
خوفناک بھنور سے نکال دے۔ جس نے میری زندگی کو داغدار کر رکھا ہے۔ میں انسان ہوں
میں بھی اس دنیا میں رہنا چاہتا ہوں۔ میں بھی جینا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھ سے میری زندگی چھین
لی گئی۔"

"ایسا کیوں سمجھتے ہو شاہ عادل! ایسا کیوں سمجھتے ہو۔"

"آہ۔ نگینہ! تم نہیں جانتیں میری روح پر ایک ایسا خوف مسلط ہے، جس نے مجھے دنیا
سے بیزار کر دیا ہے۔"

"وہ خوف کیسا ہے؟ مجھے بتاؤ۔" نگینہ نے کہا۔

"ایک انوکھی روح، ایک ایسی پراسرار ہستی میری ذات پر مسلط ہے، جو نہیں چاہتی کہ
ں بھی عورت کا قرب حاصل کروں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں۔ نگینہ!" میں عورت کے قرب کیلئے پریشان ہوں، لیکن وہ روح میرا پیچھا نہیں
تی۔ مجھے حیرت ہے کہ تم میرے اتنے نزدیک کیسے آگئیں، اور میں نے حیرت سے
کہ اس کی آنکھوں سے دو آنسو لڑھک کر اس کے گالوں پر آ گئے، اور میں تعجب سے
دیکھنے لگا۔

"نگینہ!" میں نے اسے حیرت سے پکارا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر سسکیاں
لی۔

"عادل! عادل! تم مجھ سے اتنے بیزار کیوں ہو؟"

"کیا مطلب......؟" میں نے تعجب سے پوچھا، اور ایک خوفناک تصور میرے ذہن
رایت کر گیا تھا۔

"عادل شاہ! میں تمہیں چاہتی ہوں۔ میں تمہیں اتنا چاہتی ہوں کہ تم تصور بھی نہیں
کتے۔ حالانکہ میرا مشن کچھ اور تھا۔ لیکن تمہارے لئے۔ تمہارے لئے میں سب کچھ بھول
۔ میں نے اپنی قوم کو فراموش کر دیا۔" وہ سسکتی رہی۔

"نگینہ۔" میں نے محبت سے کہا۔

"ہاں عادل مجھے بتاؤ۔ کیا کمی ہے مجھ میں۔ تم دنیا میں بھٹکنا چاہتے ہو، آخر کیوں آخر
ما۔"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔" میں نے پاگلوں کی طرح کہا۔

"حالانکہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ صاف ہے۔"

"نہیں نگینہ! مجھے بتاؤ۔ تم...... تم۔"

"میرا چہرہ دیکھ رہے ہو۔ اس نے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹا کر کہا۔

"ہاں۔"

"میں کون سی نسل سے تعلق رکھتی ہوں؟"

"تم سیاہ فام ہو۔"

"ہاں۔" اور اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کی طرح ملازمہ نہیں تھی، نہ ہوں۔ لیکن کیا
حبت کی ماری ہوں۔ تمہارے پیار کے جال میں اس طرح پھنس گئی ہوں کہ۔"

"تم کون ہو؟"

"تمہاری دیوانی..... وہی بدنصیب جو سب کچھ دے کر بھی تمہاری محبت حاصل نہ کر
اور تم اتنے سنگدل ہو کہ مجھے الگ کرنا چاہتے ہو۔"

اور اب کچھ سوچنے کی فرصت نہیں تھی۔ اب خود کو فراموش کرنے کی تاب نہیں تھی۔
اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ تب اس نے بایاں پاؤں کھول کر میرے سامنے کردیا۔ "دیکھو تم
مجھے زخمی تک کردیا۔" میں نے دیکھا اس کے پاؤں میں پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"یہ..... یہ کیا ہے۔"

"تم نے میرے اوپر گولی چلائی تھی ناں۔ میرا پاؤں زخمی ہوگیا۔" وہ بولی اور میرے
دل میں نفرت کی چنگاریاں بھر گئیں۔

"میں..... میں تم سے نفرت کرتا ہوں' شدید نفرت بے پناہ نفرت۔ اتنی نفرت
نفرت کہ روئے زمین پر کبھی کسی نے کسی سے اتنی نفرت نہ کی ہوگی۔" میں نے شدید نفرت
سے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ شدید محبت، بے پناہ
محبت اتنی محبت کہ روئے زمین پر کبھی کسی نے کسی سے اتنی محبت نہ کی ہوگی۔ اس نے روتے روتے
مسکرا کر کہا، اور عجیب کیفیت تھی اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے، اور ہونٹوں پر
مسکراہٹ تھی۔

میں اسے گھورتا رہا۔ تب اس نے اپنا پاؤں ڈھک لیا، اور کہنے لگی۔ محبت کے جواب
میں محبت ہی طلب نہیں کی جاسکتی۔ لیکن تم سے ایک بات ضرور پوچھوں گی۔ آخر تم مجھ سے
نفرت کیوں کرتے ہو؟"

"اس لئے کہ تم میری روح پر مسلط ہوگئی ہو، تم نے ہر وہ اقدام کیا، جو مجھے ناپسند تھا۔"

"کیسا اقدام؟"

"تم مجھے زندگی سے لطف اندوز ہونے دینا نہیں چاہتیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ میں
کس طرح زندگی گزاری ہے۔ میں ہمیشہ محرومیوں کا شکار رہا ہوں۔ لیکن تم اس قابل نہیں
کہ میں صرف تم پر اکتفا کروں۔ آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔"

"صرف اور صرف تمہاری محبت' تمہارا قرب' میں عورت ہوں اور عورت کسی بھی شے
میں یہ برداشت نہیں کرسکتی، کہ کوئی دوسری عورت اس کی جگہ حاصل کرے، تم میرے لئے
شاہ عادل! ہمیشہ میرے لئے رہو گے، چاہے تم دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہو۔ میں سب کچھ

لوں گی۔ لیکن عورت کا وجود برداشت نہیں کروں گی۔ بس کسی عورت کا وجود تمہارے
نزدیک دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"حالانکہ یہ ناممکن ہے۔"

"کیوں ناممکن ہے۔ جب تمہیں عورت کی طلب ہو مجھے پکار لینا۔" نگینہ نے کہا۔

"میں..... میں کہہ چکا ہوں کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں، اور تمہارا قرب بھی
برداشت نہیں کرسکتا۔"

"لیکن شاہ عادل! میں تمہاری محبت میں اتنی پاگل ہوگئی ہوں، کہ اپنے وجود تک کو بھلا
بیٹھی ہوں۔" جب میں نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے، تو میں اپنی زندگی کے اس رخ کو ضرور
کامیاب بناؤں گی، یہاں تک کہ اس کی کیفیت بدل گئی۔

"کس طرح؟" میں نے طنزاً پوچھا۔

"ہر طرح۔"

"میں تمہیں ہلاک کردوں گا۔"

"نہیں کرسکتے۔ یہ تمہارے اختیار سے باہر ہے۔ لیکن میں ہر اس عورت کو ہلاک
کردوں گی، جو عورت کی حیثیت سے تمہارے نزدیک آئے گی۔ میں تمہارا تعاقب نہیں
چھوڑوں گی۔ تم ان لوگوں کے ہمنوا بن گئے ہو۔ میں نے تمہیں نہیں روکا۔ لیکن ایک بات
تمہیں میری ماننی پڑے گی۔"

"میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا۔ میں تم سے بغاوت کروں گا، اور تم دیکھو گی اچھی
طرح دیکھو گی، تم اچھی طرح دیکھ لوگی۔"

"تم بھی دیکھ لو گے شاہ عادل۔" اس نے کہا۔ لیکن اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی
تھی۔ میں نے جنونی انداز میں اس کی گردن پکڑ لی تھی۔ ایک لمحے کیلئے اس کے دونوں ہاتھ
میرے ہاتھوں پر آجے' اس کا سانس رکنے لگا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے یوں محسوس ہوا، جیسے اس
کی گردن میری انگلیوں میں ڈھیلی ہورہی ہو۔ اس کا وجود چھوٹا ہونے لگا۔ چھوٹا، اور چھوٹا، اور
پھر میں نے ہلکی سی چیخ مار کر اس کے گھناؤنے وجود کو چھوڑ دیا، اور پھر سفید بلی کا وجود میرے
ہاتھوں میں تھا، اور میں نے اس کو زمین پر چھوڑا، اور وہ ایک سمت دوڑتی چلی گئی۔ میں
آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

◆◆◆

آہ مجھے اس سفید بلی سے بچاؤ' کوئی تو میری مدد کرو۔'' میرے منہ سے سخت پریشانی
کے عالم میں نکلا۔ اس کی جان لینا بھی تو میرے بس میں نہیں تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں
سے پکڑ لیا۔ کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آتی تھی۔

سفید بلی غائب ہو چکی تھی' اور اب میں کمرے میں تنہا رہ گیا تھا۔ دیر تک میں پریشانی
کے عالم میں بیٹھا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر اپنی جگہ دراز ہو گیا۔ دماغ میں کھچڑی پک
رہی تھی۔ پھر میں نے سونے کی کوشش شروع کر دی' اور نہ جانے کب نیند آ گئی۔ نیند نے
میری ذہنی کوفت کچھ دیر کیلئے دور کر دی تھی۔ صبح کو جاگا تو کسی قدر سکون محسوس کر رہا تھا۔
جوزی سے رابطہ ہی ختم ہو گیا تھا' اور مجھے بھی ویسی لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' جو محبت کے
اتنے بلند و بانگ ڈولے کریں' اور اس کے بعد کسی جانب سے اِس قدر خوفزدہ ہو جائیں کہ
سارے دعوے بھول جائیں۔ چنانچہ جوزی کا خانہ میں نے بند کر دیا۔ ظاہر ہے وہ میری ذمہ
داری نہیں تھی۔

فلپ اب میرا گہرا دوست بن گیا تھا۔ رات کو ہم دونوں ایک دوسرے سے بے
تکلف بھی ہو گئے تھے۔ صبح ہی صبح اس کا بلاوا آ گیا۔ ایک سفید فام شخص میری رہائش گاہ پہنچ
گیا تھا۔ اس نے سلام کیا۔

''کیا بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مسٹر فلپ نے کہا ہے کہ آپ ناشتہ ان کے ساتھ ہی کریں۔''

''کہاں ہیں وہ؟''

''اپنی رہائش گاہ پر۔''

''میں ابھی تھوڑی دیر میں پہنچ رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا' اور ملازم گردن جھکا کر
واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں تیار ہو کر فلپ کی رہائش گاہ پہنچ گیا' جہاں وہ میرا انتظار کر

رہا تھا۔

''ہیلو شاہ عادل!'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہیلو۔'' میں نے پژمردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ارے کیا بات ہے' خوش نہیں ہو۔ فلپ نے غور سے میری شکل دیکھتے ہوئے کہا' اور
ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا ناشتہ آپ کے ساتھ ہی کروں۔ تمہاری
کیفیت میرے اوپر بری طرح اثر انداز ہوئی ہے۔''

''شکریہ فلپ!''

''لیکن اضمحلال کیوں؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔''

''کوئی خاص بات ضرور ہے۔'' اور میں بھی کتنا بیوقوف ہو رات کو نگینہ تمہارے ساتھ تھی'
وہ پرجوش سیاہ فام لڑکی توبہ میں نے بھی ایک رات اس کے ساتھ گزاری ہے' اور
میری صبح اضمحلال کا شکار تھا۔''

''ارے نہیں فلپ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' مجھے ہنسی آ گئی۔

''پھر کیا بات ہے؟''

''ضرور جاننا چاہتے ہو۔'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''ہاں خواہش مند تو ہوں' لیکن اگر کوئی قطعی ذاتی بات نہیں ہے تو بتا دو اور اگر نہ بتانے
والی ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔''

''بات تو قطعی ذاتی ہے' لیکن میں تم سے چھپاؤں گا نہیں۔ ممکن ہے اس سلسلے میں کوئی
مددگار بن جائے۔''

''خوب تم نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے' لیکن کیوں نہ ہم پہلے ناشتہ کر لیں' اس کے
بعد اطمینان سے گفتگو کریں گے۔''

''مناسب بات ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا' اور فلپ نے بیل بجا کر ملازم کو
بلایا اور اسے ناشتہ لگانے کی ہدایت کر دی۔

''مسٹر فلپ کیا تم نگینہ سے اچھی طرح واقف ہو؟'' ناشتے کے دوران میں نے دفعتاً
پوچھا' اور فلپ مجھے تعجب سے دیکھنے لگا۔

''ظاہر ہے' یوں بھی اس کا اندازہ تم رات کو لگا چکے ہو گے؟''

''ہاں۔ اندازہ تو ہوا تھا لیکن......''

"لیکن کیا؟"

"اس کی رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"یہیں ہے، کوئی بدتمیزی کی ہے اس نے، مجھے بتاؤ، کیا بات ہے؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا فلپ! ناشتے کے بعد ہم اس کی رہائش گاہ چلیں گے۔ تمہیں کوئی فوری مصروفیت تو نہیں ہے۔"

"نہیں...... بالکل نہیں، لیکن نہ جانے تم کیوں اس قدر الجھے ہوئے ہو۔ مجھے اس شدید حیرت ہے۔ اس کے بعد خاموشی رہی۔ ہم لوگ ناشتے میں مصروف رہے، اور تھوڑی بعد ناشتے سے فارغ ہوگئے۔"

"چلیں......؟" فلپ نے پوچھا۔

"ہاں...... ممکن ہے۔ میں تمہیں ایک دلچسپ تجربے سے روشناس کراؤں۔" میں ہلکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا، اور فلپ کا چہرہ تجسس کا شکار ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جیپ میں نگینہ کی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

فلپ نے راستے بھر کوئی بات نہیں کی تھی۔ یوں بھی فاصلہ بہت مختصر تھا۔ چند ساعت کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ دروازے پر ایک دوسری سیاہ فام لڑکی سے ملاقات ہوئی، جس نے فلپ کو دیکھ کر احترام سے سلام کیا تھا۔

"نگینہ اندر موجود ہے؟"

"موجود ہے۔"

"اسے ہمارے آنے کی اطلاع دو۔" فلپ نے کہا، اور سیاہ فام لڑکی اندر چلی گئی۔ پھر چند ساعت کے بعد نگینہ نظر آئی۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا دل دھک سے گیا۔ اس کے چہرے پر خوش اخلاقی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"اوہ...... مسٹر فلپ اندر تشریف لائیے، آئیے۔" وہ خوش اخلاقی سے پیچھے ہٹ گئی اور فلپ اندر داخل ہوگیا۔ چھوٹے سے خوبصورت ڈائننگ ہال میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ نگینہ ہمارے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی۔

"میرے لائق کوئی خدمت؟"

"یہ تمہارے دوست عادل! مجھے یہاں لائے تھے۔" فلپ نے کہا، اور نگینہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔

"افسوس میرا ان سے تعارف نہیں ہے۔ ہیلو مسٹر عادل!" وہ بولی اور فلپ کا منہ حیرت سے

کھل گیا۔

"کیا کہا؟ تعارف نہیں ہے؟" اس کے منہ سے نکلا، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گویا میرا اندازہ درست تھا۔

"ہاں...... پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ میرا مطلب ہے براہ راست تعارف نہیں کرایا گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسٹر عادل نے میرا پروگرام دیکھا ہو۔"

"کیا تم دن بھر نشے میں رہتی ہو نگینہ؟" فلپ نے تعجب سے کہا۔

"جی میں سمجھی نہیں۔"

"کیا پچھلی رات کو میں نے تمہارا تعارف مسٹر عادل سے نہیں کروایا تھا؟" فلپ کی آنکھیں حیرت سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔

"پچھلی رات؟" اب نگینہ کے حیران ہونے کی باری تھی۔

"کیوں اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے؟"

"پچھلی رات میں اچانک سخت سر درد کا شکار ہوگئی تھی، اس لئے رات کے پروگرام میں شرکت نہ کر سکی، اور آرام کرتی رہی۔"

"کیا کہہ رہی ہو نگینہ؟"

"میں آپ کے تعجب کی وجہ نہیں سمجھ سکی جناب!؟"

"کیا تم نے پچھلی رات بیوٹی رنگ کے پروگرام میں حصہ نہیں لیا۔"

"نہیں ایک معذرت نامہ بھیج دیا تھا۔"

"اور تم گھر پر رہیں۔" فلپ کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"براہ کرم مجھے تفصیل بتا دیں، آپ جس انداز میں حیرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ میرے لئے تعجب خیز ہے۔"

"کمال ہے، ناممکن ہے، لیکن عادل میرے دوست! یہ کیا چکر ہے۔ کیا یہ لڑکی وہ نہیں ہے جو پچھلی رات ہمارے ساتھ تھی؟"

"بہتر ہے اب یہاں سے چلیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھئی نہ جانے کیوں تم دونوں، تم دونوں مل کر مجھے بیوقوف بنا رہے ہو۔"

"مجھے تو کوئی بات ہی نہیں معلوم میں کیا عرض کر سکتی ہوں۔" نگینہ نے پریشانی سے کہا۔

"دراصل رات کو ہم دونوں نشے میں تھے، اور مسٹر فلپ کا خیال تھا کہ آپ کی ملاقات

میرے سے ہوئی ہے۔ بس تصدیق کرنے آئے تھے۔ آیئے فلپ!'' میں نے ایک
سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا' اور فلپ بھی بادل نخواستہ اٹھ گیا' لیکن اس کی آنکھوں
شدید حیرت ٹپک رہی تھی۔

''اتنے نشے میں بھی نہیں تھے کہ...... مگر میں تصدیق کرلوں گا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے
رات کو اس نے پروگرام ہی نہ پیش کیا ہو۔

''دراصل میں تمہیں اپنی پریشانی کا عملی ثبوت پیش کرنا چاہتا تھا فلپ!'' میں نے اس
کے ساتھ جیپ میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''مگر بھائی یہ کیسی پریشانی ہے' جو دوسروں کو بھی پریشان کر کے رکھ دے۔''

''فلپ ایک عجیب و غریب وجود مجھ پر مسلط ہو کر رہ گیا ہے۔ میں ساحل افریقہ پر نیم
مردہ کیفیت میں آیا تھا۔ سیاہ فاموں نے مجھے زندگی دی' لیکن اس کے ساتھ ہی میرا سکون بھی
چھین لیا۔''

''وہ کس طرح؟''

''تھوڑے سے حالات تمہیں معلوم ہیں۔ انہوں نے اس کے لیے مجھے تیار کیا تھا' کہ
میں ان کی مدد کروں' اور میری مدد کیلئے انہوں نے ایک عجیب و غریب جانور میرے پاس
بھیجا۔''

''مدد کے لیے جانور؟''

''ہاں میرے دوست!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کیسا جانور تھا؟''

''سفید بلی۔'' میں نے جواب دیا' اور فلپ چونک کر میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر اس
نے اپنا چہرہ میرے نزدیک کر کے میرا منہ زور زور سے سونگھا۔

''نشے میں بھی معلوم نہیں ہوتے؟''

''خدا کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔''

''مجھے تو یوں لگ رہا ہے' جیسے تم مجھے کوئی پراسرار کہانی سنا رہے ہو۔''

''ہاں...... یہ کہانی میری ذات کے لئے بھی اسی قدر پراسرار ہے۔ میں افریقہ کے
جادو کا شکار ہوگیا ہوں۔''

فلپ دیر تک خاموش رہ کر شاید میری اس انوکھی کہانی پر غور کرتا رہا۔ پھر یوں محسوس ہوا
جیسے اسے کسی حد تک یقین آ گیا ہو۔ اس نے جیپ اپنی رہائش گاہ پر روکی اور نیچے اتر آیا۔

''...... بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

اور میں اس کے ساتھ اندر آ گیا۔

''میرا خیال ہے کہ میں تمہیں ایک عمدہ کافی پلواؤں' ان پراسرار لمحات میں وہ ہماری
دان ہوگئی۔ اس کے ہونٹوں پر حقیقی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں بھی پھیکے انداز میں مسکرا

تھوڑی دیر بعد ہم کافی پی رہے تھے' اور فلپ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ ''تم
ے دن سے افریقہ میں ہو فلپ؟''

''طویل عرصہ بیت گیا۔''

''کیا تمہیں یہاں کبھی پراسرار واقعات سے واسطہ پڑا ہے؟''

''ہم نے تو ان جادوگروں سے اپنا جادو ٹکرایا ہے' اور دیکھ لو ان کے جادو کو شکست دے
ا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''افسوس میں ان کا شکار ہوگیا ہوں۔''

''لیکن مجھے تفصیل سے بتاؤ تمہارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے ہیں؟'' اس نے
پوچھا اور میں نے کافی کی پیالی اٹھالی۔ پھر اس کے دو تین گھونٹ لے کر میں نے فلپ کو
الف سے لے کر یے تک ساری تفصیل سنا دی۔ صرف ان چند حصوں کو حذف کر گیا۔ جو میری
ات کی دل شکنی بن گئے تھے' اور جن کی وجہ سے انہوں نے مجھے اہمیت دی تھی۔

فلپ انتہائی دلچسپی سے یہ ساری کہانی سن رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ بولا۔

''تمہیں ایک بات یاد ہے؟''

''کیا......؟''

''ہماری تنظیم کا نام بھی سفید بلی ہے۔''

''ہاں...... یاد کیوں نہ ہوگا۔ جب تم نے اس کا نام لیا تھا' تو میرا سر چکرا کر رہ گیا تھا۔
م میری اس وقت کی تکلیف کا اندازہ نہیں کرسکتے فلپ!''

''ہاں ان حالات میں تو یہ ہی صورت ہے' لیکن میرے لیے یہ تعجب خیز بات ہے۔
چھا ایک بات بتاؤ مجھے۔''

''پوچھو دوست؟''

''اب وہ تمہارے ساتھ اس انداز میں تعاون کیلئے تیار ہے۔''

''کس انداز میں؟''

’’مثلاً تم ہماری تنظیم کیلئے کام کرو۔ تو کیا وہ تمہیں روکے گی؟‘‘

’’نہیں میں نے تمہیں اس کے الفاظ بتائے‘ اس کا کہنا ہے کہ وہ میری ذات کی پوجا کرتی ہے۔ میرے مشاغل سے اسے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔‘‘

’’تب پھر عیش کرو دوست!‘‘ فلپ بے اختیار ہنس پڑا۔

’’میرا مذاق نہ اڑاؤ فلپ۔‘‘

’’اس میں مذاق اڑانے کی کیا بات ہے۔ بھئی تمہارے دوسرے مشاغل میں تو وہ حائل نہیں ہے‘ بلکہ ایک طرح سے تمہاری مددگار ہے۔ ایسی صورت میں جب تمہیں عورت درکار ہو تو اسے کسی نئے روپ میں طلب کر لینا۔ بات تو بدلے ہوئے جسموں کی ہے۔ ہر عورت یکساں ہوتی ہے۔‘‘

’’اس بات کے دوسرے پہلو پر غور نہیں کیا ہے تم نے۔‘‘

’’کون سے پہلو پر؟‘‘

’’کیا وہ اس طرح میری ذات پر مسلط نہیں ہوگئی ہے؟‘‘

’’عورت تو ہے ناں۔‘‘ فلپ بدستور مسکرا دیا۔

’’کیا مطلب؟‘‘

’’یار عورت تو یوں بھی ہر جگہ مرد کی ذات پر مسلط ہے‘ اور مرد ذات اس سے پیچھا چھڑانا بھی کب چاہتی ہے۔‘‘

’’لیکن مجھے اس سے نفرت ہے۔‘‘

’’لیکن کیوں؟‘‘

’’ابھی اس بات کا جواب نہیں ہے میرے پاس۔‘‘ میں نے پریشانی سے کہا‘ اور فلپ سنجیدہ ہوگیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر وہ بولا۔

’’میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کروں۔ پروفیسر ہیلری روحانیت سے کچھ دلچسپی رکھتے ہیں۔ میں ان سے مشورہ کروں گا۔ ویسے یہ تعجب خیز بات ہے کہ وہ سفید بلی ہے۔ ہماری تنظیم کا نشان ہے‘ نجانے کیوں؟‘‘

’’میں نے تمہیں اپنی پریشانی کی وجہ بتا دی۔‘‘

’’ایک کام کرو عادل شاہ۔‘‘

’’کیا......؟‘‘

’’کچھ دنوں کیلئے اس سے نفرت کرنا چھوڑ دو‘ اور بلکہ اس سے تعاون کرو۔ دیکھو کہ وہ تم

کیا چاہتی ہے۔ اس کا اصل مقصد کیا ہے۔‘‘

’’اس سے فائدہ؟‘‘

’’بھئی میرا تو مشورہ ہے کہ اگر وہ تمہاری مصروفیات میں حائل نہ ہو‘ اور ایک عورت کی طرح صرف تمہارے قرب کی خواہشمند ہو تو میرا خیال ہے۔ فی الحال اس کے سلسلے میں اُلجھنا چھوڑ دو‘ اپنے دوسرے کاموں میں مصروف رہو‘ اور دیکھو کہ حالات کیا رُخ اختیار کرتے ہیں۔‘‘

میں خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا‘ لیکن یہ بات میرے دل کو نہیں لگی تھی۔ جو شے میرے لیے اس قدر پریشانی کا باعث ہے۔ میں اسے اس طرح نظرانداز تو نہیں کرسکتا تھا۔‘‘ دیر تک میں اور فلپ اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر میں نے اس سے اجازت چاہی۔

’’تو پھر کیا پروگرام ہے؟‘‘

’’خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کروں گا۔‘‘ میں نے کہا۔

’’ویسے اگر موقع مل جائے تو مجھے بھی اس کی زیارت کراؤ۔‘‘

’’کاش میں اس کی لاش تمہیں پیش کرسکوں۔‘‘ میں نے دانت پیس کر کہا اور فلپ نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر میں اس سے رخصت لے کر چلا آیا۔

رہائش گاہ میں داخل ہوا‘ تو ایک عجیب سی بو میری ناک سے ٹکرائی۔ بڑی خوش گوار سی بو تھی۔ میں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا‘ لیکن کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی‘ جس سے پتہ چلتا ہو کہ بو اس سے نکل رہی ہے۔ میں حیران تھا کہ مجھے ایک آواز سنائی دی۔

’’شاہ عادل!‘‘ اور میں اچھل پڑا۔

’’ہوں......تو یہ تم ہو۔‘‘

’’ہاں......میں ہوں۔‘‘

’’کہاں ہو؟ کاش تم میرے ہاتھ لگ جاؤ۔‘‘

’’اس وقت میں تم سے سنجیدگی سے کچھ گفتگو کرنے آئی ہوں۔ شاہ عادل‘ جانی پہچانی آواز کا محور مجھے پتہ نہیں چل رہا تھا۔

’’لیکن میں تم سے کوئی گفتگو کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔‘‘

’’تمہیں تیار ہونا پڑے گا۔ سنو عادل شاہ۔‘‘ تم نے عورت کی محبت کی لاتعداد کہانیاں سنی ہوں گی‘ اور نفرت کی بھی۔‘‘

’’کیا مقصد ہے تمہارا؟‘‘

"تم میرے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو، کیا مناسب ہے؟"

"میرے نزدیک ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"عادل میں اگر چاہوں تو تم ساری دنیا میں چیختے پھرو کہ تم مجھے چاہتے ہو' لیکن ایسی محبت کس کام کی' اس سے کیا فائدہ؟"

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟"

"آخری بار تم سے محبت کی بھیک مانگ رہی ہوں۔"

"میں تمہیں نفرت سے ٹھکرا رہا ہوں سمجھیں۔"

"نقصان اٹھاؤ گے عادل۔"

"تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک بار پھر سے سوچ لو۔"

"اچھی طرح سے سوچ لیا۔" میں نے سوچے سمجھے بغیر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں تم سے نفرت تو نہیں کر سکتی' اس لئے کہ تم میری محبت ہو میرا پیار ہو' لیکن تمہیں اس نفرت' اس غرور کی سزا ضرور بھگتنا ہوگی۔ میں تمہیں اس کی سزا دوں گی، عادل اب میں جا رہی ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اچانک وہ خوشبو ختم ہو گئی' جو اب تک میرے نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔

میں نفرت زدہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا رہا' پھر مسہری پر دراز ہو گیا' اور تھوڑی دیر کے بعد جب دماغ ٹھنڈا ہو گیا' تو اچانک زمین کے گوشوں سے خوف پھوٹ پڑا' مجھے اس کے دھمکی آمیز الفاظ یاد آئے' اور میرے بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔

اس پر اسرار قوت کے کئی عجیب و غریب کرشمے، میں دیکھ چکا تھا۔ اب تک وہ میری محبت سے سرشار تھی لیکن...... لیکن اس کی نفرت کیا ہوگی۔ کہیں میں کسی بڑی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں۔ اونہہ دیکھا جائے گا۔ اب تو زندگی ایسے ہی گزرے گی' لیکن بات صرف اس کی محبت کی ہے۔ وہ میرے دوسرے کاموں میں مداخلت نہیں کرنا چاہتی' صرف میری عورت رہنا چاہتی ہے۔ یہ کوئی اہم بات نہیں تھی' لیکن انسان حالات پر قناعت کس طرح کر سکتا ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ بدلتے وقت کے ساتھ ساتھ کون کون میرے ذہن سے قریب

ئے' صرف ایک ہستی' ایک ذات کیلئے میں خود کو نہیں پیس سکتا تھا۔

میری زندگی کے دھارے تو خود میری نگاہوں سے دور تھے۔ قدم قدم پر وہ ہوا تھا۔ جو میری زندگی کے خلاف تھا۔ چنانچہ خود کو حالات سے تعاون پر کیوں آمادہ کیا جائے۔ وہ کیا جائے جو دل چاہتا ہے۔ نتیجہ کچھ بھی ہو' کیا میں صرف آلۂ کار ہوں؟ کیا میں صرف کسی کا آلۂ کار بن سکتا ہوں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ میری اپنی زندگی ہے' آج تک میں حالات کے ہاتھوں کھلونا بنا رہا ہوں۔ آج سے میں حالات کو اپنا کھلونا بناؤں گا۔

اور اس وقت نہ جانے کہاں سے میرے ذہن میں ایک شدید بغاوت ابھر آئی۔ ان لوگوں سے میں نے تعاون کا وعدہ کیا تھا' لیکن اب تو میں زندگی سے بھی تعاون نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں دیکھتا ہوں زندگی مجھے کہاں سے کہاں لے آئے گی۔ اس وقت کی ذہنی بغاوت نے میرے ذہن میں ایک نیا انسان جگا دیا تھا' اور یہ نیا انسان خود میری سمجھ سے باہر تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا۔ ہر شخص سے بغاوت کروں کسی کو تسلیم نہ کروں میں اتنا کمزور کیوں ہوں۔

زندگی نے میرے ساتھ جو مذاق کیے تھے۔ اب میں زندگی سے اس مذاق کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ میں کسی طور سے فرار چاہتا تھا۔ فلپ اور ان لوگوں کے عزائم سب میرے لیے بے مقصد ہو گئے تھے۔

اونہہ...... دنیا کے پُر فریب مناظر بے مقصد ہیں۔ کل جموکا نے مجھے غلام بنانے کی کوشش کی تھی۔ آج یہ سفید نام اپنی مرضی سے مجھ پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ صرف انہی سانسوں کے بل پر' جنہیں میں قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ کیوں نہ ان سانسوں سے ہی بغاوت کی جائے' زندگی انسان کے احساس کی سب سے بڑی دشمن ہے اور سب سے بڑی قاتل ہے۔

میرے اندر ان چند لمحات میں اتنے تغیرات پیدا ہو گئے کہ میں خود حیران رہ گیا۔ فلپ سے مجھے اب کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ سفید بلی کا میں سب سے بڑا دشمن تھا۔ میری زندگی میری ہے' جہاں چاہوں اسے گنوا دوں۔ میں کسی کے فریب میں کیوں آؤں۔

لیکن فریب کی ان وادیوں سے نکلنے کیلئے فریب ہی کی ضرورت ہے۔ میں یہاں سے نکلنے کیلئے فریب کا راستہ کیوں نہ اپناؤں لیکن کس طرح؟

اور پھر کافی سوچ بچار کے بعد میں نے ذہن میں کئی فیصلے کیے۔

دو دن گزر گئے' میری ذہنی کیفیت بدستور تھی۔ بلکہ ایک طرح سے میں اب اس سے زیادہ پراعتماد ہو گیا تھا۔ میں نے آخری فیصلہ کر لیا تھا' کہ اب میں ایک آزاد انسان ہوں' آزاد رہ کر زندگی بسر کروں گا' یا پھر جان دے دوں گا۔

فلپ میری طرف سے مطمئن تھا۔ اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ میں ان لوگوں کے مشن سے پوری طرح متفق ہوں۔ اس لئے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں ذہن میں کوئی اور احساس رکھتا ہوں۔

اس سے روزانہ ملاقات ہوتی تھی' اور اب وہ مجھ سے اکثر مذاق کے طور پر سفید بلی کے بارے میں پوچھتا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ مذاق میں شریک ہو جاتا تھا۔ اپنی ذہنی کیفیت کو چھپانے کیلئے مجھے پوری اداکاری کرنی پڑ رہی تھی۔

لیکن اس دن کے بعد سے سفید بلی مجھے دوبارہ نظر نہیں آئی تھی۔ میں بھی اُسے چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ورنہ جب چاہتا اسے چھیڑ سکتا تھا۔ کسی بھی خوبصورت لڑکی کو اپنی خوابگاہ میں طلب کر لیتا۔ بس اس سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ یہ خوف تو اب میرے لئے سوہانِ روح بن گیا تھا۔ اس دن میں نے اور فلپ نے پروجیکٹ کی سیر کی ٹھانی تھی۔

جیپ میں سفر کرتے ہوئے فلپ مجھے پراجیکٹ کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا' اور میں پوری دلچسپی سے سب کچھ سُن رہا تھا۔

‘‘اس کے بعد تمہاری آخری چیکنگ ہوگی۔’’ فلپ نے مجھے بتایا۔

‘‘آخری چیکنگ؟’’

‘‘ہاں۔’’

‘‘وہ کس طرح۔’’

‘‘اس کا تعین نہیں کیا گیا۔’’

‘‘کیا مطلب......؟’’

‘‘آخری چیکنگ مکمل طور پر لاعلمی میں کی جاتی ہے۔’’

‘‘تھوڑی سی تفصیل بھی نہیں بتاؤ گے۔’’

‘‘کیوں نہیں؟’’

‘‘تو بتاؤ؟’’

‘‘بھئی کسی وقت تم سوؤ گے' اور پھر تمہاری آنکھ ایک زمین دوز تہہ خانے میں کھلے گی جہاں تم چیکنگ روم میں ہو گئے۔ مشین کے قریب اور پھر ہمارے ذہن کے سارے دروازے کھل جائیں گے' اور جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے تصویر بن جائے گا۔’’

‘‘کمال ہے اس طرح شاید وہ تنظیم سے وفاداری یا غداری کا امتحان لیتے ہیں۔’’

‘‘ہاں۔’’

‘‘ٹھیک ہے' اس میں حرج ہی کیا ہے' لیکن کیا میرا ذہن خود بخود سب کچھ اگل دے گا؟’’ میں نے سوال کیا۔

‘‘ہاں...... پہلے وہ تمہارے ذہن کو ہر مصیبت سے بے نیاز کریں گے' پھر تم سے سوالات کیے جائیں گے' اور اس تحریک سے تمہارے ذہن کا جائزہ لیں گے۔’’

‘‘عمدہ طریقہ ہے۔’’

‘‘اور نہایت سائنٹفک۔ اس طرح تم فریب کی کوئی بات نہ کر سکو گے۔’’

‘‘ظاہر ہے۔’’ میں نے جواب دیا۔

‘‘تم اس کیلئے تیار ہو؟’’

‘‘کیا فرق پڑتا ہے۔’’ میں نے لاپروائی سے کہا۔ حالانکہ اپنے نئے تصوّر کے ساتھ میں نے سوچا تھا کہ یہ تو بڑی مشکل پیش آ گئی۔ اس طرح تو وہ میرے نئے احساس سے روشناس ہو جائیں گے' کوئی ترکیب کرنی چاہیے۔

‘‘تب میری نگاہ ایک ہیلی پورٹ پر پڑی۔ جہاں کئی ہیلی کاپٹر کھڑے تھے۔ ان کے نزدیک پائلٹ وغیرہ بھی موجود تھے۔ میں نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ البتہ اس جگہ کو میں نے گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔

اور پھر اسی رات تقریباً ایک بجے میں تیار ہو گیا۔ کوشش کرنے میں حرج نہیں تھا' کامیابی یا ناکامی تو بعد کی بات تھی۔ میں احتیاط سے باہر نکل آیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا۔ گو وہ خالی تھا' اور اب ایک بھی کارتوس میرے پاس موجود نہیں تھا' لیکن بہرحال کام چلایا جا سکتا تھا۔

ہیلی پورٹ کا فاصلہ کافی تھا' لیکن مجھے اس بات کی پروا نہیں تھی۔ میں لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا ہیلی پورٹ کی طرف بڑھتا رہا۔ یہاں اب بھی گہما گہمی تھی۔ نجانے لوگ کن کاموں میں مصروف تھے۔

میری عقابی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں' اور پھر دفعتاً میں نے اپنے عقب میں ایک سایہ دیکھا۔ دوسرے لمحے میں نے ایک ہیلی کاپٹر کی آڑ لے لی' لیکن یہ اتفاق تھا کہ میں جس ہیلی کاپٹر کے پیچھے گیا تھا۔ سایہ اس ہیلی کاپٹر کے پاس آ کر رک گیا تھا۔ سامنے سے ایک روشنی نمودار ہوئی۔ تو سایہ جلدی سے نیچے بیٹھ گیا' اور اس کے بیٹھنے کا یہ انداز جانے کیوں مشکوک سا تھا۔

مجھے ایک لمحے کیلئے حیرت ہوئی' روشنی معدوم ہو گئی تھی' لیکن میں نے سائے کے بدن

پر پائلٹ کا لباس دیکھا تھا۔

مجھے ایسے ہی کسی شخص کی ضرورت تھی۔ سایہ ہیلی کاپٹر کے پیچھے چھپا رہا' اور میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں بے آواز گھوم کر اس کے سر پر پہنچ گیا' اور دوسرے لمحے میں نے اپنا پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔ سایہ بری طرح اچھل پڑا۔

"آواز نکلی تو زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔" میں نے غراہٹ بھری آواز میں کہا' اور اس نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"چلو۔"

"کہاں؟" سائے کی آواز میں سرگوشی تھی۔

"تم پائلٹ ہو؟" میں نے پوچھا اور چند ساعت کیلئے خاموشی طاری رہی۔ پھر سائے کی وہی سرگوشی ابھری۔

"ہاں۔"

"تب ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولو۔"

"اوہ کیوں؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"صرف میری ہدایت پر عمل کرو۔ اگر زندگی چاہتے ہو؟" میں نے جواب دیا' اور سائے نے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول دیا۔

"اندر چلو" میں نے کہا اور پھر میں اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے اندر بیٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا' اور پھر بدستور اسی انداز میں بولا۔

"مشین اسٹارٹ کرو۔" تمہیں مجھے یہاں سے دور کسی ایسے مقام پر اتارنا ہے' جہاں سے میں مہذب دنیا میں جا سکوں۔ میں زندگی سے بیزار شخص ہوں۔ اگر تم نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا' تو میں تمہیں گولی مار دوں گا' اور دوسری گولی اپنے دماغ میں اتار لوں گا۔"

"میرے خدا تو تم فرار ہونا چاہتے ہو۔" پائلٹ نے متحیرانہ لہجے میں کہا' اور میں چونک پڑا میں نے پائلٹ کی آواز میں نسوانیت محسوس کی تھی۔ تاہم اس وقت ان باتوں پر غور کرنے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے پھر اسے دھمکیاں دیں' اور کہا کہ جلد از جلد ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر کے اسے فضا میں لے جائے' اور پائلٹ نے بھی خاموشی سے میری ہدایت پر عمل کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ شاید یہ باتیں یہاں کے معمولات میں تھیں' اور ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ یقینی طور پر ہیلی کاپٹر پر کام کرنے والے لوگ ہیلی کاپٹروں کو فضا میں پرواز کر کے ٹیسٹ کرتے ہوں گے۔ اس لئے ہماری جانب کسی نے توجہ

ہیں دی تھی' اور ہیلی کاپٹر نہایت اطمینان سے فضا میں بلند ہو گیا۔ میں پائلٹ کی بے حرکات و سکنات پر نظر رکھ رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ راستے میں کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ چنانچہ میں پوری طرح چوکنا تھا۔ حالانکہ میرا پستول خالی تھا' لیکن میں نے اسے پائلٹ کی کمر سے لگا رکھا تھا' تاکہ وہ خوفزدہ رہے تھوڑی دیر کے بعد پائلٹ نے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ اپنی پستول جیب میں ڈال لیں۔"

"اوہ...... تاکہ تم اپنے ہیلی کاپٹر کا رُخ موڑ سکو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔"

"واقعی تم بے حد اچھے انسان ہو' اور مجھے یقین ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے' لیکن تمہاری آواز کو کیا ہوا۔"

"کیوں؟" پائلٹ نے پوچھا۔

"تمہاری آواز میں نسوانیت نہیں ہے؟" میں نے سوال کیا' اور پائلٹ چند ساعت کیلئے خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"میں عورت ہی ہوں۔"

"اوہ...... میرا بھی یہی خیال تھا' لیکن ایک بات تو بتاؤ وہ یہ کہ مرد بننے کی کوشش کیوں کر رہی ہو۔"

"بس ایسے ہی۔" اس نے جواب دیا۔

"چلتی رہو۔ چلتی رہو۔" باتیں کرنے کے دوران اپنے فرض سے غافل مت ہو۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"تم کون ہو؟"

"واہ...... ساری تفصیلات ابھی معلوم کر لوگی پہلے مجھے کسی محفوظ اور بہتر مقام تک تو پہنچا دو۔" میں نے کہا۔

"سنو...... یہ عجیب اتفاق ہے۔"

"واقعی یہ عجیب اتفاق ہے' اور میں اس عجیب اتفاق سے تو سخت حیران ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم یہاں سے فرار ہو رہے ہو؟"

"ظاہر ہے خیر سگالی کی کوشش میں اس طرح کبھی نہیں جایا جاتا۔"

''تمہیں شاید یقین نہ آئے کہ میں بھی فرار کی کوشش میں ہیلی کاپٹر تک پہنچی تھی۔''

''واہ۔'' میں نے ہنس کر کہا' لیکن دوسرے لمحے مجھے خاموش ہو جانا پڑا۔ مجھے وہ لمحات یاد آ گئے، جب میں نے ہیلی کاپٹر کے عقب میں پائلٹ کو پوشیدہ ہوتے دیکھا تھا۔ میں نے غور کیا تھا کہ وہ چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس عمل میں اور ان الفاظ میں مجھے کسی قدر ہم آہنگی محسوس ہوئی تھی' اور میں نے سوچا کہ شاید لڑکی درست کہہ رہی ہے۔ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا۔ میں سوچتا رہا کہ آخر اس لڑکی کو فرار ہونے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ بہر صورت بہتر یہ تھا کہ کسی محفوظ مقام تک پہنچ جانے کے بعد ہی اس بارے میں سوالات کیے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا۔ پھر اس نے یہی سوال کیا۔

''لیکن کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند نہیں کرو گے۔''

''نہیں...... ابھی نہیں۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ میں تمہارے اوپر مکمل اعتماد نہیں کر سکا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اوہ گویا تم ابھی تک اس بات کو تسلیم نہیں کر رہے ہے کہ میں بھی فرار ہونے کی کوشش میں ہیلی کاپٹر تک پہنچی تھی۔''

''ہاں...... اس بات کو تسلیم کرنے کا فی الوقت کوئی جواز نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں...... کیوں نہیں ہے جواز۔'' لڑکی نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس لئے کہ میں ابھی تم سے ناواقف ہوں۔ جب واقف ہو جاؤں گا تو شک نہیں کروں گا۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ پہلے ہم قرب و جوار پر نگاہ رکھتے ہیں۔ کسی مناسب جگہ کی تلاش کر لیں۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے متعارف بھی ہو جائیں گے۔''

''لڑکی اگر تم فرار ہونے کی کوشش کر رہی تھیں' اور اگر اس طرح ہم دونوں کا مشن ایک ہی بن گیا ہے۔ تو یقین کرو میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کوئی بات نہیں ہے' لیکن اگر تم اس روپ میں ڈھل کر اس کوشش میں مصروف ہو کہ مجھے کوئی چکر دو' اور ڈاج دے کر واپس لے جانے کی کوشش کرو۔ تو یقین کرو تم ناکام رہو گی' اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔ لڑکی پھر ہنس کر خاموش ہو گئی تھی۔ تب میں نے دوبارہ کہا۔

''لیکن مجھے ایک بات پر تعجب ہے۔''

''کس بات پر؟''

''اگر تم فرار ہونے کی کوشش کر رہی ہو تو دوسرے ہیلی کاپٹروں نے تم پر غور کیوں نہیں کیا؟''

''میں طویل عرصے سے ہیلی پورٹ کے معمولات کا جائزہ لے رہی تھی۔''

''خوب' فرار ہونے کیلئے؟''

''ہاں۔''

''تو کیا نتیجہ اخذ کیا تم نے۔''

''یہی کہ اکثر پائلٹ ہیلی کاپٹر لے کر دور تک فضا میں پرواز کرتے ہیں' اور دور دور تک نگاہیں دوڑاتے ہیں۔ بہت سے کام ان کے سپرد ہوا کرتے ہیں۔ وہ جنگلیوں کی آبادیوں پر بھی نگاہیں رکھتے ہیں' اور دوسرے دشمنوں کی سازشوں سے بھی باخبر رہتے ہیں۔ مختلف سیاحوں کے گروہ کو بھی اس علاقے سے دور رکھنے کیلئے مختلف پائلٹوں کی کارروائیاں عمل میں آئی ہیں۔ میں نے ان ساری باتوں کا جائزہ لینے کے بعد ہی یہ پروگرام ترتیب دیا تھا۔

''گویا وہ ہم پر توجہ نہیں دیں گے۔''

''نہیں بالکل نہیں۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

ویسے میری ذہنی کیفیت عجیب سی تھی۔ میں سوچ رہا تھا' اور گومگو کے عالم میں تھا کہ نجانے لڑکی سچ بول رہی ہے یا جھوٹ۔ ویسے پائلٹ لڑکی کا تصور میرے لئے خاصا تعجب خیز تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

''سنو کیا تم اکثر ہیلی کاپٹر فضا میں اڑاتی رہی ہو؟''

''ہاں۔''

''واقعی۔'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔''

''گویا تمہارا تعلق ان ہیلی کاپٹروں سے براہ راست نہیں ہے۔''

''نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''تب پھر کیا تم ان علاقوں کے بارے میں بخوبی جانتی ہو۔'' میں نے پوچھا۔

''افسوس یہ ہی ایک مشکل ہے۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

''میں ان راستوں سے ناواقف ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ ہم کون سی سمت پر پرواز کر

رہے ہیں' اور کہاں پہنچیں گے؟''

''اوہ...... اس کے باوجود یہ اچھی بات ہے کہ ہم اس علاقے سے نکل جائیں گے۔ بعد میں جو کچھ ہوگا، اسے دیکھ لیں گے۔'' میں نے جواب دیا' اور لڑکی نے گردن ہلا دی۔

''ٹھیک ہے' اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے بھی یہ ہی سوچ کر قدم اٹھایا ہے۔''

''تم بے فکر رہو۔ اگر تم درست کہہ رہی ہو تو یقین کرو کہ ایک ساتھی کی حیثیت سے میں تمہارے لئے خاص سُودمند ثابت ہوں گا۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو' اور تم اپنے ذہن سے میرے بارے میں تمام وسوسے نکال سکو۔''

''ہاں میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اگر اتفاق سے ہم دونوں کا مشن ایک ہی ہے تو میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔''

''اتفاق سے نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ جو آگے چل کر تمہارے سامنے آجائے گی۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔'' میں نے کہا' اور لڑکی نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

پھر ہم لوگ فضا میں سیدھے آگے بڑھتے رہے۔ میرے ذہن میں عجیب و غریب تاثرات تھے۔ یہاں لڑکی بھی موجود تھی' لیکن دیکھنا یہ تھا کہ ان لوگوں کو جب ہمارے فرار کا علم ہوگا۔ تو ان کا ردِعمل کیا ہوگا۔''

سب سے بڑی بات یہ تھی' کہ سمت کا صحیح تعین نہیں تھا۔ کاش ہم مہذب آبادیوں کی جانب جارہے ہوں۔ میری شدید خواہش تھی۔ اچانک لڑکی نے ایک ماہر پائلٹ کی طرح ہیلی کاپٹر کو اونچا نیچا کیا' اور میں نے دیکھا دھند میں چھپی ہوئی پہاڑیاں بہت ہی نزدیک تھیں۔ جن سے لڑکی نے ہیلی کاپٹر کو بچایا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

''تم نے دیکھا؟'' اس نے سوال کیا۔

''ہاں تم ایک ماہر پائلٹ ہو' لیکن تم کہتی ہو کہ تمہارا تعلق براہ راست ہیلی کاپٹر یا جہاز اڑانے والوں سے نہیں ہے۔''

''ہاں یہ درست ہے۔''

''پھر تم ایک ماہر پائلٹ کیسے ہوگئیں؟''

''طویل داستان ہے' تفصیل طلب۔ اس وقت جانے دو۔ یہ بتاؤ اب کیا کریں۔

نے کا تو کوئی اندازہ نہیں ہے۔''

چلتی رہو۔ میں یہ سی جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں لینڈنگ وغیرہ کے طریقے تو آتے ہیں۔''

''جب ہیلی کاپٹر اڑا لیتی ہوں تو لینڈنگ نہیں کرسکتی؟'' اس نے کسی قدر چڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوہ...... ہاں...... واقعی احمقانہ سوال ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا' اور وہ بھی ہنس پڑی۔

''فراخ دل ہو۔''

''ہم دونوں کو ایک دوسرے کے نام سے واقفیت ہونی چاہیے تاکہ تخاطب میں آسانی ہوجائے۔''

''تم مجھے زورانہ کہہ سکتے ہو۔''

''اوہ...... اچھا نام ہے۔ زورانہ۔''

''اور تمہارا نام؟''

''میرا نام عادل شاہ ہے۔''

''عا...... دل...... شاہ'' اس نے کسی قدر مشکل سے تلفظ ادا کیا۔

''ہاں۔''

''ایشائی ہو؟''

''ہاں۔''

''ارے تم وہی عادل تو نہیں' جس نے بہت سے بھیڑیوں کی ٹانگیں چیر کر پھینک دی تھیں۔'' اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہی بدنام سمجھ لو۔''

''میرے خدا اس کا مطلب ہے کہ تم کوئی معمولی انسان نہیں ہو' اور میں اس اتفاق کو خوش بختی قرار دوں۔''

''تم جیسا شخص اس فرار میں میرے ساتھ ہے۔ یقین کرو کئی سال سے میں فرار کے منصوبے بنا رہی تھی لیکن ہمت نہ کرسکی تھی۔''

''خوب۔''

''بڑا دلچسپ اتفاق ہوا ہے۔'' لڑکی کے لہجے میں واقعی خوشی تھی۔

◆◆◆

میں خاموشی سے اس پر غور کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کا سفر سکون سے جاری تھا۔ ابھی تک ہمیں سمندر نظر نہیں آیا تھا۔ میرا خیال تھا۔ زورانہ بھی سمندر کی تلاش میں تھی۔

''خاموش کیوں ہوگئے مسٹر عادل شاہ۔'' وہ اچانک بول پڑی۔

''تمہارے بارے ہی غور کر رہا ہوں۔''

''اوہ..... چھوڑو، ہم ایک دوسرے کے بارے میں تفصیلات بعد میں معلوم کرلیں گے۔ فی الوقت دوسری باتیں کرو۔''

''ہم وہاں سے کتنی دور نکل آئے ہوں گے۔'' میں نے پوچھا۔

''تسلی بخش فاصلہ طے ہوچکا ہے۔''

''یعنی؟''

''مگر انہیں ابھی تک شبہ نہیں ہوسکا ہے' تو اتنا فاصلہ کافی ہے' لیکن میرا خیال ہے کہ ہیلی کاپٹر کا مزید سفر مناسب نہیں ہوگا۔''

''کیا مطلب؟''

''ہیلی کاپٹر میں ایسے آلات ضرور ہوں گے' جس سے وہ سمت کا تعین کرسکتے ہیں۔ انہیں شبہ ہوگا تو گڑبڑ ہوجائے گی۔''

''بات تو ٹھیک ہے۔''

''پھر کیا مشورہ ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''تھوڑی دور اور چل لو۔ فاصلہ جتنا بڑھ جائے، بہتر ہے۔''

''او کے۔'' اس نے متعاون انداز میں کہا' اور خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ دفعتاً ایک ہیلی کاپٹر نے جھٹکا کھایا اور لڑکی کے ہونٹوں سے سیٹی نکل گئی۔

''کیا ہوا؟''

''ایندھن ختم' ظاہر ہے۔ میں اس کا تعین نہیں کرسکتی تھی۔'' اس نے مشین پر توجہ دیتے ہوئے کہا' اور ہیلی کاپٹر نیچے اترنے لگا۔ اس نے راستے میں دو تین جھٹکے اور کھائے' لیکن بہر حال نیچے اترنے لگا۔

درختوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے۔ لڑکی کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے اور وہ کسی قدر پریشان ہوگئی۔

''کیا بات ہے زورانہ؟''

''یہ..... یہ تو جنگل ہے۔''

''پھر.....؟''

''درختوں پر تو ہیلی کاپٹر نہیں اتارا جاسکتا' اور ایندھن بھی نہیں ہے' کیا آگے لے جانے کا خطرہ مول لیا جائے۔''

''اوہ.....'' مجھے بھی اس خطرناک صورت حال کا اندازہ ہوگیا۔ رات کی تاریکی میں کوئی تعین بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میرا ذہن طوفانی رفتار سے کام کرنے لگا اور پھر میں نے اسے آواز دی۔

''زورانہ۔''

''ہوں۔''

''ہمت رکھتی ہو۔''

''میں سمجھی نہیں۔''

''ہیلی کاپٹر فضا میں معلق کرلو۔ جتنا نیچا جھکا سکتی ہو جھکالو۔ پھر کسی درخت کی چوٹی پر اترنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دونوں شکلوں میں موت تو ہے ہی۔''

''اوہ.....'' اس کے انداز سے خوف نمایاں تھا۔

''کیا خیال ہے۔''؟

''اس کے علاوہ کوئی ترکیب نہیں ہے۔''

''تو پھر فوری عمل کرو۔'' میں نے کہا اور زورانہ نے ہیلی کاپٹر سخت خطرہ لے کر انتہائی نیچے جھکا دیا۔ اگر وہ صرف دو فٹ نیچے اور آجاتا تو درخت سے ٹکرا کر تباہ ہوسکتا تھا۔ میں نے دروازہ کھول کر حالات کا جائزہ لیا۔

موت کا کھیل تھا' لیکن کھیلنا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ وہ لڑکی ہے اس لئے میری مردانگی اسے چھوڑنے کی متحمل بھی نہیں تھی۔

"اٹھو......" میں نے اس سے کہا' اور وہ اُٹھ گئی "میری پشت پر آ جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑی۔

"لگ...... کیا۔"

"ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اسے سوالات میں ضائع کریں۔"

"لیکن؟"

"اگر ہم دونوں کی منزل ایک ہی ہے تو ساتھ ہی کیوں نہ مریں۔ آؤ پھرتی سے آؤ۔" میں نے کہا اور دونوں ہاتھ میری گردن میں پھنسا کر میری پشت پر اڑ گئی۔ بوڑھے شیل آذر نے ایک بار مجھے ٹارزن کہا تھا' لیکن اس وقت میں سچ مچ ٹارزن بن گیا تھا۔ میں نے انتہائی مہارت سے درخت پر چھلانگ لگا دی' اور اس کی ایک شاخ پر مضبوطی سے ہاتھ جما کر فوراً ہی نزدیک کے دوسرے درخت پر چھلانگ لگا دی۔ بے شمار خراشیں بدن پر لگی تھیں۔

لیکن اس وقت ان خراشوں کی پروا کون کرتا۔ زورانہ میرے بدن سے چمٹی ہوئی تھی' اور میں اندھی چھلانگیں لگا رہا تھا۔ درختوں کا گھنا سلسلہ میرا معاون تھا' اور میں یہ خطرہ مول لے کر دور نکل جانا چاہتا تھا۔

پھر اس وقت ہم پانچویں درخت پر تھے۔ جب ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ ہیلی کاپٹر درخت پر گرا۔ دور تک شعلے بکھر گئے تھے' لیکن میری کوشش کامیاب رہی تھی۔ ہم اتنی دور نکل آئے تھے کہ شعلے یا ہیلی کاپٹر کے پھٹنے سے کسی خطرے سے محفوظ رہے تھے۔"

تب میں نے اس درخت پر پاؤں جما دیئے' موٹی شاخ تھی۔ ہمارے وزن سے لچک ہی نہیں کھائی تھی۔ زورانہ خاموش تھی' اور اب مجھے اس کا وزن محسوس ہو رہا تھا۔

"نہیں......"

"خود کو سنبھالو۔"

"میں...... میں نروس ہوں۔"

"ہمت سے کام لو...... ہمیں درخت کی مضبوطی کا جائزہ لینا ہے' کیا تم درخت سے نیچے اتر سکتی ہو؟"

"نہیں۔" وہ بے بسی سے بولی' اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہر حال وہ عورت تھی' اور یہ آخری فرض بھی مجھے ہی انجام دینا تھا۔ چنانچہ میں اس اسپرٹ کو برقرار رکھتے ہوئے اس موٹی شاخ سے نیچے دیکھنے لگا۔

پھر میں نے ایک دوسری موٹی شاخ پر چھلانگ لگائی' اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا' شکر

ہے درخت زیادہ اونچا نہیں تھا۔ زمین یہاں سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر تھی۔ چنانچہ میں نے آخری چھلانگ لگا دی۔ زورانہ کسی چھپکلی کی طرح میری پشت سے چمٹی ہوئی تھی' اور اس وقت بھی اس نے الگ ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"اے پیر تسمہ پا۔ اب تیرا کیا ارادہ ہے؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ سوری۔" زورانہ نے شرمندہ ہو کر میری گردن چھوڑ دی' لیکن وہ زمین پر لیٹ گئی تھی۔ اس کے اعصاب سخت کشیدہ ہے۔

"زورانہ۔" میں نے ہمدردی سے اسے پکارا۔

"ہاں...... میں خاموش ہوں۔"

"اُٹھ کر بیٹھو...... کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔"

"نہیں...... لیکن اعصاب کشیدہ ہیں۔"

"اوہ...... تب لیٹی رہو۔ نجانے کیسی جگہ ہے۔ پستول ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں...... دو دستی بم بھی ہیں۔"

"ارے واہ...... لاؤ پستول مجھے دو۔" میں نے کہا' اور اس نے اپنا پستول لباس سے نکال کر مجھے دے دیا۔

"تمہارا پستول گر گیا۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں...... موجود ہے۔" اور میں ہنس پڑا۔

"کیوں...... کیا ہوا۔"

"وہ خالی ہے۔"

"کیا مطلب؟" زورانہ نے تعجب سے پوچھا۔

"ہمیشہ سے ہی خالی تھا۔"

"اوہ......" زورانہ بھی ہنس پڑی۔

اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ میں بھی درخت سے ٹک کر بیٹھ گیا تھا۔ حالانکہ ہمیں صورتحال کا علم نہیں تھا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ قرب و جوار کی صورتحال کیا ہے' لیکن اس وقت اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ ہم تو ہر لمحہ زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار تھے۔ زورانہ نے اپنے سر سے پائلٹ ہیٹ اتار دیا' اور اس کے لمبے بال اس کی پشت پر پھیل گئے' گو تاریکی تھی' لیکن اس کا سفید چہرہ چمک رہا تھا۔ خاصی حسین لڑکی تھی۔ گو خدوخال واضح نہیں تھے' لیکن پھر بھی احساس ہوتا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی' اور تاریکی میں گھورنے لگا۔'' اس وقت بھی تم نے ایک ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔'' تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

'' وہ کونسا.....؟'' میں نے پوچھا۔

'' تاریکی میں اتنے وزن کے ساتھ چھلانگیں لگانا انسانی عقل سے بعید ہے' لیکن میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سن چکی ہوں۔''

'' اوہ...... زورانہ زندگی موت کا کھیل ہے۔ سب کچھ کرلینا چاہیے۔''

'' نجانے قرب وجوار کا ماحول کیا ہے؟'' زورانہ نے کہا۔

'' تمہیں نیند آرہی ہے؟''

'' نہیں۔''

'' سونا چاہو تو سو جاؤ۔ میں جاگ رہا ہوں۔''

'' بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہیں یہ جملے۔''

'' ہاں...... میں تمہیں ابھی اعتماد نہیں دے سکتا۔''

'' اوہ...... میرا یہ مقصد نہیں ہے۔'' زورانہ نے جلدی سے کہا پھر بولی۔ ظاہر ہے یہاں نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

'' تو پھر باتیں کرو۔ بہت سے سوالات میرے ذہن میں اُبل رہے ہیں۔''

'' خود میری بھی یہی کیفیت ہے' اور پھر اس اجنبی جگہ میں رات گزارنے کا اس سے بہتر مشغلہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔''

'' تب پھر ٹھیک ہے۔ پہلے تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔''

'' پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔''؟

'' تم کون ہو؟'' اور پروجیکٹ میں تمہاری پوزیشن کیا تھی؟''

'' بہت عجیب' افریقہ کے اس علاقے کو آباد کرنے کا سہرا میرے اور میرے والد کے سر ہی ہے۔''

'' خوب۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

'' میرے والد کا نام رچرڈ مالکر تھا۔ ایک عظیم سائنسدان' جو امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے کے ایک اہم رکن تھے' لیکن پھر ان کے حکومت سے اختلافات ہوگئے' اور انہوں نے ادارے سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کرلیا۔

لیکن حکومت امریکہ انہیں چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھی۔ ان سے صاف کہہ دیا گیا' کہ

چونکہ وہ بے شمار امریکی خلائی اداروں کے رازوں سے واقف ہیں۔ اس لئے ان کی گلوخلاصی نہیں ہوسکتی۔ انہیں زندگی یہیں گزارنی ہوگی۔ میرے والد کو سخت مجبور کیا گیا' لیکن وہ بے حد ذہین آدمی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک چال چلی۔ انہوں نے اہم ترین خلائی راز چوری کئے اور ایک دن کا ہارٹ فیل ہوگیا۔''

'' کیا؟'' میں چونک پڑا۔

'' ہاں...... پوری پلاننگ تھی۔ ایک مخصوص دوا کے ذریعے وہ چند گھنٹوں کی مصنوعی موت مر گئے' اور ان کا انتقال ادارے ہی میں ڈیوٹی کے دوران ہوا تھا۔ ان کی میت پورے اعزاز کے ساتھ دفن کردی گئی۔ باقی کام میرا تھا۔ اٹھارہ گھنٹے کے بعد میں نے ان کی لاش قبر سے نکال لی' اور وہ پوشیدہ رہ کر اپنی کارروائیوں میں مصروف رہے' پھر افریقہ چلے آئے۔''

اس دوران انہوں نے چیدہ چیدہ سائنسدانوں کو اپنے ساتھ شامل کیا۔ ان کا ایک پروگرام تھا۔ وہ کسی سیارے پر جا کر اپنے تجربات کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ فضا سے زمین کی حفاظت کی جاسکے' لیکن سائنسدان ان کے ساتھ شریک تھے' اور وہ مخلص نہ رہ سکے۔ انہوں نے نیا ہی کام شروع کردیا۔

'' وہ کیا؟''

'' انہوں نے ایک نئے منصوبے پر عمل کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ جب میرے والد اپنے سارے کاموں میں محنت کرکے ان سے فراغت حاصل کرچکے' تو ان سائنسدانوں نے انہیں اپنے قبضے میں کرلیا' اور اپنی مرضی کے مطابق کام کروانا چاہا' لیکن میرے والد نہ مانے' اور ان لوگوں نے میرے والد کا برین واش کردیا۔''

'' اوہ......'' میں نے گہری سانس لی۔

'' برین واش کے بعد ظاہر ہے۔ ان کی اپنی کوئی شخصیت نہیں رہی تھی۔ تھوڑے عرصے تک وہ ان کے ساتھ کام کرتے رہے' پھر مر گئے۔''

'' افسوس۔'' میں نے کہا' اور زورانہ کی آنکھوں میں تاسف کے آثار نظر آنے لگے۔

'' اس کے بعد ان چالاک لوگوں نے مجھے بھی اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہا۔ میں نے ان سے تعاون نہیں کیا' کیونکہ ان لوگوں نے میرا بھی برین واش کرنا چاہا تھا' لیکن ایک شخص کی مدد سے میں اپنی اصلی حالت میں رہی' لیکن میں نے پوز یہ ہی کیا' کہ جیسے میں ان لوگوں کی تخریب کاری کا شکار ہوگئی ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس علاقے کے وحشیوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے سفید دیوی بنا دیا۔'' لڑکی نے کہا' اوہ میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"اوہ تو ان علاقوں کی سفید دیوی تم ہی ہو۔"

"ہاں وہ مجھے ان کے ساتھ کھڑا کر کے میری عکس کو مخصوص ذرائع سے منتقل کیا کرتے ہیں' اور اس طرح ان لوگوں نے ان وحشیوں کو خوفزدہ کر لیا۔ یہ ہے میری زندگی کی کہانی۔" زورانہ نے کہا۔

"بڑی عجیب داستان ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میاں انسان کی زندگی نہ جانے کون کون سی عجیب سیاستدانوں سے عبارت ہوتی ہے۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"لیکن زورانہ یہ بہت عجیب بات ہے۔ کہ تم نے بھی فرار کا منصوبہ اسی طرح بنایا۔"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ عرصہ دراز سے موقع کی تلاش میں تھی۔ میں کسی بھی طور ان لوگوں کا آلہء کار بننا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے ان سب سے اختلاف ہے۔" زورانہ نے کہا۔

"لیکن باہر کی دنیا میں نکل کر تم کیا کرو گی؟" زورانہ باہر کی دنیا اکیلی عورت کے لئے اچھی تو نہیں۔"

"بڑے انوکھے خیالات ہیں ذہن میں۔ دیکھنا یہ ہے کہ خیالات پورے ہوتے ہیں یا نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"شاید انہوں نے تمہیں اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا ہو؟"

"ہاں۔"

"کیا کہا تھا۔ انہوں نے؟"

"وہ دنیا کو تیسری جنگ عظیم میں جھونکنا چاہتے ہیں۔"

"بے شک...... بے شک۔"

"اور اس کے بعد ان کا خیال ہے۔ چند افراد کی زندگی برقرار رکھی جائے' اور باقی ساری دنیا کو موت کی نیند سلا دیا جائے۔"

"ہاں بڑا خوفناک منصوبہ ہے ان کا۔"

"تیسری جنگ عظیم نہیں چھڑ سکتی' لیکن وہ اپنی کوششوں سے دنیا کو اس خوفناک جنگ تک لانا چاہتے ہیں۔"

"بے شک یہ ہی منصوبہ ہے ان کا' لیکن تمہیں یہ بات معلوم ہونے کا مقصد یہ ہے کہ تم پر اعتبار کر چکے تھے۔" زورانہ نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ آسانی سے دھوکہ نہیں کھاتے۔"

"کیا مطلب؟"

"صرف اسی کو اپنا راز دار بناتے ہیں' جن پر انہیں پورا اعتماد ہوتا ہے۔"

"میں نے انہیں خود پر اعتماد دلا دیا تھا۔"

"اس سے تمہاری ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔"

"لیکن زورانہ جن لوگوں کو وہ بیرونی کارروائیوں کے لئے بھیجتے ہیں' ان پر اعتماد کس لئے کر لیتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بیوقوف نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ اس کے ذہن کی آخری جانچ پڑتال کر کے اس شخص کے ذہنی خلیوں سے بغاوت کا ایک ایک نشان مٹا دیتے ہیں۔"

"اوہ...... گویا وہ ذہنی غلام بن جاتا ہے۔"

"سو فیصدی' لیکن اس طرح کہ ساری زندگی اسے احساس نہ ہو کہ اس کے ساتھ ایسی کوئی کارروائی ہوئی ہے۔"

"کمال ہے۔"

"اس طرح وہ پُر اعتماد رہتے ہیں۔ وہ شخص ساتھ رہتا ہے' لیکن ان کے خلاف زبان نہیں کھولتا۔" زورانہ نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے' وہ ذہنی غلام ہوتا ہے۔"

"میرا خیال ہے میں نے اپنے بارے میں تو تمہیں پوری تفصیل بتا دی۔" زورانہ نے میری طرف مسکراتے ہوئے دیکھا' اور اس کے خوب صورت دانت چمکنے لگے۔

"کچھ باتیں اور باقی ہیں زورانہ۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

"وہ بھی پوچھ لو۔"

"تمہارا کیا منصوبہ تھا۔"

"معلوم کر کے نقصان تو نہیں پہنچاؤ گے۔" زورانہ نے ہنس کر کہا۔

"نہیں۔ زورانہ اعتماد کر لو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں مذاق کر رہی تھی دراصل مسٹر عادل میں امریکہ جانا چاہتی ہوں۔

"خوب......پھر؟"

ساری تفصیل پھر بتاؤں گی۔ یہ کسی ایک ملک کا معاملہ نہیں ہے۔ ساری دنیا خطرے میں ہے۔ یقین کرو۔ وہ لوگ بے پناہ کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔ اس وقت تمام حکومتوں کو مل کر ان کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔" میں نے کہا' اور تھوڑی دیر کے لئے ہم خیالات میں ڈوب گئے۔ پھر میں نے ہی سکوت توڑا۔

"اور کوئی سوال؟"

"تلاش کر رہا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"جلدی تلاش کرو۔"

"ہوں۔"

"بس میں بھی تمہارے بارے میں جاننے کے لئے اتنی ہی بے چین ہوں۔ جتنا کہ تم میرے بارے میں جاننے کے لئے۔" زورانہ نے جواب دیا۔

"لیکن افسوس میری کہانی تمہارے لئے زیادہ دلچسپی کا باعث نہیں ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس بات کو چھوڑو۔ دلچسپی میں خود تلاش کرلوں گی۔" زورانہ نے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔

"وہ بھی فرما دیجئے۔ حالانکہ میں نے آپ کو اپنی کہانی سناتے ہوئے شرط نہیں لگائی تھی۔" زورانہ نے بے تکلفی سے کہا۔

"تمہاری اور میری کہانی میں فرق ہے ناں۔" زورانہ

"چلیں ٹھیک ہے۔ شرط بتائیں۔"

"تم اس کہانی کو جھوٹ نہیں سمجھو گی۔"

"کیا مطلب؟" وہ تعجب سے بولی۔

"بس کہانی کا تانا بانا کچھ ایسا ہی ہے۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو تم کہانی سناؤ۔"

"تو سنو......میرا نام شاہ عادل ہے۔"

"اوہ......تم ایشیائی ہو۔"

"ہاں......زورانہ......ایشیا کے ایک ملک سے تعلق رکھتا ہوں۔ اپنے وطن میں کس

حیثیت کا مالک نہیں تھا۔ زندگی بے بسی اور الجھنوں کا شکار تھی۔ تب میں نے سوچا کہ میں کوئی تبدیلی لانا چاہیے۔ اس کے لئے میں نے جدوجہد شروع کر دی' اور اس جدوجہد کا نتیجہ بھی نکل آیا۔ ایک بہت بڑی دولت میرے ہاتھ لگ گئی' اور اس کے ساتھ ہی مسائل کا آغاز شروع ہو گیا۔"

میں اپنی ایک دوست کے ساتھ بحری سفر کر رہا تھا' کہ میرا جہاز تباہ ہو گیا' اور اس میں کے ساحل پر نکل آیا۔ میں اتنا ٹوٹ پھوٹ چکا تھا' کہ اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ آنکھ کھلی تو وحشیوں کے نرغے میں پایا۔ ان میں ایک جادوگر قسم کا شخص جموکا تھا۔

جموکا نے میری تیمارداری کی میرے علم میں آئی' تو میں حیران رہ گیا۔ وہ مجھے ان سفید کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔ جنہوں نے ان کی سرزمین پر قبضہ کر کے ان کی پر سفید دیوی کا جال پھیلا دیا ہے۔ انہوں نے مجھے صحت یاب کر دیا' اور ایک سفید رنگ دے کر مجھے سفید فاموں کا مقابلہ کرنے کے لئے کہا گیا۔

"سفید بلی۔" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں سفید بلی۔"

"کیا تمہیں اس تنظیم کا نام معلوم ہے؟" زورانہ نے پوچھا۔

"ہاں معلوم ہو چکا ہے' اور یہ بھی میری بدقسمتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ سفید بلی میرے اعصاب پر اور میرے وجود پر اتنا اثر انداز ہو چکی کہیں بھی اس سے فرار حاصل نہیں ہے۔"

"پوری کہانی سناؤ۔ پوری کہانی سناؤ۔" زورانہ نے بے چینی سے کہا' اور میں مسکرا پڑا۔

"سفید بلی نجانے کیا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکا' لیکن اس نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ وہ ایک بدروح ہے' جو ہر جگہ میرا تعاقب کرتی ہے۔ اس نے مجھے زندگی سے بیزار کر دیا ہے۔"

"بڑے تعجب کی بات ہے۔ ویسے ان سیاہ فاموں کے جادو کے بارے میں مجھے بھی معلومات معلوم ہو چکی ہیں۔ بڑی عجیب بات ہے۔ یہ لوگ بڑے پراسرار ہیں۔"

"ہاں زورانہ شاید اس سے پہلے اگر میں یہ داستان سنتا تو بلاشبہ یقین نہ کرتا۔ لیکن جو خود ہی ان الجھنوں اور مصائب کا شکار ہو گیا ہو' اس کے یقین کرنے کا سوال ہی کیا

"بے شک تو پھر سفید بلی کی کیا بات رہی؟"

"سفید بلی بے شمار روپ دھار لیتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ وہ مجھے چاہتی ہے۔ زندگی کے کسی بھی حصے میں وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اگر میں کسی اور عورت کی جانب راغب ہوا۔ تو وہ مجھے ہلاک کر دے گی' اور آج تک وہ ایسا ہی کرتی رہی ہے۔ میں اس بدروح سے بہت خوفزدہ ہوں۔" میں نے کہا اور زورانہ گردن ہلانے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"سفید فاموں سے جنگ کے لئے آنے کے بعد کیا ہوا۔"

"بس میرے ساتھی مارے گئے' اور میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن پھر تقدیر الٰہی سفید فاموں کے درمیان کھینچ لائی۔ یہاں آنے کے بعد میرے اوپر مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ بھیڑیوں کے غول کے سامنے پھینکا گیا' اور مجھے ختم کرنے کے لئے دوسرے ذرائع بھی استعمال کیے گئے' لیکن زورانہ یقین کرو اس سفید بلی نے میری ہر جگہ مدد کی اور وہ مجھے اپنا محبوب کہتی ہے۔ بیشار اشکال میں وہ مجھے مل چکی ہے' اور اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ میں جو کام چاہوں کروں' لیکن کسی عورت کا قرب حاصل کرنے کی کوشش نہ کروں۔" میں نے کہا۔

"تعجب کی بات ہے' لیکن تم نے وہاں سے بھاگنے کی کیسے سوچی' اور انہیں تم پر اعتماد کیسے ہوا؟" زورانہ نے پوچھا۔

"جہاں تک اعتماد کی بات ہے۔ تو اس ضمن میں یہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ میری قوتوں نے انہیں تاثیر کیا تھا' اور مجھے اپنے کام کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کر بیٹھے یقین کرو۔ میں نے بھی یہ ہی سوچا کہ ان کے لئے کام کروں' لیکن پھر سفید بلی آڑے آ گئی' اور میرے ذہن میں انتشار برپا ہو گیا۔ بس یہ ہی انتشار میرے فرار کا باعث بنا۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"برا تو نہیں مانو گے؟"

"نہیں کہو......" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا' میں الجھ گیا تھا کہ اس نے میری کہانی پر غور نہیں کیا ہے۔"

"یوں بھی میں نے ایشیائیوں کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"براہِ کرم کھل کر بات کرو۔ تمہارے ذہن میں کیا خیال ہے۔"

"شرم و حیا' عزت نفس جیسی چیزیں میرے لئے بہت قابل احترام ہیں۔ ممکن ہے تم نے سوچا ہو کہ میں تمہارے سر پڑنے کی کوشش کروں گی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا؟"

"ایک عورت کی حیثیت سے؟"

"اوہ...... زورانہ یہ غلط فہمی ہے۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اس بات پر یقین کرو کہ میں عام لڑکیوں کی طرح دل پھینک نہیں اور پھر میرے سامنے ایک مشن ہے۔ میں دنیا کے تعیشات میں اس وقت تک نہیں پڑ جب تک اپنے مشن کی تکمیل نہ کر لوں۔"

"یقین کرو۔ زورانہ میرے ذہن میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔"

"ویسے عادل! مجھے تمہاری یہ ادا پسند آئی ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میری ے تم کسی الجھن کا شکار نہیں ہو گے۔"

"مگر میرا اور تمہارا ساتھ رہا تو زورانہ میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔" میں نے ی سے جواب دیا' اور وہ خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد ہم دیر تک خاموش رہے۔ پھر زورانہ

"لیکن اب کیا پروگرام ہے عادل شاہ؟"

"کیا مطلب؟"

"ہاں...... اور میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے؟"

"وہ کیا؟"

"ہم نے غلط رخ اختیار کیا تھا۔"

"میں خود بھی یہ ہی سوچ رہی تھی۔ اگر ہم کسی دوسرے رخ سفر کرتے' تو ممکن ہے کسی ب جگہ جا نکلتے' لیکن یوں لگتا ہے۔ جیسے ہم نے افریقہ کے اندرونی علاقوں کی طرف کی ہے۔"

"ہاں' ایسا ہی لگتا ہے۔"

"پھر اب کیا ہو گا عادل شاہ؟"

"دیکھیں گے' یوں بھی میں نہیں جانتا۔ میں زورانہ کہ تقدیر کے بارے میں آپ کی خیال کیا کہتی ہے' لیکن میرا نظریہ یہ ہے کہ ہم اپنی پسند سے کسی ایک اصول پر عمل کرتے اور تقدیر ہمارے لئے وہ اصول مرتب کرتی ہے۔"

"کی حد تک قائل ہوں اس کی۔"

"بس تو اب تقدیر جس راستے کا تعین کرے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔بس میرے ذہن میں ایک تردّد ہے۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سے قبل یہ لوگ اپنے آپ کو اس قدر مضبوط کرلیں کہ ناقابل تسخیر ہو جائیں، ان کا قلع قمع ضروری ہے۔"

"ہاں...... یہ تردّد کی بات ہے۔"

"بہرحال ہم آخری وقت تک کوشش کرتے رہیں گے، اور میرا خیال ہے عادل تمہیں بھی اس سلسلے میں میرا ساتھ دینا چاہیے۔"

"میں تو خود ایک بے مصرف انسان ہوں۔اگر مجھے میری زندگی کا کوئی مصرف مل جائے، تو اس سے اچھی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔"

"اور اس سے اچھا مصرف اور کیا ہوسکتا ہے۔"

"لیکن مجھے ایک بات کا افسوس ہے۔"

"کیا......؟"

"تم نے میری بات پر یقین نہیں کیا۔"

"ابھی تو واقعی نہیں کیا۔کرلوں گی۔لیکن صرف سفید بلی کی بات کر رہی ہوں۔" وہ پھر ہنس پڑی۔ اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

"رات کو ایک لمحے کے لئے بھی پلک نہیں جڑی تھی۔یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔قرب و جوار کے مناظر بے حد بھیانک تھے۔بڑی خوفناک جگہ تھی۔چاروں طرف اجنبی درخت نظر آ رہے تھے۔جھاڑیاں اور گھاس نظر آرہی تھی۔پرندے تک نہیں تھے۔نہ جانے کیوں بہرحال ہمیں اس جگہ کی ویرانی کا پورا پورا احساس تھا۔

"اف...... کیسی خوفناک جگہ ہے۔" زورانہ بولی۔

"لیکن محفوظ ہے۔"

"تم نے غور کیا۔نہ تو یہاں حشرات الارض نظر آرہے ہیں، اور نہ ہی درندوں کی کوئی آواز سنائی دی ہے۔"

"ہاں...... میں نے محسوس کیا ہے۔"

"اس طرح ہم فی الحال ان خطرات سے محفوظ ہیں۔"

"یہ تو ہے، لیکن تم نے اس کے دوسرے پہلو پر غور نہیں کیا۔"

"وہ کیا......؟" میں نے پوچھا۔

"ضرور کوئی ایسی بات ہے، جس کی وجہ سے یہاں ان کا وجود نہیں ہے۔"

"ممکن ہے۔پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

"رات کو ہم اس لئے جاگے تھے۔عادل! کہ اس جگہ سے واقف ہوئے بغیر سونا نہیں چاہتے تھے۔لیکن اب دن اور بقول تمہارے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"ہاں...... پھر؟"

"اب سوئیں گے۔رات بھر کی تھکن ہے۔دوپہر تک جاگیں گے، اور اس کے بعد آگے کے سفر کے بارے میں سوچیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"ویسے تو بیحد قوی ہیکل شخص ہو۔مردانہ وقار کے امین، لیکن یہ احساس کرو کہ میں عورت ہوں، اور تمہاری طرح طاقتور نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نیند اور تھکن سے نڈھال ہوں۔"

"وہاں...... ہماری تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"نہ جانے کیوں مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں یہاں تلاش کرنے نہیں آئیں گے۔یوں بھی بری ملاقات کافی وسیع ہیں۔"

"وہاں...... میں بھی یہ ہی کہنے والا تھا۔کیا وہ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں داخل ہوتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں...... اتنا کچھ ہونے کے باوجود ان وحشیوں سے خوفزدہ رہتے ہیں، اور ایسے علاقوں میں جانے سے پرہیز کرتے ہیں۔جہاں خوفناک وحشی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، پھر آرام کرو۔تازہ دم ہوکر ہم لوگ آگے جانے کے راستوں کا تعین کریں گے۔" میں نے کہا، اور زورانہ ایک کسی قدر صاف جگہ لیٹ گئی۔اس کے انداز میں مکمل اعتماد تھا۔میں بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا تھا، نہ جانے کب خیالات کے ہجوم کو دھکیل کر نیند آئی، اور میں گہری نیند سو گیا۔

"آنکھ کھلی تو سورج ڈھل چکا تھا۔درختوں سے نکل کر آنے والی روشنی مدھم پڑ گئی تھی۔میں نے گردن گھما کر دیکھا، اور اچانک...... اچانک ایک عجیب شے دیکھ کر چونک پڑا۔جس جگہ میں لیٹا ہوا تھا۔وہاں اچانک ہی بانسوں کا جنگل اُگ آیا تھا۔میرے پورے بدن کے گرد بانسوں کا حصار قائم ہو گیا تھا۔میں گھبرا کر اٹھ گیا۔

تب مجھے صورت حال کا اندازہ ہوا۔ بانسوں کا جنگل قدرتی نہیں تھا۔ اس کے عقب میں سیاہ رنگ کے پاؤں نظر آ رہے تھے' اور ان کی تعداد بیشمار تھی۔ یہ جنگل وہ تیز نیزے تھے۔ جن کی تیز انیاں زمین میں پیوست ہو کر رہ گئی تھیں۔

میں نے ان سے جھانک کر اس جگہ دیکھا۔ جہاں زورانہ سو رہی تھی۔ اسے بھی نیزوں کے حصار میں قید کر دیا گیا تھا۔ پھر میں نے ان وحشیوں کو دیکھا۔ شاید یہ افریقہ کا بدترین علاقہ تھا' کیونکہ نیزوں کے جنگل کے عقب میں جو لوگ موجود تھے۔ وہ سب کے سب قطعی برہنہ تھے۔

صرف رنگین مٹی کے نقش و نگار ان کے جسموں پر بنے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ ان کے چہرے سخت وحشت خیز تھے۔ وہ سینوں پر ہاتھ باندھے اس طرح کھڑے تھے' جیسے بہت دیر سے کھڑے ہمارے جاگنے کا انتظار کر رہے ہوں۔

یہ کیا مصیبت آ گئی؟ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ نہ جانے یہ لوگ کیسے ہیں۔ ویسے ان کے انداز سے جارحیت کا احساس ہوتا ہے۔ میرے اٹھ کر بیٹھنے سے بھی ان کے جسموں میں کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح ساکت و جامد کھڑے تھے۔ میں نے زورانہ کو آواز دی۔

زورانہ ابھی بے خبر سو رہی تھی۔ دو تین آوازوں پر اس نے آنکھیں کھولیں' اور پھر اس کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں رہی تھی۔ اس کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

''نہ...... یہ کیا عادل؟'' اس نے کپکپاتے ہوئے پوچھا۔

''وحشی افریقہ کے وحشی۔'' میں نے جواب دیا۔

''مگر...... مگر میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔'' اس نے کہا' اور میں نے کھڑے ہو کر اپنے سامنے لگے ہوئے دو چار نیزے اکھاڑ دیئے۔ لیکن شاید وہ لوگ انہیں کے منتظر تھے۔

دوسرے ہی لمحے وہ نیزوں پر جھپٹے اور سب نے اپنے اپنے نیزے نکال کر ہاتھوں میں لے لئے۔ ان کی انیوں کا رخ ہماری جانب تھا۔ اب میں اور زورانہ ان کی انیوں کی زد میں تھے۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں یہ وحشی سوچے سمجھے بغیر ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ میں نے جلدی سے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے' اور انہیں پرسکون رہنے کا اشارہ کیا۔ وحشیوں کے چہرے خوفناک نظر آ رہے تھے۔ وہ سرخ خونی آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے' اور پھر ان کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی ہوئی۔

وہ ایک نیم دائرہ کی شکل میں اکٹھے ہو گئے' اور سامنے کا حصہ خالی کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے نیزے کی انیوں سے ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

وہ یہ انیاں ہمارے بدن کے بالکل قریب لے آئے' اور ہمیں یہ خطرہ محسوس ہوتا کہ کہیں کوئی انی ہمارے بدن میں پیوست نہ ہو جائے' تب میں نے زورانہ سے کہا۔

''زورانہ ہمیں وہی کرنا ہوگا جو یہ کمبخت چاہتے ہیں۔ ورنہ ہم لوگ نقصان اٹھالیں گے۔''

''میں بھی یہی محسوس کر رہی ہوں۔'' زورانہ نے جواب دیا۔

''تو پھر......'' میں نے کہا' اور ہم دونوں آگے بڑھنے لگے۔ زورانہ کے چہرے پر وحشت کے آثار تھے' اور غالباً وہ بھی ان وحشیوں سے بہت زیادہ خوفزدہ تھی۔ ہم دونوں نیزوں سے آگے بڑھنے لگے۔ وحشی ہمیں دائرے میں سمیٹے ہوئے نہایت خاموشی سے چل رہے تھے' اور جنگلوں سے گزرتے ہوئے ہم دوسری جانب آ گئے۔

ہمیں علم نہیں تھا' کہ درختوں کا یہ سلسلہ اتنی جلدی ختم ہو جائے گا۔ درختوں کی دوسری جانب ایک وسیع و عریض میدان نظر آیا تھا۔

میدان تھا کہ قیامت...... خدا کی پناہ...... تاحد نگاہ ایک پیالے کی سی شکل نظر آتی تھی' جس کے دو سمت دیواریں اس انداز میں بنی ہوئی تھیں' جیسے ان کو بیچ میں سے کاٹ دیا گیا ہو۔ یہ دیواریں گو بہت زیادہ بلند نہیں تھیں' لیکن ان کی شکل بہت عجیب سی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی بہت بڑا دریا خشک ہو گیا ہو' اور اس کے درمیان آبادی کر لی گئی ہو۔

انتہائی بدہیئت اور بدنما جھونپڑے جو درختوں کی موٹی موٹی لکڑیوں اور جھاڑ جھنکار سے بنائے گئے تھے۔ وادی میں تاحد نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ اتنی بڑی آبادی تھی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ پہاڑی دیواروں کے غاروں کو بھی مسکن بنایا گیا تھا' اور ان غاروں کے سامنے چھوٹے چھوٹے دروازے بنے ہوئے تھے۔ اس عظیم الشان آبادی کو دیکھ کر ہماری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ زورانہ بھی حیرت سے اس آبادی کو دیکھ رہی تھی۔ آبادی میں داخل ہوتے ہی بیشمار مرد، عورتیں نظر آئے۔ لیکن سب کے سب لباس سے عاری تھے۔

افریقہ کے بے شمار علاقوں میں تہذیب و تمدن کی کوئی رمق نہیں پہنچی تھی' اور ایسے علاقے بے حد خوفناک تھے۔ ان لوگوں کی برہنگی ان کی وحشت کا ثبوت تھی۔

بہرحال' ہمیں ایک پہاڑی غار تک لے جایا گیا' اور پھر انہوں نے ہمیں نیزوں کی

انہوں سے اندر جانے کا اشارہ کیا' اور میں زورانہ کا ہاتھ پکڑ کر اندر داخل ہو گیا۔کافی کشا
غار تھا۔جہاں بدبو نہیں تھی۔ننگی دیواریں کھڑی تھیں' اور فرش پر کھردری زمین کے سوا کچھ نہ
تھا۔

زورانہ زمین پر بیٹھ گئی۔اس کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد ہو گئے تھے۔میں اسے
تسلی بھی نہیں دے سکتا تھا۔کیا کہتا اس بیچاری سے۔دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔

◆◆◆

کافی دیر کے بعد میں نے ہی گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔

''زورانہ!''میں نے زورانہ کو آواز دی' اور اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا ان نگاہوں میں شدید اداسی تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟''

''تمہاری ایک بات پر غور کر رہی ہوں۔''

''کون سی بات پر؟''

''تم نے تقدیر کے بارے میں کچھ کہا تھا۔''

''ہاں۔''

''واقعی ہمارے راستوں کا تعین کرتی ہے۔وہ سب کچھ نہیں ہوتا،جو ہم سوچتے ہیں۔''

''ہاں......زورانہ تقدیر ایک ٹھوس حقیقت ہے۔''

''ان وحشیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''پسماندگی اور وحشت کی بدترین مثال ہیں۔''

''مجھے ایک اور خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔''

''کیا؟''

''کہیں یہ آدم خور نہ ہوں۔''زورانہ نے کہا' اور میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔واقعی یہ تصور بے حد خوفناک تھا۔میری یہ کیفیت تھی تو بیچاری زورانہ کا اس تصور سے نہ جانے کیا حال ہوگا۔میں نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

''بظاہر تو نہیں لگتا۔''

''ہم ان کے بارے میں کیا جانیں۔''وہ پھیکے انداز میں بولی۔

''پھر بھی خوفزدہ نہ ہو،زورانہ۔''

"یقین کرو میرے ذہن میں خوف نہیں۔ میں تقدیر والی بات پر شدت سے قائل ہوگئی ہوں۔ میں سوچ رہی تھی کہ اپنا کام پورا کرلیتی' اور اس کے بعد خواہ کتے کی موت مر جاتی۔ یوں بھی میری زندگی میں کوئی دلکشی نہیں ہے۔ پوری دنیا میں تنہا ہوں۔"

زورانہ کی بات پر مجھے افسوس ہوا۔ میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا' اور مجھے احساس ہوا کہ وہ رات سے بھوکی ہے۔"

"ایک بات بتاؤ...... زورانہ ہم خاموشی اختیار کریں یا انہیں چھیڑنے کی کوشش' بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی' کہ اچانک غار کے دہانے سے ایک عجیب وغریب شخص اندر داخل ہوا' اور میں ایک دم خاموش ہوگیا۔

یہ ایک عمر رسیدہ آدمی تھا۔ بدن پر رنگین نشانات بنے ہوئے تھے۔ لیکن اس نے عجیب و غریب پتھروں اور لکڑیوں کی مالائیں پہنی ہوئی تھیں' کہ برہنہ نظر نہیں آرہا تھا، ہاتھ میں ایک مڑی تڑی لکڑی تھی۔ سب سے خوفناک چیز اس کے ایک بازو پر لپکا ہوا ایک باریک سا سانپ تھا۔ جو بار بار زبان نکال رہا تھا۔

اندر داخل ہوکر اس نے عجیب وغریب حرکتیں شروع کردیں۔ وہ لکڑی کو گھما رہا تھا' اور پھر اس نے بند مٹھی ہمارے سامنے کھول دی' اور ایک دھواں سا بلند ہوگیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے ذہن میں ایک روشنی سی محسوس ہوئی تھی۔

"میرا نام فولاد ہے۔ تمہارا نام کیا؟" اس نے پوچھا' اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے اردو زبان میں بات کی تھی' لیکن دوسری حیرت مجھے زورانہ پر ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ بے اختیار بول پڑی تھی۔

"زورانہ۔"

"مجھے تعجب اس بات پر ہوا تھا کہ زورانہ نے اردو کس طرح سمجھ لی تھی۔ "اور تمہارا؟"

"عادل' شاہ عادل۔"

"کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"ہمارا جہاز تباہ ہوگیا ہے۔ تم اس کا ڈھانچہ دیکھ سکتے ہو۔"

"ہم کیوں دیکھیں۔ بولو...... ہم کیوں دیکھیں۔"

"تمہاری مرضی...... نہ دیکھو۔ لیکن تم ہماری زبان سے کس طرح واقف ہو؟"

"میں دنیا کی ہر زبان سے واقف ہوں۔ اگر میں چاہوں تو تم بھی میری زبان بولنے اور سمجھنے لگو گے۔"

"تمہارا نام؟"

"میرا نام فولاد ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔" اس نے کہا۔

"کیا نہیں مانتے؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔

"تمہارا دعویٰ ہے کہ میں تمہاری زبان بول اور سمجھ سکتا ہوں۔"

"یہ بات ہے۔" اس نے طفیلے لہجے میں کہا' اور پھر دوسرے لمحے اس نے ویسی ہی اچھل کود مچا دی۔ وہ بار بار لکڑی گھما رہا تھا' اور اس نے ایک بار پھر مٹھی کھول دی۔ ویسا ہی دھواں اٹھ رہا تھا۔ پھر وہ درست ہوگیا۔

"اب بولو۔" اس نے اس بار افریقی زبان میں کہا تھا' اور میں دیکھتا رہ گیا۔ اس کی زبان میری سمجھ میں آرہی تھی' اور میں محسوس کررہا تھا کہ میں اسے بول بھی سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں اس وقت خاصی ہلچل مچی ہوئی تھی' اور میں بہت اچھے انداز میں سوچ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم عظیم ہو...... مسٹر فولاد! میں نے واقعی تم سے بڑا جادوگر اس روئے زمین پر نہیں دیکھا۔"

"ایں کیا کہا تم نے ایک بار پھر کہو ناں۔" فولاد خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں تم عظیم ہو۔"

"واہ تم نے بھی یہ مان لیا۔ واہ سب نے مان لیا۔ سب مانتے ہیں۔ سب سمجھتے ہیں۔ میں بے حد عظیم ہو۔ مجھ جیسا کوئی اس روئے زمین پر نہیں ہوگا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن فولاد ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"کیوں لایا گیا ہے...... کیوں لایا گیا ہے۔ اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا' اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔ بولا اس گدھے کو میں کیا جواب دیتا اس بات کا۔" کافی دیر تک میں ہونقوں کے سے انداز میں دنیا کے اس سب سے بڑے ہونق کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"سلوک...... اس کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا۔ سردار کرے گا۔ سردار......" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے سردار کا نام کیا ہے؟"

"سردار کا نام شیکالا ہے۔" اور شیکالا ہاتھیوں کا شکاری ہے۔ سمجھے ہاتھیوں کا شکاری۔ وہ نہتے ہاتھوں سے ہاتھیوں کو گرالیتا ہے۔ کیا سمجھے۔" فولاد نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"سب کچھ سمجھ گیا عظیم فولاد۔ لیکن کیا تم آدم خور ہو؟"

"آدم خور...... نہیں' پہلے تھے اب نہیں ہیں۔ اب انسانی گوشت کھانا حرام ہے' ہمارے لئے سنگھا کا یہ ہی حکم ہے۔"

"یہ سنگھا کون ہے؟"

"ادب سے بولو' ادب سے بولو۔ عام لوگوں کو اس کا نام لینے کی اجازت نہیں ہے۔ کیا سمجھے اجازت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا وہ اس علاقے کے حکمران ہیں؟"

"پورے علاقے کی حکمران ہے' کائنات کی حکمران ہے۔"

"خوب' تو تم اب آدم خوری نہیں کرتے۔"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اس دوران میں اس کی زبان بولتا رہا' اور مجھے حیرت تھی اپنی اس تبدیلی پر۔" زورانہ پاگلوں کی طرح ہم دونوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔ ویسے واقعی میں اس کے اس جادو سے متاثر ہوا تھا۔

فولاد ایک بار پھر چونک پڑا۔ "میں تمہارے پاس کیوں آیا تھا؟"

"یہ تم ہی بتاؤ گے فولاد۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ تمہیں کسی شے کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

"ہم بھوکے ہیں فولاد۔"

"تمہارے مہمان ہیں۔ عظیم فولاد کے مہمان ہیں۔ جو کھلاؤ گے کھالیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں' تم نے میری عظمت تسلیم کی ہے' ٹھہرو۔ میں تمہارے لئے کھانا بھجواتا ہوں۔ ابھی بھجواتا ہوں۔" اس نے کہا اور غار کے دھانے سے باہر نکل گیا۔ زورانہ ایک پتھریلی دیوار سے ٹکی مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں نے اسے دیکھا' تو وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"کیا تم ان لوگوں کی زبان سے واقف ہو عادل؟"

"مجھے پہلے ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"جب اس نے تمہارا نام پوچھا تھا۔ تو وہ کون سی زبان میں تھا۔"

"امریکی زبان میں۔"

"میں نے اس کی بات اپنی زبان میں سنی تھی۔"

"جادو۔" زورانہ نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"ہاں...... میں نے اسے جوش دلا کر اسکی زبان میں بولنا اور سمجھنا سیکھ لیا۔ یہ ہی بات ہمارے کام آئے گی۔"

"خدا جانے کیا ہو گا عادل۔ میرا تو دل بری طرح گھبرا رہا ہے۔"

"بہر حال ایک خوش خبری سنو۔ یہ آدم خور نہیں ہیں' اور یہ بات اسی نے مجھے بتائی ہے۔" اور زورانہ مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھے تسلی تو نہیں دے رہے ہو عادل شاہ۔"

"نہیں یقین کرو...... یہاں ہم ایک دوسرے کو دھوکے میں نہیں رکھ سکتے۔" میں نے کہا' اور ایک مرتبہ پھر میری نگاہیں غار کی جانب اٹھ گئیں۔ چند سیاہ فام لکڑی کے برتنوں میں ہمارے لئے کھانا لا رہے تھے۔

وحشیوں نے کھانے کے برتن ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ مچھلی، دودھ، ابلا ہوا گوشت یہ چیزیں تھیں، جو ہمیں کھانے کے لئے پیش کی گئی تھیں۔ زورانہ ان چیزوں سے لاپروا سیاہ فام وحشیوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی' ویسے وہ بہت خوف زدہ دکھائی دے رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وحشیوں نے ہماری جانب اشارہ کیا' اور واپس مڑ گئے۔ تب میں نے زورانہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

زورانہ یوں تو انسان کی زندگی میں بے شمار مسائل اور حوادث آتے رہتے ہیں۔ لیکن بھوک ایک ایسا جذبہ ہے' جو ان سارے مسائل پر حاوی ہو جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوکی ہو' اور سب سے پہلے یہ ہی مسئلہ حل کرنے کے لئے میں نے اس سیاہ فام وحشی جادوگر کو آمادہ کیا تھا۔ تھوڑی سی تعریف ہمارے لئے بہتر بن گئی۔ چنانچہ آؤ پہلے کھانا کھالیں۔ زورانہ نے گردن ہلا دی۔ اس کی آنکھیں مسکرادیں۔ پھر وہ میرے سامنے بیٹھتی ہوئی بولی۔

"مجھے تو تم بہت زیادہ بھوکے لگتے ہو۔"

"ہاں......اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔میرا خیال ہے کہ باقی گفتگو ہم کھانے کے بعد کریں گے۔"میں نے کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا' اور زورانہ بھی میرا ساتھ دینے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بے تکلفی سے کھانے لگی۔ظاہر ہے بھوکی تھی' اور بھوک کے آگے سارے تکلفات رکھے رہ جاتے ہیں۔کافی چیزیں ہیں۔ہم نے سیر ہو کر کھائیں۔زورانہ کسی قدر مضمحل تھی۔تب میں نے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔تم کس قدر مضمحل نظر آرہی ہو۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔عادل۔سخت بھوک کے بعد اگر پیٹ بھر کر کھانا مل جائے۔تو یہ ہی کیفیت ہوتی ہے۔"

"ہاں......یہ تو ہے۔"میں نے مسکراتے ہوئے کہا' اور پھر میں اس قید خانے میں ایک طرف دراز ہو گیا۔مجھ سے چند منٹ کے فاصلے پر زورانہ میرے جیسے انداز سے دراز ہو گئی تھی۔ہم دونوں کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔اچانک ہماری نگاہیں ملیں اور زورانہ مسکرادی۔

"کیوں خیریت؟"میں نے اس سے پوچھا۔

"خیریت، کیا یہ لفظ بھی مضحکہ خیز نہیں ہے۔"

"یوں تو ساری زندگی ہی مضحکہ خیز ہے۔زورانہ غور تو کرو۔انسان چند سانس لے کر اس دنیا میں آتا ہے' اور اس کے بعد یہ چند سانس لے کر اس دنیا میں کیسے کیسے مراحل اور مصائب سے گزرتا ہے۔حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ سانسیں اس کے قبضے میں نہیں ہیں۔کسی وقت بھی چھن سکتی ہیں۔اتنا ہی الجھتے جاؤ گے عادل۔میرا خیال ہے ان ساری باتوں کو ذہن سے نکال دینا ہی بہتر ہے۔"

"میں خود بھی یہ ہی چاہتا ہوں زورانہ۔"

"لیکن اس کے باوجود ہمیں آئندہ کے بارے میں گفتگو تو کرنی چاہیے۔"

"ہاں......اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"مثلاً اب اس قید خانے کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہے۔"زورانہ نے پوچھا اور میں مسکرا پڑا۔

"واہ......خاصی دلچسپ بات ہے۔یعنی کہ اس وقت میرے اور تمہارے پروگرام کیا حیثیت رکھتے ہیں۔پروگرام تو وہ ہی تکمیل تک پہنچے گا، جو سیاہ فام سوچیں گے۔فی الحال تو ہم

لوگوں کے قبضے میں ہیں۔"

"انہوں نے کسی سنگھا کی بات کی تھی۔"

"ہاں ان کے نزدیک کسی خاص حیثیت کی مالک۔"

"ویسے کیا تم اس جادو سے متاثر نہیں ہو۔"

"کیوں نہیں......لیکن وہی بات کہ بعض اوقات کوئی انوکھی بات بھی بے اثر تی ہے۔یہ انسان کی ذہنی کیفیات پر مبنی ہوتی ہے۔کہ وہ کس وقت کیا سوچتا ہے۔"میں نے کہا۔

"ہاں......یہ تو ٹھیک ہے۔لیکن جادوگروں کی اس ٹولی میں ہمارا اپنا کردار کیا ہوگا۔"

"کچھ بھی نہیں۔فی الوقت تو ہم قیدی ہیں۔سنگھا ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کرے گا۔

شیکالا سردار ہے اور وہ سوچے گا' اور فولاد جادوگر ہے۔فی الوقت تو یہ ہی تین کردار ہمارے سامنے ہیں۔باقی سب ان کے ماتحت نظر آتے ہیں۔تو جس طرح بھی یہ لوگ ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کریں۔"

"خود تم کسی جدوجہد کا ارادہ نہیں رکھتے۔"میں نے پوچھا۔

"مثلاً کیسی جدوجہد۔"

"یہاں سے نکلنے کے لئے۔"

"دیکھو......زورانہ میں حالات میں اس قدر گھیر چکا ہوں کہ موت اور زندگی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔میری نگاہ میں کسی خاص واقعہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔تم چاہتی ہو تو میں کوشش کرتا ہوں۔لیکن اسکا نتیجہ غلط بھی نکل سکتا ہے۔"

"ہاں......یہ تو ہے۔"

پھر جیسا تمہارا مشورہ ہو۔"

"نہیں انتظار کرو۔فی الوقت یہ لوگ ہمارے ساتھ زیادہ بُرے انداز میں پیش نہیں آئے نجانے کیوں ان لوگوں نے ہمیں گرفتار کر لیا ہے' اور فولاد نے جو کچھ بتایا ہے شاید وہ صحیح ہی ہو۔چنانچہ ہم تھوڑا انتظار کر ہی لیں تو زیادہ بہتر ہے۔"میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی گی۔

اس کے بعد ہم لوگوں پر کچھ ایسی غنودگی طاری ہوئی کہ بات کرنا بھی دوبھر محسوس ہونے لگا' اور اسی انداز میں آنکھ سی لگ گئی۔میں نے آخری بار زورانہ کو کروٹ بدل کر سوتے

ہوئے دیکھا۔ میرے ذہن میں اس لڑکی کے لئے کوئی نسلی تاثر نہیں تھا۔ نجانے ہم کب تک گہری نیند سوتے رہے۔ وقت کا کوئی تعین نہیں تھا۔ پھر زورانہ ہی جاگی تھی' اور اس نے مجھے بھی جگایا تھا۔

''کب تک سوتے رہیں گے عادل؟'' اس نے کہا۔ وہ میرے اتنے نزدیک تھی کہ اسکا چہرہ میرے بالکل سامنے تھا۔ ایک لمحے کے لئے میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایکدم سنبھل گیا۔

''اوہ...... کیا بہت دیر ہو گئی۔ وقت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ کیونکہ تعین کرنا مشکل ہے۔'' زورانہ نے کہا' اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''جاگ کر بھی کیا کریں گے؟'' زورانہ۔

''بس میں کافی دیر پہلے جاگ گئی تھی۔ انتظار کرتی رہی کہ تم جاگ جاؤ۔ لیکن جب ذہنی کوفت شدت کو پہنچ گئیتو مجبوراً میں نے تمہیں جگا دیا۔ تمہاری یہاں موجودگی سے کوفت کا احساس نہیں ہوتا۔

''اوہ......'' میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی' اور زورانہ جھونپڑے کے دروازے کو تکنے لگی۔

''اس دوران کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔ کیسی خاص بات۔''

''بس یونہی۔ میرا مقصد ہے۔ ان سیاہ فام وحشیوں میں سے کوئی آیا تو نہیں۔''

''نہیں ...... کوئی نہیں آیا۔ ہاں...... اُس وقت جب ہم سو رہے تھے۔ اگر کوئی آیا ہو تو مجھے نہیں معلوم۔'' زورانہ نے جواب دیا۔

''وقت گزرتا رہا۔ ہم دونوں ہی ذہنی کوفت کا شکار تھے۔ پھر جب یہ کوفت شدت کو پہنچ گئی تو میں اٹھ گیا۔ زورانہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

''کہاں؟'' اس نے مجھے دروازے کیطرف بڑھتے دیکھ کر پوچھا۔

''اس طرح کب تک بیٹھے رہیں گے۔ زورانہ؟''

''فی الحال تو صرف اس جھونپڑے کے باہر جائزہ لوں گا۔'' میں نے کہا' اور جھونپڑے کا دروازہ کھولنے کی کوشش تعجب کی بات تھی کہ دروازہ کھل گیا۔ چند سیاہ فام نیزے لئے جھونپڑے سے دور کھڑے تھے۔ انہوں نے دروازہ کھلتے دیکھ کر نیزے سیدھے کر لئے اور پھر وہ ہماری طرف آئے۔

''کیا بات ہے؟'' ان میں سے ایک نے پوچھا۔ تعجب کی بات تھی کہ اس وقت بھی ان

ہاں میری سمجھ میں آ رہی تھی۔

''میں تم لوگوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا تم لوگوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا تم بھاگنے کی کوشش کر رہے ہو؟'' ایک وحشی نے مشتبہ انداز میں مجھے گھورتے ئے پوچھا۔

''نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''پھر کہو۔''

''میں فولاد سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''فولاد اپنی قیام گاہ میں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے باہر نکلتا ہے۔ کوئی اسے مجبور نہیں لتا۔''

''اسکی خانقاہ کہاں ہے۔''

''وہاں جہاں تم نہیں جا سکتے۔''

''تب مجھے سردار کے سامنے لے چلو۔'' میں نے کہا اور وحشی ایک دوسری کی صورت نے لگے۔

''سردار شیکالا کے سامنے لے چلو۔'' میں نے کہا' اور وحشی ایک دوسرے کی صورت نے لگے۔

''سردار شیکالا سے اجازت لینا ضروری ہے۔''

''تو جاؤ...... اجازت لو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر میں خود کچھ کرنے کی کوشش روں گا۔''

''تم اندر جاؤ...... اور خبردار دروازہ کھولنے کی کوشش مت کرنا۔ تمہاری ایسی کسی دوسری ش پر ہم تمہیں ہلاک بھی کر سکتے ہیں۔''

''جاؤ سردار کو اطلاع دو۔'' میں نے کہا' اور واپس جھونپڑی میں آ گیا۔ زورانہ میرے تھی' اور اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے۔

''عادل...... بڑی حیرت والی بات ہے؟''

''کیا زورانہ؟''

''یہ زبان پورے طور ہماری سمجھ میں آ رہی ہے۔ تم جو زبان بول رہے تھے وہ بھی اسے سمجھ رہے تھے۔''

’’ہاں……زورانہ افریقہ کا سحر سمجھ میں آنے کی چیز نہیں ہے۔میں بعض اوقات خود پر ہنسنے لگتا ہوں۔‘‘

’’کیوں؟‘‘

’’ایک شاعر کا بیٹا زیادہ سے زیادہ شاعری کرتا نثر لکھتا مشاعروں میں جاتا اور داد لیتا۔بیوی بچوں کے ساتھ زندہ رہتا۔زیادہ سے زیادہ یہی زندگی ہو سکتی تھی۔لیکن کہاں عادل شاہ اور کہاں تاریک براعظم، کیسی متضاد بات ہے۔‘‘

’’یہ نہ کہو عادل……ہم ایک ایسی قوت کے تابع ہیں، جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔غور کرو ہم کیا کٹھ پتلیاں نہیں ہیں۔کیا ہماری ڈور دوسرے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ایسے ہاتھوں میں، جو ہمیں نظر بھی نہیں آتے۔‘‘

’’یہ حقیقت ہے۔زورانہ۔‘‘

’’لیکن اس کے باوجود ہم خود کو کیا سمجھتے ہیں۔کیا کرتے ہیں۔‘‘

’’اس فطرت کو بھی انہیں ہاتھوں نے تشکیل دیا ہے۔‘‘

’’تو پھر ہمارا کیا قصور ہے۔جب ہم ان ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔تو پھر ہم اپنی ذات کے لئے کوشش کیوں کرتے ہیں۔‘‘

’’یہ بھی ایک فطرت ہے۔‘‘میں ہنس پڑا اور زورانہ بھی ہنسنے لگی۔

’’لیکن تم سردار سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟‘‘

’’تاکہ زندگی میں کوئی تحریک ہو۔‘‘

’’کیا مطلب؟‘‘

’’اس قید میں کب تک رہیں گے؟‘‘

’’جب تک سنگھا ہمارے بارے میں فیصلہ نہ کرے۔‘‘

’’اور اگر وہ بھی کسی خانقاہ میں بیٹھی ہو تب۔‘‘

’’ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔‘‘

’’میں بھی انتظار کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

’’وہ کس طرح؟‘‘

’’بس سردار سے مل کر کوئی بات چیت ہو اور اس کے نتیجے میں کچھ تبدیلیاں ہوں۔ویسے زورانہ ایک بات بتاؤ۔‘‘

’’ہوں؟‘‘

’’تم خوفزدہ تو نہیں ہو؟‘‘

’’فطرت کو مسخ نہیں کیا جاسکتا عادل۔میں یہ بات نہیں کہوں گی کہ میں خوفزدہ ...لیکن اس خوف میں ایک ڈھارس بھی ہے۔‘‘

’’ڈھارس……جب ہم کٹھ پتلیاں ہیں تو نچانے والے ہاتھوں میں مفلوج ہیں گویا ہمیں ...جد ختم کر کے ان ہاتھوں کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے۔‘‘

میں خاموش ہو گیا۔یہ بے بسی کا ایک انداز تھا۔ظاہر ہے۔انسان اس کے علاوہ کیا ...رسکتا ہے۔‘‘

کافی وقت گزر گیا۔تب اچانک جھونپڑے کا دروازہ کھلا اور دو سیاہ فام وحشیوں کے ...غ میں ہم چل پڑے۔راستے میں میں نے ایک وحشی سے پوچھا۔

’’تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟‘‘

’’تم نے سردار شیکالا سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی؟‘‘

’’ہاں‘‘

’’سردار نے تمہیں طلب کیا ہے۔‘‘وحشی نے جواب دیا‘ اور میں نے گردن ہلا دی۔شام ...رہی تھی۔سورج چھپ رہا تھا‘ اور بستی میں جگہ جگہ الاؤ روشن ہو گئے تھے۔ان الاؤ کے ...د وحشیوں کے غول نظر آ رہے تھے۔

’’ویسے یہ لوگ آگ وغیرہ کے استعمال سے واقف ہیں۔گوشت ابلا ہوا تھا اور میں ...اس طرف دیکھ رہا تھا۔پھر میں نے کہا۔

’’ہاں……میں بھی محسوس کر رہی ہوں۔‘‘زورانہ نے مختصراً کہا اور پھر ہم دونوں ایک ...مسافت طے کر کے ایک بہت بڑے جھونپڑے کے پاس پہنچ گئے۔جس کے باہر ایک ...تھا‘ اور اس احاطے میں بڑے بڑے پتھروں پر کھال منڈھی ہوئی تھی۔گویا یہ نشستیں ...تھا۔

اور انہی میں سے ایک نشست پر ایک طویل القامت سیاہ فام بیٹھا ہوا تھا۔گوشت کا ...وہ عام لوگوں سے بہت لمبا اور بے پناہ طاقتور محسوس ہوتا تھا۔طاقت کا غرور اس کے ...سے عیاں تھا۔اس کے کندھے پر ایک کھال پڑی تھی۔جس کی دم سامنے لٹک رہی ...اس نے پر غرور انداز میں مجھے دیکھا‘ اور پھر زورانہ کو۔

اور زورانہ کو دیکھ کر اسکی سفید آنکھوں میں ایک انوکھی چمک پیدا ہو گئی، وہ چند ساعت ...گھورتا رہا تھا‘ اور زورانہ کسی قدر بوکھلا سی گئی تھی۔پھر وہ سنبھل گیا‘ اور اس نے بھاری

آواز میں کہا۔

''تم لوگ مجھ سے ملنا چاہتے تھے؟''

''ہاں''

''کہو۔ کیا بات ہے۔''

''تم سردار شیکالا ہو؟''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ کیا میں تمہیں شکل و صورت سے سردار نظر نہیں آتا۔ پورے قبیلے میں میرا جیسا کوئی دوسرا نظر آیا؟''

''لیکن عظیم سردار نے ہم دو کمزور انسانوں کو کیوں قید کیا ہے؟''

''اس لئے اس سرزمین پر اجنبی قدم نحوست کا شکار ہوتے ہیں' اور یہاں اجنبیوں کے لئے زندگی نہیں ہے۔''

''ہم یہاں خود نہیں آئے سردار''

''ٹھیک ہے۔ تمہاری اڑنے والی سواری تباہ ہوگئی ہے۔ لیکن کیا ضروری تھا کہ ہمارے علاقے میں تباہ ہوتی نہیں۔ تم لوگ...... بہت چالاک اور مکار ہوتے ہو۔ سنگھا نے ہمیں راہ دی ہے' اور اسکا کہنا ہے کہ اجنبی جب بھی یہاں آئیں گے نحوست لائیں گے۔ ہم اس کے احکام کا انتظار کررہے ہیں۔''

''تم ہمیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دو۔''

''میں بستی والوں کو احکامات دے سکتا ہوں۔ لیکن جو معاملہ سنگھا کے ہاتھ میں ہو اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔''

''ہمیں سنگھا کے سامنے پیش کردو۔'' میں نے کہا' اور وہ ہنس پڑا۔

''تم جانتے ہو۔ وہ کہاں ہے۔' اس نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''ہم بھی نہیں جانتے' کوئی نہیں جانتا۔ وہ کہاں ظہور پذیر ہوگی۔ کب ظہور پذیر ہوگی۔ اس لئے انتظار کرو۔ صرف انتظار۔''

''خواہ یہ انتظار کتنا ہی طویل ہو۔''

''خواہ تم اس انتظار میں بوڑھے ہو جاؤ۔'' سردار پھر ہنس پڑا۔ لیکن اس دوران وہ بار...... زورانہ کو دیکھ رہا تھا' اور زورانہ کچھ نروس نظر آرہی تھی۔

''لیکن یہ ظلم ہے سردار۔ اگر سنگھا نے تمہیں انسانیت کی روشنی دی ہے تو پھر

ں؟''

''جنگل میں لاتعداد جانور ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ وہ ہوتے ہیں' جو معصوم اور بے ضرر ہیں' اور کچھ وہ ہیں جنہیں ہم ہلاک نہ کریں تو وہ ہمیں ہلاک کردیں۔ اس لئے ظلم ضروری ہے۔ کیونکہ یہ احتیاط کا دوسرا نام ہے۔'' سردار نے جواب دیا۔

ہر وہ شخص جو اقتدار میں ہوتا ہے۔ اپنے سے کمزور انسانوں پر مظالم ڈھانے کے لئے دلیلیں تراشتا ہے۔ سردار...... سو تم نے بھی ایسا کیا ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ دو افراد جن میں ایک مرد' ایک عورت ہو۔ تمہارے پورے قبیلہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ لیکن اس کے باوجود تم نے یہ بہانہ تراشا ہے۔ لیکن اس کے باوجود' ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ کیونکہ ہم تمہارے قیدی ہیں۔ لیکن تم اگر ہم پر یہ الزام لگاؤ کہ ہم تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں تو یہ غلط ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن تمہاری یہ رنگت خطرے کا نشان ہے' اور ہم سب تو یوں بھی سنگھا کے احکامات کے پابند ہیں۔ سنگھا اگر بہتر سمجھے گی تو تمہیں چھوڑ دے گی۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' سردار نے آخری لہجے میں جواب دیا' اور اس کے بعد کچھ بولنے کی گنجائش باقی نہ رہ جاتی تھی۔ تب سردار نے کہا۔

''اس کے علاوہ کچھ اور کہنا چاہتے ہو۔''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب بھی جاؤ اور سنگھا کے حکم کا انتظار کرو۔'' میں نے گردن ہلادی' اور واپس لوٹ آیا۔

زورانہ میرے ساتھ تھی۔ سردار سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ قطعی غیر اطمینان بخش تھی۔ بلکہ مجھے ایک عجیب سے خطرے کا احساس ہورہا تھا۔ سردار جس انداز سے زورانہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بہتر نہیں تھا۔ لیکن میں نے زورانہ سے اسکا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ البتہ میں خود خاصا پریشان تھا۔ ہم لوگ اپنے قید خانے میں واپس آگئے' اور محافظوں نے دروازہ بند کردیا' اور اب وہ ہماری خاصی سخت نگرانی کررہے تھے۔

رات ہوگئی تھی۔ آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ کافی دیر تک ہم خاموش رہے۔ پھر چونک کر آنے والوں کو دیکھنے لگے۔ جو معمول کے مطابق ہمارے لئے کھانے پینے کی اشیاء لائے تھے۔ میں نے ان چیزوں پر تعرض نہیں کیا۔ لیکن اس وقت میں نے رغبت سے کوئی چیز نہیں کھائی۔ میرے مجبور کرنے پر زورانہ نے چند چیزوں کے کچھ لقمے لئے تھے۔ کھانے سے

فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے زورانہ کی جانب دیکھا وہ خاصی ست نظر آرہی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ تم حالات سے پریشان ہو گئی ہو۔زورانہ''میں نے پوچھا' اور وہ عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

''تم پریشان نہیں ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''سردار سے ملنے کے بعد تم کافی غیر مطمئن نظر آرہے ہو۔'' زورانہ نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں......اس سے گفتگو اطمینان بخش نہیں رہی۔''

''ان حالات میں پریشانی ایک فطری عمل نہیں ہے۔''

''یہ دوسری بات ہے۔''زورانہ نے طویل گہرا سانس لے کر کہا' اور گردن جھکا کر خاموش ہو گئی۔

میں اسے دیکھتا رہا۔پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔''زورانہ ہمیں ہمت سے کام لینا ہوگا۔''

''میں کوشش کر رہی ہوں۔عادل کہ حالات کو اپنی ذات پر مسلط نہ کروں۔لیکن نجانے کیوں ذہن میں ایک عجیب سا خوف ابھر رہا ہے۔ایک انوکھا خوف تم یقین کرو عادل! میں ڈرنے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔میں نے جن حالات میں گزارا کیا ہے۔وہ اتنے شدید تھے کہ کوئی دوسرا ان حالات میں گزارا نہیں کرسکتا تھا۔لیکن میں نے اس وقت بھی خود کو نڈر پایا۔عادل میں تو کچھ اور سوچنے لگی ہوں۔''

''کیا؟''میں نے سوال کیا۔

''نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں کچھ جلد بازی کر گئی۔''

''کس قسم کی جلد بازی۔''

''میرا مطلب ہے کہ میں شروع سے ان لوگوں کے درمیان سے نکلنا چاہتی تھی۔لیکن اس کے لئے میرا منصوبہ پائیدار نہ رہا۔میں نے کچھ بچکانہ انداز میں سوچا۔مجھے چاہیئے تھا کہ میں کچھ ایسا راستہ تلاش کرتی' جس سے کامیابی یقینی ہوتی۔حالانکہ میں اب تنہا نہیں ہوں۔تم میرے ساتھ ہو۔لیکن شاید تم بھی میری طرح منصوبہ بندی میں ناکام رہے ہو۔''

''شاید۔''میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا' اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔زورانہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

اس کے بعد ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں گم ہو گئے۔زورانہ نے بھی کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔پھر وہ کروٹ بدل کر لیٹ گئی اور میں نے بھی یہ ہی سوچا کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے۔وہ ذہنی طور پر جس قدر پریشان تھی۔اس کا مجھے احساس تھا۔

◆◆◆

رات گزرتی رہی آنکھوں میں نیند نہیں آرہی تھی۔لیکن زورانہ ساکت و جامد پڑی تھی۔غالباً وہ سو گئی تھی۔پریشان لڑکی۔میں نے ہمدردی سے اس کے بارے میں سوچا' اور پھر یہی فیصلہ کیا کہ اسے سونے دیا جائے۔لیکن پھر اسکی سسکیاں سن کر میں چونک پڑا۔اسکا بدن ہل رہا تھا۔میں بے چین ہو کر اٹھ گیا۔

کیا وہ سوتے میں رو رہی ہے۔میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

''زورانہ۔''میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا' اور اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔اس کا مطلب ہے۔وہ جاگ رہی ہے۔

''کیا ہوا زورانہ کوئی خواب دیکھا ہے۔میں نے اس کے بازو کو سہارا دیا' اور وہ پلٹ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

''میری ہمت جواب دے گئی ہے۔عادل اب میں اور برداشت نہیں کرسکتی۔میں ہار گئی ہوں۔میں خوفزدہ ہوں۔''وہ سختی سے مجھے دیکھ کر بولی۔

''نہیں زورانہ اس قدر ذہین اور باہمت ہو کر بھی۔''میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا

''میں اب کچھ بھی نہیں ہوں۔میں سخت خوفزدہ ہوں۔ساری زندگی تو جدوجہد کرتے کرتے گزر گئی۔میں کب تک' اور اب۔آہ۔''وہ سسکتی رہی۔اُس نے اسے خود میں جذب کر لیا تھا۔

تب اس نے روتی ہوئی آنکھیں اٹھائیں۔''عادل.....''وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''ہوں۔''

''عادل میں نے ساری زندگی خواب دیکھے ہیں۔میں نے صرف خوابوں میں زندگی گزاری ہے۔کیا انسان یوں بھی زندگی گزارتا ہے۔کیا اب میری زندگی کا اختتام نہیں ہے۔کیا میں میں......عادل۔میں عورت ہوں۔زندگی پر میرا حق ہے۔مجھے اپنالو......میں آخری لمحات میں کسی مرد کی آغوش چاہتی ہوں۔عادل مجھے عورت سمجھو۔میں اب کچھ نہیں ہوں۔ساری اقدار بے معنی ہے۔موت کے قریب ہو کر انسان خود کو شرافت کے ظلم میں گرفتار کیوں

رکھے۔"

"زورانہ" میں اس کے الفاظ کا مطلب سمجھ کر بوکھلا گیا۔

"میں ہوش و حواس کے عالم میں ہوں۔ میں جاگ رہی ہوں۔ سمجھے میں پاگل نہیں ہوں۔ یہ میرا حق ہے۔"

"تم جذباتی ہو رہی ہو۔ زورانہ۔" میرا سانس پھولنے لگا۔ میرے اوپر بھی جذبات غالب آ رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی زمین میں ایک خوف ابھرتا آ رہا تھا۔ زورانہ ایک حسین لڑکی ہے۔ پوری طرح جوان اور نسوانیت سے بھرپور۔ اس کے قرب کے لئے تو گردن کٹائی جا سکتی ہے۔ وہ خود کو پیش کر رہی ہے۔ لیکن۔

"عادل۔" زورانہ کی آواز اب خوف آلود ہو گئی تھی۔

"ہاں......زورانہ۔"

"کیا سوچنے لگے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں۔ کیا ہم اب بھی اخلاقیات کی دم میں لٹکے رہیں گے۔" اس نے سوال کیا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ زورانہ۔"

"مجھے خود میں سمولو۔ عادل۔ میں اس وقت ہر احساس کو نوچ پھینکنا چاہتی ہوں۔ میں تشنہ نہیں مروں گی۔" وہ ہیجان کا شکار ہو گئی۔ وہ دیوانگی کی حد تک جذباتی ہو گئی تھی۔

"زورانہ۔" میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"عادل......عادل! میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ میں اسی طرح ان وحشیوں میں نکل جاؤں گی ان میں سے دو چار کو ہلاک کر دوں گی۔ ورنہ......ورنہ۔" وہ مجھ پر جھپٹ پڑی' اور میں نڈھال ہو گیا۔ اس وقت میرا خوف وہراس سب سو چکا تھا' اور ہم یہ بھول گئے تھے کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔"

لیکن جذبات کے بھنور سے نکل کر اچانک میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ کیا ہوا۔ یہ کیا ہوا۔ اور کیسے ہو گیا۔

میں نے گھور کر زورانہ کو دیکھا۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ مگر میرا دل چاہا کہ اسکی گردن دبا دوں۔ وہ زورانہ نہیں ہے۔ یقیناً زورانہ نہیں ہے۔ سفید بلی منحوس بلی اسکی ذات میں سرائیت کر گئی ہے۔ آج تک یہی ہوتا آیا تھا۔

آج تک اس نے کسی کو میرا قرب حاصل کرنے نہیں دیا تھا۔ پھر آج زورانہ میرے اس قدر نزدیک کس طرح آ گئی؟"

"زورانہ۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا' اور اسی وقت ایک جھنجھناہٹ میرے میں گونجی۔ مجھے یوں لگا تھا۔ جیسے زورانہ نے کچھ کہا ہو۔ میں نے خونخوار نظروں سے کھا۔ لیکن وہ آنکھیں بند کئے لیٹی رہی۔

میں عجیب سی کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔ کیا زورانہ بھی دھوکہ ہے۔ کہیں وہ شروع ہی سے تو نہیں ہے۔ سفید بلی کا کوئی نیا روپ۔ کوئی انوکھا روپ لیکن اس بارے میں کیسے پتہ جائے۔

میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ وہ صرف میرے حواس پر سوار ہے۔ وہ صرف میرا تصور ہے۔ میرا ہے۔ خوامخواہ اس لڑکی پر شک کر رہا ہوں۔ لیکن بس حیرت اس بات کی تھی' اور میری اس پراسرار قوت نے مجھے کچھ نہیں کیا۔ نجانے کب تک میں اس الجھن کا شکار رہا' اور الجھن کا ایک ہی حل نظر آیا۔ سو جاؤں۔ سب کچھ چھوڑ کر گہری نیند سو جاؤں۔

اور میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا اتنی گہری نیند آئی کہ دنیا و مافیہا کو بھول گیا' اور وقت جاگا جب سورج پوری آب و تاب سے چمکنے لگا۔ میں نے کروٹ بدل کر زورانہ کو لطف کا میٹھا تصور اب تک میری رگوں میں موجود تھا۔

لیکن زورانہ موجود نہیں تھی۔ پوری جھونپڑی میں موجود نہیں تھی۔

"زورانہ" میں نے چیخ کر آواز دی۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ "زورانہ۔" میں حلق پھاڑ چیخا اور دروازہ کھل گیا۔ ایک سیاہ فام نے گردن اندر کر کے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"میری ساتھی لڑکی کہاں ہے؟"

"وہ سردار شیکالا کو پسند آ گئی ہے' اور اب اس کے پاس ہے۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"رات کو سردار اسے لے گیا ہے۔"

"میں اسے کتے کی موت ماروں گا۔" میں نے وحشیانہ انداز میں کہا۔ نجانے کیوں زورانہ کے لئے میرے دل میں محبت اور ہمدردی کے جذبات پھوٹ پڑے تھے۔ وحشی ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے باہر موجود وحشیوں سے کچھ کہا تھا۔ تب جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور دو اندر گھس آئے۔ ان کے چہرے غضبناک تھے' اور وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگے۔

"تم نے سردار کی شان میں گستاخی کی ہے۔" ان میں سے ایک نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں کہتا ہو۔ مجھے سردار کے پاس لے چلو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو......
''تو تم کیا کرو گے۔'' وحشی نے پوچھا۔
''میں......میں'' آپے سے باہر ہو گیا۔ دوسرے لمحے میں نے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ جھپٹ کر اس وحشی کا نیزہ چھین لیا' اور جس نے مجھے یہ بات کہی تھی۔ اب میں ساری احتیاط کو بالائے طاق رکھ چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے نیزہ ٹھیک کر کے۔ وحشی کی گردن میں پیوست کر دیا' اور پھر ایک پاؤں اس کے سینے پر رکھ کر اسے جھٹکا دیا' اور نیزے کی انی اسکی گردن سے نکالی' اور نیزہ دوسرے وحشی کے سینے میں گھونپ دیا۔

دونوں وحشی زمین پر تڑپ رہے تھے۔ میں نیزہ لئے جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ باہر تین وحشی اور کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور ان پر پل پڑا۔ میں نجانے کیوں ایک دم ان وحشیوں سے زیادہ وحشی بن گیا تھا۔ ذرا سی دیر میں میں نے ان تینوں وحشیوں کو ٹھکانے لگا دیا' اور پھر میں خون آلود نیزہ ہلاتا ہوا آگے بڑھا۔

''سردار شیکالا کو میرے سامنے لاؤ۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا' اور بے شمار لوگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

انہوں نے میرے خون آلود نیزے کو دیکھا' اور ادھر اُدھر ہٹ گئے۔ پھر اچانک وحشیوں میں شور مچ گیا' اور بے شمار وحشی نیزے تانے میری جانب لپکے۔ میں ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ وحشیوں نے میرے گرد اس طرح دائرہ بنا دیا تھا۔ جیسے مجھے اچانک گھیر کر ہلاک کرنا چاہتے ہوں۔ وحشی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ تب اچانک ایک آواز گونجی اور وحشی رک گئے۔ میں نے دیکھا کہ فولاد اپنے مخصوص انداز میں آ رہا ہے۔ غالباً اس نے چیخ کر کوئی ایسی بات کہی تھی۔ جو میری سمجھ میں نہ آسکی تھی۔ لیکن وحشی اسکی آواز پر رک گئے تھے۔ فولاد وحشیوں کو ہٹاتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔ اس نے میرے خون آلود لباس اور نیزے کو دیکھا اور پھر گردن ہلاتا ہوا بولا۔

''ضرور کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔'' ٹھہرو میں بتاتا ہوں کہ کیا ہوا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں' اور پھر چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ غلط کیا۔ ان لوگوں نے بالکل غلط کیا۔ شیکالا کو تمہاری عورت پسند ضرور تھی لیکن وہ اسکی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ تاوقتیکہ سنگھا اس کے بارے میں فیصلہ نہ کر دیتی۔''
''لڑکی کہاں ہے؟'' میں نے فولاد سے پوچھا۔
''لڑکی اب تمہاری پہنچ سے باہر ہو چکی ہے۔''

''کیا مطلب؟''
''مطلب بتایا نہیں جاتا۔ سمجھ میں آجاتا ہے۔'' فولاد نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
''یہاں کا کوئی باشندہ کوئی فرد اسے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔'' فولاد نے کہا۔
''یہ میرے خلاف سازش ہے۔ اگر لڑکی نہ ملی تو میں تم لوگوں کا دوست نہیں رہوں گا۔''
''دشمن بن جاؤ گے۔ کیا ملے گا؟'' فولاد نے لاپروائی سے کہا۔
''یہ بات نہیں ہے۔ فولاد۔ تم مجھے موم سمجھتے ہو۔ میں تم لوگوں کو زبردست نقصان ں گا۔'' میں نے غرا کر کہا
''اور اس کے بعد مارے جاؤ گے۔'' مگر ٹھہرو۔ تمہارا یہ خون آلود نیزہ کتنے لوگوں کی ، کا باعث بنا ہے۔'' اس نے آنکھیں بند کر لیں' اور چونک کر آنکھیں کھول دیں۔
''پانچ آدمی۔ تم نے پانچ انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے۔''
''لڑکی ہر قیمت پر مجھے ملنی چاہیے۔''
''اب میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ تمہارا فیصلہ شیکالا ہی کرے گا۔ پھر اس نے وحشیوں لرف رخ کر کے کہا۔ ''تم اسے ہلاک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سنگھا کا فیصلہ محفوظ ہے۔ بس ، گرفتار کر لو۔''
''آؤ......آؤ...... مجھے گرفتار کرو۔'' میں نے نیزہ سیدھا کر کے کہا' اور فولاد چونک کر ، دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ خلاء میں نچائے' اور میں نے دفعتاً ایک عجیب بات ں کی۔ نیزہ میرے ہاتھ میں پگھل رہا تھا' اور پھر وہ کسی رسی کی طرح ڈھیلا ڈھالا ہو ا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا' اور اسی وقت وحشی مجھ پر ٹوٹ پڑے' اور مجھے گرفتار کر لیا۔ انہوں نے مجھے اسطرح کس لیا تھا۔ کہ میں ہل بھی نہ سکوں۔''

میری کوئی کوشش کارگر نہیں ہوئی۔ میں پوری طرح ان لوگوں کے قبضے میں آچکا ا۔ تب فولاد کے اشارے پر وہ مجھے آگے لے چلے' اور اس بار مجھے جس قید خانے میں قید کیا یا تھا۔ وہاں سے فرار ہونا ناممکن تھا۔ یہ ایک زمین تنگ غار تھا۔ جس میں سخت گھٹن تھی۔

غار کا دروازہ ایک بڑی چٹان سے ڈھک دیا گیا اور دروازہ بند ہونے کے بعد تو یہ جگہ ہر سے بدتر ہو گئی۔ اگر چٹان کے رخنوں سے تھوڑی بہت ہوا نہ آ رہی ہوتی تو میں اسے قبر ہی کہہ سکتا تھا۔ لیکن یہ ہوا زندگی برقرار رکھنے میں معاون تھی۔ البتہ یہاں سخت گرمی تھی۔

مجھے اپنی ذات سے نفرت ہو رہی تھی۔ مجھے اس زندگی سے نفرت سی رہی تھی۔ جس نے مجھے مسلسل عذاب کا شکار کر رکھا تھا۔ آخر اس زندگی کی کیا ضرورت

ہے۔ زندہ رہ کر میں کیا کروں گا۔ یہ تکلیف دہ زندگی کیوں ختم نہیں ہو جاتی۔ مجھے خود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ خودکشی کر سکتا ہوں۔ لیکن دیواروں سے پھوٹ کر نہیں مروں گا۔ ابھی تو بدن میں جان ہے۔ بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ مجھے اخلاقیات سے کیا لینا۔ میرے ساتھ کس نے اخلاق برتا ہے۔ میں نے دانت پیسے اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگا' اور پھر چونک پڑا۔

چٹان کے رخنے میں کوئی شے ہل رہی تھی۔ باقاعدہ ہل رہی تھی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا' اور پھر اچانک میرا دل چاہا کہ پوری دنیا کو تہہ و بالا کر دوں۔ وہ کروں جو کسی نے نہ کیا ہو۔ اتنا شدید غصہ آیا کہ آنکھوں میں تاریکی چھا گئی۔ ہلنے والی سفید بلی کی دم تھی۔ وہ مجھے چڑانے والے انداز میں دم ہلا رہی تھی۔ کاش یہ دم میرے ہاتھ آ جائے۔ کاش میں اسے پیروں کے نیچے کچل کر ہلاک کر سکوں۔

میں آہستہ آہستہ اس رخنے کی طرف بڑھا۔ جونہی میرا ہاتھ دم تک پہنچا دم غائب ہو چکی تھی' اور مجھے عقب میں وہی جانا پہچانا قہقہہ سنائی دیا تھا۔ لیکن یہ قہقہہ بھی مضحکہ خیز تھا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیکن غار میں کچھ نہیں تھا۔ میں نے ایک دیوار سے پشت لگا لی

"عادل شاہ کیسے ہو؟" وہی آواز مجھے سنائی دی' اور میں دل مسوس کر رہ گیا۔ کاش میں اسکا کچھ بگاڑ سکتا۔ "اب تو تمہیں مسرور ہونا چاہیے، خوش ہونا چاہیے۔"

"کیوں؟" بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

"میں نے تم پر سے اپنا تسلط ہٹا لیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"زورانہ کی بات کر رہی ہوں۔"

میں اب بھی نہیں سمجھا؟"

"پچھلی رات وہ تمہاری آغوش میں تھی۔"

"اب تم مجھے بیوقوف بنا رہی ہو۔" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"کیا وہ تمہارے ساتھ نہیں تھیں؟"

"اوہ...... نہیں عادل شاہ! وہ میں نہیں تھی۔ وہ زورانہ ہی تھی۔" اسکی آواز میں اداسی گھل گئی تھی۔

"نہیں یقین کرو۔ سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے اپنی سوچ میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ مجھے اپنی مسلسل توہین کا بالآخر احساس ہو ہی گیا

"توہین۔"

"ہاں توہین۔"

"بس عادل! مجھے جسمانی قرب یہ سب تقدیر کے کھیل ہیں۔ میں ایک بار بھی اپنی اصل حیثیت میں تمہارے لئے قابل توجہ نہیں بن سکی۔ جب بھی تمہارے قریب آئی کسی دوسرے حوالے سے آئی۔ کیا کسی عورت کی نسوانیت کی اس سے زیادہ توہین اور کوئی ہو سکتی ہے۔"

"آہ...... میں اس سے زیادہ تمہاری توہین کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا' اور آواز چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے کسی قدر کرخت لہجے میں کہا۔

"لیکن تمہیں اسکے مواقع نہ مل سکیں گے۔"

"میں مواقع تلاش کروں گا۔"

"ضرور کرنا۔ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اس میں تم جس قدر کامیاب ہو وہ تمہارے علم میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس وقت میں کامیاب نہیں ہوں۔ لیکن تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا میں ہمیشہ ناکام رہوں گا۔"

"ہاں تم ہمیشہ ناکام رہو گے۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے۔"

"خیال ہی سہی لیکن عادل میری مدد کیے بغیر تم کچھ نہیں کر سکو گے۔" آواز نے کہا اور میں جھنجھلا گیا۔

"کیا تم اب بھی میری مدد کرنے کے لئے تیار ہو۔ جبکہ میں قدم قدم پر تمہاری بے عزتی توہین کرتا ہوں' اور اگر موقع مل جائے تو تم کو قتل کر دینا چاہتا ہوں۔"

"ہاں میں یہ بات جانتی ہوں۔ لیکن یہاں آنے کے بعد تو تمہاری ہماری دشمنی کا دور شروع ہو گیا ہے۔"

"ہاں...... ہاں...... میں تمہارا دشمن ہوں' اور ساری دنیا میں مجھ سے بدترین دشمن اور کوئی نہ ہو گا تمہارا سمجھیں۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"لیکن تمہاری دشمنی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی عادل شاہ۔"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔" میں نے کہا' اور میرے کانوں میں ہنسی کی آواز گل گئی۔

"عجیب دشمنی اور دوستی ہے۔ تم مجھ سے کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کر رہے ہو۔ لیکن اس کے باوجود میں تم سے وہ شدید دشمنی نہیں کر سکتی جو کہ تمہاری اس شدید دشمنی کا جواب میں مجھے کرنی چاہیے۔ میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا، تب پھر وہی آواز سنائی دی۔

"عادل! تم اس گھٹن میں مر بھی سکتے ہو۔"

"تمہیں اس سے کیا۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ آج ہماری دشمنی شروع ہوئی ہے۔ تو دشمن کو کچھ عرصہ زندہ رہنے کا موقع تو ملے۔ تاکہ دشمنی بھی بھرپور کی جاسکے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا' اور پھر میں نے غار کی دیوار میں ایک چوکور دروازہ کھلتے ہوئے دیکھا۔ جس سے روشنی کی ایک ہلکی سی رمق اندر آئی تھی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ تب وہی آواز سنائی دی۔

"اس دروازے سے اندر آجاؤ کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ یہاں تمہیں سکون ملے گا۔ باقی تمہاری تقدیر کا فیصلہ یہ ہی لوگ کرسکیں گے۔ میں اس سلسلے میں کوئی مدافعت نہیں کروں گی۔

"تو مت کرنا تمہیں کون کہہ رہا ہے۔ کہ تم میری جان بخشی کراؤ۔" میں نے چڑے ہوئے انداز میں کہا۔

ہنسی کی آواز میرے کانوں میں آنے لگی' اور پھر غار کی خاموشی میں یہ آواز مدھم ہوگئی۔ میں اس دروازے کو دیکھتا رہا۔ جو کسی کواڑ کی مانند کھلا ہوا تھا۔ حالانکہ یہ پتھر میں چٹان ہی کا ایک حصہ تھا۔ لیکن اس سے روشنی اندر آرہی تھی چند ساعت میں سوچتا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ اب وہ آواز میرے نزدیک موجود نہیں ہے۔ دل تو چاہا کہ اس دروازے کا رخ ہی نہ کروں۔ اس کے اس احسان کو نظر انداز کروں۔ لیکن غار کی گھٹن اس قدر تھی۔ کہ میں اپنے اس ارادے پر قائم نہ رہ سکا' اور اس دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اندر داخل ہوا تو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ ٹھنڈی ہوا اندر آرہی تھی۔ سامنے ہی ایک جگہ خوشنما پھل سجے ہوئے تھے۔

یہ میرے دشمن کا تحفہ تھا۔ بہر حال میں نے جی بھر کر کھایا اور پانی پیا۔ پھر ایک جگہ لیٹ کر سوچنے لگا۔ اس نے شکست قبول کر لی ہے۔ یہ احساس مجھے لیٹ کر ہوا۔ یعنی زورانہ کو

ہری قربت کا موقع ملا' اور وہ اس میں دخل انداز نہ ہوئی۔ اسکا مقصد ہے کہ وہ اپنی ذات میں نزور پڑ رہی ہے۔ پھر ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لیکن مجھے سفید بلی سے بے پناہ رت تھی۔ میرے گوشے گوشے میں اس سے نفرت کا احساس پرورش پا رہا تھا۔ میں اس کے ی بھی احسان کسی بھی بات سے متاثر نہیں ہوسکتا تھا۔ کچھ بھی ہو جائے میں کسی بھی طور اسے ول نہیں کروں گا۔ خواہ زندگی ختم ہی کیوں نہ کرنی پڑ جائے۔ زندگی میں خود بخود ہنستا رہا۔ اگر گی ختم نہیں ہے تو پھر بھی اس میں کیا دلکشی باقی ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ہر شخص سے اوت کروں گا۔ اس وقت تک جب تک کوئی مجھے قتل نہ کر دے۔

نجانے کتنی دیر میں غار کے فرش پر لیٹا رہا۔ بڑا سکون بڑی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا ۔ پھر میری آنکھ لگ گئی۔ نجانے کتنی دیر تک سوتا رہا۔ جب جاگا تو چاروں طرف تاریکی ہی ریکی پھیلی ہوئی تھی۔ روشنی کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اسکا مقصد ہے کہ رات ہو چکی ے۔ لیکن مجھے رات دن سے کیا واسطہ۔ ہاں جب میں نے پورے غار میں نگاہ دوڑائی تو مجھے ہل وغیرہ بھی نظر آئے۔ پانی بھی ویسے ہی موجود تھا۔ یعنی وہ چیزیں، جو میں ختم کر چکا تا دوبارہ اسی تعداد میں موجود تھیں۔ وہ میرے اوپر احسانات کر رہی تھی۔ میرے ذہن و دل ں کے لئے جھنجھلاہٹ نمودار ہوگئی۔ کرتی ہے تو کرتی رہے۔ لیکن میں اس کے احسان کا ب کسی احسان سے نہیں دوں گا۔ کھانے پینے کے بعد میں ایک بار پھر سو گیا' اور اس وقت جب مجھے غار کے دروازے پر کھڑکھڑاہٹ سی محسوس ہوئی۔

یوں لگ رہا تھا۔ چٹانی دروازہ کھولا جا رہا ہو۔ لیکن لیکن یہ وہ غار تو نہیں ۔ اوہ...... میں تعجب سے اچھل پڑا۔ یہ تو وہ غار ہے۔ جہاں مجھے قید کیا گیا تھا۔ چوکور دروازہ رام وہ کمرہ غائب ہو چکا تھا۔

سفید بلی نے اپنی مراعات واپس لے لی تھیں۔ چٹانی دروازہ کھل گیا' اور سیاہ فام وحشی آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں حسب معمول لمبے لمبے نیزے تھے۔

"اٹھو......" ان میں ایک نے نیزے کی انی چھوتے ہوئے کہا' اور میں اٹھ گیا۔ نہ نے کیوں اب میری طبیعت میں کچھ اضمحلال تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شیکالا نے تمہیں طلب کیا ہے۔"

"چلو۔" میں نے اداس لہجے میں کہا' اور ان کے ساتھ خاموشی سے باہر نکل آیا۔ حالانکہ ک میری طرف سے سخت چوکنا تھے ظاہر ہے انہیں چوکنا رہنے کی ہدایت کر دی گئی

تھی۔ کیونکہ میں ان کے پانچ آدمیوں کو قتل کر چکا تھا۔ لیکن اس وقت میں کوئی حرکت نہیں کر
چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہم سرنگ سے باہر نکل آئے' اور ایک طویل فاصلہ طے کرکے میں بالآ
شیکالا کے جھونپڑے پر پہنچ گیا۔ جہاں قوی ہیکل سردار ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے
نزدیک ہی چند دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ جن میں فولاد بھی تھا۔

مجھے دیکھ کر شیکالا کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔ ''قاتل۔'' وہ دانت پیس
بولا۔ میں خاموش رہا۔ ''معزز فولاد یہ بات تیرے علم میں ہے کہ اس نے قبیلے کے پانچ جوا
ہلاک کئے ہیں۔''

''ہاں......'' فولاد نے گردن ہلائی۔

''اس کے بعد کیا یہ کسی رعایت کا مستحق ہے۔''

''ہرگز نہیں۔''

''کیا اب اسکی ذات کے لئے سنگھا کے رحم کو آواز دی جائے گی۔''

''اسکی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ سنگھا کی تعلیمات یہ ہیں کہ اگر کوئی تمہاری برائی نہ کر
تو تم بھی اس کے ساتھ برائی نہ کرو۔ لیکن برائی کرنے والے کی سزا موت ہے' اور ہم ان
احکام سے سرتابی نہیں کر سکتے۔

''تو تم اس کے لئے موت تجویز کرتے ہو؟''

''ہاں......ایک دہشتناک موت۔''

''تو پھر اس کے ساتھ کورتابہ ہوگا۔'' شیکالا نے کہا۔

''مناسب تجویز ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ جب سورج بلندیاں اختیار کرے گا۔ تو اس پر موت نازل کر دی جائے
گی۔'' فولاد نے جواب دیا' اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ ''تو نے سنا تیری زندگی کی
آخری گھڑیاں آ پہنچی ہیں۔''

اور میں ہنس پڑا بے اختیار ہنس پڑا۔ جس پر سب لوگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ ''تم
اسے میرے لئے سزا کہتے ہو؟''

''کیا مطلب ہے۔ تیرا؟'' فولاد تعجب سے بولا۔

''موت میری آرزو ہے بوڑھے کتے۔ سمجھا تو۔ موت میری دلی خواہش ہے۔ میں مرنا
چاہتا ہوں۔ اس کے لئے تو سورج کے چڑھنے کا انتظار کیوں کرتا ہے۔ ابھی یہ کام کیوں نہیں

انجام دے دیا جاتا۔''

''فولاد نے تعجب سے سردار کو دیکھا' اور سردار نے گردن ہلائی تھی۔

''مجھے موت کا خوف نہیں ہے؟'' دونوں بیک وقت بولے۔

''موت میری آرزو ہے گدھو۔''

''لیکن کیوں؟''

''اس لئے کہ مجھے زندگی سے نفرت ہے۔ زندگی نے مجھے دکھوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔''

حیرت کی بات ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کون ہے جو دنیا چھوڑ کر موت کی آرزو
کرے۔ وہ تو عجیب شخص ہے۔''

''سردار شیکالا تم میرے لئے موت تجویز کر چکے۔ میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن
میری ایک بات کا جواب دو گے؟''

''پوچھو۔'' سردار کسی حد تک مجھ سے مرعوب ہو گیا تھا۔

''زورانہ کہاں ہے؟''

''معزز فولاد نے بھی مجھ سے یہ سوال کیا تھا' اور کس کی مجال ہے کہ بستی کے روحانی
پیشوا کے سامنے جھوٹ بول سکے۔ اگر جھوٹ بولے بھی تو کیا سنگھا کی آنکھ سچ نہ تلاش کرے
گی۔ سو میں اس سے بھی جھوٹ نہیں بولا تجھ سے بھی نہیں بولوں گا۔ مجھے اسکے بارے میں کچھ
نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا وہ کہاں گئی۔''

''لیکن تیری نگاہ اس کے لئے بہتر نہیں تھی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں......وہ مجھے پسند تھی۔ لیکن سنگھا کے احکامات کی خلاف ورزی میرے لئے ممکن
نہ تھی۔ وہ نہیں کر سکتا تھا۔ جو میرا دل چاہتا تھا۔''

''پھر تیرے خیال میں کون ہے۔ جس نے اسکو یہاں سے غائب کیا۔''

''عظیم فولاد کا علم بہتر سمجھتا ہے۔'' سردار نے کہا' اور وہ فولاد کی طرف دیکھنے لگا۔

''اس کے گرد تاریک چادر ہے' اور اس چادر کے دوسری جانب جھانکنا میرے لئے بھی
ممکن نہیں رہا ہے۔'' فولاد نے کہا۔

''گویا تم معذور ہو۔''

''ہاں......یقین کرو۔ ہم دونوں میں سے کسی کو اس کے بارے میں نہیں معلوم۔ وہ مجھے
پسند تھی۔ لیکن سنگھا کے احکامات کے مطابق میں اس گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔ ہاں اگر وہ سنگھا
کے سامنے ہوتی اور سنگھا اس پر رحم کرتی تو میں اسے اس سے مانگ سکتا تھا' اور یہ ہی میرا ارادہ

تھا لیکن۔"

"ٹھیک ہے۔ ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو۔"

"اور اگر تم ہمارے پانچ نوجوانوں کو ہلاک نہ کرتے تو شاید ہم تجھے بھی اس وقت تک کوئی نقصان نہ پہنچاتے۔ جب تک سنگھا اسکا حکم نہ دیتی۔ لیکن قانون کے مطابق تو ایک کھلا مجرم ہے۔ اس کے لئے تجھے معاف نہیں کیا جاسکتا۔"

"میں تم سے معافی چاہتا ہی نہیں ہوں۔" میں نے نفرت سے کہا' اور سردار نے حکم دیا کہ سورج کو بلند ہونے تک مجھے نگاہوں کے سامنے رکھا جائے تاکہ میں فرار کی کوئی کوشش نہ کروں۔"

"اچھا ہے۔" میں نے سوچا مصیبتوں سے نجات حاصل کروں گا۔ میں نے نفرت سے سوچا۔ اب مجھے اپنی زندگی سے ہی نفرت ہوگئی تھی۔ چنانچہ مجھے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ میں نڈر اور لاپروا تھا۔

سورج بلند ہوتا جارہا تھا۔ میں جنگلیوں کے گھیرے میں تھا' اور وہ میری سخت نگرانی کر رہے تھے۔

"سنو۔" میں نے نزدیک کھڑے ایک وحشی کو اشارہ کیا' اور وہ مشکوک نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ کورتابہ کیا ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک دلچسپ موت۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"ایک ایسی موت جس میں زندگی کے مواقع بھی ہوتے ہیں۔"

"مجھے اسکی تفصیل بتاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص تفصیل نہیں ہے۔ ایک مخصوص مقام پر لے جاکر تمہیں بھاگنے کا موقع دیا جائے گا' اور چند تیر انداز تیرے پیچھے ہوں گے یہ اپنی اپنی باری پر تمہارے اوپر نشانہ لگائیں گے۔ ان میں سے کسی کا بھی تیر تمہارے بدن میں پیوست ہو جائے گا۔ ہاں اگر تم بھاگنے میں سیادت رکھتے ہو' اور ان تیروں کی زد سے بچ سکتے ہو۔ تو پھر دوسری بات ہے' اور وہ مخصوص مقام تک تم پر تیراندازی کریں گے' اور اگر تم اس مقام سے نکل گئے تو پھر تم آزاد قرار دیئے جاؤ گے۔" اس شخص نے مجھے بتایا اور میں حیرانی سے اسکی صورت دیکھنے لگا۔

ویسے معاملہ تو واقعی دلچسپ تھا۔ ذرا سی کاوش اور محنت زندگی بچا سکتی ہے۔ لیکن مجھے زندگی سے دلچسپی ہی کب ہے۔ میں نے سوچا اور پھر میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگیا۔

سورج آہستہ آہستہ بلندیوں کی جانب چڑھ رہا تھا' اور اس کے ساتھ ہی میری موت قریب آتی جارہی تھی۔ "عادل شاہ" میرے اندر سے آواز ابھری۔

زندگی خودکشی کا نام تو نہیں ہے۔ اگر تقدیر نے تمہارے اوپر یہ امتحانات مسلط کردیئے ہیں تو کیا تم خود کو موت کے ہاتھ میں اتنی آسانی سے دے دو گے۔ یہ تو زندگی کی انسانیت کے وقار کی توہین ہے۔ زندگی بچانا تو ایک فریضہ ہے' اور ویسے بھی خودکشی حرام ہے۔ تمہاری زندگی جس جدوجہد میں گزری ہے۔ وہ بے شک بعض جگہ ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ یہ ہی کیفیت باقی رہے۔ مسائل حل بھی ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے۔ تمہاری زندگی کا کوئی خوشگوار موڑ مل جائے۔ ان حالات میں زندگی کا زیاں موت کے بعد بھی افسوس میں مبتلا گزرے گا۔

چنانچہ بھاگنے کے اس موقع سے پورا پورا فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔ اگر ان میں سے کوئی تیر انداز کامیاب ہو بھی گیا تو تم اسے زندگی کا اختتام سمجھ لینا لیکن جب تک ایسی صورتحال نہیں ہے، تم کیوں خود کو موت کے منہ میں دینے کی ضرورت محسوس کر رہے ہو۔ یہ خیال میرے ذہن پر مسلط ہوتا جارہا تھا' اور میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے زندگی اسطرح نہیں ختم کرنی چاہیے۔

◆◆◆

میں عجیب وغریب کیفیات کا شکار تھا۔کبھی کبھی تو ایک عجیب سی جھنجھلاہٹ ہونے لگتی تھی' اور زندگی سے نفرت کا احساس ہونے لگتا تھا۔اس کے علاوہ ان تکالیف پر غصہ بھی آتا تھا۔لیکن انسان بڑی عجیب وغریب شے ہے۔موت اتنی آرام کی اور سکون کی چیز نہیں ہے کہ انسان اسے باآسانی گلے لگائے۔ہر شخص زندہ رہنے کی کوشش میں اپنی اپنی انتہائی توانا صرف کرتا ہے۔تو کیوں نہ میں بھی یہ جدوجہد جاری رکھوں۔حالات نے جو صورتحال میرے اوپر مسلط کر دی ہے۔اس سے نمٹنا بھی تو انسانی فرائض میں شامل ہوتا ہے۔چنانچہ میرے خیالات یکسر بدل گئے تھے۔جو کچھ ہوگا،اب اس سے پوری ہمت اور ذمہ داری کے ساتھ نمٹوں گا۔

میں انتظار کرنے لگا۔جیسا کہ اس شخص نے مجھے بتایا تھا۔کہ اس آخری وقت میں مجھے وہاں سے بھاگنا ہوگا۔چنانچہ میں ہر طرح اپنے آپ کو تیار کرنے لگا۔پھر جب سورج اپنی پوری بلندیوں پر پہنچ گیا' اور موسم انتہائی گرم ہوگیا تو وحشیوں کا نرغہ ٹوٹا۔سردار شیکالا فولاد اور دوسرے بہت سارے لوگ نزدیک آگئے۔انہوں نے افریقی زبان میں اپنے آدمیوں کو رتابہ شروع کرنے کی ہدایت دی اور اس کے بعد بہت سے لوگ مجھے لیکر چل پڑے۔

ایک پہاڑی مقام پر مجھے چھوڑ دیا گیا۔شیکالا ایک بلند جگہ بیٹھا تھا' اور وہ تیرانداز جن کی تعداد پندرہ تھی۔ایک لائن میں کھڑے ہوگئے۔تب شیکالا نے چیخ کر اعلان کیا' اور مجھ سے کہا۔

''جوان اگر بچا سکتے ہو تو اپنی جان بچاؤ۔ہمارے تیرانداز اپنی تیراندازی کا جائزہ لیں گے' اور تم اپنی تیز رفتاری کا۔''

میں نے شیکالا اور فولاد کی طرف دیکھا۔بیچاری زورانہ تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو رہی ہوگی۔فی الحال اس کے حصول کی بات نہیں تھی۔ابھی تو مجھے جان بچانا مقصود تھا۔چنانچہ میں

ہوگیا۔مجھے ایک مخصوص فاصلہ طے کرنے کی ہدایات دی گئیں۔یہ فاصلہ تقریباً میرے ...ے کے مطابق ایک فرلانگ تھا۔گویا یہاں سے مجھے دوڑنا تھا' اور تیراندازوں کو اپنی تیر ...زی کی مشق کرنا تھی۔

وہ فاصلہ میں نے عجیب سی کیفیات کے دوران طے کیا۔مجھے ایک درخت کی نشانی بتائی ...تھی' اور اس درخت کے پاس سے مجھے دوڑنا تھا۔چنانچہ میں درخت کے پاس پہنچ ...ب میں نے پلٹ کر دیکھا۔

''دو تیرانداز آگے بڑھ آئے تھے' اور میرا نشانہ لے رہے تھے۔تب سردار شیکالا نے ...نے دونوں بازو جھکائے اور مجھے دوڑنے کا اشارہ کر دیا۔اسی لمحے میں نے ایک لمبی سی ...نگ لگائی' اور اسی وقت ایک تیر سنسناتا ہوا میری گردن کے نزدیک سے گزر گیا۔

بڑا خوفناک نشانہ تھا۔ایک لمحے کے لئے چوک ہوتی تو یہ تیر میری گردن میں پیوست ہو ...تا۔میں نے بھاگنے کے انداز میں تبدیلی کی اور لہراتا ہوا بھاگنے لگا۔یعنی میں سیدھ میں ...بھاگ رہا تھا۔بلکہ ادھر ادھر زگ زیگ بناتا ہوا دوڑ رہا تھا۔

دوسرا تیر میرے بالوں کو چھوتا ہوا گزر گیا تھا۔تیرانداز بھی میرے پیچھے دوڑ رہے تھے' ...خصوص انداز بھی لیتے جا رہے تھے۔لیکن اس وقت میں اپنی زندگی کی سب سے تیز دوڑ دوڑ ...تھا' اور وہ بھی ذہانت کے ساتھ۔

میں نے کسی ایک دائرے کو منتخب نہیں کیا تھا۔بلکہ کبھی میں ایک سمت دوڑتا اور کبھی ...ری سمت بھاگنے لگتا۔تیراندازوں کو سخت مشکل درپیش آ رہی تھی۔تیر میرے نزدیک سے ...ر رہے تھے' اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا۔کہ کوئی نہ کوئی تیر ضرور میرے جسم میں پیوست ہو ...ئے گا۔کیونکہ تیرانداز انتہائی مہارت کے نشانے لگا رہے تھے۔پیچھے درختوں کے ٹوٹنے کی ...ازیں سنائی دے رہی تھیں' اور تیر میرے برابر سے سائیں سائیں کرتے ہوئے نکل رہے ...۔دفعتاً میں نے اپنی بائیں سمت دیکھا' اور دفعتاً میرا خون میری رگوں میں منجمد ہوگیا۔

سفید بلی میرے ساتھ دوڑ رہی تھی۔میری محافظ اور مجھے تیروں سے بچانے والا ایک ...ئے کے لئے میرے دل میں صرف یہ خیال پیدا ہوا تھا۔کہ اس انوکھی ہستی نے ہمیشہ میری مدد ...ہے۔میں اس سے اس قدر نفرت کیوں کرتا ہوں۔صرف ایک لمحے کے لئے اور اس کے ...میں نے پھر دوڑنا شروع کر دیا۔

تیر اب بھی برابر چلائے جا رہے تھے' اور میرے چاروں طرف سے گزر رہے ...۔مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے کوئی غیر مرئی قوت ان تیروں کا رخ موڑ رہی ہو۔ورنہ تیر

انداز بہت تیزی سے تیر ایک ساتھ چلا رہے تھے۔فرق صرف یہ تھا کہ تیر میرے جسم کے بجائے دائیں بائیں سر کے اور بعض اوقات ٹانگوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے تھے۔

میں دوڑتا رہا' اور دوڑتے ہوئے نجانے کتنی دور نکل گیا۔اس دوران میں نے ایک بار بھی ٹھوکر نہیں کھائی تھی۔پوری دل جمعی سے دوڑتا رہا تھا۔حالانکہ راستہ زیادہ ہموار نہیں تھا' اور کسی بھی جگہ میرے ٹھوکر کھا کر گر پڑنے کا احتمال تھا۔لیکن میں اپنی پوری برق رفتاری اور مہارت صرف کر رہا تھا۔یہاں تک کہ پھر ایک جگہ ڈھلان آیا اور میں پھر تیزی کے ساتھ دوڑتا رہا۔

ڈھلوان پر ایک بار مجھے ٹھوکر لگی اور میں گرتے گرتے بچا۔سفید بلی برابر میرے ساتھ دوڑ رہی تھی' اور پھر جب ڈھلوان ختم ہو گیا اور مجھے کس قدر بلندیاں نظر آئیں تو میں نے پلٹ کر دیکھا۔تیر اندازوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا' اور میری جانب کوئی تیر نہیں آ رہا تھا۔میرا سینہ دھونکنی کی مانند چل رہا تھا' اور پھیپھڑے یوں لگ رہے تھے۔کہ جیسے پھٹ جائیں گے۔بُری حالت تھی۔یوں لگ رہا تھا جیسے اب بچ نہ سکوں گا۔اوپر سے شدت کی بھوک بھی اور پریشان کر رہی تھی۔زمین اس قدر گرم تھی کہ پیروں میں آبلے پڑے جا رہے تھے۔

دوڑنے سے قبل میرے جوتے اتروا دیئے گئے تھے' اور اس وقت میری عجیب کیفیت تھی۔میں نے خشک زبان کو ہونٹوں پر پھیرتے ہوئے پیچھے دیکھا۔

تیر انداز اب موجود نہیں تھے۔غالباً میں ان کی دسترس سے باہر نکل آیا تھا' اور وہ ابھی تک اتنا فاصلہ طے نہیں کر سکے تھے کہ مجھے نظر آتے۔

چنانچہ میں نے پھر سے دوڑنا شروع کر دیا۔جب میں ڈھلوان سے اوپر پہنچا تو دوسری جانب مجھے پھر ڈھلوان نظر آیا اور اس کے بعد سے گھنے درختوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔میں نے ایک بار پھر بائیں سمت دیکھا' اور سفید بلی کو غائب پایا۔

بڑی سخت حیرت ہوئی تھی۔گویا وہ صرف میری حفاظت کے لئے یہاں تک آئی تھی اور اب خطرہ نہ محسوس کر کے غائب ہو گئی تھی۔پھر میں رک گیا۔لیکن پھر میں نے یہ ہی بہتر سمجھا کہ درختوں کے درمیان داخل ہو جاؤں۔یہاں کم از کم میں تیر اندازوں سے چھپ تو سکتا تھا۔چنانچہ میں نے ڈھلوان پر دوڑنا شروع کر دیا' اور تھوڑی ہی دیر بعد میں گھنے درختوں کی چھاؤں میں تھا۔جہاں سورج کی شدت نہیں پہنچ پا رہی تھی۔

تیر اندازوں کا خطرہ اب بھی دور نہیں ہوا تھا۔ضروری نہیں تھا کہ وہ میری طرف سے مایوس ہو چکے ہوں۔ممکن ہے۔اب بھی میرا پیچھا کر رہے ہوں۔چنانچہ پہلے کسی مناسب جگہ

ضروری تھا۔

میں نے گھنے درختوں کی آڑ تلاش کی۔ویسے یہاں ان لوگوں کو مجھے تلاش کرنے میں بڑی دقت ہو گی۔درختوں کی آڑ میں ایک انسان کو تلاش کرنے میں ناکام رہیں گے۔"

میں انتظار کرتا رہا' اور کافی دیر گزر گئی۔سورج درختوں پر سے گزر چکا تھا' اور یوں روشنی مرجھا گئی تھی۔پھر دن تیزی سے ڈھلتا رہا' اور مجھے یقین ہو گیا کہ شیکالا کے تیر انداز میری تیز رفتاری سے شکست کھا گئے تھے۔لیکن تیروں سے بچانے میں میری مدد کی گئی تھی۔ورنہ یہ ممکن نہیں تھا۔

"آہ......میں ایک بار پھر اس سفید کالی بلی کا مرہون منت ہو گیا تھا۔میری جان اسکی وجہ سے بچی تھی۔

بالآخر رات کی تاریکی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی جنگل کی زندگی جاگ اٹھی۔دھوپ اور گرمی سے بچنے والے سورج کے روپوش ہو جانے کے بعد خوشیاں منانے نکل پڑے تھے۔یہ حشرات الارض تھے، جو خوراک کی تلاش میں تھے۔لیکن ان کی خوراک میں بھی بن سکتا تھا۔میں اب ان معصوم دشمنوں کے رحم و کرم پر تھا۔

سانپوں کی پھنکاریں اور طرح طرح کے جانوروں کی آوازیں دور دور تک پھیل رہی تھیں' اور جنگل کا سناٹا مجروح ہو چکا تھا۔پھر شیر کی دہشتناک دھاڑ بھی سنائی دی' اور میرا خون خشک ہونے لگا۔نجانے کس طرح میرے حلق سے ایک ہذیانی قہقہہ نکل گیا۔انسان بھی کیا چیز ہے۔صرف ایک لمحہ اس کے مزاج میں تغیر بن جاتا ہے۔کبھی زندگی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے' اور اسے ختم کرنے کی سوچتا ہے' اور کبھی زندگی اسے دنیا کی حسین ترین شے لگتی ہے۔

میں نے بارہا خود سے نفرت کی لیکن خیالات کے تحت جب موت نزدیک آئی تو زندگی کو اہمیت دی۔جنگل کی تنہا رات خوف کا شدید احساس لئے ہوئے تھی۔نجانے افریقہ کی اس بھیانک زندگی سے کب نجات ملے گی۔ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔لیکن ان آوازوں نے خون خشک کر دیا۔

تب اچانک ایک بجلی سی کوند گئی۔مجھ سے صرف چند گز کے فاصلے پر ایک چمکدار لکیر نظر آئی تھی۔ایک ایسی لکیر جس میں سفیدی کوند رہی تھی۔لکیر تقریباً ایک گز ضرور ہو گی۔وہ رینگ رہی تھی۔میں آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا' اور پھر ششدر رہ گیا۔

سانپوں کی لاتعداد کہانیاں بچپن میں سنی تھیں۔لیکن انہیں کہانیوں سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔لیکن یہ لکیر بغور دیکھنے سے اندازہ ہو گیا کہ وہ سانپ ہی ہے۔لیکن ایسا چمکدار سانپ

بدن کے سارے رونگٹے دہشت سے کھڑے ہو گئے۔

لیکن ایک اور احساس ابھرا۔ یہ احساس تجسس تھا۔ کیوں نہ اسے قریب سے دیکھا جائے' اور اگر کوئی حادثہ ہو گیا تو عقل نے لہٹو کا دیا۔ لیکن اس نے اس انتباہ کو قبول نہیں کیا۔

سانپ کی رفتار تیز نہیں تھی۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ میری نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں' اور اب تو یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے قدم خود بخود اٹھ رہے ہوں۔ ایک سحر کی سی کیفیت طاری تھی۔ راستہ طے ہونے کا احساس بھی نہ ہو سکا' اور یہ بھی نہ پتہ چل سکا کہ جنگل کا سلسلہ کب ختم ہوا۔ میں تو بس اس سانپ کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر میں اس وقت چونکا جب یہ سانپ ایک غار کے کشادہ دھانے سے اندر داخل ہو گیا۔ چمکتی لکیر کا سحر ختم ہو گیا' اور میرا ذہن سائیں سائیں کرنے لگا۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ ذہن میں عجیب سی سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ میں پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ عقب میں درختوں کا کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے ایک بار اس کشادہ غار پر نگاہ ڈالی' اور پھر واپس پلٹنے کا ارادہ ہی کیا تھا۔ کہ غار میں روشنی پھوٹ پڑی۔ بڑی عجیب سوئی سوئی سی روشنی تھی' اور پھر اس روشنی میں ایک سایہ نظر آیا۔

سفید لباس میں ملبوس ایک لڑکی مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی۔

''واپس جا رہے ہو؟'' اس نے پوچھا اور میں منہ پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔

''واپس کیوں جا رہے ہو؟'' وہ دوبارہ بولی۔

''تت...... تم کون ہو؟''

''نشیلا......'' اس نے جواب دیا۔

''یہاں اس غار میں رہتی ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں...... کہو...... کیا اس میں حیرت کی کوئی بات ہے؟''

''مم...... مگر یہاں تو...... یہاں تو۔'' میں ہکلایا۔

''کیا ہو گیا یہاں؟'' وہ سحر خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اس کے دانت ہیروں کے ٹکڑوں کی مانند چمک رہے تھے' اور ہنستی ہوئی وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

''مم...... میرا مطلب ہے۔ یہاں...... ابھی میں نے ایک چمکدار سانپ دیکھا ہے۔ وہ اسی غار میں داخل ہوا ہے۔

''سانپ...... مجھے؟'' میری عقل میرا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔

''اندر آ جاؤ۔'' یہاں کھڑے ہو کر گفتگو کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اس نے کہا' اور پھر ایسی ہوں سے مجھے دیکھا کہ دفعتاً میرے قدم خود بخود غار کے اندر اٹھ گئے۔ نیچے سیڑھیاں جو کافی گہرائی میں چلی گئی تھیں' اور اس کے بعد ایک عظیم الشان غار جس کی دیواریں ظر نہیں آتی تھیں۔ اتنا صاف شفاف کہ سوئی گر جائے تو اٹھا لو۔ دیواروں میں چمکدار پتھر ے تھے۔ جن سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھی۔ وہ چمکدار پتھر ہیرے تھے۔ ایسے بڑے یتی ہیرے کہ دنیا والوں کو دستیاب ہو جائیں تو دیوانے ہو جائیں۔

حسین عورت دلکش انداز میں چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی' اور پھر وہ ایک جگہ رک یہاں کچھ نشستیں پڑی ہوئی تھیں۔ سامنے شیشے کی موٹی دیوار تھی۔ میں اس پورے طلسم نے کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کبھی کبھی تو یہ سب خواب محسوس ہوتا تھا۔ عورت نے رک کر مجھے کھا اور پھر کہا۔

''بیٹھو۔''

''لیکن...... لیکن تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟''

''میں بتا چکی ہوں۔ میں نہیں لائی بلکہ تمہیں بلایا گیا ہے۔''

''کس نے بلایا ہے؟''

''رانی سنجیونی نے۔'' عورت نے جواب دیا۔

''سنجیونی؟'' میں نے دہرایا۔

''ہاں...... تم اس وقت اسکی حکومت میں ہو۔''

''خوب مجھے تو یوں لگ رہا ہے، جیسے میں طلسم ہوشربا کا کوئی گردار ہوں۔ یہ سرزمین ریقہ ہی ہے۔''

''ہاں...... اسراروں کی زمین، یہاں حیران ہونے سے کچھ نہیں ملے گا۔ بس دیکھتے جاؤ۔''

''ٹھیک ہے رانی سے بھی ملا دو۔ اچھا ہے۔ بہت سے لوگوں سے مل لو۔ نجانے میری ہونا کا مقصد کیا ہے۔ میں طویل سانس لے کر ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ غاروں کی حکومت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہر حال یہاں کون سی بات سمجھ میں آ رہی تھی۔ جو میں یہ سب سمجھنے کی کوشش کرتا۔

اس وقت شیشے کی دیوار کے عقب سے میں ایک اور انسانی عکس دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ بالکل اسی شکل کی ایک دوسری عورت ہاتھوں میں چمکدار برتن اٹھائے اندر آئی دونوں

میں کوئی فرق نہیں تھا۔دونوں ہی مسکرا رہی تھیں۔

پھر اس نے برتن میرے سامنے رکھ دیئے۔''شروع کرو تم پیاسے لگتے ہو؟''نئی آنے والی لڑکی بولی حیران کن بات یہ تھی کہ اسکی آواز بھی دوسری لڑکی سے ملتی تھی۔

میں اب تکلف کا عادی نہیں رہا تھا۔یہ اگر شراب بھی تھی تو مجھے اسکی پروا نہیں تھی۔اب تو جو ہوگا۔دیکھا جائے گا۔چنانچہ جونہی میں نے اسطرف توجہ دی۔میزبان لڑکی نے سونے کا گلاس بھر دیا۔ہاں...... یہ سونے کا گلاس ہی تھا۔اوپری حصے میں ننھے ننھے ہیرے جڑے ہوئے تھے۔

لیکن گلاس میں شراب نہیں تھی۔بلکہ اسکی جگہ ایک خوش ذائقہ مشروب بھرا ہوا تھا۔جسے پی کر انتہائی فرحت کا احساس ہوا۔دونوں لڑکیاں نزدیک کھڑی ہوئی تھیں۔گلاس ختم ہونے کے بعد انہوں نے دوبارہ بھر دیا۔

تب اچانک دیوار کے عقب سے کئی رنگ کی روشنیاں ابھریں' اور معدوم ہو گئیں۔لڑکیاں سنبھل گئی تھیں' اور پھر وہ دونوں دیوار کے پیچھے چلی گئیں۔تعجب خیز بات یہ تھی کہ نہ کوئی دروازہ تھا۔نہ راستہ وہ دیوار کے آر پار اس طرح آجا رہی تھیں۔جیسے ان کا وجود کوئی ٹھوس حیثیت ہی نہ رکھتا ہو۔

میں نے مشروب کے دوسرے گلاس کے چند گھونٹ لیے اور ایک بار پھر مجھے شیشے کی دیوار کے عقب میں ایک عکس نظر آیا' اور یہ عکس ایک ایسے دلکش اور حسین چہرے کا روپ تھا۔کہ میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔بیس اکیس سال کی ایک حسین حسینہ سبز رنگ کے لبادے میں ملبوس سنہرے بالوں کو سمیٹتی شیشے کی دیوار کے دوسری جانب آگئی۔اس کے بدن سے سنہری شعاعیں پھوٹ رہی تھیں' اور اس کی آنکھوں میں ایک ایسی حسین چمک تھی۔کہ ذہن ساتھ چھوڑ دے۔پھر مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی' اور میں بے اختیار کھڑا ہوگیا۔میری آنکھیں اس پر جم گئیں۔

''بیٹھو۔'' وہ مسحور کن آواز میں بولی' اور میں آہستہ آہستہ بیٹھ گیا۔

''میرا نام سنجیونی ہے۔''اس نے آہستہ سے کہا۔

''اوہ......ان لڑکیوں نے تمہارا نام لیا تھا۔''

''ہاں......تم کون ہو؟''

''شاہ عادل۔''میں نے جواب دیا۔

''سرزمین افریقہ میں کب آئے؟''اس نے سوال کیا' اور میں نے ایک گہری سانس

''میں خود نہیں آیا تقدیر لے آئی۔''

''کیا مطلب؟''

''طویل کہانی ہے سنجیونی۔کیا کروگی سن کر تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''میں نے کہا۔

''فائدے اور نقصان کا اندازہ تم نے خود کس طرح لگالیا۔

بس یونہی میری ذات اتنی ناکارہ اور ناقص ہے کہ میں اس روئے زمین پر کسی کے لئے دلچسپی کا باعث نہیں بن سکتا۔''میں نے جواب دیا۔

''مٹی کے بدنما تودوں کی گہرائیوں میں کبھی کبھی ایسے نایاب ہیرے نکل آتے ہیں۔جن کی چمک دمک کا کوئی ثانی نہیں ہوتا۔یہ فیصلہ تم خود نہیں کرسکتے۔''اس نے جواب دیا۔

''ایک نوخیز اور حسین عورت ہونے کے باوجود اسکی باتیں خاصی پختہ تھیں۔میں اس کے بارے میں سوچے بغیر نہ رہ سکا۔میں نے بغور اسے دیکھا۔بلاشبہ حسن و جمال میں یکتا تھی' اور اسے دیکھ کر ذہن بھنور کا شکار ہو جاتا تھا۔تب میں نے کہا۔

''میں حالات کا شکار ہو کر یہاں تک پہنچا ہوں' اور یہ حالات عجیب و غریب تھے۔''

''میں انہی کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔''

اور پھر میں نے اسے اپنی داستان سنانا شروع کی۔

◆ ◆ ◆

سنجیونی میں ایک درمیانے درجے کا انسان تھا۔دولت کے حصول کا خواہش مند۔پ دولت ملی اور تقدیر نے ان ویرانوں میں لا پھینکا اور یہاں میں سیاہ فاموں کا شکار ہ گیا۔انہوں نے ایک مقصد کے تحت مجھے استعمال کرنا چاہا' اور مجھے دوسرے لوگوں کے حوالے کر دیا۔لیکن یہاں بھی ناکامیوں نے میرا پیچھا نہ چھوڑا' اور ان کامیوں کی وجہ ایک عجیب وغریب سفید بلی تھی' اور یہ سفید بلی میری زندگی کا گاہک بن گئی۔ایک عجیب وغریب دشمن ہے وہ میری۔قدم قدم پر وہ میری حفاظت کرتی ہے۔میری معاونت کرتی ہے۔لیکن مئ اسکی محبت سے سخت الجھن محسوس کرتا ہوں۔''

''سفید بلی۔''سنجیونی متعجب انداز میں بولی۔

''ہاں۔''

''کون ہے۔وہ؟''

''کون ہے۔یہ میں نہیں جانتا۔لیکن وہ مختلف روپ میرے سامنے آتی ہے' اور اس نے میری زندگی تلخ کر دی ہے۔زیادہ تر وہ سفید بلی کی شکل ہی میں ہوتی ہے۔''

''اوہ......کیا وہ کوئی جادوئی مخلوق ہے۔''

''ہاں......انوکھا جادوگر شاید کوئی عورت۔''

''عورت......''سنجیونی بھنویں اٹھا کر بولی' اور پھر اس نے گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا۔تب پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ذرا شیشے کی اس دیوار کی جانب دیکھو' اور میں ادھر دیکھنے لگا۔دیوار پر کچھ دھندلے دھندلے نقش نظر آ رہے تھے۔پھر میں نے سفید بلی کو دیکھا۔جو تیز رفتاری سے میرے ساتھ دوڑ رہی تھی۔''کیا یہ ہی تو نہیں ہے؟''سنجیونی نے کہا۔

''ہاں۔''میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''ہوں......میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔مگر یہ کہتی کیا ہے۔''

''مجھ سے محبت کا اظہار کرتی ہے۔میری قربت کی خواہش مند ہے' اور کہتی ہے کہ کسی دوسری عورت کو میرے نزدیک برداشت نہیں کرے گی۔''

''ہوں......تو یہ بات ہے۔''سنجیونی نے کہا اور ہنس پڑی۔''میں دیکھتی ہوں یہ میری قربت کس طرح برداشت نہیں کر پاتی۔''اس نے کہا' اور میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا۔سنجیونی بغور سفید بلی کو دیکھ رہی تھی' اور پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ سیدھا کیا' اور وہ دروازے کے سائے معدوم ہو گئے۔میں متحیرانہ انداز میں اسکی صورت دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا ہوا؟''

''ہاں۔''جمکو کا کی بیٹی سومی۔''

''لیکن اسے تم کیسے جانتی ہو۔''

''کیا تم اسے نہیں جانتے؟''

''جانتا ہوں۔لیکن اس وقت۔''

''سفید بلی سومی ہی تو ہے۔''سنجیونی نے جواب دیا اور میں تعجب سے منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

کئی بار مجھے شک گزرا تھا۔لیکن جس طرح بات کھل کر اب سامنے آئی تھی۔میں نے اسے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔تو یہ سومی تھی۔وہ حسینہ جو مجھے پسند بھی تھی' اور جس نے ہمیشہ میرے ساتھ تعاون بھی کیا تھا۔لیکن وہ اس طرح میرا تعاقب کیوں کر رہی تھی۔میرا ذہن عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا۔ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں ہمدردی کے جذبے بھی ابھرے تھے۔سومی اپنی محبت سے مجبور ہو کر سب کچھ کھو بیٹھی تھی۔لیکن اس نے میری ذات پر جو تسلط جما رکھا تھا۔وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔چند ساعت کے بعد میں نے سنجیونی سے پوچھا۔

''لیکن سنجیونی کیا میں تم سے تمہارے بارے میں معلوم کر سکتا ہوں؟''

''کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟''اس نے پوچھا۔

''تم کون ہو؟''میرے اس سوال پر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کیا تم نے میرا تعاقب نہیں کیا۔''اس نے کہا۔

"میں نے۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں......تم نے۔"

"وہ کیسے؟"

"کیا تم جنگل سے میرے پیچھے دوڑے چلے نہیں آئے۔ اس نے بدستور مسکراتے ہوئے سوال کیا اور پھر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"میں نے تو ایک چمکدار سانپ کا تعاقب کیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا۔ تو کیا سنجیونی آہ......افریقہ کی یہ پراسرار دنیا کیسے کیسے اسرار و رموز سے بھری ہوئی ہے۔ کیا وہ ناگن ہے۔ سنہری ناگن میں نے تعجب خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ سنجیونی بدستور مسکرا رہی تھی۔ میں نے بمشکل تمام آواز نکالی۔

"میں نے تو......میں نے تو۔"

"ایک سانپ کا تعاقب کیا تھا۔ کیوں۔"

"ہاں......"

"دراصل نوجوان تمہارا تعلق جس دنیا سے ہے۔ وہ سرزمین افریقہ سے بہت مختلف ہے۔ اسرار و رموز کی یہ سرزمین نجانے کتنے تاریک راز اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے۔ ہم سب کے لئے یہ سرزمین جنت ہے۔ تمہاری دنیا میں اس قدر الجھنیں ہیں کہ ہم وہاں نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ہم نے یہ خاموش دنیا آباد کر رکھی ہے۔ اس خاموش دنیا میں ہمیں سکون ملتا ہے' اور آرام بھی یہ دنیا تم لوگوں کو پسند نہیں آئی۔ اس کی وجہ یہ ہی ہے۔ کہ تم لوگ ہنگاموں کے متلاشی ہو' اور ہم لوگ سکون کے عادی۔

"لیکن سنجیونی تم......"

"ہاں......میں اپنی دنیا کی سربراہ ہوں' اور ہماری زندگی ذرا مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ تم نے اسکا ایک نمونہ دیکھ لیا۔

"سنجیونی لیکن......لیکن میں اس بات پر کیسے عمل کروں۔"

"کیا مطلب؟" سنجیونی نے تعجب سے پوچھا۔

"تم کیا تم واقعی......لیکن تمہاری عمر کیا ہوگی؟" میں نے نہایت تعجب سے سوال کیا۔

"تمہارے اندازے کے مطابق کیا ہوگی؟"

"تم اگر محسوس نہ کرو تو میں تمہیں بتاؤں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں......ہاں بتاؤ۔"

"تم مجھے اکیس سال سے زیادہ کی معلوم نہیں ہوتی۔ تم جس قدر حسین اور نوجوان ہو، اسے دیکھ کر بڑے بڑے عابد و زاہد توبہ توڑ سکتے ہیں۔ میں یہ کہنے میں قطعی عار نہیں سمجھتا کہ میں تم سے بے پناہ متاثر ہوا ہوں۔ لیکن تمہارا یہ عجیب و غریب انکشاف۔

سنجیونی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اس کی ہنسی اتنی دلکش تھی کہ میں کئی لمحوں تک اس میں کھو کر رہ گیا۔ دیر تک اسکی ہنسی میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ پھر اس نے میرے نزدیک آکر اپنی انگلی میری ٹھوڑی کے نیچے رکھ دی' اور میرا چہرا اوپر اٹھاتے ہوئے بولی۔

"تمہارے خیال میں میری عمر اکیس یا بائیس سال ہے۔"

"ہاں۔ کیا یہ میرا خیال غلط ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میری عمر تقریباً ڈھائی ہزار سال کے قریب ہے۔" اس نے کہا اور میں چکرا کر گرتے گرتے بچا۔

"ڈھائی ہزار سال۔" میں نے دوہرایا۔

"ہاں......بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہوگی۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"نہ کرو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا اور شرارت آمیز نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ ڈھائی ہزار سال کی حسینہ میرے سامنے تھی اور میں اسے دیکھ رہا تھا' اور میری عمر اٹھائیس تیس سے زیادہ نہیں تھی۔ میں اسے کیا سمجھتا۔ اگر پشتوں کا حساب لگایا جاتا۔ تو وہ میری آٹھویں یا نویں پشت میں سے ہو سکتی تھی۔ لیکن اسکی ہمت دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسکی عمر اتنی ہوگی۔ میں حیران سا اس کے سامنے بیٹھا رہا۔

"خیر چھوڑو عمروں میں کیا رکھا۔ بس ہر ایک کا اپنا اپنا انداز مختلف ہے۔"

"تو یہ تمہاری بستی ہے۔"

"کتنی بار کہوں۔" تم بار بار ایک ہی سوال کیے جا رہے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"میں ذہنی انتشار کا شکار ہوں۔ تمہیں اندازہ ہوگا۔" میں نے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کہا۔

"یہاں رہ کر تم ہر قسم کے انتشار کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ اور آرام کرو۔" اس نے کہا

اور خود بھی ایک نشست پر بیٹھ گئی۔

"لیکن سنجیونی کیا میرے تعاقب سے تم ناراض نہیں ہوئیں۔" میں نے ایک آرام دہ نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"اول تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات تھی۔ دوسری بات یہ عادل شاہ! کہ میں تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے مردوں کی دنیا سے دور ہو چکی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"سانپوں کی اس بستی میں تمہیں یہاں صرف ناگنیں ملیں گی۔ ہم نے ان سانپوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک بالکل ہی مختلف بات ہے۔ ہمارے اپنے قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ بے صورت اگر اس علاقے میں کوئی ناگ نظر آ جاتا ہے تو اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔"

"اوہ..... تعجب ہے۔"

"ہاں..... ناگوں سے ہماری دشمنی چل رہی ہے' اور ہم نے اپنی حکومت علیحدہ قائم کر لی ہے۔"

"ناگوں کی حکومت کہاں ہے؟"

"یہاں سے بہت دور۔ اتنی دور کہ وہ یہاں کسی طور نہیں پہنچ سکتے۔ اگر پہنچتے ہیں تو سرحدوں پر ہی مارے جاتے ہیں۔"

"بڑی انوکھی بات ہے۔"

"ہاں..... انوکھی بات اس لئے ہے کہ وہ ہماری نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ تمہارا تعلق ہماری نسل سے نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے تمہیں اپنے ہاں دعوت دی ہے۔ اگر میں چاہتی تو اتنی تیز دوڑ سکتی تھی کہ تم میری گرد بھی نہ پا سکتے۔ لیکن میں تمہیں اپنی چک میں گرفتار کر کے یہاں تک لے آئی ہوں۔"

"لیکن کیوں۔ سنجیونی؟"

"بس تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنے کی خواہشمند تھی۔ لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم خود ان مصائب کا شکار ہو۔" سنجیونی نے جواب دیا اور میں حیرانی سے اس ناگن کو دیکھنے لگا۔

سانپوں کے بارے میں بچپن میں بہت سی کہانیاں سنی تھیں۔ یہ بھی سنا تھا کہ طویل عمر گزارنے کے بعد وہ انسانی ہیئت یا جو کچھ بھی بننا چاہیں بن سکتے ہیں۔ لیکن وہ کہانی زندہ ہوتے ہوئے پہلی بار دیکھ رہا تھا' اور اگر عقل و دانش کا ہاتھ پکڑا جاتا۔ تو یقینی طور پر ایک مضحکہ خیز بات تھی۔ لیکن اب تو ساری مضحکہ خیز باتیں عملی شکل میں میرے سامنے آ رہی تھیں۔ میں دراصل طلسم ہوشربا کا ایک باب بن کر رہ گیا تھا' اور سوچ رہا تھا کہ اگر مہذب دنیا میں اپنی کہانی کسی شخص کو سناؤں تو کون یقین کرے گا۔ یقیناً آپ میری داستان کو سن کر ہو سکتا ہے۔ کوئی لطیفہ گویا داستان گو سمجھ رہے ہوں۔ لیکن جس پر بیتی ہے وہی جانتا ہے۔ میں نے اس تاریک برّاعظم میں جو وقت گزارا اور جن واقعات سے گزرا ان پر مجھے خود یقین نہیں آتا۔ حسین و جمیل سنجیونی میرے سامنے ایک حسن انداز میں دراز تھی۔ پھر اس نے چونک کر مجھ سے پوچھا۔

"ارے ہاں تم کسی چیز کی خواہش تو محسوس نہیں کر رہے؟"

"نہیں..... تم نے جو مشروب مجھے پلایا ہے۔ وہ اتنا سکون بخش تھا کہ مجھے اپنے اندر ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو رہا ہے۔"

"ہوں۔ اس کے باوجود اگر تم کسی چیز کی ضرورت محسوس کرو۔ تو مجھے بتا دینا۔"

"سنجیونی میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ضرور۔ ظاہر ہے۔ میں نے تم سے گفتگو کرنے کے لئے ہی تمہیں یہاں دعوت دی ہے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ اگر میں چاہتی تو تم کامیابی سے میرا تعاقب نہ کر سکتے۔"

"یقیناً میں جانتا ہوں' اور ایک بات اور جاننا چاہتا ہوں۔ سنجیونی۔"

"وہ کیا؟"

"تمہاری ذات میں کچھ ایسے علوم بھی پوشیدہ ہیں۔ جن کی وجہ سے تم دوسروں میں ممتاز ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔" سنجیونی نے سوال کیا۔

"تم افریقہ کے پراسرار علوم کے بار میں کس حد تک جانتی ہو۔"

ہاں..... زندگی گزارنے کے لئے بہت ساری چیزیں ضروری ہوتی ہیں' اور پراسرار علوم تو ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔" سنجیونی نے جواب دیا۔

"تو سنجیونی میں تم سے مدد چاہتا ہوں۔"

"کہو....." اس نے دوستانہ انداز میں کہا

"میں اپنی ساتھی زورانہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" وہ شیکالا کی بستی سے غائب ہو کر کہاں پہنچی۔"

"زورانہ۔" سنجیونی نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر شیشے کی دیوار کی طرف مڑی اور شیشے پر دھندلے دھندلے نقوش نظر آنے لگے۔ چند ساعت کے بعد میں نے نقوش کو واضح ہوتے ہوئے دیکھا۔ بلاشبہ وہ زورانہ ہی تھی۔

زورانہ اس وقت میرے جھونپڑے ہی میں تھی۔ تب میں نے دیکھا کہ کچھ پر اسرار جھونپڑے میں ہیولے داخل ہوئے۔ میں خود ایک کونے میں پڑا ہوا تھا۔ شاید سو رہا تھا۔ زورانہ بھی سو رہی تھی۔ ان میں اسے ہیولے نے زورانہ کے منہ پر ہاتھ رکھا اور دوسرے نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ ہیولہ اسے لے کر چل پڑا۔

اس کے بعد عجیب و غریب مناظر دیکھے صحرا، دریا، ویرانے، جنگل، نجانے کیا کیا۔ ایک طویل سفر اور چند ساعت کے بعد میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ ہیولے زورانہ کو لے کر ایک عجیب و غریب جگہ پہنچ گئے۔ جو میرے لئے شاید حیرانی کا باعث تھی۔

وہ ایک پہاڑی تھی۔ ایک ایسی پہاڑی جس کا اوپری حصہ شیر کے سر کی مانند تھا۔ بالکل شیر کے سر کی مانند، بالکل شیر کے سر کی مانند اسکا منہ کھلا ہوا تھا۔ جو غار کا دہانہ تھا۔ ہیولے زورانہ کو لیے ہوئے اس غار میں داخل ہو گئے اور چند ساعت کے بعد مناظر تاریک ہو گئے۔

"ہوں۔ اس کے آگے پردہ ہے۔" سنجیونی کی آواز ابھری اور میں جیسے کسی سحر سے آزاد ہو گیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میرے حواس اپنی جگہ چھوڑنے لگے تھے۔ تب میں نے سنجیونی سے پوچھا۔

"یہ...... یہ کون سی جگہ ہے۔ سنجیونی؟"

"تمہاری دوست، تمہاری ساتھی، سنگھا کی قید میں ہے۔" سنجیونی نے جواب دیا۔

"سنگھا۔" میں نے گہری سانس لی۔ یہ نام میں نے فولادا اور شیکالا سے سنا تھا

"اوہ لیکن کیوں؟"

"افسوس یہ بات میں نہیں بتا سکتی۔ تم نے دیکھا۔ آگے بالکل تاریکی تھی اور یہ تاریکی سنگھا کے سحر کا نتیجہ تھی۔"

"کیا وہ بھی ساحرہ ہے؟"

"ہاں...... افریقی قبائل کی مقدس دیوی جسے پوجا جاتا ہے۔ بے پناہ پراسرار قوتوں کی مالک ہے اور اپنے علاقے پر مکمل مسلط رکھتی ہے اور اسکا سحر ہم سب پر حاوی ہے۔"

"لیکن زورانہ کو اس نے کیوں گرفتار کیا۔"

"افسوس میں نہیں جانتی۔ البتہ تمہیں معلوم ہو گیا کہ تمہاری دوست اس کے قبضے میں ہے۔" سنجیونی نے کہا۔

"سنجیونی وہ لڑکی بے شمار مصائب میں گھری ہوئی ہے۔ میں نے اس سے اس کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن افسوس میں اس کے لئے کچھ بھی نہ کر سکا۔" میں نے کہا اور سنجیونی میری جانب دیکھنے لگی۔ پھر عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟"

"محبت۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ "نہیں۔ سنجیونی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ اگر تم ہمدردی کے ایسے کسی جذبے کو محبت کا نام دیتی ہو۔ تو یقیناً میں اسے چاہتا ہوں۔"

"انوکھی بات ہے۔ تم ایسے مسائل میں گھرے ہوئے شخص ہو کہ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ خود تمہاری زندگی کا محور اور مقصد کیا ہے؟"

"یوں لگتا ہے۔ سنجیونی! جیسے اب تو میری زندگی میں میری اپنی زندگی کی کوئی حیثیت نہ رہی ہو۔ حالات کے ہاتھوں ایک ایسا کھلونا بن گیا ہوں کہ ہوائیں جدھر لے جاتی ہیں چلا جاتا ہوں۔ میری اپنی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہے۔ میں ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں اور تقدیر سے شکست کھا چکا ہوں۔"

سنجیونی ہمدردانہ نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر اس نے ایک پر سکون مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔" فطری طور پر میں ہمدرد اور محبت کرنے والی ہوں۔ حالانکہ ہماری نسل کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ ہم صرف دشمنی کرتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں دوستی کا پیغام دیتی ہوں اور کوشش کروں گی کہ تمہاری پریشانیوں میں تمہارا ہاتھ بٹا سکوں۔" سنجیونی نے کہا اور میں ممنون نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

اس وقت جب چاروں طرف دشمن ہی نظر آتے تھے۔ ہر چیز اپنے اندر ایک نفرت انگیز وجود رکھتی تھی۔ جو میری نفرت پر آمادہ تھی۔ سنجیونی کے یہ میٹھے الفاظ میرے لئے بڑی نعمت تھے اور دل کو ایک عجیب ڈھارس سی محسوس ہوئی تھی۔ میں نے اس حسین و جمیل ناگن کو دیکھا۔ جو ایک نوخیز حسینہ دکھائی دیتی تھی اور میرے ذہن میں عجیب و غریب احساسات ابھر آئے۔ میں

تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوں۔ ذہن نجانے کون کون سے خیالات کا شکار ہو رہا تھا۔ کہ اس نے مجھے مخاطب کیا۔

''کیا سوچنے لگے۔ عادل شاہ!'' وہ بولی' اور میں چونک پڑا۔

''نہیں کچھ نہیں۔ بس انہی خیالات کے بارے میں''

''اب کیا سوچ رہے ہو۔''

''میں نے کہا ناں۔ سنجیونی یقین کرو۔ کچھ نہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف تمہارا خیال تھا' اور کچھ نہیں۔''

''میرا؟''

''ہاں......''

''کیوں؟'' میرا کیا خیال تھا۔''

''تم جس قدر حسین اور نوخیز ہو۔ تمہاری عمر کے لحاظ سے اسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا''

''اوہ تمہارے اپنے حساب سے واقعی میری عمر بے پناہ ہے۔ لیکن شاید تمہیں ہم سانپوں کے بارے میں معلوم نہیں۔ ہم ایک طویل عمر گزارنے کے بعد یہ قوت حاصل کرتے ہیں کہ اپنی مرضی سے اپنے آپکو ڈھال سکیں' اور صحیح معنوں میں ہم اپنی عمر کا اندازہ اسی وقت لگا سکتے ہیں۔ اپنی جون میں تو جاندار کو زیادہ لطف نہیں آتا۔ اس نئے جسم اور نئے انداز میں دلکشی ہے اور دلکشی کی عمر زیادہ طویل نہیں ہے۔'' سنجیونی نے کہا۔

''اچھا سنجیونی تمہارے ساتھ یہ دوسری لڑکیاں جو ہیں۔''

''ہاں...... ہیں۔''

''میرا مطلب ہے۔ یہ سب...... یہ سب۔''

''ہاں...... یہ بھی میری نسل سے ہیں۔''

''تو گویا ان کی عمریں بھی اتنی طویل ہی ہوں گی۔''

''ہاں۔''

''تم سب اس مخصوص عمر سے بڑھ گئیں' اور اب تم اپنی پسند کا رنگ اختیار کرسکتی ہو۔''

''ہاں...... میں نے کہا نا' ایک مخصوص عمر کے بعد ہم لوگ جو چاہیں بن سکتے ہیں۔''

''لیکن تم نے اپنے نروں سے علیحدگی کیوں اختیار کر لی''

''یہ ایک الگ کہانی ہے اور مجھے معاف کرنا یہ سانپوں کی دنیا کا ایک راز ہے۔ جو

دوسرے شخص پر نہیں کھول سکتی۔''

''ٹھیک ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو میں تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کروں

یونہی میرے ذہن میں خیال آ گیا تھا۔

''تو عادل شاہ! اب تم بتاؤ کہ تم نے زندگی کے بارے میں کیا سوچا۔

''سنجیونی میں نے تو اپنی زندگی کے بارے میں جو کچھ سوچا اور جب بھی سوچا اس میں ناکام رہا۔ چنانچہ کئی بار میں نے سوچا کہ اس زندگی کو ختم کر ڈالوں' تم یقین کرو انسانی ت بہت عجیب ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ایک ناگن سے انسان بننے کے بعد تمہاری فطرت یا تبدیلی پیدا ہوگئی ہے' اور تم میں انسان سے مختلف کیا کیا چیز ہے۔ لیکن خالصتاً انسان ا کہ میں عجیب سی سوچ کا حامل ہوں۔ ہم بعض اوقات زندگی سے تنگ آ کر یہ سوچتے کہ اپنی زندگی کو ختم کر ڈالیں۔ لیکن زندگی اتنی آسانی سے ختم کرنے کی چیز نہیں ہے۔ یہ ی ایسی چیز ہے کہ انسان سے چمٹی رہتی ہے' اور انسان خود اس سے چمٹے رہنا چاہتا ہے لکشی کی یہ دنیا بہت حسین ہوتی ہے' اور اسے چھوڑنا ناممکنات میں سے ہے۔''

''لیکن میری بات کا جواب نہیں ملا۔'' سنجیونی نے پوچھا۔

''میں نے کہا ناں میں نے تو جو کچھ کیا اس میں ناکام رہا ہوں۔ اب میں نے خود کو لات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ میں زندگی خود ختم کرنے کا قائل یں رہا۔ ہاں اگر کسی موقع پر یہ خود ختم ہو جائے تو مجھے زیادہ فکر نہیں ہوگی۔ میں نے جواب ا اور سنجیونی مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

''میں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں تمہاری مدد کروں گی۔''

''وہاں...... اور اس وعدے نے مجھے بڑی ڈھارس دی ہے۔''

''تو پھر تم ہی بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کروں۔''

''سنجیونی میں پہاڑوں اور جنگلوں کی اس دنیا سے نکل جانا چاہتا ہوں۔''

''اوہ اپنی دنیا میں جانے کی خواہش مند ہو؟''

''ہاں......''

''لیکن یہاں کے مصائب سے بھی تم اکتا گئے تھے۔

''نہیں اکتایا نہیں تھا۔ میری دنیا میں زندگی گزارنے کے ڈھنگ دوسرے ہیں۔ اگر ہاں مجھے دولت مل جائے تو اپنے طور پر عمدگی سے جی سکتا ہوں۔''

"سرزمین افریقہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"میں اس زمین کو جہنم سمجھتا ہوں۔ مجھ معاف کرنا یہاں تم بھی رہتی ہو اور تمہیں اس زمین سے محبت ہوگی۔ اس لئے مجھے اس کے بارے میں ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہئیں۔ لیکن یہاں مجھ پر جو بیتی ہے۔ اس کے تحت میں یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں۔" میں نے معذرت آمیز لہجہ اختیار کیا۔

"میں تمہاری ذہنی کیفیت سمجھتی ہوں۔" سنجیونی نے جواب دیا اور کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔ "چند الجھنیں ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"سرزمین افریقہ کی کچھ انوکھی قوتیں تمہارے اردگرد پھیل گئی ہیں۔ وہ تمہیں اپنے لئے استعمال کرنا چاہتی ہیں۔"

"ہاں...... سنجیونی لیکن کیا کسی کو مجبور کر کے آلۂ کار بنانا اچھی بات ہے۔"

"کچھ لوگ کسی کی مجبوری سے اسی طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ ان قوتوں سے تمہیں کس طرح بچاؤں۔ تمہاری دنیا میں ان قیمتی پتھروں کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ میں تمہیں ان کی بھاری مقدار دے سکتی ہوں۔ اتنی کہ تم اپنی دنیا کے امیر کبیر انسان بن جاؤ۔ لیکن پراسرار قوتیں آسانی سے تمہیں افریقہ نہیں چھوڑنے دیں گی۔"

میں خاموشی سے اسکی صورت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ "پھر بتاؤ۔ میں کیا کروں؟"

"اچھا یہ بتاؤ زورانہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا تم اس لڑکی کے لئے پریشان ہو؟"

"ہاں...... یہ خواہش تھی کہ میں اسے اپنے ساتھ لے جاتا۔"

"کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟"

"نہیں...... صرف ایک انسانی رشتے کے تحت۔ مجھے اس سے ہمدردی ہے۔"

"اسے نظر انداز کر دو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں ان پراسرار قوتوں سے تو نہیں لڑ سکتا۔"

"گویا بحالتِ مجبوری۔"

"ہاں...... سنجیونی۔ تم خود سوچو۔ وہ بھی بے سہارا ہے مجھ سے زیادہ کمزور ہے۔ وہ تو اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔"

"وہ کیا؟"

"سنگھا کو اسکی کیا ضرورت پیش آ گئی۔"

"آہ...... تم یقین کرو۔ یہ مسئلہ میں بھی حل نہیں کر پائی۔ میں نے خود اسکے بارے میں سوچا تھا۔" سنجیونی نے کہا۔

"خیر...... یہ سب بے مقصد باتیں ہیں۔ میں ان قوتوں سے نہیں لڑ سکتی۔ اس لئے میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔"

"سنو...... تم یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔ یہ میری حکومت ہے اور یہاں سنگھا دیوی بھی اگر کوشش کرے تو مجھے یا تمہیں نقصان پہنچانے میں ناکام رہے گی۔ لیکن میری حدود سے باہر۔ میں صرف تمہیں مشورہ دے سکتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے ساتھ آؤ۔" سنجیونی اٹھ گئی اور پھر وہ مجھے شیشے کی دیوار کے دوسری طرف لے گئی۔ لیکن اس طرف قدم رکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ ادھر تو ماحول اور وقت ہی بدل گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے صبح کے پانچ بج رہے ہوں۔ سورج کا نام ونشان نہیں تھا۔ ایک دل خوش کن ماحول تھا۔ انتہائی حسین چاروں طرف پھولوں کے تختے نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف ایک سفید رنگ کی بارہ دری بنی ہوئی تھی۔ فوارے کے کنارے پہنچ کر سنجیونی رک گئی اور میں نے فوارے کے حوض میں ایک عجیب وغریب منظر دیکھا۔ نیلے، پیلے، سنہرے سرخ اور مختلف قسم کے سانپ حوض میں تیر رہے تھے۔

"یہ میری آرام گاہ ہے۔" سنجیونی نے کہا۔

"بے حد حسین ہے۔" میں نے تفریحی انداز میں کہا۔

"یہ سب ناگنیں ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ناگ نہیں ہے۔"

"میرے لئے بڑے حیرت انگیز ہیں۔"

"آؤ......" سنجیونی نے کہا اور بارہ دری کی طرف بڑھ گئی۔ بارہ دری میں ایک چھپر کھٹ لگا ہوا تھا۔ جس پر رنگین گدا بچھا ہوا تھا۔ پورے چھپر کھٹ پر ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ بے حد خوبصورت ماحول تھا۔

ایک جانب چند برتن رکھے ہوئے تھے۔ سنجیونی بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی اور پھر اس

نے ایک ہاتھ اٹھایا۔ دوسرے لمحے اس کے عقب میں کئی عورتیں نمودار ہو گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں حسین ساز تھے' اور وہ ایک قطار میں بیٹھ گئیں۔

"آؤ...... شاہ عادل! بیٹھ جاؤ۔" سنجیونی نے مجھے اپنے نزدیک بیٹھنے کی دعوت دی' او میں نے بغور اسے دیکھا۔ سنجیونی کی آنکھوں میں مستیاں ناچ رہی تھیں۔ میں نے ایک گہری سانس لی' اور دل ہی دل میں ہنس پڑا۔

ہر شے کو اپنا خراج وصول کرنے کی عادت ہے۔ ہر احسان کی ایک قیمت ہوتی ہے لیکن قیمت کی ادائیگی میرے لئے بھی بڑی نہیں تھی۔ شدید ذہنی انتشار میں تھوڑی سی خوشگوار تبدیلی تو ہو۔ یہ احساس میرے ذہن کے گوشوں کو گلا چکا تھا۔ کہ سفید بلی، میری ذات پر مسلط ہے' او میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا' اور احساس میں دیوانگی میرے لئے خوش آئند تھی۔ میں ان ساری مصیبتوں کو بھول جانا چاہتا تھا۔ جو میری ذات کا ناسور تھیں۔ چنانچہ میں نے خود کو آزا چھوڑ دیا۔ میں اطمینان سے اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"تمہارے ذہن میں سومی کا خوف ہے۔" سنجیونی نے ہنس کر پوچھا۔

"ہاں...... سنجیونی سفید بلی میری روح پر مسلط ہے۔"

"کاش وہ اس وقت یہاں آ جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں ہمیشہ کے لئے اس سے نجات مل جائے۔"

"وہ کس طرح؟"

یہ سانپوں کی غار ہے۔ یہاں سانپوں کی حکومت ہے۔ لاکھوں سانپ اس سے چمٹ جائیں گے' اور اس کو راہ فرار نہیں مل سکے گی۔"

"وہ چالاک ہے۔ یہاں نہیں آئے گی۔"

"اس وقت ذہن سے یہ احساس نکال دو۔ تم میری پناہ میں ہو۔ زندگی کا صحیح مقصد سمجھو۔ مغنیو ساز چھیڑ دو نغمے بکھیر دو۔ تاکہ موسم اور حسین ہو جائے۔ نشیلا اپنا کام سرانجام دے۔"

اس نے ایک ناگن کی طرف رخ کر کے کہا' اور ایک حسین عورت شراب کے برتنوں کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے سونے کے گلاس بھر کر ہمیں پیش کئے۔

میرے ذہن سے واقعی یہ احساس نکل گیا تھا۔ گناہ، ثواب، نیکی، بدی، سب ہوش کے وقت کی باتیں ہیں۔ میں نے شراب کا جام لے لیا' اور ماحول نشیلا ہوتا گیا۔ سازوں پر حسین

بکھر گئے تھے' اور میں شراب میں ڈوبتا چلا گیا۔ صرف کچھ دھندلائے ہوئے نقوش میرے ن پر اجاگر رہے۔"

سنجیونی کے حسین و ملائم بدن کی حلاوت اس کے گرم گرم سانس اسکی دیوانگی اس کا پر ی انداز یہ سب کچھ ایک خواب کی سی کیفیت رکھتا تھا۔ پھر سنجیونی نے بے سدھ ہو کر نکھیں بند کر لیں' اور میرے بدن پر بے شمار زبانیں لہرانے لگیں۔

ہوش کی دنیا میں واپس آیا تو ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ سنجیونی مدہوشی کے عالم میں جود کھو بیٹھی تھی۔ سفیدی رنگ کا ایک حسین سانپ میرے بدن سے لپٹا ہوا تھا' اور اس ے بدن کے بل میرے بدن کے گرد تھے۔

ایک لمحے کے لئے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

◆◆◆

میں نے دہشت زدہ آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔میری حالت اور خراب ہو گئی۔میرے چاروں طرف رنگین سانپ بکھرے ہوئے تھے۔

میں نے دہشت سے آنکھیں بند کر لیں۔لیکن ایک سرور انگیز مدہوشی میرے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔اس سانپ کو میں اپنے بدن سے کیسے دور کروں؟ میں نے سوچا' اور اسی وقت سنجیونی بھی جاگ گئی۔اس کے بل کسمسائے اور پھر وہ بدن کے گرد سے سمٹنے لگی۔

اچانک اسے اپنی ہیئت کا خیال آیا' اور دوسرے لمحے اسکی ہیئت بدلنے لگی۔اب وہ دوبارہ انسانی روپ دھار رہی تھی۔چند ساعت کے بعد وہ اپنی اصل حالت میں آ گئی تھی۔

''آہ......میں بے خود ہو گئی تھی۔تم خوفزدہ تو نہیں ہوئے؟''

''میں انکار نہیں کروں گا۔''میں نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔

''میں شرمندہ ہوں۔''

''نہیں اسکی ضرورت نہیں۔سنجیونی۔''

''یہ سب بھی ہمارے بعد بدمست ہو گئیں۔اٹھو۔تم لوگ ہوش میں آؤ۔''وہ کرخت لہجے میں بولی اور ناگنیں سمٹنے لگیں۔چند ساعت بعد وہ دوبارہ انسانی روپ میں تھیں۔

''سب کی سب دیوانی ہو گئیں۔جاؤ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔''سنجیونی نے کہا' اور ایک ایک کر کے سب وہاں سے کھسک گئیں۔

سنجیونی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا' اور بولی۔''کیا تمہیں یہ ماحول پسند آیا؟''

''سنجیونی میں تمہارا شکر گزار ہوں۔''

''میں بھی تمہاری شکر گزار ہوں۔مجھے اپنی نسل کے نروں سے نفرت ہے۔لیکن اب میں ایک طویل عرصہ گزار سکتی ہوں' اور اس کے بعد۔''

''اور اس کے بعد کیا؟''

''کچھ نہیں......میں کچھ اور سوچنے لگی تھی۔میں تمہیں پیشکش کرتی ہوں۔کہ کچھ عرصہ یہاں قیام کرو۔لیکن افسوس سانپوں کی اس سرزمین پر کسی کو زیادہ عرصہ نہیں رکھا جا سکتا۔البتہ

''البتہ......کیا؟''

''تم اگر اجازت دو۔تو میں تم سے کبھی کبھی ملتی رہوں۔''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔سنجیونی۔''

''سچ۔''اس پرفسوں ماحول میں ایک تم ہی تو میری دوست ہو۔جب بھی تم مجھے ملو گی میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔''

''تو پھر آؤ......''سنجیونی نے کہا' اور اپنا لباس پہننے لگی۔پھر دوبارہ بارہ دری سے اتر آئی' اور اس حوض کے نزدیک پہنچ گئی۔جس میں رنگین سانپ لہرا رہے تھے۔اس نے ان میں سے ایک چھوٹا سنہری سانپ پکڑا' اور اسے میرے بازو پر چھوڑ دیا۔

صرف ایک لمحے کے لئے مجھے سانپ کے بدن سے لجلجپن کا احساس ہوا' اور دوسرے لمحے سانپ کی گرفت سخت ہو گئی۔میں نے اس پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔وہ سونے کا سانپ تھا۔سونے کی طرح ملائم دھات کا بنا ہوا۔

''یہ میں ہوں۔''سنجیونی کی آواز ابھری۔

''کیا مطلب؟''میں نے تعجب سے پوچھا۔

''تم جب بھی سونے کے سانپ پر ہاتھ پھیرو گے۔میں تمہارے پاس آ موجود ہوں گی۔یہ مجھے بلانے کا ایک ذریعہ ہے۔تمہارے پاس۔''

''اوہ کیا واقعی؟''

''ہاں......عادل شاہ! میں نے فیصلہ کیا تھا' کہ میں تمہاری مدد کروں گی۔دیکھو میں نہیں کہتی کہ میرا جادو یہاں موجود تمام دیوی اور دیوتاؤں سے زیادہ طاقتور ہے۔لیکن بہر حال تمہاری تھوڑی بہت مدد میں ضرور کر سکتی ہوں۔''

''سنجیونی تمہارا بے حد شکریہ۔''بیشک تم نے میرے لئے بڑی آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔''

''میں تو چاہتی ہوں کہ تم اپنی خواہش کی تکمیل بھی کر لو' اور سرزمین افریقہ سے نکل جاؤ۔تم دنیا کے جس خطے میں بھی ہو۔جب تم اس سانپ پر ہاتھ پھیرو گے۔میں تمہارے پاس آ موجود ہوں گی۔''

"اوہ......سنجیونی یہ میرے لئے واقعی خوشی کی خبر ہے۔لیکن تم اب یہ بتاؤ کہ یہاں سے باہر نکلنے میں تم میری کیا مدد کروگی۔"

"میں تمہیں قیمتی ہیرے فراہم کئے دیتی ہوں۔ان ہیروں کو تم اپنی کمر کے گرد کس لو اور پھر تم یہاں سے میرے بتائے ہوئے راستے کی طرف چل پڑو۔"

"میں تا زندگی تمہارا احسان مند رہوں گا۔" میں نے جواب دیا' اور سنجیونی نے مسکراتے ہوئے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔"

"نہیں عادل اس کی ضرورت نہیں۔میں تو خود ہی تمہاری پرستار ہوں۔تم نے مجھے زندگی کا وہ سکون بخشا ہے، جس کے لئے میری روح ترس رہی تھی۔آؤ میرے ساتھ اس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

ایک بار پھر ہم اس جگہ پہنچ گئے۔جو شیشے کی دیوار کے دوسری طرف تھی۔سنجیونی نے مجھے انتہائی قیمتی ہیرے دیئے، اور میں نے لاپروائی سے انہیں دیکھا۔

"یقین کرو۔سنجیونی یہ ہیرے میری دنیا میں تہلکہ مچا سکتے ہیں،لیکن......"

"لیکن کیا......؟"

"مجھے بھروسہ نہیں ہے۔کہ میں اپنی دنیا میں پہنچ سکوں گا۔"

"انسان کو کوشش کرتے رہنا چاہیے۔تم جس حالات سے گزر چکے ہو۔ان سے بچ نکلنے کی بھی تمہیں اُمید نہیں تھی۔لیکن دیکھو تم بدل گئے ہو۔"

"ہاں......یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ساری زندگی جدوجہد پر مشتمل ہے۔تھکن ہی کو تو موت کہتے ہیں۔"

"تمہارا کہنا درست ہے۔"

"کاش! میں اس سے زیادہ تمہاری مدد کرسکتی۔" کاش! میں تمہیں تمہاری دنیا میں پہنچا سکتی۔لیکن دوسری قوتیں تم پر مسلط ہیں۔"

"سنجیونی اس سلسلے میں تم میرے ساتھ کیا کرسکتی ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"اب اس کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے۔"

"میں تمہیں راستوں کی نشاندہی کروں گی۔"

"اور اگر میں راستہ بھٹک گیا تو؟"

"مجھے آواز دے دینا۔"

"میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔کیا تم میرے پاس آکر میری مدد کروگی۔"

"ہاں......لیکن بس ایک قباحت ہے۔" سنجیونی نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"وہ کیا......؟"

"دیکھو عادل! میں بتا چکی ہوں کہ میری قوتیں صرف میری اپنی حکومت اور میری چھوٹی سی دنیا تک محدود ہیں۔سرزمین افریقہ جادو کی زمین ہے۔یہاں دیوی اور دیوتاؤں کا تسلط ہے' اور جادو یہاں کی سب سے بڑی قوت ہے۔تمہاری دنیا میں قوتوں کا تعین ہتھیاروں اور دوسری تباہ کن چیزوں پر ہوتا ہے۔ہم قوتوں کا تعین جادو سے کرتے ہیں۔میں کبھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ میرا جادو یہاں کے دوسرے جادوگروں سے زیادہ ہے۔ہاں اپنے علاقے کی میں مکمل حکمران ہوں، اور یہاں دوسروں کی دخل اندازی ذرا مشکل ہی ہوگی۔" چنانچہ راستے میں اگر تمہارے اوپر کسی اور نے تسلط جمانے کی کوشش نہ کی، تو میں پھر اس جگہ آکر تمہاری مدد کروں گی۔جہاں تمہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی۔لیکن اگر......"

"اوہ......میں سمجھ رہا ہوں۔ٹھیک ہے۔سنجیونی یہ تو نہایت صاف بات ہے' اور میں اس سلسلے میں تم سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔

"میری دعائیں میری محبت تمہارے ساتھ ہے عادل۔" سنجیونی نے کہا' اور میں نے گردن ہلادی۔پھر میں نے اس سے اجازت طلب کی، اور سنجیونی نے الوداعی بوسے کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔وہ مجھے اس انوکھی سرزمین سے باہر جنگل کے راستے تک چھوڑنے آئی تھی' اور پھر اس نے کہا۔

"مہذب آبادیوں کی جانب جانے کے لئے تم سیدھا رخ کرو۔تمہیں جنگلوں کا یہ عظیم سلسلہ طے کرنا پڑے گا۔جو بائیں سمت نظر آرہا ہے۔اس کے بعد صحرائی علاقہ شروع ہوجائے گا۔تم اس علاقے میں سفر کرتے رہو' اور سیدھے چلتے رہو۔میرا خیال ہے کہ تمہاری منزل مقصود تمہیں مل جائے گی۔ہاں راستے میں چند مصیبتیں ہوں گی۔لیکن میری دعا ہے کہ تم ان سے گزر جاؤ۔جس وقت تم ایک ایسے علاقے میں پہنچو گے، جہاں ناریل کے درختوں کے بڑے بڑے جھنڈ نظر آئیں گے۔تو وہاں سے تم بائیں سمت اختیار کرنا۔یہ سمت تمہیں مہذب آبادیوں تک لے جائے گی۔" سنجیونی نے کہا' اور میں نے اس کا الوداعی بوسہ لے کر اس کے بتائے ہوئے راستے کو ذہن نشین کرلیا۔

ایک بار پھر صحرائے اعظم افریقہ تھا' اور میں یک وتنہا ان ویرانیوں میں خوف کی حکمرانی تھی،لیکن اب میں اس خوف سے بے نیاز ہوگیا تھا۔میں تو اب ان ویرانوں میں سفر کا عادی

ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں سنجیونی کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا رہا۔ سفر کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ بس ایک تحریک تھی، جو عمل کر رہی تھی۔ رات ہو گئی تو ہوش آیا۔ میں ایک پہاڑی علاقے میں تھا۔ چاروں طرف برہنہ چٹانیں سینہ تانے کھڑی تھیں۔ درختوں کا کوئی نشان نہیں تھا۔ میں نے ایک چٹان کا سایہ منتخب کیا' اور اسے رات گزارنے کی جگہ کے طور پر منتخب کیا۔

کرنا بھی کیا تھا۔ بس بیٹھ گیا۔ بھوک تھی نہ پیاس بس زندگی بچانے کا تصور تھا۔ حالانکہ اس وقت میں اپنی دنیا میں ایک کروڑ پتی انسان تھا۔ میرے پاس دنیا کے نایاب ہیرے تھے۔ اتنے قیمتی ہیرے کہ اگر منظر عام پر آجائیں تو تہلکہ مچا دیں۔ لیکن کھانے پینے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔

مجھے ہنسی آگئی۔ یہاں آکر ہر شے کی بے وقعتی کا احساس ہوتا تھا۔ انسان کس قدر احمق ہے۔ وہ دولت کے پیچھے اپنا سب کچھ لٹا دیتا ہے۔ لیکن یہ دولت اس کا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ ایک کروڑ پتی شخص ایک چٹان کے سائے میں بھوکا پیاسا بیٹھا تھا' اور اس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔

میرے دوست! میں نے سوچا۔ لیکن کون میرا دوست ہے۔ یہ ہیرے، یہ ماحول اور میرے ذہن پر وحشت طاری ہونے لگی۔ سنجیونی کے قول کو آزما سکتا تھا۔ لیکن اسے تکلیف دینے سے کوئی فائدہ، کوئی خاص ضرورت ہوئی، تو دیکھا جائے گا۔

میں نے ایک سرد آہ بھری اور چٹان کے نزدیک دراز ہو گیا۔ یہ ہیرے مجھے انتہائی بے وقعت محسوس ہو رہے تھے۔

رات ہو چکی تھی۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ تاحد نگاہ ویرانہ ہی ویرانہ تھا' اور اس ویرانے میں ایک تنہا انسان، انسان مجھے پھر ہنسی آگئی۔ کیا واقعی میں انسان ہوں۔"

"انسان اتنا بے وقعت تو نہیں ہوتا، انسان اتنا مفلوج تو نہیں ہوتا۔ ہم اشرف المخلوقات ہیں۔ ہمیں بے شمار قوتوں سے نوازا گیا ہے۔ لیکن یہ قوتیں کہاں سو جاتی ہیں۔ ہم اتنے بے بس کیوں ہو جاتے ہیں۔ عام حالات میں۔ کون اس ویرانے میں آنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ لیکن اس وقت میں یہاں موجود ہوں۔ کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ ہاں ساری دنیا میں میرا کوئی بھی تو نہیں ہے۔ نجانے کہاں سے آنکھوں میں نمی آگئی' اور جب میں نے غمناک آنکھوں کو صاف کیا، تو دفعتاً ایک چمک سی نظر آئی۔ کسی چٹان کی آڑ میں آگ جل رہی تھی۔ حالانکہ رات کا وقت تھا۔ لیکن فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ میں پہنچنے میں ناکام رہتا۔ لیکن اس ویرانے میں آگ، میں نے تعجب سے سوچا۔

آگ کے سائے ایک چٹان کو نمایاں کر رہے تھے۔ میں نے اس پر نگاہیں گاڑ دیں' اور ذرا دیر بعد میری آنکھیں کچھ متحرک سائے دیکھنے میں کامیاب ہو گئیں۔ یہ متحرک سائے انسانی ہی تھے۔

افریقہ کا کوئی جادو، کوئی غول بیابانی۔ جس کے نزدیک جا کر کچھ اور الجھنیں دامن گیر ہو جائیں گی۔

لیکن حیرت کی بات یہ تھی۔ مجھے توہمات پر یقین نہیں تھا۔ لیکن اس خطے میں تو ساری باتیں جھوٹ ہو جاتی تھیں۔ کون سی بات تھی، جو ناقابل یقین تھی، تو کیوں نہ اس غول بیابانی سے بھی ملاقات کر لی جائے۔ یہاں تنہا پڑے رہنے سے کیا فائدہ میں نے سوچا' اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے چٹان کا رخ اختیار کیا' اور تاریک رات ہونے کے باوجود آگ کے نشان کو حد نگاہ رکھ کر بالآخر اس چٹان تک پہنچ گیا۔ چٹان کے سامنے آگ روشن تھی۔

میری نگاہ ان چھ سات افراد پر پڑی۔ جو چٹان سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ گو رات کی تاریکی میں ان کے نقوش واضح نہیں تھے۔ لیکن آگ کی دھندلائٹ کم از کم اس بات کا اعلان کر رہی تھی، کہ وہ مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔

افریقہ کی صعوبتوں کا شکار کوئی قافلہ، میں نے سوچا لیکن تعجب کی بات تھی، کہ اس خوفناک ماحول میں کسی اجنبی انسان کو دیکھ کر انہیں حیرت نہیں ہوئی تھی۔

جب ان لوگوں نے جنبش نہیں کی تو میں خود ہی ان کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ سب ہوش و حواس میں تھے۔

"ہیلو۔" میں نے پہلے آدمی کو مخاطب کیا' اور اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ پھر کمزور آواز میں بولا۔

"ہیلو۔"

"آپ لوگوں کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"اسے تعجب ہوا ہے۔" اس شخص نے دوسری طرف رخ کر کے یہ جملہ دوہرایا' اور دوسرے نے یہ ہی جملہ تیسرے سے کہا۔ دیر تک میرا کہا ہوا جملہ ہر ایک کی زبان پر گونجتا رہا' میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ عجیب انداز تھا۔ جیسے وہ سب حواس کھو بیٹھے ہوں۔

"اور کچھ کہو۔" اس شخص نے کہا۔

"کیا آپ لوگ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟" میں نے اس بار کسی قدر ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"کیوں بھئی کیا ہم لوگ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں؟" اس نے پہلے کی مانند دوسرے سے سوال کیا۔ دوسرے نے تیسرے سے اور تیسرے نے چوتھے سے میرے ذہن میں شدید جھنجھلاہٹ پیدا ہوگئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم لوگ اگر مجھ سے ٹھیک طور سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے، تو تمہاری مرضی۔" میں نے واپسی کے لئے قدم بڑھائے، اور اچانک وہ سب اچھل کر کھڑے ہوگئے۔

"کیوں جا رہے ہو؟" "آہ..... تم کہاں جا رہے ہو۔ رک جاؤ..... رک جاؤ" اس بار میں نے کچھ نسوانی آوازیں سنی تھیں۔ سچی بات ہے۔ ان لوگوں کے انداز سے مجھے بے حد خوف محسوس ہو رہا تھا۔ حالانکہ مہذب انسان تھے۔ لیکن بے حد پراسرار، بڑے عجیب۔"

میں رک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"تم سے ہماری بڑی اُمیدیں وابستہ ہیں۔" کسی عورت نے کہا۔

"آہ..... تم ہمارا سہارا ہو۔" دوسری آواز مرد کی تھی۔

"نہ جاؤ..... اس طرح نہ جاؤ۔"

میں ہونٹ بھینچے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "اس ویرانے میں تمہیں ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے۔"

"اب نہیں کریں گے۔ وعدہ۔ سمجھے تم لوگ اب ہم میں سے کوئی اس ویرانے میں ان سے مذاق نہیں کرے گا۔" اس نے دوسروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم سمجھ گئے۔" تمام لوگ بیک وقت بولے۔ تب آگے والا شخص جو ابتک مجھ سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ چند قدم آگے بڑھا۔

"مگر تم ہو کون؟"

"ایک سیاح..... ایک آوارہ گرد۔" میں نے جواب دیا۔

"دو ہوگئے۔" کسی طرف سے آواز آئی اور آگے والا شخص پلٹ پڑا۔

"تم مذاق نہ کرنے کا وعدہ کر چکے ہو۔ ورنہ یہ ناراض ہو کر چلے جائیں گے۔ سمجھ گئے۔ تم لوگ اس نے کہا۔

"سمجھ گئے۔" وہ پھر اسی انداز میں بولے کھڑے ہونے سے آگ کے سائے ان کے چہروں پر پڑ رہے تھے اور اب ان کی صورتیں کسی قدر واضح ہوگئی تھیں۔ اچھی خاصی شکلوں کے لوگ تھے۔ لیکن بدرونق چہرے بھوک سے لاغر، تب میری سمجھ میں بات آنے لگی۔ وہ سب مصیبتوں کا شکار ہو کر ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ تب وہ مجھے کسی قدر قابل رحم محسوس ہوئے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے سب سے آگے والے سے پوچھا۔

"وینس پارکر! میں اس پارٹی کا سربراہ ہوں۔"

"اوہ..... یہاں سے واپس نہیں جا سکے؟"

"ہاں۔ یہ ہی بات ہے۔"

"دولت کی تلاش، خزانوں کے چکر میں آئے ہو گے؟" میں نے کسی قدر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک سمجھے تم۔ وینس پارکر نے جواب دیا۔ باقی سب ساکت و جامد تھے۔ ان کے جسموں کو جنبش تک نہیں ہو رہی تھی۔ شاید پلکیں بھی نہیں جھپکا رہے تھے۔

"کچھ ملا؟" میں نے سوال کیا۔

"بہت کچھ۔" وینس پارکر نے جواب دیا۔

"خوب کیا ہے، کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"سب سے قیمتی چیز جو ملی۔ اس میں سے کچھ تم بھی لے لو۔ جانتے ہو۔ وہ کیا چیز ہے۔ ایک سبق، ایک انتہائی قیمتی سبق۔"

"وہ کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"دفینے اپنی ذات میں چھپے ہوتے ہیں۔ اپنے وجود کی گہرائیاں کھودو تمہیں ہر شے دستیاب ہو جائے گی۔ دل کا سکون اس جہاں کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ بدن کی آسائش کے لئے بدن کو فنا کر دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیسی رہی؟ نکالو اب روٹی۔"

"نہیں۔ دو روٹیاں۔" دوسری آواز ابھری۔

"نہیں، تین نہیں چار۔ آہ ہم سب بھوکے ہیں۔ ذرا سا پانی بھی دینا۔ پانی پانی..... پانی۔" وہ سب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ بھیانک، اور عجیب آوازیں تھیں۔

ایک بار پھر میرے بدن میں سرد لہریں سی دوڑنے لگیں۔ اس ویرانے میں یہ دیوانے مجھے کوئی نقصان بھی پہنچا سکتے تھے۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ تب پارٹی لیڈر کی آواز ابھری۔

"خاموش..... خاموش..... ہو جاؤ۔ تم ان سے مذاق نہ کرنے کا وعدہ کر چکے ہو۔ وعدہ شکنی نہ کرو۔"

"آوازیں ایک دم بند ہوگئیں، اور پھر وہ سب ہنسنے لگے۔ قہقہے لگانے لگے۔ "ہم رو تو نہیں رہے۔ ہم تو ہنس رہے ہیں۔ دیکھ لو ہم تو ہنس رہے ہیں۔"

"کچھ مت کرو۔ خاموش ہو جاؤ، وینس پارکر دھاڑا......اور آوازیں ایکدم بند ہو گئیں۔ گہرا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ میرے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے۔ یہاں آ کر تو میں اور الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

"تمہارے پاس بھی روٹی نہیں ہے۔" وینس پارکر نے پوچھا۔

"افسوس نہیں......میں تمہارے لئے افسردہ ہوں۔ کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔"

"ہماری مدد تو تم کر سکتے ہو؟" وینس پارکر نے کہا۔

"کس طرح کرو گے؟"

"کرو گے؟"

"ہاں میں تمہارے لئے افسردہ ہوں۔ میں خلوص دل سے تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ مسٹر وینس مسکرا پڑا۔

"اگر یہ بات ہے تو آؤ۔ لیکن تمہیں تھوڑی دور چلنا ہو گا۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے مستعدی سے کہا۔ ہر چند کہ سب ضبط الحواس تھے۔ لیکن میرا دل ان کے لئے افسردہ تھا۔ میں واقعی ان کی مدد کرنے کا خواہش مند تھا۔

"آؤ......سب کے سب خاموشی سے آؤ۔ ایک قطار میں آؤ۔ آؤ میرے ساتھ۔" پارکر نے کہا' اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ واپس آتے ہوئے پارکر نے آگ بجھا دی۔

میں اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ لیکن پوری طرح چوکنا تھا۔ نجانے ان دونوں میں سے کون کیا حرکت کر بیٹھے۔ اس لئے میں عقب سے بھی ہوشیار تھا' اور بار ہا گھوم کر انہیں دیکھ لیتا تھا۔

چاند آہستہ آہستہ سر ابھار رہا تھا' اور روشنی پھیلتی جا رہی تھی' اور اب وہ سب اور نمایاں ہو گئے تھے' اور میں ان کے چہرے دیکھ سکتا تھا۔ دو عورتیں تھیں، باقی مرد تھے۔ ان کی چال میں مردنی تھی۔ چہرے سوکھے ہوئے تھے۔ جیسے فاقوں سے نڈھال ہوں۔ بالآخر وہ تقریباً ایک میل تک ہے' اور مجھے دو جیپیں نظر آئیں۔ جن پر گرد اٹی ہوئی تھی۔ جیپ کے نزدیک سامان بکھرا پڑا تھا۔ جس میں لباس کی چندھیاں اور دوسری بہت سی چیزیں تھیں نہ جانے کیا کیا۔

وینس پارکر یہاں رک گیا۔ "یہ ہے اصل جگہ۔" اس نے کہا' اور میں نہ سمجھنے والے انداز میں اس دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"خزانہ چاہیے۔ وینس پارکر نے عجیب سے لہجے میں پوچھا' اور پھر جیپ کی طرف بڑھ

پھر اس نے چند چیزیں ادھر ادھر پھینکیں' اور کچھ دیر کے بعد ایک بڑا تھیلا اٹھا لیا۔ تھیلا شاید زیادہ وزنی تھا۔ چمڑہ بھی سالخوردہ تھا۔ تھیلا پارکر کے ہاتھ سے چھوٹ گیا' اور نیچے گر کر پھٹ گیا۔ اس میں سے بے شمار سونے کے سکے نکل کر بکھر گئے' اور پارکر کھسیائے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

"وزن زیادہ تھا، معاف کرنا۔ ٹھہرو میں اسے کھولتا ہوں' اور وہ لپک کر تھیلے کی زپ کھولنے لگا۔ سونے کے زیورات سکے اور ہیرے بڑا قیمتی خزانہ تھا۔ میری آنکھیں پھیل گئیں۔

"کیا ہے۔" پارکر نے پوچھا۔

"نایاب۔" اس نے ایک زیور ہاتھ میں لے لیا' اور کہا۔

"لو گے یہ سب کچھ؟" وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سب کا سب تمہارا لیکن تم تنہا ہو اور ہم سب اتنے سارے شدید محنت کرنا پڑے گی۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا' اور میں پھر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا پارکر؟"

"آہ......تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ اچھا تو یوں سمجھو......تقریباً ساڑھے آٹھ سال قبل ہم اس تاریک براعظم میں داخل ہوئے تھے۔ یہ سب اپنے وطن کے لالچی لوگ ہیں۔ میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں۔ تو ہم سب دولت مند بننے چلے تھے' اور ہماری مدد کی تھی ایک کتاب نے، جو ایک سیاح کا قلمی نسخہ تھا۔ لیکن بڑے احمق ہوتے ہیں۔ وہ لالچی لوگ تم سوچو۔ دولت کس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو وہ سیاح جب خود اسے حاصل نہ کر سکا، تو اس نے کتاب لکھ دی۔ اس نے دعوت دے دی ہم احمقوں کو۔"

جبکہ یہ دشوار گزار راستے یہاں خزانے تو ہیں۔ زندگی نہیں ہے' اور یہ تو سنہری بھول بھلیاں ہیں، جو پھنسا، بالکل گیا۔"

"بالکل گیا......تو ہم بھی ان بھول بھلیوں میں پھنس گئے۔ لیکن اس کی کتاب غلط نہیں تھی۔ سو تم تھیلا دیکھ لو' اور کہا۔ ایسا ہی چمکدار دن تھا۔ جب ہم نے ایک غار میں سے یہ خزانہ نکالا۔ افوہ شعیب کا خوشی سے انتقال ہو گیا۔ بڑا ہی چالاک تھا۔ مر گیا۔ ایک اشرفی بھی ہم نے اس کی لاش پر سجا دی تھی' اور پھر تھیلا بھر کر چل دیئے' اور بھول گئے راستہ۔

صحرائے اعظم اپنے دفینے خود میں جذب رکھنا پسند کرتا ہے۔ ورنہ اس خونی جنگل کی پیاس کیسے بجھے۔ وہ دفینوں کی چمک دیتا ہے' اور لوگوں کو کھینچتا ہے۔ اپنی طرف اور جب مکھیاں

جال میں پھنس جاتی ہیں۔تو پہاڑ ہنستے ہیں،جنگل ہنستے ہیں۔

اور......اور......وہ سب ہنس پڑے۔عجیب عجیب بھیانک آوازوں میں' اور ونیس پارکر نے غصیلی نظروں سے انہیں دیکھا۔

''تم پھر ٹپک پڑے درمیان میں۔'' اور سب کی ہنسی رک گئی' اور وہ سب سہمے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

تب بھوک پیاس کا پہلا شکار علایہ ہوئی۔آہ......پیاری علایہ،ذرا مر کر دکھاؤ۔'' اور ان میں سے ایک عورت زمین پر بیٹھ گئی۔پھر لیٹ گئی،اور پھر کرب سے ایڑیاں رگڑنے لگی۔میں تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا۔بالآخر عورت ساکت ہو گئی' اور ونیس پارکر کی آواز ابھری۔

دوسرے نمبر پر لائن تھا۔

ہنسنے ہنسانے والا لائن پارٹی کا اسمارٹ نوجوان۔لائن۔''

''اب میری باری ہے۔'' ایک نوجوان بولا۔

''ہاں......چلو تمہارا نمبر آ گیا۔'' ونیس پارکر بولا' اور لائن نے خاموشی سے زمین پر لیٹ کر دم توڑ دیا۔میں نے ان دونوں کے جسموں سے گوشت غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا' اور چند ساعت میں وہ صرف ڈھانچے رہ گئے۔استخوان ڈھانچے اور میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔اب تو ان کی موت میں کوئی شک نہیں تھا۔

میرا دل چاہ رہا تھا کہ چیختا ہوا بھاگ نکلوں۔لیکن نہ جانے کون سی قوت نے میرے پاؤں جکڑے ہوئے تھے۔یکے بعد دیگرے وہ سب مر گئے' اور آخر میں صرف ونیس پارکر رہ گیا۔

''یہ ہے۔ہم بدنصیبوں کی کہانی۔انسان کو ساری زندگی کچھ نہ ملے۔لیکن موت کے بعد دو گز زمین تو اس کا حق ہوتا ہے۔ہم سب اس حق سے مرحوم ہیں۔کیا تم ہماری مدد کرو گے۔ہمیں دو گز زمین دے دو۔

''ہم سب کو دو گز زمین دے دو۔'' زمین پر پڑے ہوئے ڈھانچوں سے آوازیں ابھریں' اور میرے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔

''اور تم ونیس پارکر......کیا تم بھی......؟''

''ارے بھائی میں کیا فولادی انسان ہوں۔میں کیوں نہ مرتا۔چلو میں بھی مرا جاتا ہوں۔وہ زمین پر لیٹ گیا' اور تھوڑی دیر بعد اس کا بدن بھی ڈھانچے میں تبدیل ہو گیا۔میرے حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے' اور میں متحیرانہ انداز میں کھڑا ہی رہ گیا۔

◆◆◆

میں اس کہانی سے اتنا متاثر ہوا کہ وہاں سے بھاگ بھی نہ سکا۔میں زمین پر پڑے ان استخوانی ڈھانچوں کو دیکھ رہا تھا' اور میرے ذہن پر عجیب سا احساس چھایا ہوا تھا۔یہ انسان ہے۔دولت کا دیوانہ دولت کی ہوس میں اندھا۔لیکن یہ اس کا اختتام ہے۔یہ کی انتہا ہے۔

رات آہستہ آہستہ اختتام کی طرف جا رہی تھی۔قدرت کی طرف سے انسان کو کتنے رے دیئے گئے ہیں۔وہ ان اشاروں کو سمجھتا ہے۔پھر ان سے انجان بننے کی کوشش کرتا کیسی انوکھی بات ہے۔ہم آنکھیں بند کر کے جہاں او جھل تو نہیں کر سکتے۔''

ایک جیپ میں کدال اور پھاوڑے موجود تھے۔یقیناً دفینہ کھودنے والوں نے یہ چیزیں رکھی ہوں گی اور میں نے کدال اٹھائی اور مصروف ہو گیا۔میں نہیں جانتا تھا کہ کب صبح ئی۔

لیکن ایک کے بعد ایک میں قبر تیار کرتا رہا' اور جب سورج نے سر ابھارا تو میں اپنے م سے فارغ ہو چکا تھا۔جتنی ان ڈھانچوں کی تعداد تھی۔میں نے اتنی قبریں تیار کر لی یں۔یہ قبریں گو زیادہ گہری نہیں تھیں۔لیکن بہر صورت اتنی تھیں،کہ ڈھانچوں کو ان میں نایا جا سکے۔اب میرے ذہن سے خوف نکل چکا تھا۔ان میں ایک ایک ڈھانچے کو اٹھا کر قبر ں ڈال دیا' اور اس کے بعد پھاوڑے کا استعمال شروع کر دیا' اور اس کام سے فارغ ہوتے تے صبح ہو گئی تھی۔

رات پھر شدید مشقت کی تھی۔بدن تھک کر چور چور ہو گیا تھا۔لیکن عزم کبھی نہیں ٹا۔قبریں برابر کرنے کے بعد میں نے اپنے کمر سے پسینہ پونچھا۔شدت کی بھوک لگ تھی،لیکن کھانے پینے کی چیزیں خاصے فاصلے پر تھیں۔میں اس کام سے فارغ ہونے کے اپنی جگہ پر لیٹنے کا ارادہ کرنے لگا۔تب میری نگاہ ایک بار پھر جیپوں پر پڑی۔میں نے ب جیپ کو اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔بیٹری ڈاؤن ہو چکی تھی۔اس لئے جیپ اسٹارٹ نہ کی۔پٹرول وغیرہ البتہ اس میں خاصا موجود تھا،کہ میں نے آہستہ سے گردن ہلائی۔ساری یں بے سود تھیں۔میں نے سوچا اور واپس اپنی جگہ کی طرف پلٹ پڑا۔

کھانے پینے کی جو چیزیں میرے پاس موجود تھیں۔ان میں سے کچھ حصہ نکالا،اور ھانا شروع کر دیا۔کھانے کے بعد بدن میں کچھ توانائی پیدا ہوئی تھی۔لیکن پھر سستی اور تھکن نے اتنا غلبہ پایا کہ میں وہیں لیٹ گیا' اور لیٹتے ہی مجھے نیند آ گئی۔

ساری رات کا جاگا ہوا تھا۔اس لئے رات تک سوتا رہا۔پھر چاند دوبارہ نکل آیا۔جب میری آنکھ کھلی۔طبیعت پر عجیب سی کسلمندی طاری تھی۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔اس عجیب وغریب ماحول سے میں بہت زیادہ متاثر تھا۔دل پر ایک عجیب سی ویرانی چھائی ہوئی تھی۔

بس کوئی نام نہیں دیا جاسکتا تھا،اس کیفیت کو۔دن اور رات کا احساس تو بیکار تھا۔دن بھر چونکہ سویا تھا۔اس لئے رات کو سفر شروع کردیا۔سنجیونی کی بتائی ہوئی سمت یاد تھی۔چنانچہ میں سفر کرتا رہا۔

ایک بار پھر گھنے جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا' اور جب سورج نکلا، تو میں گھنے جنگلوں کے درمیان میں تھا' اور میں ایک بار پھر تھک گیا تھا۔آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔بس سارا وجود ویران تھا۔

تب دفعتاً ایک آہٹ سنائی دی۔نہ جانے کیوں دیکھنے کو جی چاہا تھا۔میں نے گردن گھمائی اور دل میں نفرت کا شدید طوفان ابھر آیا۔سفید بلی اپنی تمام تر مکروہات کے ساتھ میرے سامنے تھی۔

''آہ......تم نے اب بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔''میں نے نڈھال لہجے میں کہا۔

''میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''اپنی اصل شکل میں میرے ساتھ آؤ۔''میں نے کہا' اور سفید بلی زمین پر لوٹنے لگی۔دوسرے لمحے سومی میرے سامنے موجود تھی۔میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آج تم پہلی بار اصل شکل میں میرے سامنے آئی ہو۔''

''ہاں۔''

''اس کی کیا وجہ تھی؟''

''تم جانتے ہو۔''

''مثلاً؟''

''ناگ رانی نے تم پر میرا راز افشا کردیا تھا۔''سومی دانت پیس کر بولی۔

''ہاں سنجیونی نے یہ عمدہ کام کیا تھا۔لیکن سومی......تم نے خود کو مجھ سے اب تک کیوں چھپایا تھا؟''

''کوئی خاص وجہ نہیں تھی اس کی۔''سومی کی آواز میں سسکی نمایاں تھی۔

''میں یہ بات نہیں مان سکتا۔''

''نہ مانو تم نے زندگی میں میری بات مانی ہی کب ہے۔''

''اب جبکہ تم میرے سامنے عیاں ہو چکی ہو سومی،تو تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔پہلے تو یہ بتاؤ۔تم اس وقت یہاں کیوں آئی ہو۔''

''جواب میں سومی سر جھکا کر رونے لگی۔''آہ......عادل شاہ!تم نے مجھ سے میرا سکون چھین لیا ہے۔عادل!میں کیا کروں۔''وہ زاروقطار رونے لگی۔لیکن میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''خوب یہ ہی الزام میں تم پر لگاتا ہوں سومی۔''

''تمہارا الزام غلط ہے۔عادل!تم خوامخواہ خود کو مظلوم سمجھتے ہو۔تم نے ہمیشہ میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔''

''حساب کرلو۔سومی!کون مظلوم ہے۔یہ بات کھل جائے گی۔''

''میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟''بتاؤ......''وہ مظلومانہ انداز میں مجھے دیکھتی ہوئی بولی

''سومی......سومی......تم یہ بات جانتی ہو کہ صحرائے اعظم افریقہ میں میں اپنی مرضی سے داخل نہیں ہوا تھا۔

''میری مرضی سے بھی نہیں آئے تھے۔''

''ہاں......یہ بات مجھے تسلیم ہے۔''

''تو پھر اس میں میرا کیا قصور ہے۔''

قصور میرا بھی نہیں ہے سومی۔حالات نے مجھے سمندر کے حوالے کردیا' اور سمندر نے مجھے اس ساحل پر چھوڑ دیا' اور پھر میں جموکا کے ہاتھ لگ گیا۔جموکا نے میری زندگی بچائی، لیکن اپنے مفاد کی خاطر تم خود بتاؤ۔سومی!مجھے سیاہ فاموں کے مفاد سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔تاہم میں نے حتی المقدور کوشش کی،ناکام رہا۔یہ دوسری بات ہے۔کیونکہ سردار شیلا نے مجھ سے تعاون نہیں کیا تھا' اور اس کے بعد۔''

''ہاں اس کے بعد کہو۔''وہ شکایتی انداز میں بولی۔

''ایک ایسا انسان سومی۔جو حالات کے ہاتھوں ستایا ہوا ہو۔جسے اپنی بے بسی کا شدید احساس ہو۔اس وقت کتنا بے بس ہو جاتا ہے۔جب وہ خود کو کسی کا تابع محسوس کرے۔

''عادل!اب میری بھی سنو گے۔''

''ہاں......سناؤ سومی!میں چاہتا ہوں کہ آج کوئی بات ہمارے درمیان نہ رہ جائے۔''

میں نے کہا۔

"میں نے ساری باتیں بھول کر تمہیں چاہا تھا۔تم ایک مشکل کام کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔عادل!میں نے تمہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔سفید بلی کی شکل میں، میں تمہارے نزدیک پہنچ گئی۔صرف اس لئے کہ ہر لمحہ تمہاری حفاظت کر سکوں۔یقین کرو عادل!اس کے لئے مجھے اپنے باپ سے بغاوت کرنا پڑی تھی۔

"بغاوت۔"

"ہاں بغاوت۔"

"وہ کس طرح؟"

"جموکا نے ساری زندگی مجھ پر محنت کی ہے۔وہ مجھے عظیم علوم سے بہرہ ور کر کے اس پورے علاقے کی دیوی بنانا چاہتا تھا۔اس کے لئے اس نے بڑے بڑے چلّے کیے۔بڑی شدید محنت کی ہے۔اس نے اور وہ نہیں چاہتا تھا، کہ میں اپنی محنت کسی دوسرے کام میں صرف کروں۔اس طرح میرا علم ادھورا رہ جائے گا۔

"اوہ پھر......"

"لیکن میں......میں تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی' اور ایسی گرفتار ہوئی، کہ سارا جہان بھول گئی۔میں تمہاری حفاظت کے لئے نکلی۔تو جموکا نے میرا راستہ روکا' اور میں نے اس کا طلسم توڑ دیا۔گویا میرا طلسم ندارد ہو گیا۔اب میں اپنے طلسم کو مکمل نہیں کر سکتی۔اب میں جنگلوں کی دیوی نہیں بن سکتی لیکن میں نے اس کی پروا نہیں کی۔تمہاری محبت مجھے مل جاتی۔اس کے بعد کچھ نہیں چاہیئے تھا۔مجھے لیکن عادل!تم نے میری محبت قبول نہیں کی۔"

"تو تم سیاہ فاموں کے مفاد کے لئے میرے پاس نہیں آئی تھیں۔"

"میں نے کبھی تم سے کچھ مانگا عادل شاہد......جواب دو۔"میں نے تمہاری خیریت کے سوا کبھی کچھ طلب کیا تم سے؟"

"تم نے قدم قدم پر میری راہ روکی تم نے میری زندگی اجیرن کر کے رکھ دی۔

"صرف ایک معاملے میں عادل۔صرف ایک معاملے میں۔"

"لیکن سومی۔"میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں عورت ہوں عادل!اور کوئی عورت محبوب کا پیوند برداشت نہیں کرتی۔میں اپنی محبت میں کسی کی شرکت نہیں چاہتی۔"

"اتنی بے دردی سے کہہ رہے ہو عادل؟"

"میں صاف گوئی سے کام لے رہا ہوں۔میں تم سے محبت کرنے کے لئے مجبور نہیں ہوں۔"

"مجھ میں کوئی کمی ہے عادل؟"

"یہ دوسری بات ہے۔لیکن میں ذات کی آزادی چاہتا ہوں۔میں تمہیں مکمل محبت نہیں دے سکتا۔میں تمہارا پابند بن کر نہیں رہ سکتا۔"

"آخر کیوں؟"

"میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"میری وفائیں تم پر اثر انداز نہیں ہوئیں۔تم نے مجھے زخمی تک کر دیا ہے۔"

"میں تمہاری جان کا دشمن ہو گیا تھا۔تم نے جس طرح میرے راستے روکے ہیں۔اسکی وجہ سے میرے دل میں تمہارے لئے نفرت پیدا ہو گئی ہے۔"

"آہ......عادل اتنے بیدردمت بنو۔میں تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔"

"افسوس میں تمہیں نہیں چاہ سکتا۔سومی۔میں اپنی مرضی کا مالک ہوں' اور اب تو تمہیں شکست ہو چکی ہے۔"

"شکست۔"وہ بولی۔

"ہاں شکست۔"

"کون سی شکست کی بات کر رہے ہو۔"

"میں زورانہ کا حوالہ دوں گا۔تم اسے میری آغوش میں آنے سے نہیں روک سکیں۔"

"ہاں......یہ درست ہے۔"

"اسے تم نے کس طرح معاف کر دیا۔سومی!"میں نے طنزیہ لہجے میں کہا' اور سومی نے گردن جھکا لی۔پھر اس نے آنسو خشک کیے اور بولی۔

"تم نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔عادل!مجھے افسوس ہے کہ میں یہاں تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔"

"کیا مطلب؟"

"صرف مجھ سے نفرت کے جذبے کے تحت تم اس جنجال میں آ پھنسے، جس سے نکلنا اب تمہارے بس کی بات نہیں۔"وہ افسوس بھرے لہجے میں بولی۔

"غالباً اب تم نے مجھے خوفزدہ کرنے کی کوئی مہم شروع کی ہے۔"میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں عادل نہیں...... تم یقین کرو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر کون سے جنجال کا تذکرہ کر رہی ہو۔"

"وہ جنجال، جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

"بتانا پسند کرو تو بتا دو۔ میں نے اب ہر چیز کی پروا کرنا چھوڑ دی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا جادو جس حد تک ہے۔ عادل وہ میں جانتی ہوں۔" یہ سنگھا کا علاقہ ہے' اور سنگھا جنگلوں کی دیوی ہے' اور اپنے علم وفن میں یکتا۔ چنانچہ اس کی سرزمین پر کسی دوسرے کا جادو نہیں چل سکتا۔ میں بھی اسی لئے یہاں پر بے اثر رہی ہوں۔"

"اوہ...... تو یوں کہو کہ تمہیں تمہاری حیثیت معلوم ہو گئی۔

"ہاں...... اس میں کوئی شک نہیں کہ میں یہاں تم پر کوئی قوت آزمائی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے زورانہ تمہاری آغوش کی زینت بن گئی۔ لیکن زورانہ کو میں نے ایک مصیبت میں ضرور پھنسا دیا ہے۔"

"واہ...... وہ کیا مصیبت۔" میں نے سوال کیا۔

"کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اب وہ سنگھا کی قید میں ہے۔

"ہاں مجھے سنجیونی نے یہ بات بتائی تھی۔

"اور سنگھا کی قید سے کسی کو آزاد کرانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔" سومی نے کہا۔

"مجھے زورانہ سے اتنی دلچسپی نہیں ہے۔ سومی! کہ میں اسے آزاد کرانے کے لئے سرگرداں رہوں۔ میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ میں آزاد انسان ہوں' اور آزاد رہنا چاہتا ہوں' اور میری یہ آزادی کوئی بھی مجروح نہیں کر سکتا۔"

"لیکن تم اس کے باوجود بھی سنگھا کے جنجال سے نہیں بچ سکو گے۔"

"لیکن کیوں؟"

"کیونکہ سنگھا تمہیں اپنے حضور دیکھنا چاہتی ہے۔"

"واہ...... یہ نیا انکشاف کیا ہے تم نے۔ جبکہ وہ مجھے اپنے حضور کیوں دیکھنا چاہتی ہے۔

"یہ وہ جانے میں نہیں جانتی۔ میرا علم یہ ہی بتا سکا ہے۔" سومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن سومی! تمہیں یہ جان کر خوشی ہو گی کہ میں اب آزاد دنیا کی طرف جا رہا ہوں۔ اس مہذب دنیا کی جانب جو میری اپنی ہے' اور مجھے اب اس دنیا میں جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"مہذب دنیا کی جانب۔" سومی عجیب سے انداز میں ہنسی۔

"کیوں؟ ہنس کیوں رہی ہو؟"

"یہ زمین بہت وسیع ہے۔ شاہ عادل اور جس مہذب دنیا کا تصور تمہاری نگاہوں میں ہے۔ وہ تم سے اتنی دور ہے کہ تم اسے کبھی نہیں پا سکتے۔"

"بکواس کرتی ہو۔" میں غصیلے انداز میں دھاڑا۔

"نہیں عادل! جو کچھ میں تم سے کہہ رہی ہوں وہی درست ہے۔ یقین کرو۔ تم ان مصیبتوں کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ جو تمہارے اوپر نازل ہونے والی ہیں' اور ان مصیبتوں میں میں تمہارا ساتھ بھی نہیں دے سکوں گی۔"

"ہاں...... اور کیا۔ ان مصیبتوں میں تم میری معاون اور مددگار بنو گی ناں۔" میں نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔

"میں...... کاش...... میں یہاں بھی تمہاری مدد کر سکتی۔ میں تم سے کتنی ہی نفرت کرنے لگوں۔ تم مجھے کتنا ہی ٹھکراؤ عادل اس کے باوجود میں تمہیں مصیبتوں کا شکار دیکھنا پسند نہیں کرتی۔"

"سومی! مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں۔ میں جس جنجال میں پھنس رہا ہوں یا پھنسنے والا ہوں۔ میں خود ہی اس سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔ سمجھیں تم! رہی یہ بات کہ اگر تم مجھ پر اپنا تسلط جمائے رکھنے کی کوشش کرو گی تو میں ہمیشہ تم سے نفرت کرتا رہوں گا۔"

"نفرت تو میرا مقدر بن گئی ہے۔ عادل! میں نے اپنے باپ کو دھوکا دیا ہے۔ میں اب کسی قابل نہیں رہی عادل! میں اب بستی میں بھی واپس نہیں جا سکتی۔ لوگ مجھ سے سوال کریں گے تو میرا سر شرم و ندامت سے جھک جائے گا۔ لیکن افسوس میں یہاں تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔ عادل! میں نہیں چاہتی کہ تم سنگھا کے چکر میں پھنسو۔ وہ ایک خوفناک جنجال ہے' اور تم اس کی جانب بڑھ رہے ہو۔"

"آخر کس طرح تم یہ بات کس طرح کہہ سکتی ہو۔"

"میں نہیں کہہ رہی حالات بتا رہے ہیں' اور پیش آنے والے حالات تمہیں خود بخود میری بات کا یقین دلا دیں گے۔"

"کچھ بھی ہو جائے سومی! میں تم سے کہہ چکا ہوں۔ تم میری مدد کرنا چاہو یا نہ کرنا چاہو تم جو کچھ بھی کہو۔ لیکن اب میں اپنی ذات میں آزاد ہوں۔ رہ گئی سنگھا تو اس جیسی بے شمار دیویاں میرے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔ ہاں...... مجھے ہلاک کر سکتی ہیں۔ لیکن جھکا

نہیں سکتیں۔ چنانچہ میں صرف وہ کروں گا، جس کا تعین حالات میرے لئے کر چکے ہیں اور اس کے لئے مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے عادل! میں تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن میں تم سے محبت کرتی رہوں گی۔''

''سومی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

''ٹھیک ہے عادل! لیکن تم مایوس مت ہونا۔ جہاں بھی تم مصیبت کا شکار ہوئے، میں تمہارے لئے کچھ نہ کچھ کرتی رہوں گی۔ محبت صرف پانے کا نام نہیں۔ آج تک میں صرف یہ سوچتی رہی تھی، کہ تم پر ظاہر نہیں ہوں گی۔ لیکن منحوس سنجیونی نے مجھ سے میری ذات بھی چھین لی۔ وہ اگر کبھی مجھے مل گئی تو اس سے تو ایسا انتقام لوں گی کہ زندگی بھر یاد رکھے گی۔''

''یہ تمہارا اپنا فعل ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ نجانے کیوں میں سومی سے اتنا بیزار تھا۔ کہ اس کی کوئی بات مجھے متاثر نہیں کر رہی تھی۔

وہ میرے ساتھ چلتی رہی' اور پھر اس نے آخری بار ڈبڈبائی نگاہوں سے مجھے دیکھا، اور دوسرے لمحے اس کا وجود پگھلنے لگا۔ وہ سفید بلی بن گئی' اور پھر راستہ کاٹ کر جنگلوں میں گھس گئی۔

میں رک گیا، اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ تھک گیا تھا۔ یوں بھی جنگلوں کا یہ سفر تھکا دینے والا تھا۔ چلتے رہنا تھا۔ وقت کا کوئی تعین نہیں تھا۔ جو واقعات مجھے پیش آئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا تھا۔ ان ویرانوں میں کیا کچھ ہے۔ یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔

''تھک ہار کر میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا' اور پھر اس کے تنے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ اب مجھے جنگلی جانوروں کا خوف تھا' اور نہ حشرات الارض کا۔ عجیب سی زندگی ہو گئی تھی۔

سومی سے ملاقات کے احساس کو ذہن سے جھٹکنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی باتیں نشتر بن کر چبھ رہی تھیں۔ آہ...... کیسی منحوس بات کہہ گئی ہے۔ میں ان جنگلوں سے نہ نکل سکوں گا۔ میں ان ویرانوں میں بھٹکتا رہوں گا۔

لیکن کب تک...... آخر اس سفر کی کوئی انتہا ضرور ہو گی۔ کوئی تو انتہا ہو گی۔ خواہ موت ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مجھے چاہتی ہے، لیکن میں اس کی چاہت کا تابع تو نہیں ہو سکتا۔ میں اس کا غلام تو نہیں بن سکتا۔''

''وقت گزرتا رہا۔ سنجیونی نے مجھے راستے کے جو نشانات بتائے تھے۔ اب تک وہ

درست ثابت ہوئے تھے' اور میں ان ہی کے سہارے چل رہا تھا۔

صحرائے اعظم افریقہ تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ اگر کبھی ان ویرانوں سے نکل سکا۔ تو کیا زندگی کے یہ واقعات بھلائے جاسکیں گے۔''

یہاں سے نکلنے کا تصور جتنا حسین تھا۔ اس کا اندازہ مجھے اس بات کے سوچنے سے ہوا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں' اور عالم تصور میں اپنی دنیا میں پہنچ گیا۔ وہ دنیا جہاں کی زندگی رواں دواں تھی۔ بے شمار مسائل سے بھری ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود دلکش۔ اپنے آپ میں جذب کر دینے والی۔

لیکن میری سوچ غلط تھی۔ دولت کے حصول کے لئے میں نے جو راستے اپنائے تھے، وہ مناسب تو نہیں تھے۔ میں اگر ایک مزدور کی حیثیت سے ہی زندگی گزارتا تو بے صورت وہ زندگی بھی میرے لئے کچھ نہ کچھ دلکشی اختیار کر جاتی۔ کسی معمولی سی عورت سے شادی کر لیتا گھر ہوتا۔ بیوی ہوتی، بچے ہوتے اور اس کے بعد میں وہی زندگی گزارتا، جو میرے آباؤ اجداد گزارتے چلے آئے ہیں۔ لیکن میں نے دولت کی ہوس میں اپنی زندگی بھینٹ چڑھا دیا تھا' اور مجھے اس کی بھرپور سزا مل رہی تھی' اور یہ سزا میرے لیے ضروری تھی۔ لیکن سزا کا تصور اتنا شدید نہیں ہوتا، کہ اس کے بعد زندگی میں بہتری کی کوئی توقع ہی نہ ہو۔ میری کیفیت کچھ اسی قسم کی تھی۔

لیکن پھر میں نے سوچا کہ ضروری تو نہیں کہ سومی کی پیشین گوئی درست ثابت ہو۔ ممکن ہے اسے دھوکہ ہوا ہو، ممکن ہے سنجیونی کے بتائے ہوئے راستے مجھے مہذب دنیا میں لے جائیں' اور میں ایک بار پھر زندگی حاصل کر سکوں۔ میں انہی سوچوں میں گھرا آگے بڑھتا رہا۔

◆◆◆

سنگھا کی حکمرانی آخر زمین کے کون سے حصے تک ہوگی۔ میں چلتا رہوں گا۔ اس وقت تک جب تک موت کو نہ اپنالوں۔''

میں نے مایوسی کے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا' اور چلتا رہا۔ چلتا رہا' اور جب ٹانگوں میں بالکل جان نہ رہی اور جب بالکل بے دم ہوگیا تو ایک جگہ گر پڑا۔

بھوک شدت سے لگ رہی تھی۔ آخری چند چیزیں تھیں۔ جو میرے پاس بچی ہوئی تھیں، میں نے انہیں کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی' اور پھر دل میں نجانے کیا خیال آیا، کہ میں نے بازو سے لپٹے ہوئے سونے کے سانپ کو دیکھا' اور پھر میں اس پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

''سنجیونی مجھے تمہاری ضرورت ہے۔'' میں نے کہا' اور اچانک ہی مجھے محسوس ہوا، کہ میرے بازو پر سانپ کی گرفت ہلکی ہو رہی ہے۔ سونے کی سختی لچک میں تبدیل ہوگئی' اور سنہرا سانپ میرے بازو سے نیچے اتر گیا۔

پھر زمین پر لوٹا اور دوسرے لمحے سنجیونی میرے سامنے کھڑی تھی۔ وہی سوہنی سی صورت اور وہی حسین سراپا۔ اسے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم آگئیں سنجیونی؟''

''وعدہ کیا تھا؟''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں۔''

''شکریہ کی کیا بات ہے۔ میں نے تمہیں دوست بنایا ہے' اور اپنے وعدے پر قائم بھی ہوں۔''

''سنجیونی میں پریشان ہوں۔''

''کیوں؟'' اس نے پوچھا' اور میں ایک طویل سانس لے کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''سومی میرے پاس آئی تھی۔''

''اوہ......ایک لمحے کے لئے سنجیونی کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے گھبرائی ہوئی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ میں اس کی کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا۔ جب میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''کیا بات ہے۔ سنجیونی تم پریشان کیوں ہوگئیں؟''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''میں محسوس کر رہا ہوں۔''

''ہاں......دراصل میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اپنی حکومت اور اپنی دنیا سے باہر نکل کر ری حیثیت بہت بڑی نہیں رہ جاتی۔ میں کوئی باقاعدہ جادوگرنی نہیں ہوں۔ بلکہ میری عمر نے مجھے کچھ تجربات بخشے ہیں۔ جس کی بنا پر میں اپنے علاقے میں محفوظ ہوں۔ لیکن وہاں سے نکل کر......'' وہ خوفزدہ سے انداز میں ہنس پڑی۔

''لیکن یہاں تمہیں کسی سے خطرہ ہے۔'' میں نے سوال کیا۔

''تم نے ابھی سومی کا نام لیا تھا۔''

''ہاں......''

''سومی بے صورت پراسرار علوم کی مالک ہے۔'' سنجیونی نے جواب دیا۔

''تو تمہارا کیا خیال ہے۔''

''ہاں یقیناً وہ مجھ سے خوش نہ ہوگی۔''

''اوہ......لیکن سنجیونی میری موجودگی میں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔'' میں نے کہا اور اپنی بات کے کھوکھلے پن کا مجھے احساس ہوا۔ جبکہ میں سومی جیسی پراسرار عورت کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔

''بہر حال چھوڑو ان باتوں کو'' سنجیونی نے کہا۔ ''کیا کہہ رہی تھی وہ تم سے؟''

''بہت سی باتیں کہی تھیں اس نے۔''

''مثلاً'' سنجیونی نے سوال کیا۔

''اس نے مجھے بڑا مایوس کیا ہے سنجیونی۔''

''کس بات سے؟''

''اس کا کہنا ہے کہ میں اس علاقے سے نہیں نکل سکوں گا۔''

''کیوں؟'' سنجیونی نے سوال کیا۔

"ایک عجیب سی بات کہہ دی ہے اس نے۔" میں نے سست لہجے میں کہا۔

"کیا مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"تمہیں بتانے کے لئے ہی بلایا ہے۔" میں نے سوچا ممکن ہے۔ تم اس سلسلے میں میری مدد کرسکو۔"

"ضرور اگر کرسکی تو دل و جان سے۔" سنجیونی نے جواب دیا۔

"وہ کہتی ہے سنجیونی کہ میں کسی قیمت پر ان ویرانوں سے نہیں نکل سکوں گا۔"

"بڑی عجیب کہانی ہے۔ سنجیونی جیسا کہ مجھے تم نے بتایا کہ زورانہ سنگھا کے قبضے میں ہے، حالانکہ میں اس لڑکی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتا' اور اگر وہ مجھے نہ بھی ملے تو مجھے اس سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے۔ لیکن سومی کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں، میں ملوث ہو کر رہوں گا۔"

"اوہ......" سنجیونی نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی پھر بولی۔ "ممکن ہے۔ وہ درست ہی کہتی ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سنجیونی کو پریشان نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا' اور سنجیونی پُر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"افریقہ کے ان وحشت ناک علاقوں کے راز کوئی ایک شخص نہیں جان سکتا۔ یہاں کے دیوی، دیوتا من مانی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے جادو کے زور سے اس تاریک براعظم میں اور تاریکی پھیلا دی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ انجام کیا ہو۔"

"سنجیونی تم مجھے سہارا نہیں دے رہیں۔"

"یقین کرو عادل! میں تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن افسوس میری قوتیں محدود ہیں۔ اس بات کا اظہار میں تم سے کرچکی ہوں۔"

"ٹھیک ہے سنجیونی! اگر یہ بات ہے تو مجھے بھی ان ساری باتوں کی کوئی پروا نہیں۔ تم مجھے بتاؤ کہ کیا میں اس راستے پر چل رہا ہوں۔ جو مجھے تم نے بتایا تھا۔" میں نے سنجیونی سے پوچھا' اور اس نے کہا۔

"ہاں...... عادل! تمہارا راستہ بالکل درست ہے۔" اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اب درمیان میں کیا ہوگا، میں یہ بالکل نہیں جانتی۔"

"سنجیونی مجھے کھانے پینے کی کچھ اشیاء فراہم کرو۔" اور سنجیونی نے کچھ عجیب سے انداز میں ہاتھ بلند کئے' اور اس کے ہاتھوں میں ایک عجیب سی چیز آگئی۔

"یہ رکھ لو۔" اس نے وہ چیز مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "اس کی موجودگی میں تمہیں ضروریات کی تکلیف نہیں ہوگی۔ تم اس لکڑی کو زمین میں گاڑ دینا' اور اپنے منہ کی چیز طلب کرلینا' اور میں نے ایسا ہی کر کے دیکھا' اور میرے سامنے پھلوں کے ڈھیر لگ گئے۔ بڑے تعجب سے میں انے ان چیزوں کو دیکھا تھا' اور پھر مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

"واہ سنجیونی، افریقہ کا یہ جادو تو واقعی طلسمی کہانیوں کا جادو معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس سلسلے میں میری مدد کی ہے۔ سنجیونی کم از کم میں ایک الجھن سے تو نجات پا چکا۔" میں نے اس جادو کی چھڑی کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

مجھے ہنسی آرہی تھی۔ اگر ان چیزوں کے ساتھ میں مہذب دنیا میں پہنچ جاؤں۔ تو اچھا خاصا مداری بن سکتا ہوں۔ مجھے اپنے وطن کے وہ لوگ یاد آگئے، جو الٹی سیدھی شعبدہ بازی کر کے لوگوں کو بیوقوف بناتے تھے۔ ان کے برعکس میں حقیقی جادوئی قوتیں رکھتا تھا۔

سنجیونی مجھے دیکھ رہی تھی۔ لیکن نجانے کیوں وہ پرسکون نہیں تھی۔ گویا اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔

"میرے لائق کوئی اور خدمت شاہ عادل۔" اس نے پوچھا۔

"جانا چاہتی ہو؟"

"ہاں...... عادل میں خطرے میں ہوں۔"

"کیسا خطرہ؟"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے کچھ کینہ توز نگاہیں مجھے گھور رہی ہیں۔"

"تمہارے ذہن پر سومی کا خوف سوار ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"میں تنہائی اور اداسی کا شکار ہوں سنجیونی۔" میں نے کہا۔

"عادل تمہاری قربت کے حسین لمحات میں زندگی سے کبھی نہیں نکال سکتی۔ لیکن اس وقت میرا رکنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"تمہاری مرضی سنجیونی، لیکن کیا میں تمہیں پھر طلب کرسکتا ہوں۔"

"ہاں...... عادل میں وعدہ کرچکی ہوں۔" سنجیونی نے کہا' اور اچانک اس کا رنگ زرد ہوگیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے ایک سمت دیکھنے لگی' اور میری نظریں بھی اس سمت اٹھ گئیں۔ میں بری طرح اچھل پڑا۔

جس طرف سنجیونی دیکھ رہی تھی۔ وہاں سومی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اسے کینہ توز نظروں

سے گھور رہی تھی۔میں جلدی سے کھڑا ہو گیا۔سنجیونی جیسے پتھر کا بت بن گئی تھی۔اس کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے۔

سومی اپنی جگہ کھڑی سنجیونی کو گھورتی رہی۔پھر اس نے دونوں ہاتھ نیچے گرائے اور آگے بڑھنے لگی۔نجانے کیوں مجھے اس کے ارادے اچھے محسوس نہیں ہوئے تھے۔

''تم پھر آ گئیں سومی؟''میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

''میں گئی ہی کہاں تھی؟''

''لیکن میں اس وقت تمہاری موجودگی پسند نہیں کرتا۔''

''میں تمہارے پاس نہیں آئی عادل!اس سے کچھ حساب کتاب چکانے ہیں۔کیونکہ اس نے میرے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے' اور اس نے میرا راز فاش کیا ہے۔''

دفعتاً سنجیونی جیسے ہوش میں آ گئی۔''میں تم سے خوفزدہ نہیں ہوں سومی۔''وہ بولی۔

''زمین پر رینگنے والے حقیر کیڑے کیا طوراسیہ کا جادو اتنا ہی بے حقیقت ہے کہ بغیر ہڈی کے جانوروں کو بھی نہ آنے کا موقع ملے۔تجھے اتنی جرأت کس طرح ہوئی کہ تو میرا راز فاش کرے۔''سومی نفرت سے بولی۔

''ان الفاظ کے بعد میرے لئے ضروری ہے کہ تجھے سزا دوں۔طوراسیہ کی پجارن ارے نجس روح تجھے دوزخ کی دلدلوں میں پہنچا دوں۔جہاں گہری تاریکی ہے۔''سنجیونی آگے بڑھتے ہوئے بولی۔سومی تو آگے آہستہ آہستہ آ رہی تھی۔

میں آگے بڑھا تو سنجیونی نے ایک ہاتھ سیدھا کیا۔''نہیں عادل صورتحال اب دوسری ہو گئی ہے۔یہ جنگ تمہارے لئے نہیں اپنی عزت کے لئے ہو گی۔تم اس سلسلے میں درمیان میں نہ آؤ۔''

''تم اس کے لئے مجھ سے تعرض کر رہے ہو۔عادل۔''سومی نے کہا۔

''سومی براہ کرم تم واپس چلی جاؤ......اس طرح تم میری مزید نفرتوں کا شکار ہو جاؤ گی۔

''میں اس سے انتقام لئے بغیر نہیں جاؤں گی عادل۔''سومی نے کہا' اور سنجیونی پر جھپٹ پڑی۔اس نے سنجیونی کے خوبصورت بال پکڑے اور اسے گھما کر زمین پر دے مارا سنجیونی سومی کی نسبت نازک اندام تھی۔اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔لیکن گرنے کے بعد اس نے اپنے پاؤں سومی کے پیروں میں پھنسا کر اسے بھی گرا دیا۔

دونوں عورتیں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئیں۔سنجیونی نے کئی بار سومی کو کاٹنے کی کوشش کی' لیکن سومی خاص طور سے اپنے آپ کو اس کے دانتوں سے بچا رہی تھی۔دونوں کے

لباس تار تار ہو گئے۔وہ تقریباً برہنہ ہو گئی تھیں۔لیکن انہیں اپنے تن بدن کا ہوش نہیں تھا۔سنجیونی ابتداء سے کمزور پڑ رہی تھی۔

سومی کی قوت سے تو میں پہلے سے واقف تھا۔بھیڑیوں سے جنگ میں اس نے میری مدد کی تھی' اور میں نے بھیڑیوں کے پاؤں چیر دیئے تھے۔پھر دفعتاً میں نے سنجیونی کو زمین پر لوٹتے دیکھا۔

سومی یہ ہی سمجھی کہ سنجیونی پر کوئی وار کارگر ہو گیا ہے۔لیکن دوسرے ہی لمحے سنجیونی کے بدن سے دھواں اٹھنے لگا' اور پھر وہ سنہری ناگن کی صورت اختیار کر گئی' اور اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر سومی پر حملہ کر دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس نے سنجیونی کا پھن دانتوں میں دبا لیا' اور اسے جھنجوڑنے لگی۔سنجیونی اپنے بدن کو اذیت سے بل دے رہی تھی۔لیکن سومی اس کے بدن سے بچ رہی تھی' اور پھر اس نے سنہری ناگن کا پھن اس کے بدن سے الگ کر دیا' اور خون آلود چہرہ لئے پیچھے ہٹ گئی۔سنجیونی کا حسین بدن لہریں لے رہا تھا' اور وہ بری طرح دوڑتی ہوئی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔میں سنجیونی کے بدن کو پھیلتے سکڑتے دیکھ رہا تھا' اور میرا ذہن عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔کیا سنجیونی سومی کا شکار ہو گئی۔

یہ کیسے ممکن ہے۔''سنجیونی۔''میں نے اسے پکارا۔لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔میں نے اس کے پھن کو دیکھا۔لیکن سنجیونی اب بے جان ہو گئی تھی۔وہ سومی سے ہار گئی تھی' اور سومی نے اس سے انتقام لیا تھا۔

میرا سر چکرا گیا۔خونخوار سومی نے سنجیونی کو ختم کر دیا۔مجھے اس کی موت کا بے حد رنج ہو رہا تھا۔

دیر تک میں سر پکڑے بیٹھا رہا۔جو کچھ ہوا تھا۔وہ توقع کے خلاف تھا۔میں کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔بہر حال اس کے بعد میں نے خود کو سنبھالا۔سومی نے میری ایک ہمدرد ختم کر دی تھی۔

''سومی!سومی......اگر تم میرے نزدیک ہو تو سامنے آؤ......''میں نے غضبناک لہجے میں کہا۔لیکن سومی کسی روپ میں نظر نہیں آئی۔وہ شاید میرے خوف سے روپوش ہو گئی تھی۔

لیکن پھر اس خیال پر میں خود ہنس پڑا۔بھلا اسے میرا کیا خوف ہو سکتا تھا۔ہاں میری نفرت اس سے اور بڑھ گئی' اور پھر میں نے اور بات سوچی۔ایک خوفناک خیال میرے ذہن میں اجاگر ہو گیا۔میں سومی سے انتقام لوں گا۔ہاں میں سومی سے سنجیونی کا انتقام لوں گا' اور

اس کے لئے میں سنگھا کا سہارا لوں گا۔سومی خود کو سنگھا کے سامنے بے بس پاتی ہے۔میں سنگھا سے مل کر سومی سے انتقام لوں گا۔میں نے عہد کرلیا' اور اب میرے دل سے افریقہ سے نکلنے کا خیال نکل گیا تھا۔میں آج تک اس سرزمین سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔لیکن اب میں نے یہ تصور چھوڑ دیا تھا۔میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں افریقہ میں رہ کر ان ہنگاموں سے الجھوں گا' اور سومی کو نیچا دکھاؤں گا۔میں دیکھوں گا کہ وہ کتنی خودسر ہے' اور کتنی قوتوں کی مالک ہے۔وہ مجھ سے محبت کے دعوے کرتی ہے۔لیکن میں اس سے نفرت کرتا ہوں بے پناہ نفرت۔''

چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔منزل کو پہلے بھی کوئی نہیں تھی۔میں نے جان بوجھ کر سنجیونی کے بتائے ہوئے راستے ترک کر دیئے' اور یونہی صحرا میں بھٹکنے لگا۔اب میرے پاس وہ سہارے بھی ختم ہو گئے تھے،جن کے ذریعے میں کھانے پینے کی چیزیں حاصل کر سکتا تھا۔ہاں سنجیونی کا دیا ہوا ایک تحفہ اب بھی میرے پاس موجود تھا۔میں نے اس انوکھی لکڑی کو دیکھا، جو میری نگاہ میں جادو کی لکڑی تھی۔

کیا سنجیونی کے بعد اس کی تاثیر بھی ختم ہو گئی۔میں نے سوچا۔تب میں نے اسے آزمانے کا فیصلہ کیا۔ایک جگہ رکھ کر میں نے اس کے سامنے کھانے پینے کی خواہش کی اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ تمام چیزیں میرے سامنے آموجود ہوئیں۔آہ......سنجیونی نے مرتے وقت مجھے ایک ایسے تحفے نوازا تھا، جو مجھ زندہ رکھنے میں افریقہ میں بڑا معاون تھا۔لیکن کیا یہ صرف کھانے پینے کی چیزوں تک محدود ہے۔میں نے سوچا۔

تب میں نے سواری کی تمنا کی اور حیرت کی بات یہ تھی؛ کہ میں نے اپنے عقب میں گھوڑے کی ہنہناہٹ کی آواز سنی پلٹ کر دیکھا۔تو گہرے سیاہ رنگ کا ایک عربی نسل گھوڑا موجود تھا، جس پر زین کسی ہوئی تھی۔میں نے ایک گہری سانس لی۔میں تو اب نجانے کیا سے کیا بن گیا تھا۔حالانکہ اگر میں چاہتا تو یہ تمنا بھی کر سکتا تھا کہ میں افریقہ سے نکلنا چاہتا ہوں۔ممکن ہے، یہاں بھی میری مدد ہوتی، لیکن انسان عجیب وغریب کیفیات کا پتلا ہے۔میں یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں گھوڑے کے نزدیک پہنچ گیا۔گھوڑا خاموش کھڑا ہوا تھا۔دوسرے لمحے میں اچھل کر اس پر سوار ہو گیا تھا۔

اس صدی میں ایسی الف لیلوی مناظر کا تذکرہ صرف بچوں کی کہانیوں میں ہی مل سکتا تھا۔ممکن ہے کہ آپ ان سارے واقعات کو تھکے ہوئے ذہنوں کی تخلیق سمجھیں۔لیکن اس بارے میں میں آپ کو کیا ثبوت دے سکتا ہوں۔

گھوڑا انجانی منزلوں کی طرف دوڑ رہا تھا' اور میں ایک نڈر شہسوار ثابت ہو رہا تھا' اور

جو شاید میں کئی دنوں میں طے کرتا۔میں نے چند گھنٹوں میں طے کرلیا' اور پھر میری نگاہ عجیب چیز پر پڑی۔

ایک کرال تھا۔ویرانے میں بنی ہوئی ایک جھونپڑی، جس کی موجودگی تعجب خیز یہاں کون رہ سکتا ہے۔کوئی بستی بھی نزدیک نہیں ہے۔افریقی قبائل کا طرز رہائش عام بنی وہ بستیاں بنا کر اجتماعی شکل میں رہتے تھے۔تب ممکن ہے کوئی افریقہ جادوگر یہاں بھی رہو۔

میں نے گھوڑا اسی راستے پر ڈال دیا۔بڑا حسین علاقہ تھا۔دور دور تک سرسبز پہاڑیاں ہوئی تھیں۔لیکن جانوروں کے علاوہ اور کوئی وجود نہیں تھا۔ایک تیز رفتار نالہ تیز آواز کے ہ بہہ رہا تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں کرال کے نزدیک پہنچ گیا۔لیکن دفعتاً ایک عجیب سی بو ناک سے ٹکرائی سڑے ہوئے گوشت کی بو۔بدبو کافی تیز تھی۔کہاں سڑ رہی ہے۔یہ میں سوچا' اور پھر تجسس مجھے اس کرال کے پاس لے گیا۔

''اندر کون ہے؟''میں نے افریقی زبان میں پکارا، لیکن جواب نہیں ملا۔''اندر کون ہے؟''میں نے ایک بار پھر چیخا اور چند پرندے چیختے ہوئے اڑ گئے۔تب میں گھوڑے سے ا اور پھر ہمت کر کے کرال میں داخل ہو گیا۔

لیکن اندر داخل ہو کر مجھے ناک پر ہاتھ رکھنا پڑا تھا۔کرال کے درمیان کسی بوڑھے ی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

سڑی ہوئی بدبودار پرانی لاش، جس کی آنتیں پیٹ سے نکل کر دور دور تک بکھری ہوئی تھیں۔بڑا وحشت ناک منظر تھا۔اس لاش کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں تھا۔میں متعجبانہ نگاہوں ے چاروں طرف دیکھتا رہا۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔چند ساعت میں یہاں رکا، اور پھر واپس پلٹ پڑا لیکن ا میں نے جھونپڑے سے باہر قدم رکھا تھا، دفعتاً ویرانہ ایک فائر کی آواز سے گونج اٹھا۔ ولی میرے لباس کو چھوتی ہوئی کرال میں پیوست ہو گئی تھی۔ایک لمحے کے لئے میں کچھ بھی سمجھ سکا۔لیکن اس کی گولی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی گزری تو میں زمین پر گر پڑا۔

اور پھر رینگتا ہوا کرال میں داخل ہو گیا۔حالانکہ میری زندگی ختم ہوتے ہوتے بچی تھی۔لیکن نجانے کیوں فائر کی آواز سن کر مجھے خوشی ہوئی تھی۔مہذب دنیا کا کوئی اور فرد۔ میں نے سوچا اور دوسرے لمحے میں نے آواز لگائی۔''گولی مت چلاؤ۔میں دوست

ہوں۔''میں نے انگریزی زبان استعمال کی تھی۔

''اور میں دوستوں کا دشمن۔'' جواب ملا' اور اس کے ساتھ ہی کئی گولیاں چلیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ حسین آواز تھی' اور اس میں ایک طرح کی خوشی تھی۔ میں اسے کیسے سمجھاؤں؟''میں نے سوچا' اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ اگر وہ اس طرح گولیاں چلاتا ہوا اندر آ گیا، تو پھر اس سے بچنا ناممکن ہے۔ میں تو نہتا ہوں، اس سے کس طرح مقابلہ کرسکتا ہوں۔

میں نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا، ایک سمت کرال کا تھوڑا سا پھونس ادھڑا نظر آیا، تو میں زمین پر رینگتا ہوا آگے بڑھ گیا' اور سوراخ کو بڑا کر کے دوسری طرف نکل گیا۔

لیکن کھڑے ہونے کی حماقت میں نے اب بھی نہیں کی تھی۔ پھونس کی دیواریں گولیاں نہیں روک سکتی تھیں۔ چنانچہ میں کسی چوپائے کی طرح چلتا ہوا نالے کے قریب پہنچ گیا۔ نالے کے کنارے بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔

میں اس ناگہانی افتاد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ نجانے کون گدھا ہے۔ بلا سوچے سمجھے گولیاں چلائے جا رہا ہے۔ نجانے اس نے مجھے کیا سمجھا ہے۔ میری بات کے جواب میں اس نے عجیب بات کہی تھی۔ میں دوستوں کا دشمن ہوں۔ کیا وہ کوئی پاگل ہے۔ میں نے سوچا۔

بہر صورت پتھروں کی آڑ میرے لئے بہتر ثابت ہوئی تھی۔ خطرناک نالے سے بھی بچتا تھا۔ تاہم میں پتھروں کی آڑ لیتا ہوا کرال سے خاصا دور نکل آیا۔ اب میں اس سمت دیکھ سکتا تھا۔ جہاں سے گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ لیکن دور دور تک کوئی نظر نہ آیا۔ نجانے گولیاں چلانے والا کہاں سے گولیاں چلا رہا تھا۔ ویسے اندازہ یہ ہوتا تھا کہ وہ زیادہ دور نہیں ہے۔ لیکن نظر کیوں نہیں آ رہا۔

میری متجسس نگاہیں اسے تلاش کرتی رہیں' اور کافی دیر گزر گئی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ تب میں نے پریشانی سے گردن ہلائی۔ کیا یہ بھی کوئی صحرائی جادو ہے۔ میں نے سوچا اور اب تو قدم قدم پر اس بات پر غور کرنا ہوتا تھا۔ حالات ہی ایسے تھے۔ تو میں کیا کرتا۔

پھر میں پتھر کی آڑ سے باہر آنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا، کہ دفعتاً میں نے کرال کے دروازے کی سمت ایک شخص کو نکلتے دیکھا۔

جسم پر پتلون چیتھڑوں کی شکل میں جھول رہی تھی۔ اوپری بدن برہنہ تھا۔ لیکن خاصا چوڑا چکلا بدن تھا۔ ہاتھ میں اس نے رائفل پکڑی ہوئی تھی۔ سیاہ رنگ کی ایک رائفل، لیکن جب وہ

اس رائفل کو چہرے کے نزدیک لے جاتے دیکھا تھا، وہ اس چیز کو اپنے دانتوں سے جھنجھوڑنے لگا۔ تب میں نے اس خوفناک منظر کو قریب سے دیکھا۔

وہ انسانی ہاتھ تھا۔ یقیناً اس سیاہ فام بوڑھے کا ہاتھ، جس کی لاش اندر کرال میں پڑی ہوئی تھی۔ ہاتھ کو شانے کے قریب سے اکھاڑ لیا گیا تھا۔ کیسا خوفناک منظر تھا۔ سفید فام اس سے گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا تھا' اور بڑے مزے سے مسکراتا ہوا، آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر ٹپکنے والی وحشت مجھے، خطرے کا ہی احساس دلا رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد وہ پتھروں کے نزدیک آ گیا۔ میں اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پتھر کی آڑ میں تھا۔ اس نے سیاہ فام بوڑھے کا بازو ایک پتھر پر رکھا۔ جو پتھر پر رکھا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ پھر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار پھیل گئے۔

''آہ...... میرا دوسرا شکار۔'' اس نے مہ نوشی کے عالم میں کہا' اور میں رک کر اسے دیکھنے لگا۔

وحشی کی آنکھوں میں موت کے نقش تھے۔ پھر وہ جھک کر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا، رفتار بہت سست تھی۔

''رک جاؤ۔ اپنی جگہ رک جاؤ۔''

''میں رکا ہوا ہوں۔ تم فکر مت کرو۔'' میں نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔

''میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔'' میں نے چوکنے انداز میں کہا۔ وحشی میرے قریب آتا جا رہا تھا' اور میں اس کی چھلانگ کا متوقع تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔''

''تم کون ہو؟''

''افریقہ کا حکمران زمبوکا۔''

''میں تمہارے لئے غذا مہیا کرسکتا ہوں۔'' میں نے اس کی چمکدار آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں جانتا ہوں۔ تمہارے بدن پر کافی گوشت ہے۔'' اس نے کہا' اور دفعتاً میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ لیکن وہ فضا میں تڑپا اور اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا سیاہ فام کا ہاتھ گھما دیا۔ بالآخر ضرب میری کمر پر لگی تھی' اور میں بری طرح گرا۔ اس نے دوبارہ میرے اوپر چھلانگ لگائی' اور دوسرے لمحے وہ میرے اوپر تھا۔

لیکن میں نے دونوں پاؤں جوڑ کر اس کے سینے پر مارے اور وہ الٹ گیا۔ اب میں کھڑ

اہو گیا تھا۔ انسانی اعضا کا ہتھیار اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا' اور اب اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھ گئی تھی۔ اس وقت اس سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا، کہ میں اس کی زد میں نہ آؤں اور میں اس کے لئے تیار تھا۔

جونہی اس نے میرے اوپر چھلانگ لگائی۔ میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی' اور انتہائی پھرتی سے ایک پتھر پر چڑھ گیا۔

''لیکن آہ...... یہ میری بدقسمتی تھی، پتھر کی سیاہی دراصل کاہی کی وجہ تھی' اور اتنا پھسلوان پتھر تھا کہ میں غڑاپ سے نالے میں جاگرا۔ ٹھنڈے یخ پانی نے میرے بدن کو چھوا، اور میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ پانی کی تیز رفتاری میں رکنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ آن کی آن میں نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ کسی موہوم سی امید کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن تیز نالے کا شور اور میری بے وزنی پانی کے تھپیڑوں کے ساتھ مل کر میرے حواس معطل کر رہی تھی۔

میں نے انکھیں کھولنے کی کوشش کی، لیکن آنکھوں میں پانی بھر گیا' اور پھر میری قوت مدافعت جواب دینے لگی۔ یہی میرے حق میں بہتر تھا، کہ سو جاؤں بیہوشی کی نیند اپنا لوں اور کسی پتھر سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجاؤں، تاکہ وہ خواہش جو میرے سینے میں دبی ہوئی تھی پوری ہوجائے۔

اور تھپیڑوں نے مجھے گہری نیند سلا دیا۔ گہری نیند...... اور پھر آخری احساس بھی فنا ہو گیا تھا، لیکن موت کے بعد بھی زندگی ہوتی ہے' اور یہ زندگی کے مناظر سے مختلف ہیں ہوتے۔ اوپر ابر آلود آسمان تھا۔ چیلیں نیچے اتر رہی تھیں' اور بدن کے نیچے کھڑی زمین آہ...... کیا موت کے بعد بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

پھر پانی کی مدھم شرر...... شرر سنائی دی۔ اس کی ننھی ننھی پھواریں کبھی کبھی میرے بدن سے ٹکراتیں اور عجیب سے احساس سے روشناس کرواتیں۔ کیا میں زندہ ہوں، ناممکن...... ناممکن۔''

مجھے وہ تیز رفتار نالہ یاد آیا۔ کیا اس کی رفتار سست ہوگئی ہے۔ میں نے گردن گھمائی۔ تھوڑے فاصلے پر درختوں کے جھنڈ نظر آئے۔ بڑا پُرکیف منظر تھا۔ تب میں نے حواس مجتمع کیے اور اپنے نیچے کی زمین ٹٹولی' اور میں اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کوشش میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی تھی۔

تب میں نے اردگرد کے ماحول کو دیکھا' اور ایک گہری سانس لی۔ نالے کی تیز رفتاری

یہاں آکر ختم ہوگئی تھی' اور وہ چوڑائی میں آکر پھسل گیا تھا۔ میں بے ہوشی کے عالم میں یہاں تک پہنچ گیا تھا، اور ایک ایسے پتھر پر پڑا ہوا تھا، جو سپاٹ تھا، اور جس پر سے پانی بہہ رہا تھا، لیکن کنارہ صرف چند قدم کے فاصلے پر تھا، اور وہیں سے درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

میں نے ہمت کی اور اُٹھ کھڑا ہوا، اور پھر ڈولتے قدموں سے چلتا ہوا کنارے پر پہنچ گیا۔ میرا بدن جگہ جگہ سے دکھ رہا تھا۔ پورے بدن پر پتھروں سے خراشیں پڑ گئی تھیں، اور مرچیں سی لگی ہوئی تھیں ان زخموں میں۔ کنارے پر آکر میں پھر زمین پر لیٹ گیا۔ بادلوں کی وجہ سے وقت کا تعین نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر تک آنکھیں بند رکھیں، مجھے اس طرح بڑا سکون محسوس ہو رہا تھا، پھر جب دوبارہ آنکھیں کھلیں تو توانائی کسی قدر بحال ہو گئی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا، اور دفعتاً میرے ذہن میں ایک کلک کی آواز ہوئی۔ میری نگاہ ایک چٹان پر پڑی تھی۔

کسی دیوہیکل شیر کا سر، اور یہ چٹان، میں نے اس چٹان کے بارے میں ضرور کچھ سنا تھا۔ کیا سنا تھا؟ ذہن پر زور دینے لگا۔

◆ ◆ ◆

دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کوئی بات یاد نہیں آ رہی تھی۔ لالے کے یخ بستہ پانی میں سفر معمولی بات نہیں تھی۔ اگر میں غیر معمولی قوتوں کا مالک نہ ہوتا تو ابھی تک کب کا مر کھپ گیا ہوتا، لیکن یہ سیاہ اندھیرا، یہ خوفناک صحرا مجھے موت نہیں دے سکتا تھا۔ ہاں موت، جو اس وقت ہماری اولین خواہش تھی۔

کیا آپ نے ایسے لوگ دیکھے، جو شدت سے موت کی آرزو کرتے ہوں، اور موت ان سے قدم قدم پر مذاق کرے، انہیں ہر قدم پر ایسا محسوس ہو، جیسے موت ان کی مشکل آسان کرنے کیلئے آ گئی ہو، اور پھر عین اس وقت زندگی انہیں موت کے ہاتھوں سے لپک لے، یا پھر وہ موت اور زندگی کی کشمکش سے اُکتا کر زندگی کی تلاش کریں، اور خوشی کا کوئی لمحہ بھی ان کیلئے خوشی کا لمحہ نہ رہے۔ موت کے سیاہ بادل دوبارہ زندگی کو آغوش میں لے لیں۔

تاریک براعظم میں میرے ساتھ زندگی موت کا یہ ہی کھیل چل رہا تھا، اور ہر لمحہ زندگی کا نیا پیغام لاتا تھا۔ ایسی زندگی، جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کہاں کہاں موت اور زندگی کا کھیل نہیں ہوا تھا۔ کاش! موت آ جاتی، یا پھر زندگی اس حد تک فتح یاب ہو جاتی کہ میں ان الجھنوں سے نکل جاتا۔ کاش! میرے بازوؤں میں افریقہ کا طلسم توڑنے کی قوت ہوتی، لیکن یہاں تو ہر لمحہ بے بسی کا مظہر تھا۔ مہذب دنیا کا وہ مردہ خور وحشی کتنا خوفناک تھا۔ اس کا تصور کر کے میرے بدن میں جھرجھری آ گئی، اور پھر ایک خیال میرے ذہن میں ابھرا یا ایک دن میں بھی اس طرح دیوانہ ہو جاؤں گا؟ کیا میں بھی یونہی مردہ خوری کروں گا؟

یہ خیال بڑا کراہیت آمیز تھا۔ باوجود کہ میرا پورا بدن دکھ رہا تھا، میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر شیر کے سر جیسی چٹان پر نگاہ پڑی، اور ذہن پھر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو گیا۔ اس چٹان کا تذکرہ میں نے کہاں سنا ہے؟ کہاں سنا ہے؟ سنجیونی، سومی، مجوکا، شیکالا نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ پھر دفعتاً ذہن میں ایک دھماکہ سا ہوا۔ شیر کے سر کے ساتھ ہی سنگھا کا نام ذہن میں

را تھا۔

''اوہ...... ہاں...... سنگھا۔ شیر کے سر کے ساتھ اس کا تذکرہ تو تھا۔ جہاں ایک چٹان کے سر کا مشابہ ہے، تو کیا تقدیر نے ایک بار پھر مجھے کسی آزمائش میں ڈالنے کا فیصلہ کیا

زورانہ بھی تو سنگھا ہی کی قیدی تھی، اور سنگھا وہ دیوی ہے جو پورے افریقہ پر حکمران ی، جس سے تمام قبائل ڈرتے تھے۔ میں نے اپنے حواس درست کیے، اور سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ سنگھا کا تصور ذہن میں تھا، اور یہ ہی خیالات تھے کہ کیا میں اس ی کے حضور جاؤں۔ نجانے اس کا سلوک میرے ساتھ کیا ہو۔ دیر تک انہی خیالات میں رہا، اور پھر دور کہیں گھوڑوں کی ہنہناہٹ سنائی دی، اور میں چونک پڑا۔

میں نے گردن اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا، تاحد نگاہ سرسبز چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان ٹانوں کے درمیان درخت بھی لہرا رہے تھے۔ بڑا خوبصورت علاقہ تھا۔ وہ چٹان تقریباً نصف رلانگ دور تھی، جس کا سر شیر سے مشابہ تھا۔

اور گھوڑے اسی چٹان سے نمودار ہوئے تھے۔ بلند و بالا سفید گھوڑے جن پر حسین ورتیں سوار تھیں۔ جانوروں کی کھالوں کے مختصر ترین لباسوں میں ملبوس، ہاتھوں میں چمکدار نیوں والے نیزے لئے ہوئے۔ گھوڑوں کی تعداد پندرہ سے بیس کے درمیان تھی، اور وہ تیز فتاری سے دوڑتے ہوئے میری طرف آ رہے تھے۔

اور پھر چند ساعت کے بعد وہ میرے نزدیک پہنچ گئے، لیکن اب بھی وہ رُکے بغیر برق رفتاری سے میرے گرد ایک دائرہ بناتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔ ان پر بیٹھی ہوئی تمام لڑکیاں جوان تھیں، اور خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں، پھر انہوں نے اپنے اپنے نیزے میری طرف پھینکے اور چند ساعت کے بعد میں نیزوں کے درمیان تھا۔ اتنا خوبصورت گول دائرہ بنایا تھا انہوں نے کہ تعجب ہوتا تھا ان کی مہارت پر، گویا انہوں نے میرے لئے نیزوں کا پنجرہ بنا دیا تھا۔

اس کے بعد گھوڑوں کی رفتار سست ہوگئی، اور پھر وہ رک گئے۔ لڑکیاں گھوڑوں سے نیچے اتر آئی تھیں۔ وہ تنومند اور دراز قامت تھیں۔ کسی کے چہرے پر نسوانیت نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر ان میں سے ایک چیتے کی کھال پہنے ہوئے تھی، آگے بڑھ آئی، اور غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

''سنگھا کے قیدی۔''

"میں تم سب کا قیدی ہوں حسین ناگنو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ خوامخواہ میرے ذہن میں ظرافت ابھر آئی تھی۔

"نہیں صرف سنگھا کے قیدی۔ اس زمین پر، ان چٹانوں پر وہی حکمران ہے، اور اس سرزمین پر اسی کا حکم چلتا ہے۔"

"تو پھر تم کون ہو؟"

"اس کے ادنیٰ غلام۔"

"مجھے قید کیوں کیا گیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ تم مرد ہو، اور تم نے اس سرزمین کو اپنے وجود سے ناپاک کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"یوں لگتا ہے جیسے افریقہ میں مردوں کے خلاف عام بغاوت ہو گئی ہے، جسے دیکھو مردوں سے نفرت کرتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم ہو ہی قابل نفرت مخلوق، زمین پر جتنا شر پھیلا ہے، عورت کے ذریعے نہیں مرد کے ذریعے پھیلا ہے۔ عورت کی ذات تو گھنے درخت کی چھاؤں کی مانند ہوتی ہے۔ جس کے نیچے ٹھنڈک ہی ٹھنڈک ہے، لیکن تم آگ ہوتے ہو۔"

"تم بھول رہی ہو کہ تمہارا اپنا وجود بھی کسی مرد کی مرہون منت ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں، احمق انسان! تمہاری عقل وہ کچھ نہیں سوچ سکتی، جو ہم ہیں، اور نہ ہی اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، کہ تمہیں بتایا جائے۔ تم سنگھا کے قیدی ہو، کیونکہ اس کی قلمرو میں گھس آئے ہو۔ ہم سب تمہاری ذات سے اتنی نفرت کرتے ہیں، کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ اگر ہمیں اجازت مل جاتی، تو ہم تمہارے جسم کے چیتھڑے اڑا دیتے۔"

"ٹھیک ہے تم چیتھڑے نہیں اُڑاؤ گی تو تمہاری ملکہ اڑا دے گی۔ بہرحال اگر تم مجھے قیدی بنانے آئی ہو تو میں اعتراض نہیں کروں گا۔ مجھے عظیم ملکہ کے دربار میں لے چلو۔"

"اوہ...... تم اسے عظیم کہہ رہے ہو۔" ایک دوسری عورت بولی۔

"آہ! تم نہیں جانتیں میں تو پیدائش کے وقت بھی اس کا نام پکار رہا تھا۔ میں نے اس کیلئے کتنی صعوبتیں اٹھائی ہیں، تمہیں اس کا اندازہ نہیں۔"

"سنگھا کیلئے؟" عورت نے کہا۔

"ہاں سنگھا کیلئے۔"

"خیر یہ باتیں تم اسی سے کہنا۔ ہمارا کام تو صرف یہ ہے کہ ہم تمہیں قید کر کے اس کے دربار میں لے جائیں۔"

"میں نے انکار تو نہیں کیا۔"

"اس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔" عورت نے کہا، اور دو لڑکیاں آگے بڑھ آئیں۔ ان کے انداز میں اب کسی قدر جھجک پیدا ہو گئی تھی۔ رسیاں باندھتے ہوئے وہ کوشش کر رہی تھیں، کہ ان کے ہاتھ میرے ہاتھ سے مس نہ ہونے پائیں۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی۔

بہرحال میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ میرے ہاتھوں میں لمبی رسیاں باندھ کر ان رسیوں کے سرے گھوڑے کی زین سے باندھ دیئے گئے، اور پھر وہ عورت اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ اس کے سوار ہونے کے بعد دوسری عورتیں بھی اپنے اپنے نیزے زمین سے نکال کر گھوڑے پر بیٹھ گئیں، اور گھوڑے آگے بڑھ گئے۔

میں پیدل چل رہا تھا۔ پہلے گھوڑے کی رفتار خاصی تیز رہی، پھر ایک بار اس عورت نے جو ان لڑکیوں کی سربراہ معلوم ہوتی تھی، پلٹ کر مجھے دیکھا۔ میں بڑے سکون سے گھوڑوں کی رفتار کے ساتھ دوڑ رہا تھا، اور میری پیشانی اور بدن کے دوسرے حصوں سے پسینہ گر رہا تھا۔

تب عورت نے گھوڑے کی رفتار سست کر دی۔ میں نے صاف محسوس کیا تھا، کہ میرے ساتھ رعایت برتی جا رہی ہے، اور اس رعایت پر میں مسکرا اُٹھا۔ جس انداز میں بھی مجھے قیدی بنا کر لے جایا جا رہا تھا، اس وقت تکلیف دہ تھا، لیکن اس کے باوجود میری کیفیت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے تکالیف اور مصائب کو اپنا مقدر سمجھ لیا تھا، اور سوچ لیا تھا کہ افریقہ کی اس سرزمین پر مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہو گا۔ ظاہر ہے یہاں سے زندگی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور نہ ہی یہ کبھی ہو گا کہ میں مہذب دنیا کو دیکھ سکوں۔

چنانچہ ان حالات نے میرے ذہن پر ہر وقت کوفت اور بے بسی کا احساس پیدا کر دیا تھا، اور ظاہر ہے ایسی زندگی سے کیا فائدہ، چنانچہ بہتر یہی تھا کہ فریب دیا جاتا۔ فریب کھایا جاتا، اور ہر تکلیف اور مصیبت کو اس طرح برداشت کیا جاتا، جیسے اس کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ یہاں یہی کیفیت زندہ رہنے میں معاون ثابت ہو سکتی تھی۔ ورنہ موت آتی تھی، نہ زندگی ملتی تھی۔ اس عورت کی یہ رعایت مجھے خاصی دلچسپ محسوس ہوئی، اور میں سوچنے لگا کہ مردوں سے نفرت کرنے والی یہ عورتیں آخر وجود میں کہاں سے آئی ہوں گی۔ سربراہ عورت نے جو کچھ کہا تھا، وہ بھی کچھ ناقابل یقین سی بات تھی، یعنی اس کی پیدائش کا کوئی ایسا زاویہ جس میں

کسی مرد کا وجود نہ ہو، کیا بات تھی؟ مجھے خوامخواہ ہنسی آ رہی تھی، اور دیکھنا یہ تھا کہ یہ عورتیں مرد سے کس طرح دور رہ سکتی ہیں۔ بہرحال میں سربراہ عورت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔

طویل سفر طے کرنا پڑا۔ ویسے بڑی دلچسپ اور پرسکون بات یہ تھی، کہ پیروں کے نیچے گہری سبز گھاس تھی، جس کی وجہ سے پاؤں زخمی نہیں ہو رہے تھے۔ ہاں کبھی کبھی کوئی چھوٹا سا پتھر پاؤں کے نیچے آ جاتا، تو ہلکی سی تکلیف ہو جاتی، یہی بہتر تھا کہ کم از کم مجھے یہ آسانی حاصل تھی۔

تب میں نے ایک چٹان کے عقب میں پتھروں کا ایک عجیب وغریب غار دیکھا۔ ایک ایسا غار جسے غیر قدرتی ہی کہا جا سکتا تھا۔ محراب نما دروازہ، پہاڑ کے ایک بہت بلند دامن میں واقع تھا۔ اوپر کا حصہ نوکدار اور اس انداز میں تراشا گیا تھا، جیسے انسانی ہاتھوں نے تراشا ہو۔ چنانچہ ہم اسے مکمل طور پر غیر قدرتی غار کہہ سکتے ہیں۔ گھوڑے ایک ایک کر کے اس غار میں داخل ہو گئے، اور یہ بات بے حد حیران کن تھی کہ دوسری جانب کوئی چھت نہیں تھی۔

یہ دروازہ ایک بہت بڑی چٹان میں تھا، اور چٹان کے دوسری جانب ایک خالی اور وسیع میدان تھا۔ اس میدان کے انتہائی سرے پر کچھ اور پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں، لیکن اس وسیع میدان کو انتہائی حسین بنایا گیا تھا۔ دو طرفہ درخت لگے ہوئے تھے، اور ایک چوڑا راستہ چٹانوں تک گیا تھا۔ جہاں ایک دوسرا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

عجیب وغریب پہاڑوں کے درمیان یہ وادی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، بالکل ایک پیالہ نما سی شکل تھی۔ اس کی اور اس سے اوپر چڑھنا تقریباً ناممکن تھا۔ اتنی محفوظ اور حسین جگہ میں نے افریقہ میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہم اس دوسرے دروازے کے پاس پہنچ گئے، جس پر بہت ساری عورتیں ایستادہ تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے مجھے لانے والوں نے مجھے ان کے حوالے کر دیا، اور تفصیلات سننے کے بعد مجھے ایک تہہ خانے میں لایا گیا۔ چٹان کو کسی مخصوص ذریعے سے ڈھانپ دیا گیا، اور اب میں سنگھا کا قیدی تھا۔

''واہ..... ری زندگی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے سوچا۔ ویران صحرا اور صعوبت قید خانے ان کے علاوہ زندگی میں کیا رہ گیا تھا۔ مکروفریب، بے حیائی، بے غیرتی، بے بس انسان، اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا تھا، اور پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ ان حالات میں سومی سے نفرت کیوں کی جائے۔ چنانچہ بہتر یہ ہے کہ خود کو اپنی ذات میں پوشیدہ رکھو، اور سب کو فریب دو۔ اس فریب سے فائدہ حاصل کرو۔

''سومی! کیا تم یہاں بھی موجود ہو۔'' میں نے اسے پکارا، اور میری اس پکار کا کوئی

جواب نہیں ملا۔ میں نے پھر اسے آواز دی، لیکن کوئی جواب نہ مل سکا۔

''آہ!..... میری محبوبہ تم بھی یہاں آ کر مجبور ہو گئی ہو۔''

دفعتاً مجھے اپنے عقب میں کھڑکھڑاہٹ سی سنائی دی، اور میں نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ کھڑکھڑاہٹ کی آواز اسی سوراخ سے آ رہی تھی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ سوراخ میں مٹی گر رہی تھی، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سوراخ بڑا ہو گیا، اور پھر میں نے اس میں سے جس چیز کو برآمد ہوتے دیکھا، وہ سفید بلی کا سر تھا۔ سوراخ اتنا بڑا ہو گیا تھا، کہ وہ صرف اندر جھانک سکے۔ اس کا پورا بدن اندر نہیں آ سکتا تھا۔

''سومی!'' میں نے آواز دی۔

''میرے محبوب!'' مجھے سومی کی آواز سنائی دی۔

''تم یہاں بھی موجود ہو۔''

''میں تو تمہارا سایہ ہوں، جہاں تم ہو گے، میں وہاں زندگی کی قیمت لگا کر پہنچ جاؤں گی۔ اگر اس کوشش میں مجھے جان ہی دینا پڑی، تو میں گریز نہیں کروں گی۔'' سومی کی آواز ابھری۔

''آہ! سومی! تم واقعی مجھ سے سچی محبت کرتی ہو۔''

''کاش! تم یہ بات جان سکتے۔'' اس نے جواب دیا۔

''اب میری سمجھ میں آ گیا ہے، لیکن سومی تم اندر کیوں نہیں آ جاتیں۔ مجھے اس تنہائی سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔''

''عادل مجھے دیوانہ نہ بناؤ، میں..... میں مر جاؤں گی۔''

''اوہ..... کیوں سومی؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تم سنگھا کے قیدی ہو، اور سرزمین افریقہ میں سنگھا سے بڑی جادوگرنی اور کوئی نہیں ہے۔ افریقہ کا طلسم جس کے ہزاروں نام ہیں، اس کے قبضے میں ہے، اور جب تک وہ اس طلسم کی عادی ہے، اس سے بڑا جادوگر اور کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔''

''وہ تم سے بڑی جادوگر ہے؟''

''میں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوں۔ تمہیں پورے افریقہ میں اس سے بڑا جادوگر اور کوئی نہیں مل سکے گا۔''

''تعجب کی بات ہے سومی! پھر تم میرے پاس کیسے آؤ گی۔ کیا تم مجھے اس قید خانے سے نجات نہیں دلاؤ گی۔''

''کاش! یہ ممکن ہوتا، میں نے سنگھا کی اجازت کے بغیر اس کی سرزمین پر قدم رکھا ہے۔ وہ اگر ناراض ہوگئی تو روئے زمین پر کوئی مجھے بدترین سزا سے نہیں بچا سکے گا۔ میرا باپ جموکا بھی نہیں۔ اگر سنگھا اسے میری گرفتاری کا حکم دے گی، تو میرا باپ ضرور مجھے گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دے گا۔ اس لئے میں تمہیں اس قید سے رہائی نہیں دلا سکتی۔'' سومی کی سسکیاں گونج اٹھیں۔

''اوہ...... رونے کی ضرورت نہیں ہے سومی! کوئی بات نہیں ہے۔ میں اب تقدیر پر شاکر ہوں۔ اگر میں یہاں مر بھی جاؤں تو مجھے زیادہ فکر نہیں ہوگی۔''

''نہیں عادل! میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ میں...... میں تمہاری زندگی کیلئے اپنی زندگی قربان کر دوں گی۔ آہ کوئی آ رہا ہے تمہارے پاس، میں قدموں کی آہٹ سن رہی ہوں۔ اب میں جا رہی ہوں، تم بے فکر رہنا، میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں گی۔''

سفید بلی کا سر غائب ہوگیا، اور میں دلچسپی سے چٹانی دروازے کی جانب دیکھنے لگا، جس سے واقعی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

پھر دروازہ کھلا اور دو لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ ان کے جسم حیرت انگیز طور پر سفید تھے، لیکن خدوخال افریقی ہی تھے۔ بدن پر وہی کھال کے لباس تھے، البتہ ان کے سروں پر رسی کی پٹیاں کسی ہوئی تھیں۔ جن میں کسی خوبصورت پرندے کے سیاہ پر اڑسے ہوئے تھے، سفید رنگ کی وجہ سے ان کے بدن بے حد حسین لگ رہے تھے۔

''ار یہ......'' دونوں بیک وقت بولیں۔

''یہ کیا ہوتا ہے؟''

''سنگھا کا غلام خاص۔''

''مرد ہو یا عورت۔'' میں نے پرمذاق انداز میں پوچھا۔

''بکواس مت کرو، ورنہ......'' ان میں سے ایک تیز ہو کر بولی۔

''ورنہ کیا......؟'' میں نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔ دوسری نے تیز ہونے والی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''تمہیں سرد رہنا چاہئے۔'' وہ سرزنش کرنے والے انداز میں بولی۔

''یہ مجھ سے اتنی نفرت انگیز گفتگو کر رہا ہے، اور میں خاموش رہوں۔ کیا اس نے مرد کہہ کر مجھے گالی نہیں دی۔''

''سنگھا اس کے لئے مناسب سزا تجویز کرے گی۔'' دوسری لڑکی نے کہا، اور پھر بولی۔

''تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔''

''کہاں......؟''

''صبح کی دیوی کے حضور۔''

''وہ کون ہے......؟''

''وہی جو پورے افریقہ کی حکمران ہے۔''

''یعنی سنگھا......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں...... حالانکہ تمہارے ناپاک منہ سے اس کا نام سن کر ہمارا دل چاہتا ہے کہ اپنے نیزوں کی انیاں تمہارے حلق میں اتار دیں، مگر افسوس...... افسوس۔''

''خیر...... تم جس مقصد کے لئے آئی ہو اسے پورا کرو۔ ویسے اب رات ہو رہی ہے۔ سنگھا نے رات میں مجھے کیوں طلب کیا ہے؟''

''اس کا جواب وہ خود ہی تمہیں دے گی۔'' لڑکیوں نے جواب دیا، اور میں گہری سانس لے کر باہر نکل آیا۔

مجھے وادی کے اندر اندر ہی طویل سفر طے کرنا پڑا، اور پھر جس جگہ میں پہنچا وہاں کا منظر واقعی بہت عجیب تھا۔ پورا چاند نکلا تھا، لیکن اتنی تیز چاندنی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یوں لگتا تھا، جیسے ہزاروں بلب روشن ہوں، لیکن روشنی صرف چاندنی کی تھی، میں نے اس طلسم پر غور کیا، اور اس جدت پر ششدر رہ گیا۔ تھوڑی دیر میں، میں نے یہ اندازہ لگا لیا، کہ اس قدر تیز روشنی کی وجوہات کیا ہیں۔

انتہائی بڑے بڑے قیمتی ہیرے اس طرح درختوں اور پودوں پر رکھے ہوئے تھے، کہ چاندنی ان سے منعکس ہو کر ہزاروں چاند نمودار کر رہی تھی۔ میں نے اس سحر انگیز منظر کو تعجب سے دیکھا۔ یہاں تک لاتے ہوئے انہوں نے میرے ہاتھ وغیرہ نہیں باندھے تھے، لیکن وہ اپنے نیزے لیے چوکنا رہی تھیں، اور میں جانتا تھا کہ اگر میں ذرا بھی کوئی غلط حرکت کروں گا، تو کوئی نہ کوئی نیزہ میرے سینے کے پار ہو جائے گا۔

لیکن میں فیصلہ کر چکا تھا، کہ اب حالات سے مکمل سمجھوتہ کروں گا۔ اس وقت تک جب تک کوئی طاقت میرے ہاتھ نہیں آ جاتی۔ بھلا ان تمام مصائب کو اپنی گردن پر لادنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ جہاں انہوں نے مجھے کھڑا کیا، میں نہایت سعادت مندی سے وہیں کھڑا ہو گیا۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا، کہ ملکہ سنگھا کو بھی اچھی طرح بے وقوف بناؤں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ میرا ذہن پڑھ لے، اور یہ محسوس کر لے کہ میں ان سب کے خلاف دل میں نفرت

رکھتا ہوں، شدید نفرت، دیکھنا یہ تھا کہ میں خود اس کے جادو سے کس حد تک بچ سکتا ہوں۔

میں جس جگہ کھڑا تھا، اس سے کچھ فاصلے پر چند دوسری لڑکیاں بھی آ جا رہی تھیں۔ ان سب کے بدن مختلف کھالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ بعض بے پناہ خوبصورت تھیں، بعض معمولی شکل وصورت کی تھیں، لیکن سب کی سب جوان، حسین اور خوبصورت تھیں۔ میں نے اس بات کا اندازہ کیا کہ یہاں بوڑھی عورتوں کا وجود نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں مجھے طلسم ہوشربا معلوم ہو رہی تھیں۔ ایک ایسا طلسم جس میں، میں پھنس کر رہ گیا تھا، اور بلاشبہ سرزمین افریقہ طلسمات سے بھری ہوئی ہے۔

تب اچانک لڑکیوں کی ایک طویل لائن آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ سب ایک قطار میں آ رہی تھیں۔ ایک مخصوص جگہ پہنچ کر وہ رک گئیں، اور دو دو ہو کر الگ ہو گئیں، اور اس طرح ایستادہ ہو گئیں، جس طرح وہ کسی خاص چیز کا انتظار کر رہی ہوں۔ اس کے بعد اچانک ایک طرف سے شیر کی دھاڑ سنائی دی، اور میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا، اور میں نے ایک طویل القامت شیر کو آتے دیکھا۔

لمبے لمبے بالوں والا ببر شیر تھا۔ میں نے اتنا کیم وشحیم اور قد آور شیر پہلی بار دیکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ لڑکیاں شیر کی آواز سن کر خوفزدہ ہو جائیں گی، لیکن وہ اسی طرح ادب سے کھڑی رہیں۔ شیر ان کے درمیان سے گزرتا ہوا آگے تک آیا، اور پھر ایک جانب بیٹھ گیا۔ وہ بڑے سکون واطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ تب اس کے عقب سے ملکہ سنگھا نمودار ہوئی۔

خدا کی پناہ، میں نے ایسا حسن پہلے نہیں دیکھا تھا۔ بلاشبہ ایسا حسن جو لاثانی تھا۔ وہ ان افریقیوں میں سے نہیں تھی، پتلے پتلے نازک نقوش، سفید شہابی رنگ، گھنے گھنے لمبے بال، جن کے اوپر ایک انتہائی حسین تاج رکھا ہوا تھا۔ بدن کے اوپر کسی نہایت حسین جانور کی کھال جسے اس نے دوسری لڑکیوں کی طرح ایک مخصوص انداز میں لپیٹا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ میں سنہری چمکدار چھڑی، جس میں شاید جگہ جگہ ہیرے نصب کیے گئے تھے۔ کئی لڑکیاں اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھیں، اور ایک کھال کا سایہ اس کے سر پر کیے ہوئے تھیں۔ یہ تھی ملکہ سنگھا، جسے دیکھ کر چند ساعت کے لئے میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا، اور سحرزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ملکوتی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ شیر کے نزدیک پہنچ گئی، اور بیٹھے ہوئے شیر پر اس اطمینان سے بیٹھ گئی، جیسے یہی اس کا سنگھاسن ہو۔ ملکہ سنگھا نے ایک لڑکی سے کہا۔

”قیدی کہاں ہے سامنے لاؤ۔“ وہ لڑکی ایک دوسری لڑکی کے ساتھ آگے بڑھی، اور

میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"آگے بڑھو اور ملکہ سنگھا کے سامنے پیش ہو جاؤ۔" میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ اس وقت تو صرف مکاری سے کام لینا تھا۔ چنانچہ اس کے سامنے پہنچ کر میں نے داہنا ہاتھ سینے پر رکھا، اور جھک گیا۔ جھکنے کے بعد میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ملکہ سنگھا کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی، اور اس کی حسین چمکدار آنکھیں کسی قدر قہر آلود ہو گئی تھیں۔ اس نے نفرت سے مجھے دیکھا، اور کہنے لگی۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ سنگھا کا علم اسے تم سے ناواقف رکھے گا۔"

"ہرگز نہیں ملکہ سنگھا! میں جانتا ہوں کہ میں آپ کی نگاہ میں ہوں۔"

"بھلا کس طرح؟"

"میں جانتا ہوں ملکہ سنگھا کہ مجھے جن لوگوں نے قید کیا تھا، وہ مجھے آپ کے دربار میں پیش کرنا چاہتے تھے، لیکن یہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"کیا...... تم اس پر آمادہ تھے۔" سنگھا کی آنکھوں کے قہر میں کسی قدر کمی واقع ہو گئی۔

"سرزمین افریقہ میں تقدیر کی خرابی لے آئی، ورنہ مجھ جیسے معمولی انسان اس طلسمی سرزمین کیلئے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ بھلا میں حضور کے سامنے آنے سے انکار کس طرح کر سکتا تھا۔" میں نے ادب سے کہا۔

"ہم کسی کو اپنے حضور طلب نہیں کرتے۔"

"مجھے آپ کے لوگوں نے یہی بتایا تھا۔"

"ہاں ہم نے انہیں ہدایت کی تھی کہ قیدیوں کو ہماری مرضی کے بغیر ہلاک نہ کیا جائے، لیکن تم نے اور تمہاری ساتھی لڑکی نے خود کو رسوا کیا۔"

"میں نہیں سمجھا ملکہ۔"

"ہم سمجھائیں گے بھی نہیں، یہ بتاؤ کہ تم یہاں تک کیونکر پہنچے؟"

"کیا یہ بات ملکہ سے پوشیدہ ہو گی؟"

"تم سے جو سوال کیا جائے، صرف اسی کا جواب دو۔ سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے تمہیں۔" ملکہ نے کہا۔

"خود سے نہیں آیا تھا ملکہ، بس تقدیر نے یہ ہی کھیل بھی کھیلا۔"

"یعنی......" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا، اور میں نے نالے کی روداد اسے سنا دی۔ ملکہ چند ساعت خاموش رہی تھی، پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا، اور اس کے باوجود

اس سرزمین پر کسی مرد کے ناپاک قدم برداشت نہیں کیے جا سکتے۔"

"میں شرمسار ہوں، لیکن لاعلمی میں یہ ہوا ہے، میں اس بات پر افسردہ ہوں کہ مجھے سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا کوئی خیال تمہارے ذہن میں ہے؟"

"بے شمار ملکہ!"

"ہم سے اجازت طلب کرو، ہم تمہیں اس کی اجازت دے دیں گے، ویسے تم مرد بڑے بے باک اور مکار ہوتے ہو، پوچھو تمہارے ذہن میں کیا سوال ہے؟"

"ملکہ نے جو کچھ کہا ٹھیک ہی کہا ہو گا، لیکن عظیم ملکہ سے کیا میں یہ سوال کر سکتا ہوں کہ مرد سے یہ نفرت کیوں ہے؟"

"مرد مکار ہے، جہاں ہوتا ہے عورتوں پر حکمرانی کرتا ہے، انہیں خود سے کمزور درجہ دیتا ہے، اور ان کے لئے طرح طرح کی اذیتیں منتخب کرتا ہے۔ میرا باپ بھی مرد تھا، لیکن جانتے ہو میری پیدائش کہاں ہوئی ہے؟ ایک گندی نالی میں، اور اس کے بعد ملکہ سنگھا نے آنکھیں بند کر لیں، وہ دیر تک شدت جذبات سے کھولتی رہی، پھر پرسکون ہو گئی۔ بس اس سے زیادہ اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

"ٹھیک ہے ملکہ! کیا اس جگہ صرف عورتوں کی حکمرانی ہے؟"

"ہاں......"

"میں ایک سوال کرتے ہوئے شرمسار ہوں، لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔"

"پوچھو۔" ملکہ بولی۔

"تب آپ کے ہاں نمود کا کیا ذریعہ ہے؟"

"انتہائی مؤثر، اور مرد کیلئے تضحیک آمیز۔"

"وہ کیا......؟"

"میں تمہیں یہ جاننے کا موقع ضرور دوں گی، لیکن ابھی نہیں۔" ملکہ نے کہا، اور میں نے دل ہی دل میں نعرہ لگایا۔ وہ مارا۔ گویا مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ مجھے ابھی موت نہیں دی جا رہی، اور میری زندگی کے امکانات ہیں۔

"مردذات واقعی بڑی مکار ہے، مجھے خود اپنے آپ سے نفرت ہے، بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے جلد از جلد قتل کر دیں۔" میں نے کہا، اور ملکہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر مسکرائی اور بولی۔

"چالاکی سے کام لے رہے ہو؟"

"ہاں...... تمہارا مذاق اُڑا رہا ہوں۔ اس لیے مجھ سے انتقام لو اور مجھے قتل کر دو۔" میں نے کہا اور سنگھا بغور مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"تمہاری خواہش ضرور پوری کی جائے گی، لیکن ابھی نہیں۔ میں تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔ تمہارے بارے میں تو میں بہت کچھ جاننا چاہتی ہوں۔"

"ملکہ کو انتظار نہیں کرنا چاہیے، ایک مرد اس کے سامنے آ گیا ہے۔"

"یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے، تمہارا نہیں۔" اس نے کرخت لہجے میں کہا اور میں نے گردن جھکا دی۔ پھر ملکہ نے اپنی کنیزوں کو حکم دیا۔ "اسے دوبارہ قید خانے میں بند کر دو۔ کل دن کی روشنی میں اسے دوبارہ میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

کنیزیں مجھے لے کر واپس چل پڑیں۔

اور تھوڑی دیر کے بعد میں دوبارہ اس قید خانے میں تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اب میں نے اپنے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا اور خود کو حالات کے دھارے کے مطابق بہنے کیلئے چھوڑ دیا تھا۔ حالات میرے لیے جو راستہ منتخب کریں، وہی ٹھیک ہے۔ اپنی سوچ یہاں کچھ نہیں دے سکتی تھی۔

چنانچہ غار کے کھردرے فرش پر ہی لیٹ گیا۔ زیادہ دیر نہیں لگی تھی کہ چٹانی دروازہ کھلا، اور میرے لیے کھانے پینے کی چیزیں لائی گئیں۔ لانے والی دو کنیزیں تھیں۔

"عظیم ملکہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے ان لڑکیوں سے پوچھا۔

"اس سرزمین پر ملکہ کی اجازت کے بغیر قدم رکھنے والے تم پہلے مرد ہو، جس کی آسائش کا خیال رکھا گیا ہے۔"

"پہلے مرد۔"

"ہاں...... اس بات پر تمہیں حیرت کیوں ہوئی۔" لڑکی نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے اور مرد بھی یہاں آتے رہتے ہیں؟"

"ہاں...... وہ جو ملکہ کے خادم ہیں، اور اسے خراج پیش کرنے آتے ہیں۔ یا پھر کوئی اور مجرم یا بھٹک کر آنے والا ملکہ فوراً اس کے قتل کا حکم صادر کر دیتی ہے۔"

"پھر میرے ساتھ یہ رعایت کیوں برتی گئی ہے؟"

"کون جانے؟"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"یہ سب بیکار باتیں ہیں۔ یہ تم ہماری زندگی کے دشمن بن رہے ہو۔" لڑکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"ملکہ سنگھا عظیم ہے۔ اگر ہم میں سے کسی کو تمہاری طرف ملتفت دیکھیں گی، تو وہ فوراً موت کی سزا دے دیں گی۔"

"اوہ...... وہ مردوں سے اتنی نفرت کرتی ہیں۔"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔"

"لیکن خود تم لوگوں کا خیال کیا ہے؟"

"ہم بھی مردوں سے نفرت کرتے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ میں تو بس اس بات پر حیران ہوں کہ تم لوگ مردوں کے بغیر زندگی کیسے گزارتی ہو۔" میں نے کہا۔

تب پہلی لڑکی نے دوسری کو ٹوکا دیا۔ "یہ شخص بہت زیادہ چالاک معلوم ہوتا ہے۔ تم اس کی باتوں میں اُلجھ رہی ہو۔ اس کا انجام جانتی ہو۔" اور دوسری لڑکی سہم گئی۔ پھر وہ جلدی سے باہر نکل گئی۔ پہلی لڑکی بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر چلی گئی تھی۔ میں تعجب سے اس بند دروازے کو دیکھتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

رات کو اتنی گہری اور آرام کی نیند آئی کہ خود حیران تھا۔ سورج کی روشنی غار کے اس رخنے سے اندر آ رہی تھی۔ جو سوئی نے بتایا تھا۔ اس روشنی سے مجھے دن کا احساس ہوا تھا، لیکن رات کی گہری نیند میری سمجھ میں نہیں آ سکی، ایک بار بھی آنکھ نہیں کھلی تھی اور اس کی وجہ ایک ہی ہو سکتی تھی۔ وہ یہ کہ میں وسوسوں سے آزاد ہو گیا تھا۔

بہرحال پوری اور بھرپور نیند سونے سے بدن کی کسل دور ہو گئی تھی۔ پیٹ بھی بھرا ہوا تھا، اس لئے نیند اور گہری ہو گئی۔ میں نے ایک طویل انگڑائی لی اور تھوڑی دیر کے بعد میرے میزبان آ گئے۔

یہ بدلی ہوئی شکلیں تھیں۔ حیرت کی بات یہ تھی، کہ وہ سب افریقہ کے عام باشندوں سے مختلف تھیں۔ خدوخال تو خیر انہی جیسے تھے لیکن رنگ حیرت انگیز طور پر سفید تھے لیکن انداز میں کرختگی ذہن کو ناگوار گزرتی تھی۔

"کسی چیز کی ضرورت ہے تمہیں۔"

''ہاں......'' میں نے خوشگوار موڈ میں کہا۔

''بتاؤ۔'' ایک لڑکی بولی۔

''تمہیں بھون کر کھانا چاہتا ہوں۔'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا، اور لڑکی کسی قدر بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''کیا بکواس کر رہے ہو؟'' وہ گرجی۔

''تم نے ضرورت پوچھی، میں نے بتا دی۔''

''تیار ہو جاؤ، تمہیں ملکہ کے حضور چلنا ہے۔''

''ذرا ان تیاریوں کی تفصیل بتا دو گی؟'' میں نے سوال کیا۔

''کیا مطلب......؟''

''اس غار میں میرے بے دست و پا وجود کے علاوہ اور کیا رکھا ہوا ہے، کہ میں تیاریاں کروں۔ تم کسی خاص تیاری کے بارے میں کہہ رہی ہو؟''

''تم بہت زیادہ بولنے والے معلوم ہوتے ہو۔''

''میری آواز تمہیں بری لگ رہی ہے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

''ہمیں مردوں کی بو سے نفرت ہے۔''

''خدا تمہیں خوش رکھے بہرحال معزز خواتین میں تو تیار ہوں، ہاں اگر تم میرے پاس رہ کر مجھ سے گفتگو کرنے کی خواہش مند ہو۔ تو دوسری بات ہے۔''

''ہم اتنے بیوقوف نہیں ہیں۔''

''شنیلا یہ شخص بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں اس کی لچھے دار باتوں سے بچنا چاہئے، ورنہ کسی مصیبت کا شکار ہو جائیں گے، چلو۔''

''چلو۔'' دوسری لڑکی نے کہا' اور دونوں دروازے کی طرف بڑھ گئیں' اور میں ان کے پیچھے تھا۔

دن کی روشنی میں بھی مناظر اتنے ہی حسین تھے۔ ملکہ کے دربار تک کہ حسین راستوں سے گزرتا ہوا بالآخر میں اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں رات کو آیا تھا' اور پھر وہی مناظر میری نظروں کے سامنے سے گزرے۔ ملکہ آ کر شیر پر بیٹھ گئی' لیکن اس وقت اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا تھا' اور اس کے چہرے پر رات کی سی خشونت نہیں تھی۔

''رات کیسی گزری اجنبی؟'' اس نے پوچھا۔

''جس طرح قیدیوں کی رات گزرتی ہے۔''

''اوہ...... تمہیں تکلیف اٹھانا پڑی۔'' ملکہ نے پوچھا۔

''قید خانے راحت کی جگہ نہیں ہوتے۔''

''اس کے علاوہ میں نے تمہارے ساتھ رعایت برتی ہے' اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔'' ملکہ نے کہا' اور میں بغور اس کی شکل دیکھنے لگا۔ ''تمہیں اور مراعات دی جا سکتی ہیں، لیکن اس شکل میں کہ تم خود کو ان کا اہل ثابت کر سکو۔'' ملکہ نے کہا۔

''بات دراصل یہ ہے ملکہ سنگھا کہ تمہارا جادو۔ میری حیثیت کے بارے میں اچھی طرح بتا سکتا ہے۔ میں زمین افریقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اپنی مرضی کے خلاف یہاں آ جانے والوں میں سے ہوں' اور پھر میں جن مشکلات کا شکار ہوا۔ تم اگر اپنے علم کے زور سے جان سکتی ہو تو جان لو۔ ورنہ میں تمہیں اس کے بارے میں بتا سکتا ہوں، ان حالات میں صورتحال یہاں تک پہنچ گئی کہ میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا، اور اب میری موت اور زندگی میری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں ان لوگوں میں سے ہوں، جو ہر ذرّے سے تعاون کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتی ہو، تو بہتر یہ ہے کہ ملکہ سنگھا کہ تم فوراً مجھے قتل کر دو۔

موت اور زندگی کی میری نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تم کسی طور میری دشمن ہو سکتی ہو' لیکن میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔''

''ہاں، میرا علم تمہارے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہے۔ تم تہذیب کی دنیا کے فرد ہو' اور حالات میں پھنس کر یہاں پہنچے ہو۔ سردار جموکا نے تمہیں اس بات پر مجبور کیا کہ تم پہاڑوں پر آباد سفید فاموں کے خلاف ان کی مدد کرو' اور تم اس کیلئے تیار ہو گئے' لیکن سفید فاموں سے جنگ میں تمہیں شکست ہوئی' اور تم ان کی قید میں چلے گئے' اور پھر وہاں سے فرار ہو کر تم یہاں تک آ پہنچے۔'' سنگھا نے کہا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

لیکن تعجب کس بات کا، افریقہ کی سرزمین پر بسنے والوں کی بے شمار قوتوں کے بارے میں مجھے بے شمار تجربات ہو چکے تھے۔ چنانچہ اگر یہ عورت بھی کسی ایسی ہی حقیقت کا اظہار کر رہی تھی تو تعجب کی کیا بات تھی۔ میں نے گردن ہلا دی، اور سنگھا مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا خیال ہے میں نے تمہارے بارے میں غلط تو نہیں کہا؟''

''نہیں ملکہ سنگھا!'' میں نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

''تاہم میں تمہیں زندگی کا ایک اور موقع فراہم کرنا چاہتی ہوں۔ حالانکہ میرے

اصولوں کے خلاف ہے' لیکن میرا اصول ان مردوں کیلئے ہے، جن کا تعلق میری اپنی ذات سے رہا ہے۔ تمہیں صرف اس خیال سے مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے، کہ تم اپنی مرضی کے خلاف یہاں آنے والوں میں سے ہو۔''

''میں ملکہ کا شکر گزار ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اگر تم چاہو تو تمہارے ساتھ وہ ساری رعایتیں برتی جا سکتی ہیں، جو کسی مہمان کیلئے ہوتی ہیں، لیکن تمہیں چند باتوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔''

''کیا ملکہ عالیہ!''

''سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''دوسری بات یہ کہ یہاں کسی ایسی مردانہ فطرت کا اظہار نہیں کرو گے، جو مردوں کی خاصیت ہوتی ہے۔''

''اس سلسلے میں مجھے تفصیل سے بتایا جائے ملکہ۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہاں عورتیں ہیں، کمزور اور ناقص العقل، عورت خواہ کوئی بھی حیثیت اختیار کر جائے مرد کے سامنے خود بخود کھلونا بن جاتی ہے۔ گو میں نے یہاں موجود تمام لڑکیوں کو ایسی تربیت دی ہے، کہ وہ مردوں سے صرف نفرت کریں' لیکن اس کے باوجود تمہاری پرکشش شخصیت کسی کو بھی متاثر کر سکتی ہے۔ اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی تو تمہیں فوراً قتل کر دیا جائے گا۔''

''عورت کی طلب تو فطرت کی طلب ہے ملکہ عالیہ! لیکن میں کوشش کروں گا کہ ایسی کوئی حرکت نہ کروں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کوشش نہیں، تم سو فیصدی اس پر عمل کرو گے۔''

''بہتر! میں وعدہ کرتا ہوں، کہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔''

''تو ٹھیک ہے، پھر میں تمہیں وہ رعایتیں دینے کا اعلان کرتی ہوں، جو اس خطۂ زمین پر کسی مرد کو نہیں دی گئیں۔''

''شکریہ ملکہ عالیہ!'' میں نے گردن خم کرتے ہوئے کہا' اور ملکہ کچھ دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی، پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

''سرزمین افریقہ میں تم جو کچھ کرتے رہے ہو۔ اس کے بارے میں مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ بولو کس بات کا حوالہ دوں۔''

''میں نہیں سمجھا ملکہ!''

''ہمارے بارے میں تمہارے دل میں کیا ہے؟''

''میں اب بھی نہیں سمجھا ملکہ سنگھا۔''

''کیا تم پورے خلوص کے ساتھ ہمارے لیے کوئی کام کر سکتے ہو؟''

''مجھے اس کے عوض کیا ملے گا ملکہ عالیہ؟'' میں نے سوال کیا۔

''زندگی...... رہائی۔''

''مجھے منظور نہیں۔''

''کیا......؟'' وہ چونک پڑی۔

''ہاں افریقہ کے ریگزاروں میں بھٹکنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے برسوں ان ویرانوں کی خاک چھانی ہے۔''

''اوہ...... ہم تمہیں تمہاری دنیا تک نہیں پہنچا سکتے۔''

''اس کے عوض میں دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہیں۔''

''لیکن مجھے ضمانت دی جائے کہ مجھے ان ویرانوں سے نکال دیا جائے گا۔''

''میں تمہیں ضمانت دے سکتی ہوں، لیکن جو کام میں تمہارے سپرد کروں گی، اس سے تمہیں زندگی کا بھی خطرہ ہے۔''

''مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔''

''خوب، مردوں میں کاش یہ ایک خوبی نہ ہوتی۔'' ملکہ نے حسرت سے کہا' اور میں اسے دیکھنے لگا۔

''کون سی خوبی ملکہ سنگھا۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''نڈر اور بے خوف ہونے کی۔''

''یہ خوبی تو عورتوں میں بھی ہے ملکہ، خاص طور پر آپ کے ہاں کی عورتوں میں۔''

''نہیں وہ اس درجے تک نہیں پہنچیں، میں نے ان کے ذہنوں میں مردوں سے جو نفرت جگائی ہے، وہ ان پر حاوی ہے' لیکن اب بھی...... وہ مرد کی طلب میں موت کی آرزو مند ہو جاتی ہیں' اور وہ یہ کام اتنی نڈر ہو کر نہیں کر پاتیں جو مرد کر لیتے ہیں۔''

''تب اسے فطرت کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''کاش میں ان کی فطرت بھی بدل سکتی۔''

''یہ تمہارے بس کی بات نہیں ملکہ سنگھا۔'' میں نے کہا اور ملکہ غصے سے دانت پیستی رہی، پھر آہستہ آہستہ پرسکون ہوتی گئی' اور پھر مسکرانے لگی۔

"میں نے تمہاری رہائش کیلئے اس علاقے کو منتخب کیا ہے۔ وہ مکان تمہاری آرام گاہ ہے' لیکن میرا شیر تمہاری نگرانی کرے گا۔

"شیر۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں...... کیوں خوفزدہ ہو گئے؟" ملکہ مسکرائی۔

"یہ بات نہیں ہے ملکہ! بلکہ مجھے حیرت ہے کہ تم نے شیر کس طرح رکھ چھوڑا ہے یہ تو ز ہے۔" میں نے کہا۔

"جانور اور انسان میں فرق ہوتا ہے۔" وہ شیر کی گردن پر ہاتھ پھیر کر بولی۔

"یہ صرف تمہارا خیال ہے۔ نر کی فطرت یکساں ہوتی ہے۔"

"ہرگز نہیں یہ میرے پاس جوان ہوا، اور آج تک میرا وفادار ہے۔ اس نے کبھی مجھ سے سرتابی کی کوشش نہیں کی۔"

"تمہارے جادو کا شکار ہوگا۔"

"نہیں یقین کرو، اس کے دل میں میرے لئے وقعت ہے' اور یہ میرے پاس خوش ہے۔"

"یہ بات میرے ذہن میں ایک معمہ ہے کہ تم مردوں سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہو؟"

"اور ہمیشہ معمہ رہے گی، میں کسی کو اپنے راز میں شریک نہیں کر سکتی۔"

"ٹھیک ہے! ظاہر ہے، میں ملکہ کو کسی بات کیلئے مجبور نہیں کر سکتا۔"

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

"لیکن میں اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالوں کو کس طرح روکوں۔"

"کون سے سوال پیدا ہو رہے ہیں تمہارے ذہن میں؟"

"مردوں کے بغیر یہاں عورتوں کا وجود کس طرح ہے؟"

"دیکھنا چاہتے ہو۔"

"ہاں...... خواہشمند ہوں۔" میں نے کہا' اور ملکہ اٹھ کھڑی ہوئی' اور پھر اس نے ایک لڑکی کی جانب دیکھا' اور وہ گردن جھکا کر آگے بڑھ آئی۔ چشم زدن میں دو گھوڑے حاضر کر دیئے گئے' اور ملکہ ان میں سے ایک پر سوار ہو گئی۔

"میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ۔" اس نے کہا' اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

◆◆◆

بہر حال زندگی میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی۔ ویرانوں میں بھٹکتے بھٹکتے میرا ذہن منجمد ہونے لگا تھا۔ میں خود بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا' اور ملکہ نے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی۔ میں نے بھی اس کا تعاقب کیا تھا۔ دونوں گھوڑے اس میدان سے نکل آئے اور خاموشی سے سفر جاری رہا۔ کافی طویل فاصلہ طے کر کے ہم ایک اور سرسبز علاقے میں پہنچ گئے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے جھونپڑے بنے ہوئے تھے' اور ان جھونپڑوں کے سامنے بچے کھیل رہے ہیں۔

ایک الگ ہی دنیا معلوم ہوتی تھی۔ مرد، عورتیں اور بچے عام دنیا کا تصور پیش کرتے تھے' لیکن ان میں سے کوئی ہماری طرف متوجہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ملکہ ان کے درمیان پہنچ گئی۔ میں تعجب سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ لوگ...... یہ لوگ تمہارا احترام نہیں کرتے۔ انہوں نے تو تمہیں اس طرح نظر انداز کر دیا ہے، جیسے تمہارے وجود سے واقف ہی نہ ہوں۔"

"یہ حقیقت ہے۔" ملکہ سنگھا مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں چونکہ میں ان لوگوں کو بے خبر رکھ کر تمہیں ان کا تجزیہ کرنا چاہتی ہوں۔ اس لئے یہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا ملکہ سنگھا۔"

"افوہ...... خوامخواہ معمولی معمولی باتوں کے بارے میں سوال کر کے وقت ضائع کر رہے ہو۔ یہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔"

"ہمیں۔" میں نے بدستور حیرت سے کہا۔

"ہاں، ظاہر ہے تم میرے ساتھ ہو۔ اس لئے یہ تمہیں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا صحیح تجزیہ کرنے کیلئے یہ ضروری تھا۔"

''اوہ......'' میں نے گہری سانس لی۔ یہاں بھی ملکہ کا جادو کام کر رہا تھا۔ بہرحال میں نے ان سب کو بغور دیکھا۔ عورتیں خدوخال سے افریقی ہی تھیں' لیکن ان کے رنگ سفید تھے' لیکن میں نے ان کے چہروں پر پژمردگی ہی دیکھی تھی۔ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں تھی، جو ہنستی مسکراتی نظر آ رہی ہو۔ ایک اور خاص بات میں نے یہ نوٹ کی تھی کہ ان میں کوئی بھی نوجوان لڑکی نہیں تھی، سب کی عمریں تیس سے اوپر ہی تھیں۔

ہم ان کے درمیان سے گزرتے رہے، تب میں نے ایک اور خاص بات نوٹ کی جھونپڑی کے سامنے جو بچیاں کھیل رہی تھیں۔ ان میں سے ایک بھی لڑکا نہیں تھا۔ چھوٹی بڑی عمروں کی بچیاں جن کی رنگت مختلف تھی۔

میں سخت تعجب سے یہ طلسمی ماحول دیکھتا رہا۔ مردوں کو بھی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ بس یوں ہی بیکار مکھیاں مار رہے تھے۔ میں نے دیر تک سنگھا سے کوئی سوال نہیں کیا' اور خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔

جب اس پوری بستی کا چکر لگا لیا، تو ایک طویل سانس لے کر سنگھا میری طرف دیکھنے لگی۔ ''تم نے ان لوگوں کو دیکھ لیا۔ اب ان کے بارے میں سوال کرو؟''

''میرا سوال تمہارے ذہن میں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں تمہارا خیال درست ہے یہ عورتیں جن کی عمریں نوجوانی سے تجاوز کر چکی ہیں، یہاں اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہی ہیں۔ یہ افریقی باشندے ہیں' اور میرے غلام۔''

''اور عورتیں۔''

''یہ بھی افریقی ہیں۔''

''ایک سوال درمیان میں نکل آیا۔ افریقہ کے عام خطوں کی طرح ان عورتوں کے رنگ سیاہ کیوں نہیں ہیں۔''

''یہ میری نفاست پسند طبیعت ہے۔ میں نے ضروری قسم کی غذائیں استعمال کر کے ان کے رنگ بدل دیئے ہیں۔''

''ویسے یہ سب افریقی نژاد ہی ہیں؟''

''ان کے بارے میں دوسری بات؟'' میں نے پوچھا۔

''مردوں سے نفرت کرنے والی یہ عورتیں تیس سال کی عمر تک میرے تجزیئے میں رہتی ہیں، میں ان کا جائزہ لیتی ہوں۔ وہ مردوں سے نفرت کرنے کے باوجود ان کے قرب کی خواہشمند رہتی ہیں' لیکن بہرحال تیس سال تک وہ میری غلام رہتی ہیں۔ اس کے بعد میں

ہیں افزائش نسل کیلئے بھیج دیتی ہوں' اور پھر وہ میرے کام کی نہیں رہتیں۔''

''کیا مطلب؟''

''وہ یہاں مردوں کے درمیان رہ کر بچے پیدا کرتی ہیں' اور انہیں اس کیلئے صرف پانچ سال کی مدت دی جاتی ہے۔ پانچ سال بعد انہیں قربان گاہ میں بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ گویا پانچ سال تک وہ اس زندگی سے لطف اندوز ہو سکتی ہیں۔ جو مردوں کے قرب کی چاشنی سے ملتی ہے۔''

''کیا تمہارے پاس موجود تمام لڑکیوں پر یہ قانون لاگو ہے۔''

''نہیں بلکہ صرف ان لڑکیوں پر، جن کے انداز میں کبھی لغزش پائی جاتی ہے۔ میں اپنے ذریعے سے ان کا امتحان لیتی ہوں، انہیں مردوں کا قرب دے کر یہ اندازہ لگاتی ہوں کہ وہ مردوں سے متاثر ہیں یا نہیں۔''

''اوہ...... اور اس کے بعد تم انہیں یہاں بھیج دیتی ہو۔''

''ہاں...... میں انہیں اس کا پورا پورا موقع دیتی ہوں۔''

''وہ اپنی مرضی سے یہاں آتی ہیں، یا انہیں جبراً بھیجا جاتا ہے۔''

''نہیں جس کے کردار میں کوئی لغزش پائی جاتی ہے، اس پر مہر لگا دی جاتی ہے، کہ وہ تیس سال کی عمر میں مردوں میں چھوڑ دی جائے گی۔''

''خوب، تو ان عورتوں کے ہاں صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔''

''نہیں لڑکے بھی پیدا ہوتے ہیں' لیکن انہیں پیدا ہونے کے چند لمحات کے بعد ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔''

''اوہ......'' میں نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی۔ سنگھا پُرسکون نظر آ رہی تھی۔

''اس طرح تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ یہاں افزائش نسل کس طرح ہوتی ہے۔''

''لیکن سنگھا کیا یہ ضروری ہے کہ ان عورتوں کے ہاں لڑکیاں ہی پیدا ہوں، میرا مطلب ہے کہ کوئی ایسا موقع بھی آ سکتا ہے۔ جبکہ تم لڑکیوں کی تعداد میں کمی محسوس کرو۔''

''ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں...... لیکن افریقہ کے دوسرے خطوں سے میری پسند کی لڑکیاں یہاں آ جاتی ہیں۔'' سنگھا نے جواب دیا۔

''اوہ وہ تمہارے احکامات کی پابند بھی ہوتی ہیں۔''

''کس کی مجال ہے کہ مجھ سے بغاوت کرے۔'' سنگھا نے نفرت سے کہا۔

''عجیب کھیل ہے، لیکن مردوں کی کیا کیفیت ہے؟''

''جو بوڑھے ہو جاتے ہیں' اور اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ انہیں بھی قربان کر دیا جاتا ہے' اور نئے مرد منگوائے جاتے ہیں۔''

''لیکن نئی پیدا ہونے والی لڑکیوں میں مردوں سے نفرت کا تصور کیسے پیدا ہوتا ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''پانچ سال کی عمر تک وہ یہاں رہتی ہیں۔ اس کے بعد میری تحویل میں آ جاتی ہیں' اور پھر ان کی پرورش میں کرتی ہوں۔''

''خود تمہاری عمر کیا ہے؟''

''یہ ایک غیر ضروری سوال ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہاں...... ایک بات اور۔'' میں نے دلچسپی سے کہا' اور وہ میری صورت دیکھنے لگی۔

''اگر تمہاری قوت اس قدر حیرت انگیز ہے تو تم سرزمین افریقہ سے سفید فاموں کا ناسور کیوں نہیں مٹا دیتیں۔ تم اپنی جادوئی قوتوں سے انہیں ختم کیوں نہیں کر دیتیں۔'' میں نے کہا' اور پہلی بار میں نے سنگھا کے چہرے پر بے بسی کے آثار دیکھے۔

''افسوس میرا جادو ان پر کارگر نہیں ہے' لیکن میں اس کیلئے کوشاں ہوں' اور اس کیلئے مجھے آئینہ حیات کی ضرورت ہے۔''

''آئینہ حیات۔''

''ہاں پاتال کی گہرائیوں میں یہ طلسمی آئینہ موجود ہے۔ ایک بدنما ہیرا' جس کی قوت لامحدود ہے' اور اس ہیرے کو حاصل کرنے کے بعد میں اس قدر طاقتور ہو سکتی ہوں' کہ ان سفید فاموں کے سامنے جا سکوں' اور ان کی انوکھی قوت کا سامنا کر سکوں' لیکن اسے حاصل کرنے کیلئے مجھے ایسے شخص کی ضرورت ہے' جو طاقتور اور بہادر ہونے کے علاوہ ذہین بھی ہو۔ میں ابھی تمہیں اس کے بارے میں تفصیل نہیں بتاؤں گی۔ کہ وہ ہیرا کہاں سے اور کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے' لیکن اب میں تم پر اپنا ماضی الضمیر بھی روشن کر دوں' مجھے تمہاری ضرورت اس لئے تھی۔''

''اوہ...... اس کا مقصد ہے سنگھا کہ تمہیں میرے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم تھیں۔''

''ہاں......'' میں نے اس سے کب انکار کیا ہے۔'' سنگھا نے جواب دیا اور پھر مسکرا کر بولی۔

''میں نے تمہاری محبوبہ کو بھی اسی لئے اغواء کیا تھا۔''

''میری محبوبہ!'' میں نے تعجب سے کہا۔

''ہاں۔''

''کون......؟''

''وہ سفید لڑکی جس کا نام زورانہ ہے۔'' سنگھا نے جواب دیا' اور میں چند لمحات کیلئے ساکت رہ گیا۔ سنگھا نے اس بات کا اعتراف کر لیا تھا' جس کے بارے میں میرا ذہن الجھا ہوا تھا' کہ کس طرح اس بارے میں سوال کروں۔ میں ششدر اس کی صورت دیکھتا رہا' اور سنگھا کے ہونٹوں پر انوکھی مسکراہٹ چپکی رہی۔ تب اس نے مسکرا کر کہا۔

''کیا میں نے غلط کہا ہے؟''

''صرف چند الفاظ غلط ہیں سنگھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا......؟'' اس نے پوچھا۔

''وہ میری محبوبہ نہیں ہے۔ مجھے اس کی ذات سے کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے۔ مجھے صرف اس سے ہمدردی ہے۔ تمہارے علم نے تمہیں بتا دیا ہوگا' کہ اس کا تعلق ان سفید فاموں سے ہی ہے' لیکن وہ خود بھی ایک مظلوم لڑکی ہے' اور میں نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ سردار نے اسے اغواء کر لیا ہے' لیکن بعد میں مجھے پتہ چل گیا کہ وہ تمہاری قید میں ہے۔''

''کیا تم غلط بیانی سے کام نہیں لے رہے؟''

''نہیں سنگھا! اپنے علم کو آواز دو اور میری سچائی کا یقین کرو۔ یوں بھی ہمارے تمہارے درمیان سچ بولنے کا معاہدہ ہو گیا ہے۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''کیا وہ جسمانی طور پر تم سے آلودہ نہیں ہوئی۔''

''اس بنیاد پر تم اسے میری محبوبہ کہہ رہی ہو؟''

''ہاں......''

''میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں' لیکن وہ ایک وقتی ہیجان تھا۔ اس میں محبت کا دخل نہیں ہے۔''

''اوہ...... ہاں۔ مہذب دنیا کے بارے میں میری معلومات ناقص ہیں۔ بہر حال میں تم سے وعدہ کر چکی ہوں کہ تمہیں آزادی دوں گی۔ نہ صرف آزاد بلکہ تمہاری محبوبہ یا دوست لڑکی کو بھی تمہارے ساتھ رہا کر دوں گی' اور تمہیں تمہاری دنیا تک پہنچا دوں گی۔''

''اس کے عوض مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

"آئینہ حیات حاصل کر کے مجھے دینا ہوگا۔"

"اس کا حصول کس طرح ممکن ہے۔"

"اگر تم خلوص دل سے اس کیلئے تیار ہو جاؤ، تو میں تمہیں بتا سکتی ہوں۔"

"میرے خلوص کا اندازہ کس طرح کرو گی؟"

"یہ میرا کام ہے۔"

"تو سنو...... سنگھا میں اس کے لئے تیار ہوں۔ خلوص دل سے تیار ہوں' اور جس وقت تم میرے خلوص پر یقین کرلو۔ مجھے بتا دینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں چند باتیں تمہارے گوش گزار اور کردوں۔ میرا تمام تر علم اس کے لئے ناکافی ہے، کیونکہ ہم سانپ کے پجاری ہیں۔ ہم اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"

"سانپ۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس اس سے زیادہ تم مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ مناسب وقت آنے پر تمہیں اس بارے میں کچھ بتا دوں گی۔" سنگھا نے کہا' اور گھوڑے واپسی کے لئے موڑ دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپسی کا سفر طے کر رہے تھے۔ اب میں نے کہا۔

"میری دوست زورانہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا تم اسے میرے ساتھ رہنے کی اجازت دوگی؟" میں نے پوچھا' اور سنگھا پُر خیال انداز میں سامنے گھورتی رہی۔ پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"ابھی نہیں، میں ابھی اسے تمہارے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ ہاں اگر کوئی مناسب وقت آیا، تو میں اسے تمہارے ساتھ رہنے کی اجازت دے دوں گی۔" سنگھا نے کہا' اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلادی۔

میری نئی رہائش گاہ نہایت آرام دہ تھی' اور یہاں میری خدمت کے لئے بے شمار لڑکیاں موجود تھیں۔ یہ سب کی سب بے حد حسین تھیں۔ بعض اوقات تو ان کو دیکھ کر میرے ذہن میں عجیب وغریب خیالات پیدا ہو جاتے تھے۔ میرا ذہن بھٹک جاتا تھا۔ لیکن پھر سنگھا کا خیال آتا اور اس سے کیئے ہوئے وعدوں کا خیال آجاتا تھا' اور ظاہر ہے۔ زندگی بچانے کے لئے جس سہارے کی امید ہوئی تھی۔ میں اس سہارے کو ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ تو زندگی کے کھیل ہیں، موقع ملا تو پھر سہی۔

زندگی کی ان دلچسپیوں سے لطف اندوز ہونا کونسا مشکل کام تھا۔ یہ ضروری نہیں

ہے۔ میرے اندازے کے مطابق مجھے یہاں رہتے ہوئے چار دن گزر گئے تھے۔ ان چار دنوں میں میری خاطر مدارت خاصی ہوئی تھی۔ اس دن کے بعد آج تک سنگھا کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ لیکن پھر ایک دن صبح ہی صبح میری رہائش گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی اور کوئی اندر آگیا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا اور اچھل پڑا، یہ زورانہ تھی۔ معصوم صورت زورانہ جو مصائب کا شکار ہو کر نجانے کن کن مشکلات میں پھنس چکی تھی۔

میں بے اختیار اچھل پڑا' اور پھر میں نے دوڑ کر زورانہ کو آغوش میں بھینچ لیا۔ زورانہ اس قدر پُر جوش نہیں تھی۔ جتنا میں سمجھ رہا تھا، بلکہ کسی قدر افسردہ تھی۔

"کیسی ہو زورانہ؟" میں نے پوچھا اور زورانہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"عادل میں ایک انکشاف کرنا چاہتی ہوں۔ خلوص دل سے تمہیں سب کچھ بتا رہی ہوں۔ اس بات پر ناراض مت ہونا۔"

"کیا بات ہے زورانہ۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اس وقت میں زورانہ نہیں ہوں، سومی ہوں۔ ہاں عادل میں مجبور تھی۔ اپنی زندگی بچانے کیلئے میں نے یہ حرکت کی ہے۔ اس سے قبل صرف تمہارا قرب حاصل کرنے کیلئے مختلف روپ دھارتی تھی' لیکن آج مجبوری ہے۔"

میں چونک پڑا، میں نے عجیب سی نگاہوں سے زورانہ کو دیکھا۔ "لیکن تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

"یہ سنگھا کے جادو کی سرزمین ہے' اور سنگھا کے سامنے میرا جادو بے اثر ہے۔ میں یہاں اس کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی' اور چونکہ میں اس کی اجازت کے بغیر صرف تمہاری محبت میں گرفتار ہو کر یہاں تک آگئی ہوں۔ ہاں، اگر وہ مجھے پائے گی تو معاف نہیں کرے گی۔"

"اوہ یہ بات ہے؟"

"بس پوشیدہ رہنے کیلئے میں نے زورانہ کے جسم میں پناہ لی ہے۔"

"اور زورانہ کی کیا کیفیت ہے؟"

"بالکل سونے والوں کی۔ جب اس کا بدن چھوڑ دوں گی تو وہ جاگ جائے گی۔"

"اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا۔"

"ہرگز نہیں۔"

''لیکن کیا اس کے بدن میں سنگھا تمہیں نہ دیکھ لے گی۔''

''وہ اس طرف توجہ نہیں دے گی۔''

''اور اگر توجہ دی تو وہ زورانہ کے بدن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی؟'' میں نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

''نہیں عادل یہ ممکن نہیں ہے۔''

''کیوں......؟''

''تم جانتے ہو، آئینہ حیات اتنا پرکشش ہے کہ اب وہ دوسری باتوں کی طرف توجہ کم ہی دے گی۔ اب تو اس کے ذہن میں صرف ایک ہی لگن ہے۔ صرف ایک ہی طلب ہے کہ تم آئینہ حیات حاصل کر لو۔''

''تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟''

''ہاں...... کیوں نہیں۔''

''مجھے بتاؤ سومی۔''

''نہیں براہ کرم تم مجھے زورانہ ہی کہو، کسی نے سن لیا تو پھر حالات خراب ہو جائیں گے۔'' سومی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ بیٹھ جاؤ مجھے آئینہ حیات کے بارے میں بتاؤ۔''

''مقدس سانپ سینکڑوں سال سے زندہ ہے۔ اس کی عمر ہزاروں سال آئینہ حیات اس کے سینے میں پوشیدہ ہے۔ جادوؤں میں سب سے بڑا جادو ہی ہے۔ اس کے حصول کے بعد کوئی آرزو باقی نہیں رہتی' لیکن جب جادو سکھایا جاتا ہے۔ تو مقدس سانپ کی حفاظت کا عہد لیا جاتا ہے' اور یہ عہد توڑ دیا جائے تو یہ جادو ٹوٹ جاتا ہے۔''

''یہ شرط صرف جادو جاننے والوں کیلئے ہے۔''

''ہاں...... سومی نے جواب دیا۔''

''وہ سانپ کیا حیثیت رکھتا ہے؟'' میں نے سوال کیا' اور سومی کچھ سوچنے لگی۔

پھر اس نے کہا۔ ''صدیوں کی پرانی کہانی ہے۔ دیوتا' لیکن پھر اس کے مخالفوں نے اس کے خلاف سازشیں شروع کر دیں' اور دیوتا ہم سے ناراض ہو گیا۔ اس نے اپنی ذات کو سمیٹا اور سمیٹ کر ایک سانپ کے سینے میں پوشیدہ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اب وہ اپنی برکتیں اور اپنا جادو سانپ کے سینے میں محفوظ کرتا ہے' اور اسے اپنی حفاظت کا ضامن قرار دیتا ہے۔ اب جو جادو ہو گا وہ ناپائیدار ہو گا' اور اس کے بے حیثیت بھی، سو جب سے سارے نئے

جادوگر جادو سیکھتے ہیں، لیکن انہیں وہ کاملیت حاصل نہیں ہوتی، جو کہ جادو کی خاصیت ہے۔ ہاں وہ سب کے سب شیرال کو حاصل کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں' لیکن ان سے عہد لیا جاتا ہے، کہ وہ سانپ کو گزند نہ پہنچائیں گے۔ ہاں اگر کوئی اجنبی اس پر قابو پانے اور شیرال کا وجود حاصل کرے، تو دوسری بات ہے۔ سنگھا کا جادو پورے افریقہ میں سب سے بڑا ہے' لیکن وہ اپنے آپ کو مکمل کرنے کیلئے، شیرال کا سہارا چاہتی ہے، جبکہ دوسری کسی جادوگرنی نے اس بارے میں ابھی تک سوچا بھی نہیں ہے۔ وہ نہایت ذہین اور چالاک ہے' اور یہی وجہ ہے کہ اس کا جادو ہم سب سے برتر ہے' اور شیرال کے بارے میں جو کچھ اس نے سوچا، وہ ہم میں سے کسی نے نہیں سوچا۔

''تم نے بھی نہیں۔'' میں نے سوال کیا۔

''میں کیا اور میری حیثیت کیا؟''

''کیا جموکا نے بھی یہ کوشش نہیں کی۔'' میں نے پھر پوچھا۔

''میں نے کہا ناں۔ اس کوشش کا مطلب موت ہے۔ میرے باپ کے ذہن میں اگر یہ بات آ جاتی کہ وہ تمہارے ذریعہ آئینہ حیات حاصل کرنے کی کوشش کرے، تو پھر وہ شاید کامیاب رہتا' لیکن اب سنگھا یہ کوشش کر چکی ہے۔''

''اوہ...... زورانہ ایک بات کا جواب دو۔'' میں نے سومی کو زورانہ کے نام ہی سے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... ہاں پوچھو۔ ہر بات پوچھو۔ تم نے مجھے زورانہ کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔ ورنہ اس سے قبل تم ہر روپ میں مجھ سے نفرت کرتے رہے ہو۔''

''یہ باتیں بعد کی ہیں۔ زورانہ مجھے ایک بات کا جواب دو۔''

''ہاں، پوچھو۔''

''آئینہ حیات اگر میرے قبضہ میں آ جائے، تو کیا میں اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔'' میں نے پوچھا اور زورانہ کے چہرے پر ایک لمحے کیلئے عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے، اس کی صورت آگ کی طرح سرخ ہو گئی تھی' اور آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ پھر اس نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

''کیوں نہیں...... کیوں نہیں۔ جس کے پاس شیرال ہو گا، وہ طاقت والا ہو گا' اور میرا خیال ہے۔ اس سے بڑی طاقت اس سرزمین پر کسی کی نہیں ہو گی۔''

''میں تعجب سے زورانہ کی شکل دیکھتا رہا۔ بے شمار، پھلجڑیاں میرے ذہن میں چھوٹنے

لگیں، پھر میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''زورانہ تم بتاؤ، میں تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں۔''

''کچھ نہیں میرے محبوب، بس اس صورت میں اگر تم نے مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے دی ہے۔ تو مجھے یہیں پڑا رہنے دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں، کہ تم سے کچھ طلب نہیں کروں گی۔''

''یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا سومی۔'' میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور زورانہ یا سومی عجیب سی نظروں سے مجھے گھورنے لگی۔ پھر اس نے دکھ بھرے لہجے میں مجھ سے کہا۔

''ایک بات بتاؤ گے عادل!''

''ہاں......ضرور۔''

''ابھی میں زورانہ کی صورت میں تمہاری آرام گاہ میں داخل ہوئی تھی، تو تم نے مجھے چمٹالیا تھا۔ کیا زورانہ تمہارے لئے اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے' اور میں کچھ نہیں۔''

''نہیں سومی! یہ بات نہیں ہے۔ دراصل بیچاری زورانہ جن مصائب کا شکار رہی ہے۔ ان کی وجہ سے مجھے اس سے ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔''

''صرف ہمدردی۔''

''ہاں صرف ہمدردی۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن تم اس کے ساتھ پسندیدہ لمحات بھی گزار چکے ہو۔''

''ان لمحات کا تعلق ایک وقتی جذبے سے تھا۔ اگر مجھے موقع مل گیا، تو میں زورانہ کو اس کی سرزمین پر چھوڑ دوں گا، اور اس کے بعد اسے بھول جاؤں گا۔''

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔''

''ہاں...... میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا' اور زورانہ یا سومی خاموش ہوگئی۔ پھر چند ساعت کے بعد اس نے کہا۔

''تمہارے دل میں کوئی بھی خیال پیدا ہو عادل تم اپنے بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کرلینا، لیکن اس طرح کہ سنگھا اسے دیکھ نہ سکے۔ اس طرح تمہاری ذہنی کیفیت اس سے پوشیدہ رہے گی۔ رہ گیا سانپ تو تم اس سے مقابلہ کرسکتے ہو۔''

''کیا وہ ایک عام سانپ ہے؟''

''شاید نہیں، لیکن اس کے باوجود افریقی لوگ اس سے خوفزدہ رہتے ہیں' اور کبھی اس کے خلاف کچھ کرنے پر راضی نہیں ہوتے' لیکن تم اس کے طلسم میں گرفتار نہ ہوسکو گے۔''

''ٹھیک ہے، ان قیمتی معلومات کا شکریہ۔'' میں نے کہا۔

اور زورانہ یا سومی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن جھکا لی۔ میں اسی کی کیفیات سمجھ رہا تھا۔ اب میں بھی ان لوگوں کی طرح توہم پرست ہوگیا تھا، کیا کرتا۔ ان کے درمیان زندگی گزار رہا تھا' اور وہ دیکھ رہا تھا۔ جو بعید از عقل ہے۔ کسی طور عقل ساتھ نہیں دیتی تھی۔ میں کہاں تک خود کو سنبھالتا۔

چنانچہ میں سوچ رہا تھا، کہ کیوں نہ اس انوکھے ہیرے کو حاصل کرنے کے بعد میں بھی کوئی قوت حاصل کرلوں۔

زورانہ کو دیکھ کر مجھے جس قدر خوشی ہوئی تھی، سومی کو اس کے وجود میں پاکر مفقود ہوگئی تھی۔ نہ جانے کیوں میں سومی سے اس قدر نفرت کرتا تھا۔ بہرحال اس وقت مجھے اس سے زیادہ اختلاف نہیں تھا، کیونکہ اس نے میری مدد کی تھی۔

میں زورانہ سے جسمانی طور پر دور ہو رہا تھا۔ مزید چار دن تک سنگھا سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر ایک رات میں زورانہ کے نزدیک ہی سویا ہوا تھا' لیکن صبح کو جاگا تو زورانہ موجود نہیں تھی۔ میں نے اسے تلاش کیا' لیکن وہ نہ ملی۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد سنگھا مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔

''تم اپنی ساتھی کو تلاش کر رہے ہو گے۔''

''ہاں...... وہ کہاں گئی۔''

''محفوظ جگہ ہے۔ اس کی جانب سے بے فکر رہو۔ ہاں میں تمہارے پاس اپنے کام کی آخری بات کرنے آئی ہوں۔''

میں نے بے اختیار اپنے ہاتھ کی مٹھی بند کرلی' لیکن اس طرح کہ سنگھا کو محسوس نہ ہو۔

''کہو۔'' میں نے اس سے کہا۔

''کیا تم آئینہ حیات کیلئے مخلص ہو۔''

''ہاں...... میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں۔''

''تمہارے دل میں کوئی کھوٹ تو نہیں ہے۔''

''اپنے طلسم سے معلوم کرلو۔''

''میرا علم تمہاری کھوٹ کا پتہ نہیں دیتا۔''

''تو پھر مجھے مخلص قرار دو۔''

''اس میں تمہارا بھی فائدہ پوشیدہ ہے۔ میں تمہیں ایسا انعام دوں گی کہ تم زندگی بھر خوش

رہو گے' اور اپنی دنیا میں تم شہنشاہ کہلاؤ گے۔''

''میں آمادگی ظاہر کر چکا ہوں۔'' میں نے جواب دیا' اور پھر چند ساعت کی خاموشی کے بعد سنگھا پھر بولی۔

''رات کے آخری پہر ہم چلیں گے۔ سیاہ پہاڑیوں کے غار میں طویل عرصہ کے بعد پھر انسانی قدم پہنچیں گے۔ سانپ سو رہا ہوگا۔ تم غار میں اتر جاؤ گے، اور سانپ کے مقابل ہو گے' لیکن خبردار ان کی آنکھوں سے ہوشیار رہنا۔ کچھ بھی ہو جائے، ان سے آنکھ مت ملانا۔ ہاں، ان کے بدن پر ضرور نگاہ رکھنا۔ وہ تمہیں اپنی گرفت میں نہ لینے پائے۔ اسے ہلاک کرنے کیلئے تمہارے پاس کچھ ہتھیار ہوں گے۔ بس میں وہاں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گی۔ وہاں تمہاری پھرتی اور مستعدی ہی تمہارے کام آئے گی۔ اسے جس وقت ہلاک کرو۔ تب اس کی گردن کا پچھلا حصہ چیر کر وہ بدنما اور بے ڈھب پتھر نکال لینا۔ جسے ہم لوگ آئینہ حیات کہتے ہیں۔''

میں اس سے ہدایات غور سے سنتا رہا' اور ان پر عمل کرنے کیلئے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

چنانچہ رات کے پچھلے پہر میں سو گیا' اور پھر سنگھا نے ہی مجھے جگایا تھا۔ وہ عجیب و غریب لباس پہنے ہوئے تھی۔ جس میں اس کا چہرہ، سر اور پورا بدن ڈھکا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کا چھوٹا سا حصہ کھلا ہوا تھا۔ ویسے یہ لباس کھال ہی سے بنایا گیا تھا۔ اگر میں اس کی آواز نہ سنتا تو اسے پہچان بھی نہ سکتا۔

''اٹھو بہت دیر ہوگئی ہے۔'' اس نے کہا اور میں جلدی سے تیار ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم گھوڑوں پر بیٹھے اڑے چلے جا رہے تھے۔ تب سنگھا نے میرے کان کے نزدیک چیختے ہوئے کہا۔

''مجھے صبح سے پہلے واپس آ جانا ہے، تاکہ کسی کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ میں کہاں گئی تھی۔'' اس نے کہا' اور میں نے گردن ہلا دی۔

گھوڑے برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔ عجیب سفر تھا۔ ہم سنگلاخ چٹانوں پر سفر کر رہے تھے، گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں ویرانوں میں گونج رہی تھیں اور ایک عجیب سا سحر میرے ذہن پر طاری تھا۔ یہاں تک کہ ہم اس سفر کے اختتام کو پہنچ گئے۔ سیاہ رنگ کی پہاڑیاں منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔ ایک پہاڑی کے دامن میں سنگھا نے اپنا گھوڑا روک دیا' اور ہاتھ اُٹھا کر مجھے رُکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''بس یہاں سے نیچے اُتر آؤ۔'' اس نے کہا اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی، پھر اس

نے اپنے لباس سے ایک تیز دھار والا چاقو مجھے نکال کر دیا' اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ تمہاری مدد کرے گا، آؤ۔'' اور ہم پہاڑ کی بلندیاں طے کرنے لگے تھوڑی دیر کے بعد سنگھا ایک پتھر کے نزدیک پہنچ گئی۔

''آہ...... میں وہ کر رہی ہوں۔ جس کے نہ کرنے کا میں نے عہد کیا تھا' لیکن اگر میں کامیاب ہوگئی تو پھر...... تو پھر صرف مجھ سے عہد کرنے والے باقی رہ جائیں گے۔ کوئی ایسا نہ ہوگا، جس سے مجھے عہد کرنا پڑے۔'' اس نے کہا' اور ایک چٹان پر زور لگانے لگی۔ میں نے دیکھا کہ وہ اتنی وزنی چٹان تھی، جسے عام انسان ہلا بھی نہ سکتے تھے' لیکن سنگھا نے انتہائی قوت سے کام لے کر چٹان کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔ چٹان کے نیچے ایک غار کا دہانہ موجود تھا۔

''تمہیں اس دہانے سے نیچے اُترنا ہے' اور اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ تو کل شام میں تمہیں اسی جگہ موجود ملوں گی، تمہارے اندر جانے کے بعد میں یہ پتھر بند کر دوں گی' اور کل اسی وقت آ کر اسے دوبارہ کھولوں گی۔''

''کیوں اسے بند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' میں نے گھبرا کر پوچھا۔

''سخت ضرورت ہے۔ تم یہ سمجھو کہ اس میں تمہارا بھلا بھی ہے۔'' سنگھا نے کہا' اور میں خاموش ہو کر غار کی گہرائیوں میں جھانکنے لگا۔ غار میں تاریکی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دل میں ایک انجانا سا خوف گردش کر رہا تھا' لیکن بہرصورت میں زندگی اور موت کا یہ کھیل کھیلنے پر پوری طرح تیار تھا۔

مایوسیوں کی گہری تاریکی سے اس غار کی تاریکی بہتر تھی۔ صحرائے اعظم میں قدم قدم پر مرنے سے ایک دفعہ کی موت بہتر تھی۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا اور غار کی گہرائیوں میں چھلانگ لگا دی۔

میں منتظر تھا کہ طویل گہرائی میں گروں گا' اور میری ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی' لیکن غار چند گز سے گہرا نہیں تھا۔ البتہ تاریکی کے سبب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے چاروں طرف ٹٹولا اور پھر سنبھالا لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر بعد جب میری آنکھیں تاریکی کی عادی ہوگئیں، تو میں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ یہ محسوس کر کے آگے سیڑھیاں ہیں۔ میں متعجب رہ گیا' لیکن یہ میری حماقت تھی۔ بھلا اس طلسمی ماحول میں کسی بات پر تعجب کرنا بھی کوئی عقل کی بات تھی۔ میں یہ سیڑھیاں اترتا رہا' اور ایک کے بعد ایک سیڑھی آتی رہی۔ یہاں تک کہ آخری سیڑھی آ گئی۔ عجیب و غریب ماحول تھا۔ سخت نڈر ہونے کے باوجود میرا دل کانپ رہا تھا' اور میں اس ویران ماحول میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ سنگھا

کا دیا ہوا خنجر میرے ہاتھ میں تھا' اور میرے کان پر آہٹ پر لگے ہوئے تھے' لیکن اگر کوئی آہٹ سنائی دے رہی تھی، تو وہ میرے دل کے دھڑکنے کی آہٹ تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی آواز اس ویران غار میں نہیں تھی۔

''کیا یہاں ہمیشہ یہ تاریکی چھائی رہتی ہے۔ میں نے سوچا اگر ایسا ہے، تو میں اس سانپ کو کس طرح تلاش کروں گا' اور میں اپنی جگہ کھڑا یہ ہی سوچتا رہا۔ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، کہ کہیں سانپ مجھ پر حملہ نہ کر دے۔

لیکن پھر کسی طرف سے روشنی کی ایک کرن چمکی' اور آہستہ آہستہ اُجالا پھیلنے لگا میرا دل خوشی سے اُچھل پڑا تھا۔ گویا یہاں روشنی کا وجود ہے۔ میں دھڑکتے دل سے صبح کا انتظار کرتا رہا' اور پھر صبح ہو گئی' لیکن روشنی نے اس بھیانک ماحول کو اُجاگر کر کے مجھے اور وحشت زدہ کر دیا۔

پورے غار میں چھوٹے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ ان پتھروں کے درمیان بیشار انسانی کھوپڑیاں اور ڈھانچے پڑے تھے۔ نہ جانے یہ کون لوگ تھے۔ ممکن ہے آئینہ حیات کی تلاش میں آنے والے ہوں۔

اوہ...... تو کیا اس انوکھی شے کا چرچا عام لوگوں میں بھی تھا' اور اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔ ایک ڈھانچے کے نزدیک مجھے ایک سالخوردہ ڈائری ملی تھی۔ بڑی احتیاط سے میں نے اس کے ورق دیکھے قلمی تحریر تھی، جو کسی ڈاکٹر نیکلین نے لکھی تھی۔

''آئینہ حیات میرا مقصدِ حیات ہے۔ بے بسی کی زندگی سے قوت حاصل کرنے کی کوشش میں موت زیادہ مناسب ہے۔''

اس کے بعد نقشے بنے ہوئے تھے۔ میری آنکھوں میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے گویا مہذب دنیا میں بھی اس آئینے کے وجود کا چرچا ہو گیا تھا' اور لوگ اس کے حصول کیلئے آتے تھے، تو یقیناً یہ وہی لوگ ہیں جو اس طلسم کی تلاش میں آئے تھے۔

لیکن...... کیا ضروری ہے کہ میں بھی اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں، کیا کل میرا ڈھانچہ یہاں نہ پڑا ہو گا۔ کیا میرے سوکھے ہوئے اعضاء بھی کل کسی دوسرے کو سوچنے کا مواد نہ فراہم کریں گے۔

دل پر ایک عجیب سی وحشت چھا گئی، اور میں تھر تھر کانپنے لگا' لیکن پھر میں نے خود کو سہارا دیا۔ میں ان لوگوں سے مختلف ہوں۔ میرے ساتھ کچھ جادوئی قوتیں ہیں۔ میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس خیال سے دل کو تھوڑی سی تقویت ملی، اور میں نے ادھر اُدھر نگاہیں

دوڑائیں۔

اب مجھے اس سانپ کی تلاش تھی' اور پھر میں آگے بڑھنے لگا۔ میں نے دل ہی دل میں بہت سے عہد دوہرائے تھے' اور کسی قدر ہمت بندھ ہو گئی تھی۔ دفعتاً اپنے عقب میں مجھے ایک خوفناک پھنکار سنائی دی' اور میں دہشت سے اُچھل پڑا، میں پیچھے ہٹا۔

تب میں نے سامنے ہی کوڑیالے رنگ کے ایک بڑے سے اژدھے کو دیکھا۔ اس کی موٹائی پانچ انچ سے کم نہیں ہو گی' اور تقریباً بارہ فٹ لمبا تھا۔ اس نے اپنا کھال نما پھن پھیلا دیا، اور کھڑا ہو گیا۔ اس کی لمبی زبان بار بار باہر آ رہی تھی' اور اس کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

ایک لمحے کیلئے مجھے سنگھا کی بات یاد آ گئی' اور میں نے اس کی آنکھوں سے خاص طور سے نظر بچائی، لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ایک کام اور بھی کیا۔ میں نے خنجر کی نوک سے اپنی کلائی پر ایک چھوٹا سا نشان بنایا' اور خون رسنا شروع ہو گیا۔ میں نے یہ شگاف اس لئے بنایا تھا، کہ مجھے تکلیف ہو اور میں اژدھے کے سحر سے آزاد رہ سکوں۔ میری کلائی سے خون ٹپک رہا تھا' لیکن میں اس سے بے نیاز تھا۔ میری نگاہیں سانپ کے بدن پر جمی ہوئی تھیں۔ سانپ آہستہ آہستہ غیر محسوس انداز میں آگے کھسک رہا تھا' اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ اپنے پھن سے مجھ پر حملہ کرے گا' اور مجھے اس سے کس طرح بچنا چاہیے۔ میرا اور اس کا فاصلہ تقریباً پندرہ فٹ ہو گا۔

غار میں چھوٹے چھوٹے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ اچانک ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی' اور میں نے جھک کر پتھر زمین سے اُٹھا لیا۔ ظاہر ہے سانپ میری اُس حرکت کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔

لیکن میں اپنی پوری ذہنی قوتوں کو مجتمع کر کے اس سے مقابلے کیلئے تیار تھا۔ فاصلہ پندرہ فٹ سے کم ہو کر تقریباً دس فٹ رہ گیا۔ پھر سات فٹ، پھر چھ فٹ، پھر پانچ فٹ۔

سانپ اگر چاہتا تو اپنے لمبے پھن کی وجہ سے مجھ تک پہنچ سکتا تھا۔ بس اسے اپنے بدن کو ذرا لمبی جنبش دینا ہوتی' لیکن میں اسے موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے بائیں طرف جھکائی دی' اور یونہی سانپ میری طرف لپکا۔ میرے ہاتھ کا پتھر پوری قوت سے اس کے چوڑے پھن پر پڑا۔

پتھر کی چوٹ سے سانپ تلملا اُٹھا تھا' لیکن میں نے اس کے عقب میں چھلانگ لگا دی۔ میں برق کی طرح کوندر رہا تھا۔ زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ ذرا سی کوتاہی موت سے

ہمکنار کر دیتی، اور پھر میرا وجود بھی ان بیشمار کھوپڑیوں اور ڈھانچوں میں شامل ہو جاتا۔ عقب میں جا کر میں نے پھرتی سے دُوسرا پتھر اٹھا لیا۔

سانپ کی پھرتی کا اندازہ لگائے بغیر میں اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا تھا' لیکن سانپ جھلا گیا تھا۔ کیونکہ پتھر سے اس کا پھن زخمی ہو گیا تھا، اور اب پھن اور سکڑ رہا تھا۔ اس نے اس بار بے اندازہ حملہ کیا تھا، اور میں نے پھر وہی حرکت دُہرائی۔ پتھر پوری قوت سے میرے ہاتھ سے نکل کر سانپ کے پھیلے ہوئے پھن پر پڑا، اور سانپ اُلٹ گیا، اور زور دار ضرب سے وہ چکرا گیا تھا۔ چنانچہ وہ سر پٹخنے لگا، اور مجھے تیسرا پتھر اٹھانے کا موقع مل گیا۔ سانپ بری طرح بل کھا رہا تھا، اور اپنی دم کسی رسی کی طرح گھما رہا تھا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا، اور تاک کر ایک اور پتھر اس کے سر پر دے مارا۔

سانپ کی اُچھل کود بے حد دہشت ناک تھی۔ پتھروں کے درمیان اس کا بدن بل کھا رہا تھا، اور خنجر کے استعمال کی ابھی تک نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ میں نے تو اب بہترین ہتھیار حاصل کر لیا تھا، چنانچہ اس سے دور رہ کر میں پتھر بازی کر رہا تھا، اور میں نے اس کا بدن جگہ جگہ سے شدید زخمی کر دیا تھا۔ اب وہ اس قابل نہیں رہا تھا، کہ مجھ پر حملہ کر سکے۔ تب میں نے خنجر کو ٹھیک سے پکڑ لیا، اگر یہ حملہ بھی کامیاب ہو جاتا، تو پھر میں با آسانی اپنی فتح کا اعلان کر سکتا تھا۔

اور پھر دھڑکتے دل سے موقع ملتے ہی خنجر پوری قوت سے سانپ کے اُٹھے ہوئے پھن پر پھینکا، اور طمانیت کی گہری سانس لی۔ خنجر سانپ کے پھن پر آر پار ہو گیا تھا۔ مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا، کہ میں نے ایسا ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دے لیا ہے۔

سانپ کے تڑپنے کی رفتار اب سست ہو گئی تھی، اور پھر آہستہ آہستہ وہ دم توڑنے لگا۔ میری سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔ پورے وجود سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ نجانے یہ اندرونی مسرت کس جذبے کے زیر اثر تھی۔ سانپ بالکل سرد ہو گیا، لیکن اس کے نزدیک جانے کی ہمت اب بھی نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے کئی پتھر اس کے جسم کے مختلف حصوں پر مارے۔ جب یہ اندازہ ہو گیا کہ اس میں اب بالکل جان نہیں ہے۔ تب میں آگے بڑھا، اور میں نے خنجر کے دستے پر ہاتھ ڈال کر اسے نیچے تک کھینچ دیا۔

سانپ کا لجلجا سا بدن آسانی سے نیچے تک چِر گیا تھا۔ نیچے تک ایک گہرا شگاف دینے کے بعد میں نے اسے واپس اُوپر تک کھینچ دیا، اور اس کے پھن کو نکال دیا۔ گویا سانپ اب گردن کے نیچے سے چر گیا تھا۔ تب اس کے چرے ہوئے گوشت میں، میں نے وہ سیاہ پتھر

دیکھ لیا، جس کے بارے میں نجانے کون کون سی روایتیں مشہور تھیں۔ سیاہ، بدنما اور ناہموار سا پتھر، جس کا قطر ڈیڑھ انچ سے زیادہ نہ ہو گا۔ یہ پتھر اتنا قیمتی ہو گا، اس کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ دیکھنے میں وہ عام سا پتھر تھا۔

پتھر پر ہاتھ ڈالتے ہوئے مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا، اور بہرصورت وہ جذبہ سارے احساسات پر حاوی ہو گیا۔ دوسرے لمحے پتھر میری مٹھی میں تھا۔ آلائش صاف کرنے کیلئے میرے پاس اپنے کپڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے پتھر کو اپنے لباس سے صاف کیا، اور اسے مٹھی میں دبا لیا۔ یہ وہ قیمتی شے تھی، جس کے عوض مجھے زندگی کی خوشیاں ملنے والی تھیں۔ خدا کرے اس میں کوئی رخنہ انداز نہ ہو، میں نے سوچا۔

پھر میں نے اپنے ہی لباس کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر پتھر کو اس میں باندھا، اور اس کپڑے کو بازو میں باندھ لیا۔ گویا میں نے اپنی دانست میں پتھر کو محفوظ کر لیا تھا، لیکن اب اس کے بعد کیا ہو، میں نے سوچا، اور پھر میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس وحشت ناک ماحول سے نکل کر اس جگہ تک پہنچ جایا جائے، جہاں تک مجھے جانا ہے۔ چنانچہ میں چٹان تک پہنچ گیا۔ دہانے پر چٹان اسی طرح ڈھکی ہوئی تھی۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے جنبش دینے کی کوشش کی، لیکن اتنی وزنی چٹان جادو کے ذریعے تو ہٹائی جا سکتی تھی، کسی انسانی قوت کے ذریعے نہیں۔

میں چٹان کو جنبش بھی نہیں دے سکا، اور تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اب مجھے رات کے آخری پہر کا انتظار تھا۔ ویران اور خوفناک ماحول میں جو وقت گزارا اس کا تذکرہ بہت ہولناک ہے۔ میرے کان عجیب سی آہٹیں سن رہے تھے۔ کبھی محسوس ہوتا تھا کہ سانپ زندہ ہو کر اوپر آ رہا ہے، کبھی یوں لگتا جیسے کوئی میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔

خدا خدا کر کے رات ہوئی اور تاریکی چھا گئی، لیکن میرے ذہن میں اُجالے رقص کر رہے تھے۔ پھر رات کے آخری پہر چٹان اپنی جگہ سے کھسکی اور تازہ ہوا اندر آنے لگی۔ میں خوشی سے اچھل پڑا۔

تب مجھے سنگھا کی آواز سنائی دی۔

''عادل! کیا تم زندہ ہو؟''

''ہاں... اور تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''اوہ...... کیا تم کامیاب ہو گئے؟''

''ہاں...... سیاہ پتھر اب میرے پاس ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''لاؤ اسے مجھے دے دو۔'' سنگھا نے چٹان کے رخنے سے ہاتھ نیچے لٹکا دیا۔

''کیوں کیا تم پوری چٹان نہیں ہٹاؤ گی؟''

''کیوں نہیں میں تمہیں نکال لوں گی۔''

''تو کیا میرے باہر آنے کے بعد تم پتھر مجھ سے نہیں لے سکتیں؟'' میں نے کسی وسوسے کے تحت کہا۔

''تم پہلے پتھر مجھے دے دو، اس کے بعد میں چٹان ہٹاؤں گی۔''

''میرا خیال ہے یہ بات تم نے پہلے نہیں کی تھی۔''

''عادل! ضد کیوں کر رہے ہو، وہ پتھر مجھے دے دو۔'' سنگھا کی آواز میں جھنجلاہٹ تھی۔

''نہیں سنگھا، اب مجھے تمہاری نیت میں فتور محسوس ہو رہا ہے۔ اگر تم مجھے نکالو گی نہیں تو میں پتھر تمہیں نہیں دوں گا۔'' سنگھا حسبِ عادت خاموش ہوگئی۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''دیکھو عادل! اگر تم پتھر مجھے نہیں دو گے، تو میں تم سے کسی بدعہدی کا ارادہ نہیں رکھتی لیکن تمہارے نکلنے سے قبل پتھر میرے ہاتھ میں آنا ضروری ہے، اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی، تو میں یہ چٹان بند کر کے چلی جاؤں گی، اور اس کے بعد تم تازندگی اس غار سے نہیں نکل سکو گے، اور اس قید خانے میں زندہ رہنا کس قدر مشکل کام ہے، اس کا اندازہ تمہیں ہو چکا ہوگا۔''

''کچھ بھی ہو جائے سنگھا۔ میں اس وقت تک پتھر تمہیں نہیں دوں گا، جب تک کہ تم مجھے باہر نہ نکال دو گی۔ آخر اس میں قباحت کیا ہے؟''

''قباحت یہ ہے ذلیل انسان! کے باہر آنے کے بعد تم بھی بہت سی قوتوں کے مالک بن جاؤ گے، اور اس کے بعد ممکن ہے کہ تم یہ پتھر میرے حوالے کرنا پسند نہ کرو۔''

''اور اس غار میں رہ کر ایسا نہیں ہو سکتا؟''

''میں نہیں جانتی، لیکن تمہیں میری بات مان لینی چاہئے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو چند ساعت کے بعد میں چٹان بند کر دوں گی، اور غار کے اندر پانی ہی پانی بھر جائے گا۔ تم اسی پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ تم میرے علم سے ٹکرانے کی کوشش مت کرو۔''

''سنگھا! اگر تم بدعہدی نہ کرتیں، اور مجھے باہر نکال دیتیں، اور اس کے بعد یہ پتھر طلب کرتیں، تو ظاہر ہے مجھے اس بدرنگ اور بدصورت پتھر کا کیا کرنا تھا۔ میں اس پتھر کو خاموشی سے تمہارے حوالے کر دیتا، اور تم نے جس انداز میں مجھے دھمکی دی ہے، اور جو کچھ کہا ہے،

اس سے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ تم مجھے غار سے نہیں نکالو گی، اور پتھر حاصل کرنے کے بعد یہیں قید کر دو گی۔''

''نہیں ایسا نہیں ہوگا۔''

''میں نہیں مانتا۔''

''نہیں مانتے تو جہنم میں جاؤ۔'' سنگھا نے کہا، اور چٹان اپنی جگہ آ گئی۔ میں ایک لمحہ کے لئے بدحواس ہو گیا تھا۔ میں نے چٹان سے کان لگا دیئے، اب کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ایک لمحے کیلئے میں سخت پریشان ہو گیا تھا، لیکن پتھر کسی طور سنگھا کو دینا مناسب نہیں تھا۔ وہ میری جان کی گاہک تھی۔ اس لئے میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

چند ساعت میں سوچتا رہا، پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں، اور سیڑھی کی دیوار سے ٹک گیا۔ اگر یہ پتھر اتنا ہی متبرک ہے، تو پھر میرے کام کیوں نہیں آ سکتا۔ میں نے سوچا۔

◆◆◆

اور اسی وقت کچھ ہوا، اچانک ہی میرے اردگرد ایک دھند سی چھا گئی۔ کچھ لمحوں تک میری سمجھ میں ہی نہیں آ سکا کہ یہ کیسی دھند ہے، لیکن پھر آہستہ آہستہ اس دھند میں مدھم مدھم روشنی پیدا ہوگئی، اور اس روشنی میں ایک چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ پھر جیسے ایکدم میرا ذہن روشن ہوگیا۔ پچھلے کچھ عرصے سے میں اپنے ماضی کو بھول چکا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا، کہ میں کہاں اور کیسے آ گیا ہوں؟ میرے اِردگرد جو کردار بکھرے ہوئے تھے، وہ ایکدم میرے ذہن سے محو ہو گئے، جو چہرہ مجھے نظر آیا، وہ غفان حوری کا چہرہ تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ میری نظروں کے سامنے آ گیا تھا۔

''تم......؟'' میں نے حیرت سے کہا۔

''بھول گئے مجھے؟'' غفان حوری کی آواز ابھری، اور میں چکرانے لگا۔ کچھ لمحے تک میں عجیب وغریب کیفیت کا شکار رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''غفان حوری میں تو ایک انوکھے جال میں گرفتار ہوگیا ہوں۔ میرے اِردگرد جو کردار بکھرے ہوئے ہیں، میں تو ان میں اس طرح رچ بس گیا ہوں کہ......؟''

''میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے؟''

''ہاں...... کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا، اور غفان حوری اپنی جگہ سے واپس مڑ گیا۔ میں اس طرح اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، جیسے کسی کو ہپناٹائز کر دیا جاتا ہے۔ غفان حوری غار سے باہر نکل آیا تھا، لیکن باہر کی دنیا بالکل ہی عجیب اور مختلف تھی۔ مجھ پر نیم غشی کی سی کیفیت طاری ہونے لگی، جس ماحول سے نکل کر میں آیا تھا۔ اب اس کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا، بلکہ تاحد نگاہ سمندر پھیلا ہوا تھا، اور سمندر کی شور مچاتی لہریں، ساحل پر سر پٹخ رہی تھیں، اور تاحد نظر کسی اور شخص کا وجود نہیں تھا۔ جنگل کا وہ ماحول صحرائے اعظم افریقہ کے تبرکات کسی چیز کا کوئی وجود نہیں تھا، کسی بھی چیز کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔

میں تھکے تھکے انداز میں غفان حوری کو دیکھنے لگا، تو غفان حوری نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ریت کے اس ٹیلے تک چلو، اس کے دوسری طرف ایک ایسا چٹانی سائبان ہے، جہاں سے سمندر کا نظارہ بہت خوبصورت ہوتا ہے۔ آؤ ہمت کرو۔'' اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور ریت کے اس ٹیلے کے پاس پہنچ گیا۔ جہاں واقعی ایک طرح کا پلیٹ فارم بنا ہوا تھا، جیسے سمندر کے کنارے اسے باقاعدہ انسانی ہاتھوں نے تراشا ہو۔

''بیٹھو۔''

''مجھے یہ بتاؤ غفان حوری یہ کیا طلسم ہے؟''

''یہ طلسم نہیں بلکہ صحرائے اعظم ہی کا ایک حصہ ہے، لیکن اس جگہ سے بہت دور جہاں تم گم ہو گئے تھے۔ تم نے آئینہ حیات کے تصور کے ساتھ یہ سوچا تھا ناں کہ یہ پتھر میری مدد کیوں نہیں کرسکتا، بے شک اس طلسمی پتھر نے آنے والے واقعات کو ایک لمحے میں ختم کر دیا ہے، اور اس کا مقصد یہ ہی ہے کہ ہم اپنی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔''

''منزل......؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں، جس قدر پراسرار داستانیں تمہاری زندگی میں شامل ہوئی ہیں، جس طرح لاتعداد کردار تمہارے اِردگرد بکھر گئے ہیں، کیا اسے تم طلسم نہیں کہو گے۔ سنو...... میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں غفان حوری تمہارے وجود میں رچ بس گیا ہوں۔ یہ کوئی جادوئی عمل نہیں ہے، بلکہ میں نے صرف ایک تجربہ کیا ہے، ہر انسان کا اپنا ایک ہمزاد ہوتا ہے، وہ ہمزاد اس کی شخصیت میں رہتا ہے۔ وہ باقاعدہ جسم کے کسی راستے سے باہر نہیں نکلتا، بلکہ ایک اور احساس، ایک رُوح، ایک سایہ یا پھر تم کچھ بھی اسے سمجھ لو، میں نے صرف اتنا کیا کہ تمہارے ہمزاد کو دوہرا کر دیا ہے، یعنی ایک وہ اور ایک میں، جو وہ ہے، وہ تو تم ہو اور جو اجنبی وجود اس سے لپٹ گیا ہے، وہ میں ہوں۔ یہ ایک روحانی تجربہ ہے۔ عادل شاہ میں تمہارا ہمزاد بن کر ہر لمحہ تمہارے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے یہ بات تم سے پہلے بھی کہہ دی تھی، کہ تم سے دور نہیں رہوں گا۔ میں نے ساری ذمہ داریاں تمہارے کاندھے پر ہی نہیں ڈال دی تھیں، تم میرے لئے جسم بن کر کام کر رہے تھے، اور میں ہمزاد کی حیثیت سے تمہارے ہر لمحے میں تمہارا ساتھی بنا ہوا تھا۔ میں نے تمہاری سوچوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ فراعین، جنہوں نے ایک لمبی تاریخ رقم کی ہے، اور اس تاریخ میں میری اتاشیہ کا نام بھی ہے، اتاشیہ کے بارے میں تمہیں کافی معلومات حاصل ہو چکی ہیں، وہ اس دور کی سب سے

حسین شخصیت تھی۔

تم نے اسے دیکھا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا اس کا حسن جہاں سوز کسی طرح ایسا نہیں ہے کہ انسان سے اس کی عقل چھین لے۔ بہرحال اتاشیہ مجھ سے محبت کرتی تھی، اور ہم دونوں اس بات کے خواہشمند تھے، کہ کسی طرح فرعونوں کی نگاہوں سے بچ کر اتنی دور نکل جائیں، کہ وہ ہمارا تعاقب نہ کرسکیں، لیکن ہم ایسا نہیں کرسکے۔ ایک سمندری جہاز سے ہم نے دور دراز کے ممالک کا سفر کیا تھا، لیکن ہمارا دشمن فرعون ہماری تاک میں تھا۔ وہ اتاشیہ کی محبت حاصل کرنا چاہتا تھا، لیکن اس کی ہر کاوش بے حد بے اثر ثابت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو ہمارے پیچھے لگا رکھا تھا، اور انہوں نے سمندر میں ہمارا تعاقب شروع کیا تھا۔ وہ پوری منصوبہ بندی کے ساتھ آئے تھے۔

چنانچہ انہوں نے اتاشیہ کو پکڑ کر ایک تابوت میں بند کیا، اور اس تابوت کو سمندر میں پھینک دیا۔ اتاشیہ سمندر کی نذر ہوگئی، اور اس کا تابوت پانی کی گہرائیوں میں بیٹھ گیا، جبکہ میں ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا، اور پھر میں نے ایک طویل عمل کے ذریعے اپنے آپ کو اتاشیہ کی تلاش کیلئے مخصوص کردیا۔

زندگی کا سفر جس قدر دور تک طاری رہ سکا، میں نے وہ سفر کیا، اور اس کے بعد آخرکار میں نے بھی موت کی تاریکیاں اپنالیں، لیکن اس طرح کہ میرا وجود روح کی شکل میں قائم دائم رہے۔ میرے عزیز دوست! عادل شاہ! نجانے کیسے کیسے عمل کرکے میں نے اپنی روح کو ایک بوجھ سے آزاد کرایا، اور پھر ادھار کا ایک بدن لے کر اپنے آپ کو اس میں منتقل کرلیا۔

میں وہ سارے کام نہیں کرسکتا تھا، جو انسان زندگی میں کرسکتا ہے۔ تو پھر یہ ہی ہوا کہ میں بھٹکتا رہا۔ مجھے کسی ایسے ہمدرد کی تلاش تھی، جو تندرست و توانا بھی ہو، اور ہمت بھی رکھتا ہو، اور میری مشکل کا حل بھی اس کے پاس ہو، اور وہ تم تھے۔ بے شک ہمارے درمیان ایک سودا ہوا ہے، تم میری اتاشیہ کو سمندر سے نکال کر مجھ تک لاؤ گے، اور اس کے بعد میرے لئے سب کچھ انجام دو گے، جس کا میں متمنی تھا، اور پھر اس کے بعد تمہیں ایک ایسی زندگی ملے گی، جو تمہارے لئے بہت ہی پرعیش ہوگی۔'' میں غفان حوری کی شکل دیکھتا رہا، اور پھر مجھے بڑے زور سے ہنسی آگئی۔

''بے شک ایسا ہی ہے۔ غفان حوری! انسان زندگی، پھر خزانوں کی تلاش کرتا ہے۔ اس کی آرزو ہوتی ہے کہ وہ بے پناہ خزانوں کا مالک بن جائے، لیکن یہ آرزو آرزو ہی رہتی ہے، اور وہ زمین کی گہرائیوں میں پہنچ جاتا ہے۔ غفان حوری میں جانتا

ایسا کوئی خزانہ تمہارے علم میں نہیں ہے، نہ تم مجھے وہ خزانہ دے سکتے ہو، لیکن اس کے باوجود میں تمہارے لئے ایک کام کرنے کو تیار ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ سب کیسے ہوگا؟ تم...... اس سلسلے میں مجھے گائیڈ کرو گے۔ میں تمہارا جسم بن کر سارے کام کروں گا، لیکن مجھے یہ بتاؤ جو میرا وقت ان جنگلوں اور پہاڑوں میں عجیب انداز میں گزارا ہے، یہ وقت جس میں میرے گرد ایسے کردار پھیل گئے ہیں، جن میں سے کچھ کو میرے دل تک رسائی حاصل ہے، یہ سب کیا اور کیوں تھا؟'' غفان حوری نے چند لمحے گردن جھکا کر کچھ سوچا، پھر بولا۔

''تم جانتے ہو کہ تم نے فرعونوں کے مقبروں میں داخل ہوکر ان کی روحوں کو بیدار کردیا ہے۔ ان میں سے کچھ فراعین ایسے ہیں، جو اتاشیہ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ خود بھی اتاشیہ کی تلاش میں مصروف ہیں۔ میں نے تمہیں ان سے محفوظ رکھنے کیلئے تمہاری عمر کا ایک حصہ چھین لیا ہے۔ یعنی وہ وقت جب تم صحرائے اعظم کے جنگلوں میں قبائل کے درمیان مختلف کرداروں میں گھرے ہوئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا، جب فراعین تمہیں کھو بیٹھے تھے، ورنہ وہ تمہارے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں نے بڑے کمال کے ساتھ تمہیں ان سے محفوظ کرلیا، اور ایک پناہی کردار دے کر تمہیں ان کی نگاہوں سے اوجھل کردیا۔

وہ تمہیں تلاش ہی کرتے رہے، اور شاید قیامت تک تلاش کرتے رہیں گے، تو میرے عزیز دوست! ان کرداروں کو بھول جاؤ۔ وہ صرف ایک وقفہ تھے، جو تمہارے اور میرے درمیان ایک عمل کی حیثیت رکھتے تھے۔ یعنی تمہیں فرعونوں سے دور رکھنے کیلئے وہ وقفہ بہت ضروری تھا۔ وہ سارے کردار ماضی کے وہ کردار ہیں، جن کا اب اس کائنات میں کوئی وجود نہیں ہے۔''

''اوہ...... میرے خدا، کیسی عجیب داستان ہے میری۔''

''اس داستان میں ایک حسین اضافہ اس وقت ہوجائے گا، جب تم میری مشکل حل کردو گے۔''

''مگر مجھے کرنا کیا ہوگا؟''

''وہ سامنے سمندر ہے، میں سمندر کی گہرائیوں میں نہیں اتر سکتا، لیکن اس کی سطح پر رہ کر تمہاری مدد کرسکتا ہوں۔''

''غفان حوری کیا تم اب پورے طور پر یہ بات کہہ سکتے ہو کہ تم اب ایک انسان نہیں ایک روح ہو۔''

''ہاں۔''

"اور آخری بار...... میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں؟ مجھے جواب دو کیا مجھے میری زندگی کا مقصد ملے گا یا نہیں۔ یعنی ایک ایسا خزانہ جو میری عمر میں اضافہ کر دے۔"

"ہاں، ایک روح کا وعدہ ہے، یہ جو پہلے دن سے آخری دن تک تمہارے ساتھ ہے۔"

"لیکن وہ خزانہ کہاں ملے گا؟"

"یہ میں تمہیں اس وقت بتاؤں گا، جب تم میرا کام کر دو گے۔" اور میں تیار ہو گیا۔

اب یہ بات تسلیم کرنا پڑی تھی کہ غفان حوری درحقیقت کوئی زندہ انسان نہیں ہے، کیونکہ اس نے جو انتظامات کیے تھے وہ ناقابل یقین تھے۔ سمندر کے اس ویران حصے میں یہ خوبصورت سا جہاز کہاں سے آیا؟ یہ کوئی نہیں بتا سکتا تھا۔ لیکن وہ تھا، اور میں اور غفان حوری اس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مختلف ذرائع سے غفان حوری نے وہ راستے معلوم کیے، اور اس کے بعد مجھے سمندر میں اتار دیا۔ زندگی تو ویسے ہی بے شمار تجربات میں گزری تھی۔ سمندر کی گہرائیوں میں سفر کرنے کا تجربہ بھی میری زندگی کا سب سے بڑا تجربہ تھا، اور سب سے بڑی بات یہ تھی، کہ میری دلیری میرا ساتھ دے رہی تھی۔ میں کسی بھی طرح وہاں جانے سے خوفزدہ نہیں تھا۔

پھر مجھے اس تابوت کی تلاش میں کتنا وقت لگا، اس کا شاید میں کوئی تجزیہ نہ کر سکوں، لیکن آخر کار میں نے سمندر کی گہرائیوں میں ایک پتھر کی سل پر ایک حسین تابوت رکھا ہوا دیکھا۔ غفان حوری کا کہنا تھا کہ اس نے میرے ہمزاد کی شکل اختیار کر کے میرے ذہن کو اپنے قابو میں کیا تھا، اور یہ حقیقت تھی کہ میں نے جتنے کردار دیکھے تھے، اور جس طرح ان سے متاثر ہوا تھا۔ ان میں اتاشیہ کا کردار بھی تھا، اور وہ مختلف شکلوں میں مجھ سے ملی تھی، اور میں اس سے متاثر بھی ہوا تھا، لیکن جب میں نے تابوت کھول کر اتاشیہ کے جسم کو دیکھا، تو میرے دل میں ایسی کوئی تحریک پیدا نہیں ہوئی کہ میں غفان حوری سے ہٹ کر اسے تلاش کر لوں۔ پھر اس تابوت کو اوپر لانے کیلئے بھی میں نے جدید ترین ذرائع اختیار کیے تھے، اور آخر کار جب میں سطح سمندر پر پہنچا تو تابوت خاص قسم کی رسیوں میں باندھا ہوا میرے ساتھ تھا۔ اور میں اسے کنٹرول کرتا ہوا لا رہا تھا۔

پھر میں نے اسے اپنے طور پر ہی پانی سے اُٹھا کر جہاز میں رکھا، اور یہاں سے غفان حوری کا کردار شروع ہو گیا۔ وہ چھوٹا سا جہاز واپسی کیلئے موڑ دیا گیا۔

غفان حوری گویا میرا غلام بے دام بنا ہوا تھا۔ سائٹ پر پہنچ کر بھی میں اس تابوت کو ساحل تک لایا۔ اتاشیہ پُرسکون نیند سو رہی تھی۔ یہاں سے پھر ہم نے ایک سفر کیا۔ غفان

حوری تو ہر طرح کی آسانیاں فراہم کرنے میں ماہر تھا۔ سفر قاہرہ کے ایک دور دراز کے علاقے میں جا کر ختم ہوا۔ جہاں ایک چھوٹا سا بوسیدہ اہرام موجود تھا، اور اس اہرام میں جو دروازہ نمودار ہوا، ہم اس دروازے سے تابوت کو لے کر اندر داخل ہو گئے۔

یہاں پہنچ کر غفان حوری نے ایک سکون کا سانس لیا اور بولا۔

"میں اگر تمہارا شکریہ ادا کروں تو یہ ایک انتہائی معمولی عمل ہو گا۔ صدیوں کی پیاسی روحوں کو تم نے ملا دیا ہے۔ وہ اور یہ روحیں صدیوں تک تمہاری احسان مند رہیں گی۔ یہ اہرام ہمارا ہے اور جب تم یہاں سے باہر نکل جاؤ گے تو ہم اسے ریت کی گہرائیوں میں لے جائیں گے، اور اس وقت تک جب تک کہ کوئی سر پھرا، مہم جو ہمیں پریشان نہ کرے، ہم اس میں دفن رہیں گے، لیکن اتاشیہ میری زندگی، میری روح، میرے ساتھ رہے گی۔"

"میں اس اہرام سے باہر جا سکتا ہوں؟"

"ہاں...... سنو! تمہیں میری وہ رہائش گاہ یاد ہے، جہاں میں تمہیں لے گیا تھا۔"

"ہاں بولو...... کیوں......؟"

"یہاں سے تمہیں وہاں جانا ہو گا، اور وہاں جانے کے بعد جو کچھ ہو گا، وہ میرے اور تمہارے درمیان معاہدے کی تکمیل کرے گا۔"

"خوب۔"

"نہیں خوب نہیں، میں تم سے غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا۔ سرزمین مصر سے اہرامین کے خزانے لے جانا، اب ممکن نہیں رہا ہے، کیونکہ حکومت مصر یہ بات جانتی ہے کہ سر پھرے سیاح انہیں اہراموں میں مدفون خزانوں کا پتہ لگا کر یہاں آتے ہیں، اور بہت کچھ لے جاتے ہیں۔ یہ سب سرزمین مصر کی ملکیت ہے، اور یہاں سے بڑے بڑے خزانے منتقل ہو چکے ہیں، جو بہرحال ان لوگوں کیلئے نقصان دہ ہیں۔ تمہیں تمہاری ضروریات وہاں ملے گی، جہاں تم آسانی سے اسے حاصل کر سکتے ہو۔" غفان حوری سچ کہہ رہا تھا، یا غلط، اس کا مقصد تو پورا ہو چکا تھا، اور مجھے ظاہر ہے واپسی کرنی تھی۔ چنانچہ مختلف مراحل سے گزر کر میں آخر کار اپنے وطن پہنچ گیا۔

یہ حیران کن بات اس وقت میرے علم میں آئی، جب میں غفان حوری کی اس کوٹھی میں داخل ہوا، وہاں موجود ملازمین نے مجھے پُرادب انداز میں جھک کر سلام کیا تھا، اور پھر اس طرح کا برتاؤ کیا تھا، جس طرح وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہوں، اور یہ جگہ میری اپنی ملکیت ہو، اور پھر وہیں ایک تہ خانے میں مجھے خزانوں کے انبار ملے۔ غفان حوری نے جو کچھ کہا تھا،

وہ غلط نہیں تھا۔ مجھے وہ ملا تھا، جس کے لئے میں نے انتہائی جدوجہد کی تھی۔ بس اس کے بعد کی زندگی میری اپنی تھی، کہ میں جس طرح چاہتا اسے بسر کرتا، اور حقیقت یہ ہی ہے کہ اس دور میں، اس کائنات میں اگر کوئی مالی طور پر بہتر ہے، تو اس کیلئے عزت بھی ہے، اور ایک حسین زندگی بھی۔ اب میری زندگی کے کئی ساتھی ہیں، جن کی تفصیل جانے دیں، آپ کو کیا ملے گا، لیکن کسک سی اٹھتی ہے، اور وہ مجھے بہت یاد آتی ہے۔